شاہین

نسیم حجازی

پرویز بک ڈپو (دہلی)

قیمت مجلد سولہ روپئے ۱۶/-

تعداد طبع ۵۰۰

ناشر پرویز بکڈپو (دہلی)

ملنے کا پتہ

ناز پبلشنگ ہاؤس پہاڑی بھوجلہ دہلی ۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باغی

(۱)

پچاس سوار پہاڑ کے دامن سے اتر کر گھنے جنگل میں سے گزرتے ہوئے ایک ندی کے ٹوٹے ہوئے پل کے سامنے رکے۔ ندی کے پار یہ جنگل اور بھی گھنا تھا۔ اس وادی میں جنگلی درختوں کے ساتھ ساتھ انگور کی بیلیں، سیب، انار اور مختلف اقسام کے پھلدار درخت اس بات کی گواہی دیتے تھے کہ یہ جنگل کبھی ایک باغ تھا۔ پل کے پار ٹوٹی پھوٹی سڑک کے دونوں کناروں پر تناور درختوں کی شاخیں آپس میں ملکر ایک چھت کا کام دیتی تھیں۔ سرسبز گھاس اور خودرو بیلیں جو کناروں سے آگے بڑھ کر سڑک کے پتھروں کو اپنی آغوش میں لے رہی تھیں۔ اس بات کا ثبوت تھیں کہ انہیں مسلنے والے پاؤں شاذ و نادر ہی اس سڑک کا رخ کرتے ہیں۔

ندی کا پانی زیادہ گہرا نہ تھا اور سڑک کو چھوڑ کر یہ سوار چند قدم نیچے یا اوپر جا کر اسے آسانی کے ساتھ عبور کر سکتے تھے لیکن کسی خیال کے ماتحت آگے آگے جانیوالے دو سوار نے پل کے قریب پہنچتے ہی پیچھے مڑ کر دیکھا۔ اور پیچھے آنے والی جماعت کو رکنے کا اشارہ کیا۔ یہ تمام سوار جنگ کے بہترین ساز و سامان سے آراستہ تھے سب سے آگے دو سواروں میں سے ایک کی قبا اور عمامہ سفید تھا اور آنکھوں کے سوا اس کا تمام چہرہ نقاب میں چھپا ہوا تھا اس کا ساتھی اس رسالے کے باقی سواروں کی طرح زرہ اور خود پہنے ہوئے تھا تاہم اس کا خوبصورت ختلی گھوڑا جواہرات سے مزین تلوار کا دستہ اور اسکی زرہ

اور خود کی چمک اس میں ایک امتیازی شان پیدا کرتے تھے۔

یہ دو سوار جو بظاہر اس دستے کے راہ نما معلوم ہوتے تھے۔ کچھ دیر پل کے قریب گھوڑے روک کر ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے۔

بالآخر سفید پوش نے کہا مجھے بار بار خیال آتا ہے کہ اگر اس نے انکار کر دیا تو؟

مشکی گھوڑے کے سوار نے جواب دیا تو پھر ہمارے لئے اس کے سوا کوئی راستہ نہیں کہ ہم اسے باغی سمجھیں اور اس کے ساتھ باغیوں کا سا سلوک کریں۔

نہیں۔ اس نے اپنی آزادی ہمارے دشمنوں سے چھینی ہے۔ اگر صرف وہ اس سرحد کی حفاظت کا ذمہ لے لے تو ہم اس کی آزادی کا احترام کریں گے۔

اور اگر اس نے ہماری پیش کش ٹھکرا دی تو؟"

تو بھی اس کے ساتھ تعرض نہ کروں گا ہاں مجھے یہ افسوس ضرور ہوگا کہ میں غرناطہ کی فوج میں ایک ناقابل تسخیر عنصر کا اضافہ نہ کر سکا۔

مشکی گھوڑے کا سوار کچھ کہنا چاہتا تھا کہ پل کے پار سڑک پر ایک ہرن نمودار ہوا اس نے جلدی سے ترکش سے تیر نکالا لیکن ابھی کمان اٹھائی تھی کہ درختوں میں سے تیر سنسناتا ہوا آیا اور پل کے پاس ایک درخت کے ساتھ لٹکے ہوئے تختے میں پیوست ہو گیا۔

ہرن چھلانگ مار کر جنگل میں روپوش ہو گیا۔ تمام سوار اس غیر متوقع تیر سے بدحواس ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ مشکی گھوڑے کے سوار نے لکڑی کے تختہ کی طرف دیکھا۔ تو اسے تیر کے علاوہ اس پر چند دھندلے سے حرف دکھائی دیئے۔ اس نے اپنے سفید پوش ساتھی سے کہا۔ شاید اس پر کچھ لکھا ہے۔

دونوں گھوڑے آگے بڑھا کر درخت کے ساتھ لٹکے ہوئے تختے کے قریب پہنچے لکڑی کے تختے پر عبارت لکھی ہوئی تھی۔

اس ندی کے پار سرحدی عقاب کی مملکت ہے۔
یہ چراگاہیں مجاہدوں کے گھوڑوں کے لئے وقف ہیں۔
اس جنگل کے پھلوں اور شکار کے جانوروں پر صرف ان لوگوں کا حق ہے جو اندلس کی سرزمین کو پنجۂ اغیار سے چھڑانے کا عہد کر چکے ہیں۔
غرناطہ سے صرف وہ لوگ اس زمین میں داخل ہو سکتے ہیں جو مجاہدین کی جماعت میں شامل ہونا چاہتے ہیں۔
وہ لوگ جو دشمنان اسلام کی غلامی پر قانع ہیں۔ یا وہ لوگ جنہوں نے عیسائیوں کا باج گزار رہنا قبول کر لیا ہے۔ اس زمین پر پاؤں رکھنے کی جرأت نہ کریں۔ ہمارے پاس تلوار کا تلوار رہے۔
یہ عبارت پڑھنے کے بعد سفید پوش سوار نے اپنے زرہ پوش ساتھی کی طرف دیکھا اور کہا۔ وہ غرناطہ کی طرح غرناطہ کے لوگوں کو بھی شک و شبہ کی نظر سے دیکھنے میں حق بجانب ہے لیکن میں ہر قیمت پر اس سے ملنا چاہتا ہوں۔
زرہ پوش نے جواب دیا۔ وہ یہاں سے کوئی آٹھ میل دور ایک پرانے قلعے میں رہتا ہے لیکن اسے اپنی نیک نیتی کا یقین دلائے بغیر ہم وہاں تک نہیں پہنچ سکتے۔ یہ گھنا جنگل تیر اندازوں سے پٹا پڑا ہے۔ میں سفید جھنڈا دکھاتا ہوں۔ شاید اس کا کوئی آدمی بھی آ جائے اور ہمیں نامہ و پیام کا موقع مل جائے۔
سفید پوش نے اس بات میں سر ہلایا۔ زرہ پوش نے اپنے دستے کے ایک سوار کو آواز دی اور وہ سفید جھنڈا لہراتا ہوا پل کے قریب آ کر کھڑا ہوا۔
زرہ پوش نے بلند آواز میں کہا۔ کوئی ہے۔ ہم سرحدی عقاب کے نام دوستی کا پیغام لے کر آئیں ہیں۔
ایک لمحہ کے سکوت کے بعد دوسرے کنارے ایک گھنے درخت کی ٹہنیوں میں

جنبش ہوئی اور ایک نوجوان نیچے اتر کر ندی کے کنارے کیطرف بڑھا اور بولا۔
ہمارے پاس دوستی کا جواب دوستی ہے لیکن سرحدی عقاب کو شاید یہ اعتراض ہو کہ دوستی کے پیغام کیلئے آپکو اتنے مسلح سواروں کی ضرورت کیوں پیش آئی۔؟
زرہ پوش نے جواب دیا مجھے یقین ہے کہ بدر بن مغیرہ کے جانباز غرناطہ کے چاس مسلح سپاہیوں سے مرعوب نہیں ہو سکتے: تاہم اس سے پوچھا جائے اگر اسے اعتراض ہو تو ہم سپاہیوں کو واپس بھیج دیتے ہیں۔ ورنہ ہم اپنے ہتھیار آپ کے سپرد کر دیتے ہیں اور تیسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ ہمارے ساتھی ندی کے اس پار کھڑے ہیں اور تم ہم دونوں کو اپنے امیر کے پاس لے چلو۔
نوجوان نے جواب دیا۔ اگر آپ سرحدی عقاب کا نام جانتے ہیں تو آپ شاید ان کی عادت سے بھی واقف ہوں انہیں آپ سے ملاقات کے بجائے اس بات سے زیادہ دلچسپی ہوگی کہ آپکے یہ سپاہی جس فوج کا ہر اول ہیں اس کی صحیح تعداد کیا ہے۔
زرہ پوش نے اپنا خود اتار کر ایک سپاہی کو دیتے ہوئے کہا۔ اگر تمہارے دل میں غرناطہ کی فوج کے ایک سالار کیلئے کوئی عزت نہیں تو کم از کم غرناطہ کے شاہی گھرانے کا احترام ضرور ہوگا۔

(۲)

نوجوان پریشانی کی حالت میں پیچھے مڑ کر درختوں کی طرف دیکھنے لگا۔ ایک لمحہ کے سکوت کے بعد درختوں کے عقب میں گھوڑے کی ٹاپ سنائی دی۔ اور آن کی آن میں ایک سوار کے جس کے جسم پر چمکتی ہوئی زرہ اور سر پر خود کے بجائے سفید عمامہ تھا ندی کے کنارے آنکلا ۱۸ اٹھارہ بیس برس کا خوش وضع نوجوان تھا اور اسکے چہرے سے غیر معمولی شجاعت ٹپکتی تھی اس نے ایک لمحہ کیلئے ندی کے دوسرے کنارے کھڑے ہونے والے سپاہیوں کا جائزہ لیا اور کہا۔ بدر بن مغیرہ سے ملاقات کے لئے آپکو غرناطہ کے شاہی

گھرانے کے کسی فرد کی سفارش کی ضرورت نہیں، وہ ایک مخلص سپاہی سے مل کر زیادہ خوش ہوگا۔

زرہ پوش نے جواب دیا۔ ایک سپاہی کے خلوص کی کسوٹی صرف میدان جنگ ہے اور اگر قدرت نے مجھے اور تمہارے امیر کو ایک محاذ پر جمع ہونے کا موقع دیا۔ تو میرے سینے کے زخموں سے ابلتا ہوا خون میرے خلوص کی شہادت دے سکے گا۔ جاؤ اپنے امیر سے کہو کہ اگر اسے موسیٰ کے خلوص پر شبہ ہے تو آج ہی قسطلہ کے کسی شہر پر چڑھائی کر کے دیکھ لے۔ میں اور میرے یہ پچاس سپاہی تلواروں کی چھاؤں اور تیروں کی بارش میں اس کا ساتھ دیں گے۔

دوسرے کنارے سے نوجوان نے ذرا غور سے اپنے مخاطب کی طرف دیکھا اور کچھ کہے بغیر چند قدم پیچھے جا کر گھوڑے کو ندی میں ڈال دیا۔ اور وہ زرہ پوش کے قریب پہنچ کر گھوڑے سے اترا اور اپنا ہاتھ بڑھا کے کہنے لگا۔ اگر آپ موسیٰ ہیں تو میں کوئی دوسرا سوال پوچھے بغیر آپ کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتا ہوں۔

موسیٰ نے حیران سا ہو کر نوجوان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔ تو آپ ہی بدر بن مغیرہ ہیں۔ میں حیران ہوں کہ ......"

بدر بن مغیرہ نے اس کا فقرہ پورا کرتے ہوئے کہا۔ آپ حیران ہیں کہ ہم دونوں ایک دوسرے کو پہلی ہی نگاہ میں کیوں نہ پہچان سکے۔"

موسیٰ نے کہا۔ میں یہی کہنا چاہتا تھا۔ میرا خیال تھا کہ آپ بڑی عمر کے ہونگے۔ لیکن میں خوش ہوں کہ عقاب کہلانے کیلئے یہی عمر موزوں ہوتی ہے۔ اب اگر آپ اندلس کے شاہی گھرانے سے اپنی گذشتہ رنجشیں بھول جائیں تو میں آپ سے ایک ایسی شخصیت کا تعارف کرانا چاہتا ہوں جنہیں میں اندلس کے ترکش کا آخری تیر سمجھتا ہوں۔

اگر اندلس کے ترکش کا آخری تیر سے آپ کی مراد ابو عبداللہ الزغل ہے تو میں

ان سے ملنا اپنی خوش بختی سمجھوں گا۔ غرناطہ سے جو مجاہدین میری جماعت میں شامل ہوئے ہیں انہوں نے میرے سامنے غرناطہ سے صرف چند شخصیتوں کی تعریف کی ہے اور انہیں سے فوج کے وہ سالار جنہیں دیکھنے کی میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی تھی۔ موسیٰ اور النزلعیزی ہیں۔ اور شاہی گھرانے کا ایک فرد الزغل ہے۔

موسیٰ[1] نے جواب دیا۔ النزلعیزی کو ہم اپنے ساتھ نہ لاسکے لیکن آپکی نگاہیں اگر ایک ہلکے سے نقاب کے پار جا سکتی ہیں تو الزغل آپ کے سامنے موجود ہیں۔

بدر بن مغیرہ نے موسیٰ کے ساتھی سفید پوش کیطرف دیکھا۔ تو اس نے مصافحہ کیلئے اپنا دایاں ہاتھ بڑھاتے ہوئے بائیں ہاتھ سے اپنا نقاب اتار دیا۔

الزغل کی عمر پچاس سال کے لگ بھگ معلوم ہوتی تھی اس نے گہری دلچسپی سے بدر بن مغیرہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اندلس کے ترکش کے آخری تیر تم نوجوان ہو۔

بدر بن مغیرہ نے کہا۔ آپ کی حوصلہ افزائی کا شکریہ لیکن بدقسمتی سے اندلس میں تیروں کو پرکھنے والے ہاتھ رباب کے تاروں سے کھیل رہے ہیں۔

الزغل نے جواب دیا۔ میں ان ہاتھوں سے رباب چھین لونگا۔ اور اگر رباب نہ چھین سکا تو ان ہاتھوں کو کاٹ ڈالوں گا۔ اور یہی پیغام تمہارے پاس لیکر آیا ہوں اندلس کے ناکارہ ہاتھ اگر رباب کے تاروں سے کھیل رہے ہیں تو اسلئے کہ انکے پاس تیر نہیں ہیں میں ان کیلئے تیر جمع کر رہا ہوں۔ میں تمہیں غرناطہ کی فوج میں شامل ہونیکی دعوت دینے کے لئے آیا ہوں۔

بدر بن مغیرہ نے جواب دیا۔ یہ دعوت مجھے پہلے بھی دی جا چکی ہے۔ لیکن میں اور میرے ساتھی غرناطہ میں ایوان شاہی کی نمائش کا سامان بننے کی بجائے اس جنگل میں

---

[1] موسیٰ کا پورا نام موسیٰ بن ابی غسّان ہے۔ ۱۲

رہنا زیادہ پسند کرتے ہیں۔ یہاں ہمارے پاس سنگ مرمر کے محلات اور اطلس کی قبائیں
نہ سہی یہ اطمینان ضرور ہے کہ ہم اہل غرناطہ کی طرح نصرانی بادشاہ کے باجگزار نہیں۔
یہ مجاہدین جو اپنی زندگی کی دلچسپیاں چھوڑ کر اس جنگل میں آ بسے ہیں غرناطہ میں جا کر
دوہری غلامی قبول کرنے پر رضامند نہ ہوں گے مجھے ڈر ہے کہ غرناطہ کی آب و ہوا میں
ان خارا شگاف تلواریں جنہوں نے بارہا نصرانیوں کے دانت کھٹے کئے ہیں اپنی آہنی صفت
کھو بیٹھیں گے۔ غرناطہ کی بھٹی میں ان کا لوہا پگھلا کر رباب کے تاروں میں تبدیل ہو جائے
گا۔ عقاب صرف یہاں اس وقت تک عقاب ہے جب تک وہ چٹانوں میں بسیرا کرتا اور کھلی
فضاؤں میں اڑتا ہے معاف کیجئے ہم شاہی دربار کے آداب سے واقف نہیں ہم صرف
سپاہی ہیں۔ اور ہماری جدوجہد کا ایک مقصد ہے جس دن غرناطہ کا سلطان یہ اعلان
کر دیگا کہ میں اسلام کا پرچم دوبارہ قرطبہ اور اشبیلیہ پر نصب کرنیکا عہد کرتا ہوں میں
آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس وقت آپکو ہمیں دعوت بھیجنے کی ضرورت پیش نہ آئے گی۔
ہم بن بلائے آپ کے پاس چلے آئیں گے اور اندلس کی وہ خاک جہاں غرناطہ کے باشندے
اپنا پسینہ بہانے کے لئے تیار ہوں گے ہمارے خون سے لالہ زار ہوگی۔ خدا کی قسم اگر میرے
متعلق کوئی یہ سمجھتا ہے کہ میں نے انسانوں کے ایک گروہ کا امیر بننے کے لئے یہ ڈھونگ
رچا یا ہے تو وہ غلطی پر ہے میں ایک سپاہی ہوں غرناطہ کے اس سپہ سالار کا منتظر
ہوں جو طارق کی نگاہ اور عبدالرحمٰن کا دل رکھتا ہو یہ وادی اس سپہ سالار کے
لئے ایک مورچہ ہے اور جب تک وہ نہیں آتا میں اس کے لئے یہ مورچہ محفوظ رکھونگا۔
اگر آپ میں سے کوئی ہے تو یہ مورچہ اس کے لئے حاضر ہے ورنہ آپ جائیے اور مجھے
انتظار کرنے دیجئے مجھ سے پہلے میرے والد اور ان سے پہلے ان کے والد اس سپہ سالار
کی آمد کے شوق میں اس مورچے کی حفاظت کرتے رہے ہیں میں بھی اپنا فرض پورا
کر دونگا۔

بدر بن مغیرہ یہ کہہ کر خاموش ہوگیا اور الزغل محبت شفقت اور عقیدت کے جذبات سے مغلوب سا ہو کر دیر تک اس کی طرف دیکھتا رہا۔ بالآخر اس نے کہا۔ مغیرہ کے بیٹے سے مجھے یہی توقع تھی نوجوان! مبارک ہیں وہ چراگاہیں جہاں تمہارے گھوڑے چرتے ہیں۔ مبارک ہیں وہ درخت جن کی چھاؤں میں تم سوتے ہو، بیشک غرناطہ کے محل اس قابل نہیں کہ وہ ایک شاہین کا مسکن بن سکیں لیکن میں تمہیں محلات میں رہنے کی دعوت دینے کے لئے نہیں آیا۔ میں تمہیں ایک خوشخبری دینے آیا ہوں۔ ہم قسطلہ کیساتھ آخری دم تک لڑنے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ ابوالحسن آج بھی اعلان جہاد کرنے کے لئے تیار ہے لیکن میں نے اس سے چار ماہ کی مہلت لی ہے اور ان مہینوں میں ہمیں بہت کچھ کرنا ہے اور تمہیں یہ بتانے کی ضرورت نہیں سمجھتا کہ تمہیں کیا کرنا چاہیئے۔

بدر کی خوبصورت آنکھیں مسرت سے چمک اٹھیں اس نے کچھ کہنے کی بجائے الزغل کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیکر ہونٹوں سے لگالیا اور بولا۔ اگر نصرانیوں کے خلاف بغاوت کا جھنڈا اٹھانے کیلئے قدرت نے یہ ہاتھ منتخب کیا ہے تو میں اسے بوسہ دیتا ہوں۔

الزغل نے ہاتھ پھیلا کر بدر کو گلے لگالیا۔ الزغل سے علیٰحدہ ہو کر بدر موسیٰ کی طرف متوجہ ہوا۔ میں آپ کا اور آپ کے ساتھیوں کا خیر مقدم کرتا ہوں۔

موسیٰ آگے بڑھ کر اس سے بغل گیر ہوا تو الزغل نے مسکراتے ہوئے کہا موسیٰ اور عقاب تمہارے تعیشے میں بڑی مشکل سے آیا ہے۔ اسے چھوڑ نہ دینا۔

موسیٰ نے بدر کی پیشانی پر بوسہ دیتے ہوئے کہا۔ آپ پریشان نہ ہوں میں آپکو اپنے قبضہ میں رکھنے کے بجائے آپ کے ساتھ اڑنے کی کوشش کروں گا۔

میں آپ کو جانتا ہوں، بدر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ غرناطہ کی آنکھ کے تارے کو کون نہیں جانتا۔

موسیٰ نے کہا۔ میں ایک بات کہے بغیر نہیں رہ سکتا۔

کہیئے۔!

مجھے یہ خیال تھا کہ حالات نے آپکو بیحد محتاط بنا دیا ہوگا لیکن آج جو کچھ آپ نے کیا ہے وہ آپ کی روایات کے خلاف ہے اس وقت آپ اکیلے ہمارے پاس چلے آئے آپ کو یہ خیال کیسے آیا کہ ہماری نیت بری نہیں ہے۔

بدر نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔ پچاس آدمیوں کی جمعیت اگر بری بھی ہو تو میں اس جگہ انہیں اپنے لئے کوئی بڑا خطرہ نہیں سمجھتا۔

اور آپ کو یہ کیسے یقین آیا کہ ہمارے پیچھے کوئی فوج نہیں۔

بدر بن مغیرہ نے جواب دیا۔ جب آپ یہاں سے بیس کوس کے فاصلے پر تھے مجھے آپ کی آمد کی اطلاع مل چکی تھی اور مجھے یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ آپ کے پیچھے کوئی اور فوج نہیں اور جب آپ ٹیلے کے دامن سے نیچے اتر رہے تھے میں ایک درخت پر بیٹھا آپ کی باتیں سن رہا تھا۔ اور اس کے باوجود میں اس کا محتاط ہوں حقیقت یہ ہے کہ مجھ سے زیادہ آپ کے پچاس آدمی میرے نرغے میں ہیں۔

موسیٰ نے حیران ہو کر چاروں طرف درختوں پر نگاہ دوڑائی، بدر نے مسکراتے ہوئے کہا جیسے ہدف دیکھ کے ہم اپنے تیر پھینکتے ہیں آپ کی تشویش دور کرنے کیلئے دیتا ہوں اور یہ کہہ کر اس نے ترکش سے ایک تیر نکال کر کمان پر چڑھا دیا اور پل کے قریب درخت کے ساتھ لٹکے ہوئے تختہ کا نشانہ کرتے ہوئے بلند آواز میں کہا۔ ہمارے عزیز مہمان یہ جاننا چاہتے ہیں کہ اس وقت یہاں کتنے عقاب موجود ہیں۔ یہ تختہ تمہارا ہدف ہے۔ ہوشیار!

جونہی بدر بن مغیرہ کی کمان سے ایک تیر نکل کر تختے میں پیوست ہوا مختلف اطراف سے تیروں کی بوچھاڑ آئی اور تمام تختہ تیروں سے بھر گیا۔ درختوں کے کٹے ہوئے پتے ہوا میں اڑ رہے تھے۔

موسیٰ نے حیران ہو کر کہا تو ہمارے پیچھے بھی درختوں پر تمہارے آدمی ہیں؟

ہاں اور آپکے آگے بھی تختے کے دوسرے طرف آپ اس سے زیادہ تر پائیں گے۔

الزغل نے کہا موسیٰ! اس نوجوان سے ہمیں بہت کچھ سیکھنا ہے میں چند دن کیلئے فوج کے چند سالار بھیجدوں گا۔ اس وقت میں اس کے سامنے اپنے موضوع کی بہت سی تفصیلات پیش کرنا چاہتا ہوں اور میرا ارادہ ہے کہ ہم آج ہی واپس چلے جائیں۔

بدر بن مغیرہ نے کہا۔ مجھے معاف کیجئے۔ میں نے آپکو اتنی دیر یہاں ٹھہرا کے رکھا آپ میرے ساتھ آئیے۔ ہم اطمینان کے ساتھ بیٹھ کر باتیں کریں گے۔

الزغل[1] نے جواب دیا۔ لیکن آپ کی قیام گاہ یہاں سے کافی دور ہے اور وہاں جا کر شاید میں آج ہی واپس نہ جا سکوں۔

میں آپکو زیادہ دور نہیں لے جاؤں گا۔ آئیے اس جنگل کے پھل اور شکار آپ کے لئے اور اس کی گھاس آپ کے گھوڑوں کے لئے حاضر ہے۔

ہم آپ کی دعوت قبول کرتے ہیں۔ یہ کہہ کر الزغل گھوڑے پر سوار ہو گیا اور بدر کی رہنمائی میں سواروں کے دستے نے ندی عبور کی دوسرے کنارے پہنچ کر بدر نے بلند آواز میں اپنے ساتھیوں کو حاضر ہونے کا حکم دیا اور آن کی آن میں تقریباً دو سو تیر انداز ندی کے آس پاس دونوں کناروں کے درختوں کے نیچے کود کر اس کے گرد جمع ہو گئے۔

ایک سرپٹ سوار جنگل میں چھپتی ہوئی سڑک پر نمودار ہوا۔ بدر کے تیر اندازوں اور الزغل کے سپاہیوں کے قریب پہنچ کر اس نے گھوڑا روکا۔ اور بدر بدر ساتھ

---

[1] الزغل کا پورا نام ابو عبداللہ الزغل تھا۔ چونکہ اس کے بھتیجے کا نام ابو عبداللہ محمد تھا اس لئے اول الذکر فقط الزغل کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ۱۲

کراس کی طرف دیکھنے لگا۔ اس کی عمر بائیس سال کے لگ بھگ معلوم ہوتی تھی۔ اس کی شکل و شباہت اور رنگ خالص عربی نسل بابری مسلمانوں کی بجائے مخلوط نسل کے ہسپانوی باشندوں سے ملتا تھا اور اس کے چہرے سے سپاہیانہ جبروت سے زیادہ علم اور ذہانت مترشح تھی۔ بدر کی طرح اس کے سر پر بھی سفید عمامہ تھا۔ لیکن زرہ کے اوپر وہ سرخ رنگ کی قبا پہنے ہوئے تھا۔ اس کے گھوڑے کی زین کے ساتھ چمڑے کے دو تھیلے بندھے ہوئے تھے۔

بدر نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ بشیر! تم آ گئے یہ تاج دار اندلس کے بھائی الزغل ہیں۔ اور یہ موسیٰ ہیں۔ یہ ہمارے لئے ایک خوشخبری لائے ہیں عنقریب قسطلہ کے خلاف اعلان جنگ ہونے والا ہے۔

بشیر نے گھوڑے سے کود کر ان دونوں سے مصافحہ کیا۔ تو بدر نے کہا کہ یہ بشیر بن حسن ہیں۔ آپ نے ان کا نام سنا ہوگا۔ اندلس میں اس سے بہتر جراح شاید اور کوئی نہ ہو۔ انہوں نے قرطبہ میں عالی شان محل چھوڑ کر میرے ساتھ رہنا پسند کیا ہے۔

بدر نے اپنے ساتھیوں کی طرف اشارہ کیا۔ اور وہ یکے بعد دیگرے جنگل میں غائب ہو گئے۔

(۳)

تھوڑی دیر کے بعد بدر اور بشیر جنگل میں اپنے مہمانوں کی رہنمائی کرتے ہوئے ایک چشمے کے کنارے پہنچے، جہاں درختوں کے سائے میں سرسبز گھاس پر ایک وسیع دسترخوان بچھا ہوا تھا۔ بدر کے پچاس ساٹھ آدمی یہاں بھی موجود تھے انہوں نے مہمانوں کے گھوڑے ایک طرف باندھ کر ان کے آگے گھاس ڈال دی۔

الزغل اور اس کے سپاہی جب دسترخوان پر بیٹھے تو تقریباً ہر ایک یہی سوچ رہا تھا کہ جنگل کے میزبان نے اپنے غیر متوقع مہمانوں کے لئے کیا انتظام کیا ہوگا۔ بدر نے

تالی بجائی تو درختوں کے ایک جھنڈ سے چند آدمی طشت اٹھائے ہوئے نمودار ہوئے۔ اور تھوڑی دیر میں دسترخوان پر پرندوں اور جنگلی جانوروں کے بھنے ہوئے گوشت اور مختلف اقسام کے پھلوں کے ڈھیر لگ گئے۔

مہمانوں نے حیران ہو کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ بالآخر الزغل نے کہا۔ آپ نے بہت تکلف سے کام لیا۔ میں حیران ہوں کہ آپ نے آن کہ آن میں یہ سارا انتظام کیسے کیا؟

بدر نے جواب دیا۔ میں نے آپ سے عرض کیا تھا کہ آپ جب یہاں سے بیس کوس کے فاصلے پر تھے۔ مجھے آپ کی آمد کی اطلاع مل چکی تھی مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ راستے میں ناشتہ کرنے کے لئے کہیں نہیں رکے۔ اور جب میرے جاسوسوں نے یہ بھی بتا دیا کہ آپ اپنے ساتھ سامان رسد نہیں لائے پھر میں کھانے کا انتظام کرنے کے سوا اور کیا سوچ سکتا تھا۔

کھانا کھانے کے بعد ان لوگوں نے الزغل کی امامت میں ظہر کی نماز پڑھی۔ اس کے بعد بدر، الزغل، موسیٰ اور بشیر باقی لوگوں سے علیحدہ ہو کر ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔

موسیٰ نے اندلس کا نقشہ کھول کر سامنے رکھ دیا اور دیر تک آنے والی جنگ کی مختلف تجاویز پر بحث ہوتی رہی۔ الزغل نے بدر کی مختلف تجاویز سے اتفاق کرتے ہوئے کہا۔

حملے سے چند دن قبل آپ کو غرناطہ بلا لیا جائے گا۔ سردست میں یہ چاہتا ہوں کہ سرحد کے چند اور علاقے آپ کی تحویل میں دیئے جائیں۔ آپ اس جنگل کو مستقر بنا کر ان علاقوں کی حفاظت کر سکیں گے۔ اس سرحد کی حفاظت سے مطمئن ہو کر اپنی بیشتر قوت دوسرے محاذ پر منتقل کر سکیں گے۔ میں ابوالحسن سے آپ کو اس سرحد

کا گورنر مقرر کرنے کی اجازت لے آیا تھا۔ لیکن مجھے خدشہ ہے۔ کہ ہمارے اس اقدام سے فرڈیننڈ فوراً چوکنا ہو جائے گا۔ اور وہ ہمیں تیاری کا موقع دینے سے پہلے ہم پر حملہ کر دے گا۔ اس لئے یہ بہتر سمجھتا ہوں۔ کہ نام کیلئے سرحد کا گورنر کوئی اور ہو۔ اور کام کے لئے آپ ہوں۔ چار ماہ تک عیسائیوں سے کوئی چھیڑ چھاڑ ہمارے مفاد کے خلاف ہو گی۔ اس دوران میں ہم انکے حالات سے باخبر رہنا چاہتے ہیں آپ قرطبہ، اشبیلیہ اور دوسرے شہروں کے باغی مسلمانوں کو اپنے پاس بلا لیں۔ اور میں ان کیلئے گھوڑے اور اسلحہ فراہم کرنے کا ذمہ لیتا ہوں۔ مجھے یقین ہے۔ کہ اگر صرف ایک دن کے لئے غرناطہ کے آزاد اور باقی اندلس کے غلام مسلمان متحد ہو جائیں تو ہم اس ملک کو ہمیشہ کے لئے عیسائیوں کی غلامی سے آزاد کر سکتے ہیں۔"

بدر نے مغموم لہجے میں جواب دیا۔ "کاش یہ بات کوئی آج سے پچاس سو یا دو سو برس پہلے سوچتا۔ دو سو برس پہلے غرناطہ میں صرف قرطبہ۔ طلیطلہ اور اشبیلیہ سے تین لاکھ مہاجرین جہاد کے ارادے سے غرناطہ میں پناہ گزین ہوئے تھے۔ لیکن وہاں حسد وعناد کی آگ میں ان کی تلواریں پگھل گئیں۔ صرف اس وادی میں پچاس برس پہلے ساٹھ ہزار مجاہد تھے۔ آج میرے پاس صرف پانچ ہزار سپاہی ہیں۔ لیکن اگر غرناطہ لڑنے کا فیصلہ کر چکا ہے۔ تو ان کی تعداد تین گنا ہو سکتی ہے ما بچی تک بہت سے فالتو گھوڑے اس جنگل میں چرتے ہیں۔ اگر مجھے ہتھیاروں کی ضرورت پڑی۔ تو آپ کو اطلاع دوں گا۔"

سرحد کے علاقے بدر بن مغیرہ کی نگرانی میں دینے کے متعلق بہت سی تفصیلات طے کرنے کے بعد الزغل نے اپنے ساتھیوں کو کوچ کی تیاری کا حکم دیا۔

(۱)

مسلمانوں کو اندلس پر قابض ہوئے قریباً آٹھ صدیاں گزر چکی تھیں۔ ان آٹھ صدیوں کی تاریخ ایک عظیم الشان قوم کے عروج اور زوال کی داستان ہے جس کا پہلا باب عرب فاتحین اور اموی خاندان کے جلیل القدر حکمرانوں نے اپنے خون اور پسینے سے قلمبند کیا۔ اب وہ عظیم الشان قوم جس کی سطوت بحیرۂ روم کی سرکش لہروں پر سکوت طاری کر دیا کرتی تھی۔ جس کی اُلو العزمی کے سامنے کوہ پیرینیز کی بلند چوٹیاں سرنگوں ہو جایا کرتی تھیں۔ بیکسی کے آنسوؤں کے ساتھ اپنی تاریخ کا آخری باب لکھ رہی تھی۔ تہذیب وتمدن کا وہ درخت جسے طارق بن زیادہ اور موسیٰ بن نصیر سے جانبازوں، اور عبدالرحمن کے جانشینوں نے پروان چڑھایا تھا۔ اب خزاں کے تند اور سرکش جھونکوں کا سامنا کر رہا تھا۔

مسلمان ایک آندھی کی طرح اس ملک میں داخل ہوئے۔ جب مزاحمت کی تمام دیواریں ٹوٹ گئیں۔ اور اسپین کے باشندوں نے شاہسوارانِ عرب کے آگے ہتھیار ڈال دیئے۔ تو یہ آندھی رحمت کی گھٹا سے بدل گئی۔ اور اندلس کی بنجر زمین باغ عدن میں تبدیل ہو گئی۔ وہ عدن جہاں انسانیت جہالت کے جنگل میں دم توڑ رہی تھی یورپ کا مشعل بردار بن گیا۔ جب یورپ پر وحشت اور بربریت کی تاریک گھٹائیں مسلط تھیں اندلس کے ہر گھر میں علم و ہنر کی قندیلیں روشن تھیں۔ جب یورپ کے اکثر باشندے جانوروں کی کھالوں سے اپنے جسم ڈھانپتے اور جنگلوں اور غاروں میں رہتے تھے۔ اندلس کے باشندے پارچہ بافی اور فنِ تعمیر کو اوجِ کمال تک پہنچا چکے تھے۔ جب یورپ میں کتابوں اور کتابیں پڑھنے والوں کی تعداد انگلیوں پر گنی جا سکتی تھی۔ اندلس میں کسی ایسے آدمی کا تلاش کرنا ممکن نہ تھا جس کے گھر میں کتب خانہ نہ ہو۔

اموری امارت کا زمانہ اندلس کی تاریخ کا سنہری زمانہ تھا۔ آج بھی ایک سیاح جب اس جاہ و جلال اور شان و شوکت کا تصور کرتا ہے۔ جو قرطبہ اشبیلیہ اور طلیطلہ کے کھنڈروں میں دفن ہے۔ تو وہ حیران ہو کر یہ سوال پوچھتا ہے۔ کہ کیا یہی وہ ملک ہے جس کی خوشحالی دیکھ کر شارلمین کے سفیر دنگ رہ جاتے تھے؟ کیا موجودہ اسپین عربوں کا وہی اندلس ہے جس کی زمین سونا اگلتی تھی۔ جہاں غربت اور افلاس کا نام و نشان تک نہ تھا۔ جس کی تجارت یورپ، ایران اور چین تک پھیلی ہوئی تھی جس کی یونیورسٹیاں دنیا بھر میں مشہور تھیں۔ جس کے علماء کے سامنے ارسطو اور افلاطون کے جانشین گھٹنے ٹیکتے تھے۔

اندلس کے مورخین کی ارواح جو شاید ہر شام ان ویرانوں کا طواف کرتی ہیں نہایت مغموم انداز میں ان سوالات کا جواب دیتی ہیں۔ ہاں اسپین عربوں کا وہی اندلس ہے۔ جس کی سطوت کی داستان قصۂ پارینہ بن چکی ہے۔ یہ جبل الطارق وہی ہے۔ جہاں طارق بن زیاد کے جہاز لنگر انداز ہوئے تھے۔ یہ قرطبہ وہی شہر ہے۔ جہاں عبدالرحمٰن ثالث کے دربار کی شان و شوکت دیکھ کر دنیا کے بڑے بڑے شہنشاہوں کے سفیر دم بخود رہ جاتے تھے۔ یہ اندلس یا یہ اسپین وہی ہے لیکن وہ عظیم الشان قوم جس نے اپنے خون اور پسینے سے اس کی خاک کو زندگی اور رعنائی عطا کی جا چکی ہے۔ ان کھنڈروں کے نیچے ان جلیل القدر معماروں کی لاشیں دفن ہیں جنہوں نے اس ملک کو باقی یورپ کیلئے روشنی کا مینار بنا دیا تھا۔

تاریخِ عالم مختلف اقوام کے کمال اور زوال کی داستانیں پیش کرتی ہے۔ لیکن اندلس کے عرب فاتحین کے کمال اور زوال کی داستان ان سب سے زیادہ دلچسپ اور سب سے زیادہ سبق آموز ہے۔ اگر وہ سورج چاند ستارے اور جاند جنہوں نے تخلیقِ آدم سے لیکر آج تک اپنی نہ جھپکنے والی آنکھوں سے ترقی اور تنزل کے قصے دیکھے ہیں

پر چلنے والے ہزاروں قافلے دیکھے ہیں۔ اپنے پہلو میں دل رکھتے ہیں۔ تو وہاں یقیناً اندلس کے عرب حکمرانوں کے عروج و زوال کی داستان نقش ہو گی۔

(۲)

اندلس میں مسلمانوں کی فتوحات کے ابتدائی دور کے بعد شمالی سرحد کیساتھ ساتھ عیسائیوں کی چھوٹی چھوٹی سلطنتیں قائم ہو گئی تھیں۔ طاقتور حکمرانوں کے زمانے میں یہ سلطنتیں اندلس کی اسلامی سلطنت کی باجگزار بن جاتیں۔ اور حکمرانوں یا مسلمانوں کے باہمی انتشار کے زمانہ میں یہ سلطنتیں اپنی خود مختاری کا اعلان کرنے کے بعد سرحدی علاقوں پر لوٹ مار شروع کر دیتیں۔ اندلس میں اموی خاندان کا طویل عہد حکومت مسلمانوں کی شان و شوکت کا زمانہ تھا۔ اور وہ شمال کے چھوٹے چھوٹے عیسائی امراء کی ریشہ دوانیوں کے باوجود ان کے ساتھ فیاضیانہ برتاؤ کرتے رہے۔

پانچویں صدی ہجری میں خاندان امویہ کے زوال کے بعد اندلس کے اموی مسلمان لامرکزیت اور انتشار کی آخری حدود تک پہنچ چکے تھے۔ اندلس کی عظیم الشان سلطنت قریباً بیس چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ہو گئی۔ اس انتشار سے ششم سے فائدہ اٹھایا۔ اور شمال کی عیسائی سلطنتوں ایجوریا۔ لیون۔ اور قسطلہ کو ملا کر ایک سلطنت بنا لی۔

اندلس کے مطلق العنان مسلمان امراء جب اپنے کسی ہمسایہ سے مغلوب ہوتے تو الفانسو کو مدد کیلئے پکارتے۔ وہ ایک حکمران کو دوسرے کے مقابلہ میں کھڑا کر کے اپنے تعاون کی قیمت وصول کرتا۔ یہاں تک کہ اسپین کے قریباً تمام حکمران اسکے باجگزار ہو گئے۔ اور اس کی فوج نے ملک کے طول و عرض میں چوکیاں قائم کر کے لوٹ مار اور قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا۔

اس مصیبت کے وقت مراکش اور الجیریا کا حکمران یوسف بن تاشفین مسلمانو(ں)

کی مدد کے لئے پہنچا۔ اس نے انہیں عیسائیوں کی چیرہ دستیوں سے نجات دلائی لیکن کوتاہ اندیش مسلمانوں کو ایک مرکز پر نہ جمع کر سکا جب مسلمانوں میں مصالحت کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ تو اس نے اندلس پر قبضہ کر کے اسے اپنی افریقی سلطنت کا ایک صوبہ بنا دیا۔

افریقہ کے مرابطیوں کی یہ سلطنت جس کی بنیاد یوسف بن تاشفین نے رکھی تھی۔ دیر تک قائم نہ رہی۔ اندلس کے امراء اس میں کمزوری کے آثار دیکھتے ہی اسکے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور اندلس میں جتنے بڑے بڑے شہر تھے اتنی ہی سلطنتیں قائم ہو گئیں۔ اس نازک مرحلہ پر عبدالمومن نے مسلمانوں کے اقتدار کے گرتے ہوئے محل کو سہارا دیا۔ اور اندلس کے چھوٹے چھوٹے خود سر حکمرانوں کو مغلوب کر کے موحدین کی سلطنت کی بنیاد رکھی۔

موحدین نے شمال کے عیسائی حملہ آوروں کو پے در پے شکستیں دیں۔ لیکن بد قسمتی سے وہ افریقہ میں بیٹھ کر حکومت کرتے تھے۔ اس لئے اندلس پر انکا قبضہ آہستہ آہستہ کمزور ہوتا گیا۔ اور اندلس کے امراء کی سازشیں بڑھتی گئیں۔

۱۲۱۲ء میں عیسائیوں نے موحدین کی رہی سہی افواج کو اس نواح میں شکست دی۔ اور اس کے بعد ایک کے بعد دوسرا شہر ان کے قبضہ میں آتا گیا۔

۱۲۳۸ء سے ۱۲۶۵ء تک مسلمان آپس میں جھگڑتے رہے۔ اور اس دوران میں قسطلہ کے عیسائی بادشاہ فرڈیننڈ ثالث اور اغوان کے حکمران نے متحد ہو کر قرطبہ، بلنسیہ، اشبیلیہ اور مرسیہ کو فتح کر لیا مسلمانوں کے لئے قرطبہ اور اشبیلیہ کا عیسائیوں کے قبضے میں چلا جانا بغداد اور بخارا کے تاتاریوں کے قبضہ میں چلے جانے سے کم نہ تھا۔

اندلس میں اب ان کا آخری حصار صرف غرناطہ کی سلطنت تھی۔ یہ علاقہ کوہ سیرانویدا اور ساحل کے قریب المریہ سے لے کر جبل الطارق تک پھیلا ہوا تھا غرناطہ

میں قریباً اڑھائی صدیاں اور مسلمانوں کی حکومت رہی۔ مفتوحہ شہروں اور ممالک کے بہت سے لوگ اسے اپنا دفاع کا آخری مورچہ سمجھ کر غرناطہ میں آگئے۔ اور انہوں نے اپنی خدمات غرناطہ کے حکمرانوں کو پیش کیں۔ لیکن مسلمان امراء کی وہ تلوار جو بڑی سے بڑی طاقت کو خاطر میں نہ لایا کرتی تھی۔ اب نیام میں جا چکی تھی۔

قریباً ڈیڑھ صدی تک غرناطہ کی سلطنت خود غرض امراء کے باہمی خلفشار اور اس کے سرحدی علاقے عیسائیوں کی لوٹ مار اور قتل وغارت کا نشانہ بنے رہے۔ بعض موقعوں پر غرناطہ کے بیدار مغز اور دوراندیش حکمرانوں نے عیسائیوں کو زک شکستیں دیں۔ لیکن غرناطہ کسی ایسی اولوالعزم شخصیت کی رہنمائی سے محروم رہا۔ جو عیسائیوں کی طرف سے پیش آنے والے خطرات کا پورا پورا انسداد باب کرتی۔

اگر کسی امیر کو عیسائیوں پر کوئی فتح حاصل ہوتی۔ تو عوام کا جوش وخروش کچھ عرصہ کے لئے اس کا ساتھ دیتا۔ لیکن بعد میں پھر یہ سلطنت حسد و رقابت کا اکھاڑہ بن جاتی۔

تاہم اس زمانے میں علوم و فنون کی ترقی کے لحاظ سے نہ صرف یورپ بلکہ دنیا کا کوئی شہر غرناطہ کا ہم پلہ نہ تھا۔ اس کے معمار ساری دنیا میں مشہور تھے اس کی یونیورسٹی میں دور دراز کے ممالک کے طلباء تعلیم پاتے تھے۔ غرناطہ کے جراح اور طبیب دنیا میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔

جب کوئی قوم اپنے لئے آزادی عزت اور فلاح کا راستہ منتخب کرتی ہے۔ تو علم اس کے لئے ایک تازیانے کا کام دیتا ہے۔ اور جب کوئی قوم اس راستے سے ہٹ جاتی ہے۔ تو علم وفن اس کے لئے نشہ آور دوائی بن جاتی ہے۔ اور اسے اپنے عمل کی کوتاہی پر ضمیر کی ملامت سے متاثر نہیں ہونے دیتا۔

نویں صدی ہجری اور پندرھویں صدی عیسوی کے وسط آخر میں غرناطہ کی

اسلامی سلطنت کے تنوں کے آثار نہائیت تیزی کے ساتھ ظاہر ہو رہے تھے فرڈیننڈ پنجم اور ازابیلا کی شادی کے ذریعے دو عیسائی سلطنتوں ارغوان اور قسطلہ کا اتحاد اور مسلمانوں میں آپس کی پھوٹ اندلس میں مسلمانوں کے ٹمٹماتے ہوئے چراغ کیلئے ہوا کا آخری جھونکا ثابت ہوئی:۔

(۳)

بدر بن مغیرہ کو قسطلہ کے امراء اور عوام سرحدی عقاب کے نام سے یاد کرتے تھے بسطلہ کی حملہ آور افواج کے خلاف وہ اپنی غیر متوقع کامیابیوں کی بدولت غرناطہ میں بھی اسی نام سے مشہور ہو گیا تھا۔ یہ ساٹھ میل لمبا، چالیس میل چوڑا پہاڑ اور جنگل ایک مدت سے ان آزاد لوگوں کا مسکن تھا جو غرناطہ کے متعلق غیر جانبدار اور ڈیروس کی عیسائی سلطنتوں سے برسر پیکار چلے آتے تھے۔ بدر سے پہلے اس کا باپ مغیرہ اس علاقہ کا امیر تھا۔ اور اس نے عیسائیوں کے بہت سے علاقے چھین کر اپنی مملکت میں شامل کر لئے تھے۔ غرناطہ کے حکمرانوں نے اسے اپنا باجگزار بنانے کی کوشش کی۔ تو اس نے شاہی ایلچی کو یہ جواب دیا کہ اگر غرناطہ کا حکمران قسطلہ کو خراج دینا بند کر دے۔ تو یہ علاقہ اس کا ہے۔ اور میں اس کی فوج کے ایک معمولی سپاہی کی حیثیت میں نصرانیوں کے خلاف جنگ میں شریک ہونا اپنا لئے باعثِ فخر سمجھوں گا۔ ورنہ میں غرناطہ کی دساطت سے قسطلہ کی دوسری غلامی میں جانے کے لئے تیار نہیں۔ اُس زمانے میں غرناطہ خانہ جنگی کا اکھاڑہ بنا ہوا تھا۔ اور غرناطہ کے حکمرانوں کو یہ ہمت نہ ہوئی۔ کہ وہ اپنے دشمن امراء کی جماعت میں قسطلہ کے عیسائی بادشاہ کو بھی شامل کر لے۔ اس لئے اس نے مغیرہ کو کہلا بھیجا۔ کہ جب تک تمہاری یہ گرمیاں صرف نصرانیوں کے خلاف ہیں۔ میں تمہاری راہ میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کروں گا۔

قسطالہ کے باجگزار عیسائی امراء باہمی رقابتوں کے باعث مغیرہ کے خلاف کوئی متحدہ محاذ نہ بنا سکے۔ اور اسے تیاری کا موقع ملتا رہا۔ عیسائی اُمراء کے محکوم مسلمانوں میں سے بعض لوگ اس کے پیغام پر لبیک کہتے ہوئے اس کے ساتھ آملے۔ لیکن اس نے ابھی تک کوئی چھ ہزار مجاہد فراہم کئے تھے۔ کہ نصرانی اندلس میں ایک بڑا انقلاب آیا۔

فرڈیننڈ پنجم اور ازابیلا کی شادی کے باعث شمال کی دو طاقتور عیسائی سلطنتوں قسطلہ اور اراغون کا اتحاد اسلامی اندلس کیلئے ایک خطرۂ عظیم ثابت ہوا فرڈیننڈ کے اقتدار کے سامنے چھوٹے چھوٹے عیسائی حکمرانوں کی حیثیت معمولی سرداروں کی سی رہ گئی۔ وہ غرناطہ کی باجگزار سلطنت کے مقابلہ میں مغیرہ کے چھوٹے سے آزاد علاقے کو اپنے لئے زیادہ خطرناک سمجھتا تھا۔ اسے یہ بھی احساس تھا۔ کہ اسے یہ علاقہ فتح کرنے کے لئے اپنی فوج کا بہت بڑا حصّہ قربان کرنے پڑے گا۔

مغیرہ نے آنے والے خطرات کا اندازہ کرتے ہوئے اندلس کے طول و عرض میں مجاہدین کی جماعتیں تیار کرنے کی مہم شروع کر دی۔ اس نے آزاد علاقے کی حفاظت اپنے ایک نائب کے سپرد کی۔ اور ایک معمولی تاجر کے بھیس میں اندلس کے بڑے بڑے شہروں کا دورہ کیا۔ قرطبہ اشبیلیہ اور دوسرے شہروں کے ان مسلمانوں نے جن کی روح غلامی کی زنجیروں میں پھڑپھڑا رہی تھی۔ اس کے ہاتھ پر جہاد کی بیعت کی اور اسے یقین دلایا۔ کہ وہ وقت آنے پر اپنے شہر میں بغاوت کا جھنڈا بلند کر دیں گے۔ تاہم مغیرہ نے یہ محسوس کیا۔ کہ ایک طویل عرصہ کی غلامی کے بعد نصرانی اندلس میں بہت کم ایسے مسلمان رہ گئے ہیں۔ جو اسلام کے لئے زندہ رہنا اور اسلام کیلئے مرنا چاہتے ہیں۔ مسلمانوں کو ان کے اسلاف کے دین سے بیگانہ کرنے کے لئے جو حربے عیسائی حکمران استعمال کر چکے تھے۔ وہ کافی حد تک کامیاب تھے۔ اور اب فرڈیننڈ کے عہد

حکومت میں مرتد بنانے کی تجویز پر زیادہ شدت کے ساتھ عمل ہو رہا تھا۔ مسلمانوں کی درسگاہوں میں عربی زبان ممنوع قرار دی گئی تھی۔ انہیں عربی لباس پہننے کی ممانعت تھی۔ انہیں مجبور کیا جاتا تھا۔ کہ وہ اپنے بچوں کو عیسائی درسگاہوں میں بھیجیں۔ تھوڑی بہت مراعات صرف ان لوگوں کے لئے تھیں جو عیسائی مذہب قبول کر چکے تھے۔ اور جو مسلمان رہنا چاہتے تھے، انہیں ذلیل کیا جاتا تھا۔ ان حالات میں کمزور لوگوں کی ایک ایسی جماعت پیدا ہو گئی تھی جو بظاہر عیسائی مذہب قبول کر چکے تھے۔ لیکن اپنے گھروں میں چھپ چھپ کر نمازیں پڑھتے تھے۔ اندلس کے رہے سہے مسلمانوں کیلئے سب سے بڑا خطرہ وہاں کی ایک قومی تحریک تھی۔ منافقین کی ایک جماعت نے اندلسی، اور غیر اندلسی کا مسئلہ کھڑا کر دیا تھا۔ یہ لوگ ہسپانوی نسل کے مسلمانوں کو عربی النسل مسلمانوں کے خلاف متحد کر رہے تھے۔ اور نصرانی حکومت نے ان سرگرمیوں کو اپنے لئے فائدہ مند سمجھ کر انکی حوصلہ افزائی شروع کر دی۔ یہ لوگ مساجد، مدرسوں اور شہروں کے چوراہوں میں عرب اور بربری مسلمانوں کے خلاف زہر اگلتے تھے۔ ان حالات میں بیشتر عرب اور بربری ترک وطن کر چکے تھے۔ بعض غرناطہ میں آباد ہو گئے تھے۔

مغیرہ جب ان شہروں کا دورہ کرنے کے بعد واپس آیا۔ تو وہ زیادہ پرامید نہ تھا۔ بیس شہروں میں قریباً چار ہزار مسلمانوں نے اس کے ہاتھ پر جہاد کی بیعت کی۔ تاہم وہ مایوس، نہ تھا۔ اور اس نے عہد کیا۔ کہ وہ اندلس کے ہر شہر میں جہاد کا پیغام پہنچائے گا۔ اسے یہ بھی احساس تھا۔ کہ جب تک غرناطہ سے کوئی زندہ دل حکمران جہاد کا جھنڈا بلند نہیں کرتا۔ اندلس کے مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کا خواب ادھورا رہے گا۔ اس کی زندگی کی سب سے بڑی خواہش یہ تھی۔ کہ غرناطہ کا حکمران عیسائیوں کے خلاف اعلان جہاد کرے۔ اور وہ سرفروشوں کی جماعت کے ساتھ اس کی فوج

میں شامل ہو جائے۔ لیکن غرناطہ کا تخت خود غرض دعویداروں کی رزمگاہ بنا رہا۔ ان حالات کے باوجود مغیرہ نے ہمت نہ ہاری۔ اور ہر سال بھیس بدلکر اندلس کے شہروں میں جاتا اور لوگوں کو جہاد کیلئے تیار کرتا۔ اپنی قیام گاہ میں واپس آکر بھی وہ اپنا زیادہ وقت اندلس کے شہروں کی خفیہ جماعتوں کے نام خطوط لکھنے میں گزارتا۔

ایک دن مغیرہ جنگل کے بیرانے قلعے کے ایک کمرے میں بیٹھا ہوا تھا۔ کہ ایک سپاہی نے اندر آکر اطلاع دی۔ کہ چند سپاہی سرحد سے ایک اجنبی کو گرفتار کرکے لائے ہیں۔ وہ کہتا ہے۔ کہ طلیطلہ سے ایک ضروری پیغام لیکر آیا ہوں۔ مغیرہ کو اپنی سرگرمیوں کے سلسلہ میں ابھی تک طلیطلہ جانے کا موقع نہیں ملا تھا۔ اس کے اشارے پر اجنبی کو پیش کیا گیا۔ بدر کی عمر اس وقت چودہ برس کی تھی۔ اور وہ اپنے باپ کے قریب بیٹھا تھا۔ اجنبی نے کمرے میں داخل ہوکر ادھر ادھر دیکھا اور کہا۔" میں آپ کے ساتھ تنہائی میں چند باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

مغیرہ نے سپاہی کو باہر جانے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔" ہاں کہو"

اجنبی نے جواب طلب نگاہوں سے بدر کی طرف دیکھا۔ تو مغیرہ نے کہا۔" اسکے متعلق تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ یہ میرا بیٹا ہے"

اجنبی نے اپنی جیب سے ایک خط نکال کر مغیرہ کو پیش کرتے ہوئے کہا۔" اسے پڑھ لیجئے"

طویل مراسلہ پڑھنے کے بعد مغیرہ سوچ میں پڑ گیا۔ اسکے کانوں میں اس مراسلے کے آخری لفظ گونج رہے تھے:" طلیطلہ میں دس ہزار سرفروش آپ کے منتظر ہیں۔ میں حیران ہوں۔ کہ آپ نے اس شہر کو اب تک کیوں نظرانداز کر رکھا ہے۔ طلیطلہ کے مسلمان اندلس کے باقی تمام شہروں کے مسلمانوں سے زیادہ مظلوم ہیں۔ اور ان میں ہزاروں ایسے ہیں۔ جو ظلم کے بوجھ تلے سسک سسک کر جان دینے کی بجائے آپ

کے جھنڈے تلے بہادری کی موت کو ترجیح دیں گے "
مغیرہ نے ایلچی کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا "جاؤ انہیں یہ کہو کہ میں آؤں گا۔ بہت جلد آؤں گا "
اس کے بعد مغیرہ نے چند سپاہیوں کو بلا کر حکم دیا۔ کہ وہ ایلچی کو حفاظت کے ساتھ سرحد کے پار پہنچا دیں۔

(۴)

رات کے تیسرے پہر مغیرہ اپنے بستر سے اٹھ کر ایک راہب کا بھیس بدل رہا تھا۔ ایک سپاہی نے اپنے کمرے میں آکر اطلاع دی۔ کہ آپ کا گھوڑا تیار ہے مغیرہ نے کہا "میں ابھی آتا ہوں "
سپاہی کمرے سے نکل گیا۔ مغیرہ شمع کی روشنی میں اپنے بیٹے کے بستر کے قریب کھڑا ہو کر کچھ دیر اس کے معصوم چہرے کی طرف دیکھتا رہا۔ بالآخر اس نے جھک کر اس کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ بدر نے اچانک ایک جھرجھری لی۔ اور ایک ہلکی سی چیخ کے بعد آنکھیں کھول دیں "میں کہاں ہوں " اس نے سہمی ہوئی آواز میں سوال کیا۔ اور پھر "اباجان! " کہہ کر مغیرہ کے ساتھ لپٹ گیا۔
"اباجان! اباجان! آپ کو تنہا نہیں جانے دوں گا۔ میں بھی آپ کے ساتھ جاؤں گا "
"بیٹا کیا ہوا؟" مغیرہ نے اسے اپنے سینے کے ساتھ بھینچتے ہوئے پوچھا۔
"اباجان! میں نے بہت برا خواب دیکھا ہے۔ کئی بھیڑیے میرا اور آپ کا تعاقب کر رہے تھے۔ آپ پیچھے رہ گئے۔ انہوں نے آپ کو پکڑ لیا۔ میں آپکی مدد کیلئے لوٹنا چاہتا تھا۔ لیکن آپ یہ کہہ رہے تھے "بدر! تم بھاگ جاؤ۔ تم بھاگ جاؤ" اباجان! اگر آپ جانا چاہتے ہیں۔ تو میں آپ کے ساتھ جاؤں گا "

"نہیں بیٹا!" مغیرہ نے مغموم لہجے میں جواب دیا۔
بدر نے کہا "ابا جان! آپ نے پچھلے سال وعدہ کیا تھا کہ جب آپ غرناطہ جائیں گے۔
"لیکن بیٹا! میں غرناطہ نہیں جا رہا۔ میں طلیطلہ جا رہا ہوں۔ اور وہاں تمہیں میرے ساتھ کئی خطرات پیش آ سکتے ہیں"
"ابا جان! میں بزدل نہیں ہوں"
"بیٹا! اگر میدان جنگ میں جانا ہوتا۔ تو میں یقیناً تمہیں اپنے ساتھ لیجاتا۔ لیکن طلیطلہ میں میرا تنہا جانا مناسب ہے"
"لیکن مجھے یقین ہے۔ کہ آپ وہاں تنہا نہیں جائیں گے"
"وہ کیسے؟"
"میرا خواب۔ ابا جان! آپ خود یہ کہا کرتے ہیں۔ کہ میرے خواب جھوٹے نہیں ہوتے"
مغیرہ نے کچھ سوچ کر کہا "تم اپنے خواب کی یہ تعبیر کیوں نہیں نکالتے۔ کہ اگر تم میرے ساتھ گئے۔ تو تمہیں بھیڑیوں سے پالا پڑے گا"
بدر نے کچھ سوچ کر کہا "ابا جان! آپ کب واپس آئیں گے؟"
مغیرہ نے جواب دیا "میں اگلے مہینے کا چاند نکلنے سے پہلے آجاؤں گا۔ لیکن اگر مجھے کسی وجہ سے دیر ہو جائے تو میرا انتظار نہ کرنا۔ میری غیر حاضری میں تم اس جنگل کے نگہبان ہو گے۔ میں اپنے ساتھ یہ اطمینان لیکر جا رہا ہوں۔ کہ تم اپنے فرائض میں کوتاہی نہیں کرو گے۔ اگر تم نے پیچھا کیا۔ تو میں یہ سمجھوں گا۔ کہ تم نے میری حکم عدولی کی ہے"

(۵)

ایک مہینہ گزر گیا۔ مغیرہ واپس نہ آیا۔ چونکہ ایسے سفروں میں بعض اوقات اس کا ہفتوں کا پروگرام مہینوں میں تبدیل ہو جایا کرتا تھا۔ اس لئے اس کے ساتھیوں کو تشویش نہ ہوئی۔ لیکن بدر کی پریشانی میں آئے دن اضافہ ہوتا گیا۔ اس نے مجلس شوریٰ کے سامنے طلیطلہ میں ایک ہوشیار جاسوس کو بھیجنے کی خواہش ظاہر کی۔ تو انہوں نے یہ کہا۔ کہ جاسوس بھیجنے سے پہلے ہمارے لئے اس شخص کے متعلق جاننا ضروری ہے جس کی دعوت پر وہ وہاں گئے ہیں۔ بدر نے ایک الماری میں کاغذات کے انبار سے وہ مراسلہ تلاش کیا جس میں اس کے والد کو طلیطلہ آنے کی دعوت دی گئی تھی۔ لیکن اس میں مراسلہ نگار نے اپنا نام چھپانے کی بہت سی وجوہات پیش کرنے کے بعد یہ لکھا تھا۔ "اگر آپ اپنے حافظہ پر تھوڑا سا زور دیں۔ تو آپ سمجھ جائیں گے کہ میں کون ہوں۔ آپ سے ملاقات اشبیلیہ کے قریب ایک سرائے میں ہوئی تھی۔ افسوس کہ گھوڑے پر سوار ہونے سے پہلے آپ نے مجھ پر اپنا نام ظاہر نہ کیا۔ اور مجھے باتیں کرنے کا موقعہ نہ ملا۔ ورنہ شاید یہ ثابت کر سکتا۔ کہ ہمارے مقاصد مختلف نہیں۔ پیشتر اسکے کہ میں آپ سے کوئی بات کر سکتا۔ آپنے گھوڑے کو ایڑ لگادی۔ اور میں نے آپکا پیچھا اس لئے نہ کیا۔ کہ آپ کے دل میں میرے متعلق شکوک پیدا نہ ہو جائیں۔ اگر آپ طلیطلہ آنے میں خطرہ محسوس کرتے ہوں۔ تو میں آپکے پاس آنے کیلئے تیار ہوں۔ لیکن اس سے وہ مقصد پورا نہیں ہوگا جس کیلئے میں آپکو طلیطلہ آنے کی دعوت دے رہا ہوں۔ اگر آپ طلیطلہ آئیں۔ تو مجھے تلاش کرنے کا طریقہ یہ ہے۔ کہ شہر کے مشرقی دروازے سے باہر ایک سرائے ہے۔ سرائے کا مالک ایک پست قد آدمی ہے جس کے نیچے جبڑے کے دو دانت ٹوٹے ہوئے ہیں۔ آپ اس سے یہ کہیں کہ آپ اپنے ایک گمنام دوست سے ملنا چاہتے ہیں۔ وہ آپکو میرے پاس پہنچا دے گا۔ پیشتر اسکے کہ آپ مجھ سے ملیں۔

آپ کسی پر اپنا نام یا مقصد ظاہر نہ کریں"۔

یہ خط تسلی بخش بھی تھا اور تشویش انگیز بھی۔ تاہم بدر کے ساتھیوں نے کسی ہوشیار جاسوس کو طلیطلہ بھیج دیا۔ لیکن اس کی واپسی سے قبل قرطبہ کی خفیہ جماعت کا ایک ایلچی آیا۔ اور اس نے ایک المناک خبر سنائی۔ کہ مغیرہ کو طلیطلہ کے ایک ... میں پھانسی دی گئی ہے۔ اور قرطبہ کی خفیہ جماعت کو اس حادثہ کی خبر طلیطلہ سے آنے والے چند تاجروں کی زبانی معلوم ہوئی ہے۔

چند دنوں کے بعد بدر کے جاسوس نے بھی واپس آکر اس خبر کی تصدیق کی۔ بدر اور اس کے ساتھیوں کے استفسار پر اس نے یہ بتایا کہ وہ اس شخص کا پتہ نہیں لگا سکا۔ جس نے مغیرہ کو طلیطلہ آنے کی دعوت دی تھی۔ جاسوس نے انہیں یہ بتایا کہ میں نے رات کے وقت سرائے کے مالک کے سینے پر خنجر رکھ کر اسے سچ بتانے پر مجبور کیا۔ تو اس نے یہ بتایا کہ وہ شہر کے کوتوال کی طرف سے اس کام پر مامور تھا۔ جاسوس کی باتوں سے بدر اور اس کے ساتھی اس نتیجہ پر پہنچے۔ کہ وہ غدار جس نے مغیرہ کو طلیطلہ آنے کی دعوت دی تھی۔ شہر کے کوتوال یا گورنر کا آلۂ کار تھا۔ اور سرائے کے مالک کو فقط جنگل کے شیر کو پکڑنے کیلئے بھینٹ کے طور پر استعمال کیا گیا تھا۔

آہستہ آہستہ مغیرہ کے قتل کی خبر تمام اندلس میں مشہور ہو گئی۔ دور دراز کے شہروں کی خفیہ جماعتوں پر اس خبر سے ایک مایوسی چھا گئی۔ غرناطہ کے عوام نے بھی یہ محسوس کیا۔ کہ ان کا ایک مضبوط بازو ٹوٹ گیا ہے۔ تاہم جنگل کے مجاہدین کو مغیرہ کے کمسن لیکن ہونہار بیٹے کی صلاحیتوں پر پورا پورا اعتماد تھا۔ اور اس نے چند ہی دنوں میں اپنے آپ کو اس اعتماد کے قابل کر دکھایا۔

ایک دن سرحد کے عیسائی گورنر نے ان پر حملہ کر دیا۔ بدر پیچھے ہٹتا ہوا انہیں

پہاڑی علاقے کی ان دشوار گزار گھاٹیوں میں لے آیا۔ جہاں ایک ایک تیر انداز دشمن کے سو سو سپاہیوں پر بھاری تھا عیسائی پہاڑوں میں آدمی سے زیادہ نوح ضائع کرنیکے بعد جنگل کی طرف ہٹنے لگے۔ جنگل میں بدر کے تیر انداز پہاڑوں کی نسبت کہیں زیادہ خطرناک ثابت ہوئے اور نصرانیوں جلد ہی یہ محسوس کیا۔ کہ وہ آگ سے نکل کر آتش فشاں پہاڑ کے دہانے پر پہنچ گئے ہیں گھنے درختوں میں چھپے ہوئے سپاہیوں کے تیروں کے سامنے ان کی پیش نہ گئی۔ اور وہ چھ ہزار کی فوج میں سے صرف پندرہ سو سپاہی کے پسپا ہوئے۔ نصرانی سپہ سالار تیر دنکی پوچھاڑ میں اپنی بچی کچی جمعیت کے ساتھ راہ فرار اختیار کر رہا تھا۔ کہ ایک درخت پر سے بدر کے کسی سپاہی نے اس کے گھوڑے پر چھلانگ لگا دی اور دونوں لڑھکتے ہوئے زمین پر آ رہے۔

نصرانیوں نے اپنے سپہ سالار کو ایک بار گرتے دیکھ دوبارہ پیچھے مڑ کر دیکھنے کی جرأت نہ کی۔ وہ بدحواس ہو کر منتشر صورت میں ادھر اُدھر بھاگ نکلے۔ لیکن۔ لیکن اپنی سرحد کے قریب پہنچ کر انھیں ایک اور تباہی کا سامنا کرنا پڑا۔

بدر کے سواروں نے ان کے تمام راستوں کی ناکہ بندی کر رکھی تھی۔ ان کے پیچھے تیروں کی بارش اور سامنے چمکتے ہوئے نیزوں کی دیوار تھی۔ صرف بائیں طرف ایک ڈھلوان تھی جس پر انھیں بظاہر کوئی رکاوٹ نظر نہ آئی۔ جو لوگ تیروں اور نیزوں سے بچ نکلے۔ انھوں نے اپنے گھوڑے اس طرف موڑ لئے۔ لیکن کوئی آدھ میل بھاگنے کے بعد ان کے سامنے ایک گہری کھڈ تھی چاروں طرف سے مایوس ہو کر ان میں سے کوئی دو سو آدمی گھوڑوں سے کود کر کھڈ میں اتر پڑے۔ اور دوسروں نے اپنی تلواریں پھینک دی۔

بدر بن مغیرہ نے چند سپاہیوں کو کھڈ میں اُترنے والوں کا تعاقب

کرنے کا حکم دیا۔ ایک دستہ امیر ولد کی نگرانی پر متعاین کر دیا۔

(۶)

یہ معرکہ آفتاب کی پہلی شعاع کے ساتھ شروع ہوا تھا۔ اور سہ پہر کے قریب بدر کے دو ہزار سپاہی عیسائی فوج کے زخمیوں اور قیدیوں کے لباس پہنکر اور انہی کے گھوڑوں پر سوار ہو کر ایک بڑی مہم کیلئے تیار ہو چکے تھے بغروب آفتاب سے کچھ دیر قبل سرحد پر فرڈیننڈ کی مملکت کے ایک اہم شہر کے باشندے اپنے فاتح جرنیل کے استقبال کی تیاریاں کر رہے تھے جب شفق کی سرخی پر شام کی سیاہی غالب آ رہی تھی۔ دروازے کے برج سے ایک سپاہی نے بلند آواز میں کہا۔ وہ آگئے کاونٹ سینٹ یاگو زندہ باد!،،

،،کاونٹ سینٹ یاگو زندہ باد،، چاروں طرف سے صدا بلند ہوئی۔ گرجوں کی گھنٹیاں بجنے لگیں۔ عورتیں اور مرد ہزاروں کی تعداد میں دروازے سے باہر جمع ہو گئے۔ شہر کا بشپ ان کے درمیاں پھولوں کے ہار لئے کھڑا تھا جوں جوں گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز قریب آ رہی تھی خوشی کے نعرے بلند کرنے والوں کا جوش و خروش بڑھ رہا تھا۔

اچانک گرد کے بادلوں میں سے ایک سوار جس کی سفید قبا ہوا میں لہرا رہی تھی نمودار ہوا۔ اس نے شہر کے دروازے کے قریب پہنچ کر گھوڑا روکا۔ اور پیچھے دیکھنے لگا۔ آن کی آن میں دو ہزار سوار دروازے پر جمع ہو گئے۔ اہل شہر پر تھوڑی دیر کیلئے سکتہ طاری ہو گیا۔ انتہائی پریشانی کی حالت میں سمٹ کر ادھر ادھر ہٹ گئے سفید پوش سوار نے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ اور فضا میں ،،اللہ اکبر،، کی صدائیں گونجنے لگیں۔ شہر کے بشپ نے اپنے کانوں پر اعتبار نہ کرتے ہوئے سفید پوش سوار کے پرچم کو غور سے دیکھا۔ اس پر صلیب کی بجائے ہلال کا نشان

تھا۔ اس کے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے پھولوں کا ہار گر پڑا۔

سننے والے اللہ اکبر کے نعرے سن رہے تھے۔ دیکھنے والے حملہ آوروں کے رہنما کے ہاتھ میں ہلالی پرچم لہراتا ہوا دیکھ رہے تھے۔ لیکن پیشتر اس کے کہ وہ اپنی آنکھوں اور اپنے کانوں پر اعتبار کر کے حرکت میں آتے۔ بدر بن مغیرہ کے دو ہزار جانباز کھلے دروازے سے شہر میں داخل ہو چکے تھے۔ کچھ دیر کے بعد جب کاونٹ سینٹ یاگو کے چند سپاہی جو جان بچا کر جنگل سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے تھے شہر کے قریب پہنچے تو انہیں بھاگتے ہوئے شہریوں کی زبانی معلوم ہوا۔ کہ شہر پر مسلمانوں کا قبضہ ہو چکا ہے۔

آدھی رات سے قبل بدر بن مغیرہ معہ مال غنیمت کے سونے اور چاندی کے علاوہ سامان رسد اور مویشیوں کی ایک خاصی تعداد حاصل کر کے شہر کو خالی کر چکا تھا۔

غنیمت کا مال پانچ سو سواروں کے سپرد کر کے اس نے آس پاس کے چھوٹے چھوٹے شہروں اور بستیوں کا رخ کیا۔

اگلی صبح جب اس کے تھکے ہوئے سپاہی جنگل میں اپنی قیام گاہ کی طرف واپس ہوئے تو ان کے آگے آگے مویشیوں کے ریوڑ اور مالِ غنیمت سے لدے ہوئے گدھے اور خچر تھے۔

حملہ سے ایک رات قبل یہ بات سینٹ یاگو کے تصور میں بھی نہ تھی۔ کہ اسے اگلی رات ان لوگوں کے قید میں گزارنی پڑے گی جن کے متعلق اس کے چھ ہزار جانباز مریم مقدس کے بت کے سامنے یہ حلف اٹھا چکے تھے۔ کہ وہ ان کے آخری آدمی تک کو موت کے گھاٹ اتارنے سے پہلے واپس نہیں آئیں گے۔

اسے اپنے دشمن سے شدید مزاحمت کی توقع تھی۔ لیکن مغیرہ کی موت کے بعد اسے یہ امید نہ تھی۔ کہ وہ اس درجہ ہوشیاری کے ساتھ اس غیر متوقع حملہ کا مقابلہ کریں گے۔ اس نے دوران جنگ میں ایک سفید پوش سوار کو بجلی کی سی تیزی کے ساتھ میدان کے

ایک سرے سے دوسرے تک گھوڑا بھگاتے اور اپنی فوج کے پیادہ سپاہیوں اور سواروں کو ہدایات دیتے دیکھا تو اپنے دل میں کہا۔ کہ ان لوگوں کا تیار رہنا بغیرہ سے خطرناک نہیں:

اس نے ساری رات انتہائی بے چارگی کی حالت میں کروٹیں بدلتے گزاری وہ کھانا جو بدر کے آدمیوں نے اسے پیش کیا تھا۔ ابھی تک ویسے ہی پڑا ہوا تھا پہرےدار اس کے منصب کا لحاظ کرتے ہوئے اس کے ساتھ ادب و احترام سے پیش آتے۔ اور جب کوئی اس کی دلجوئی کے لئے زبان سے کوئی فقرہ نکالتا۔ تو وہ بے اختیار پوچھ بیٹھتا: وہ عقاب کون تھا؟ اب وہ کہاں ہے ؟ میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں۔ مریم مقدس کی قسم! وہ انسان نہیں۔ کبھی کبھی وہ غصے کی حالت میں چلا اٹھتا "اب میں واپس جا کر کیا منہ دکھاؤں گا۔ تم مجھے قتل کیوں نہیں کر دیتے ؟"

چونکہ قید ہوتے وقت اس نے اپنی عزت کی قسم کھا کر بھاگنے کی کوشش نہ کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ اس لئے بدر کے سپاہیوں نے اسے عام قیدیوں کی طرح بیڑیاں نہ پہنائیں۔ نہ اسے غیر مسلح کیا گیا۔ تاہم جب اس نے اپنا خنجر نکال کر اپنے سینے میں مارنے کی کوشش کی۔ تو ایک سپاہی نے اس کے ہاتھ پکڑ لئے۔ اور اس کی چیخ پکار پر چند سپاہیوں نے اسے زبردستی غیر مسلح کر دیا۔ بدر کے نائب نے اس کی حفاظت کے لئے دو پہریدار مقرر کرتے ہوئے کہا۔ جب تک ہمارا امیر واپس نہیں آتا۔ ان کی جان کی حفاظت ہمارا فرض ہے:

اگلے دن دوپہر سے قبل بدر کی واپسی پر جنگل کی خاموش فضا اللہ اکبر کے نعروں سے گونج اٹھی۔

کاونٹ سینٹ یاگو ساری رات بے آرامی سے کاٹنے کے بعد اپنے خیمے سے باہر نکل کر ایک درخت کی ٹھنڈی چھاؤں میں سرسبز گھاس پر لیٹ کر گہری نیند سو رہا تھا۔

لوگوں کے نعرے سن کر وہ آنکھیں ملتا ہوا اٹھا۔ بدر بن مغیرہ زرہ بکتر کے اوپر سفید قبا پہنے اور آنکھوں کے سوا اپنا چہرہ سیاہ نقاب میں چھپائے اس کے سامنے کھڑا تھا۔ اس کی سفید قبا پر جگہ جگہ خون کے نشان تھے۔ سینٹ یاگو نے اپنے نقاب پوش حریف کو چند بار سر سے لے کر پاؤں تک دیکھنے کے بعد کہا۔ "کاش! میرے ہاتھ تمہارے چہرے کے نقاب تک پہنچ سکتے۔ اور میں یہ دیکھ سکتا کہ مجھے اپنی زندگی میں بدترین شکست دینے والا کون ہے؟"

بدر نے جواب دیا۔ "ایک سپاہی کو فتح اور شکست سے بے نیاز ہونا چاہیئے۔"

یہ کہہ کر وہ اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوا۔ "مجھے تم سے ان کے ساتھ بہتر سلوک کی توقع تھی۔ میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ انکی عزت کی قسم کا احترام کیوں نہیں کیا گیا۔ اور ان کے ہتھیار کیوں چھینے گئے ہیں؟"

بدر کے ایک نائب سالار نے آگے بڑھ کر جواب دیا۔ "ہم انہیں ہتھیاروں کے غلط استعمال سے روکنا چاہتے تھے۔ خودکشی ایک بہادر کی شان کے شایان نہ تھی۔"

بدر نے کہا۔ "ان کا گھوڑا اور ان کے ہتھیار انہیں واپس دیدو۔ باقی سپاہیوں کی زنجیریں کھول دو۔ اور سب کی آنکھوں پر پٹیاں باندھ کر سرحد کے پار پہنچا دو۔"

سینٹ یاگو نے پریشان سا ہو کر سوال کیا۔ "کیا آپ کے سپاہیوں سے ہم یہ توقع رکھیں کہ جس سرحد کے پار پہنچا کر ہم پر عقب سے تیروں کی بارش نہیں کی جائے گی۔؟"

بدر نے قدرے ترش لہجے میں جواب دیا۔ "نہیں یہ صرف آپ لوگوں کا شیوہ ہے۔"

بدر کے نائب نے آگے بڑھ کر آہستہ سے کہا۔ "لیکن میں انہیں فدیہ لئے بغیر چھوڑنے کی وجہ نہیں سمجھ سکا۔"

"تمہارے خیال میں ان کا فدیہ کیا ہو سکتا ہے؟"

"کم از کم پچاس ہزار۔"

ہم اس سے سو گنا زیادہ وصول کر چکے ہیں۔ جاؤ انہیں سردار کے پاس پہنچا دو۔ جب چند برس کے بعد ان کے خالی خزانے دوبارہ بھر جائیں گے ہم انہیں دوبارہ یہاں تشریف لانے کی دعوت دیں گے۔ اب مجھے اور میرے ساتھیوں کو آرام کی ضرورت ہے۔"

یہ کہہ کر قلعہ کی طرف چل دیا۔

(۳)

اس فتح کے بعد بدر بن مغیرہ کو سینٹ یاگو کا دیا ہوا نام "سردار عقاب" آہستہ آہستہ زبان زد عام ہونے لگا۔ اس نام کے ساتھ شجاعت کے سینکڑوں افسانے منسوب ہونے لگے۔ نصرانی توہم پرست یہ کہتے تھے۔ کہ سردار عقاب کوئی مافوق الفطرت انسان ہے۔ جسے بیک وقت باغیوں کے جنگل اور اس سے کئی کوس دور نصرانیوں کی بستیوں اور شہروں میں لڑتے ہوئے دیکھا گیا تھا۔ فرڈیننڈ کی مملکت سے اس کی شہرت کی داستانیں غرناطہ تک جا پہنچیں۔ علماء نے اسے اسلام کا غازی کہا۔ شعراء نے عالی نسب شہزادیوں کے ساتھ اس کے عشق و محبت کے فرضی افسانے قلمبند کئے ادیبوں نے اپنی کتابوں میں اس کی صورت اور سیرت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔

دور دراز کے چرواہے اور کسان بھی جب دن بھر کی محنت کے بعد اپنے گھروں کو واپس ہوتے۔ تو وہ بھی یہ باتیں مشہور کرتے کہ انہوں نے سردار عقاب کو فلاں وقت فلاں جگہ دیکھا ہے۔ خوش عقیدہ لوگوں کی توجہ کا مرکز بن جائے۔

سینٹ یاگو فرڈیننڈ کے چند منظور نظر بہادروں میں سے ایک تھا۔ اور اس کی عبرتناک شکست کے بعد اس کے دل میں جنگل کے نئے اور پراسرار دشمن کے خلاف فوری اقدام کی خواہش پیدا ہوئی۔ فرڈیننڈ نے سرحد کے پار کوئی نئی فوج بھیجنے سے پہلے اپنے سرحدی مورچوں کو مستحکم کرنے کی ضرورت محسوس کی۔ دو سال کی تیاری کے بعد فرڈیننڈ نے فتح کی توقع سے زیادہ اپنی قوت کے مظاہرے اور عوام کے دل سے سردار عقاب کے متعلق اوہا

مرعوبیت دور کرنے کے لئے چند مہمیں روانہ کیں لیکن ان حملوں کا انجام سینٹ یاگو کے حملے سے مختلف نہ تھا۔

فرڈیننڈ یہ سمجھ چکا تھا۔ کہ سرحدی عقاب اپنے نشیمن میں بہت خطرناک ہے۔ لیکن اس کے پاس اتنی جمعیت نہیں۔ کہ وہ جنگل سے باہر نکل کر اسکی سلطنت کے کسی علاقے پر قبضہ کر سکے۔ اس لئے اس نے اپنی ساری توجہ غرناطہ کی اس آخری اسلامی سلطنت کو ختم کرنے پر مبذول کر دی۔ جس کی عوام نہ صرف اس کے باجگزار ہو کر رہنے کے خلاف تھے۔ بلکہ اپنی کھوئی ہوئی عظمت دوبارہ حاصل کرنے کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہے تھے۔

بدر بن مغیرہ ان حالات سے فائدہ اٹھا کر اپنی طاقت کو منظم کرتا رہا۔ مختلف شہروں کی خفیہ جماعتوں کے لوگوں کو جب آہستہ آہستہ یہ پتہ چلا کہ سرحدی عقاب مغیرہ کے نوعمر بیٹے کے سوا اور کوئی نہیں۔ تو ان میں سے بعض شوق جہاد میں اپنا گھر بار چھوڑ کر اس کے ساتھ آملے۔

قرطبہ کے مہاجرین میں سے بشیر بن حسن جس نے بہت چھوٹی عمر میں فن جراحت اور طب میں اپنے خاندان کی پرانی شہرت کو چار چاند لگا دئے تھے۔ اس کے لئے بہت بڑا معاون ثابت ہوا۔

قرطبہ اور اشبیلیہ کے حاکم اس کے زیر علاج رہ چکے تھے قسطلہ کا ولی عہد ایک مرتبہ گھوڑے سے گر کر بری طرح زخمی ہوا۔ فرڈیننڈ نے اسے قسطلہ بلا بھیجا۔ ولی عہد کے شفایاب ہونے پر فرڈیننڈ ملکہ ازابیلا نے اسے شاہی طبیب کا عہدہ قبول کرنے کی دعوت دی۔ لیکن اس نے یہ پیشکش ٹھکرا دی۔ اور واپس قرطبہ چلا آیا۔ دو کرنے کی دعوت دی۔ لیکن اس نے یہ پیشکش ٹھکرا دی۔ اور واپس قرطبہ چلا آیا۔ دو سال کے بعد جب اسے بدر بن مغیرہ کا خط ملا۔ تو اس نے خوشی کے ساتھ قرطبہ میں اپنے شاندار محل میں رہنے پر ایک مجاہد کے ساتھ جنگل کی زندگی کو ترجیح دی۔

(۸)

الزغل کے ساتھ ملاقات کے دو ماہ بعد غرناطہ کی سرحد کے چند علاقے جو سرحدی عقاب کے پہاڑ اور جنگل کے ساتھ متصل تھا۔ غرناطہ کے حکمران ابو الحسن نے ایک خفیہ حکم نامے کی رو سے بدر بن مغیرہ کی تحویل میں دیدئیے۔ لیکن ان کی وصولی شعبہ عدل اور دوسرے خانگی معاملات کے ساتھ بدر بن مغیرہ کا کوئی تعلق نہ تھا۔ یہ تمام محکمے اس نے سرحد کے ناظم کے پاس رہنے دئیے۔ اور سرحد کی فوجی چوکیوں کا انتظام اور نئے دفاعی مورچوں کا کام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

فوج کے چند قابل اعتماد افسروں کے سوا کسی اور کو یہ علم نہ تھا کہ ان کا سالار اعلیٰ وہی نوجوان ہے جسے باقی اندلس کے لوگوں کی طرح غرناطہ کے مسلمان بھی سرحدی عقاب یا "شاہین" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ ایک دن سرحد کے ناظم نے سرحدی چوکیوں کے سپاہی کے سامنے اعلان کیا۔ کہ اس کی درخواست پر سرحدی عقاب نے انہیں چند دن اپنے جنگل میں جنگ کی تربیت دینے کا وعدہ کیا ہے۔ میں تمہیں دو دو سو کی ٹولیوں میں یکے بعد دیگرے وہاں بھیجوں گا۔ مجھے امید ہے۔ کہ تمہارے لئے اس کی تربیت بہت کارآمد ہوگی۔

سپاہیوں کو جنگ کے نئے طریقے سیکھنے سے زیادہ جنگل کے شاہین کو دیکھنے کی خوشی تھی۔ جنگل میں بدر بن مغیرہ کا نائب منصور بن احمد سرحدی عقاب کے بھیس میں ان کا استقبال کرتا اور انہیں چند دن جنگل اور پہاڑ کی جنگ کے لئے طریقے سمجھانے کے بعد واپس بھیج دیتا۔

غرناطہ کی سرحد کی مورچہ بندیوں کے متعلق فرڈیننڈ نے اپنے خدشات کا اظہار کیا۔ تو ابو الحسن نے اسے کہلا بھیجا۔ کہ یہ تمام انتظامات سرحدی عقاب کے حملے سے بچنے کے لئے کئے جا رہے ہیں۔ ابو الحسن کے اس جواب کے علاوہ

فرڈیننڈ کے اطمینان کی ایک وجہ یہ بھی تھی۔ کہ اس سرحد سے اس کی مملکت کے شہروں کی طرف جانیوالی شاہراہوں پر آمدورفت کی معمولی پابندیوں میں کوئی نیا اضافہ نہیں ہوا تھا۔ قرطبہ، قسطلہ اور دوسرے شہروں کے تاجر حسب سابق فرڈیننڈ کے حکم کا پروانۂ راہداری دکھانے پر اس سرحد کو عبور کرکے غرناطہ کے شہروں میں جاسکتے تھے:

مِلّت فروش

(۱)

رات کے وقت قسطلہ کے شاہی محل کے ایک کمرے میں ملکہ ازابیلا اور شاہ فرڈیننڈ زرنگار کرسیوں پر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ دونوں کے چہروں پر گہرے تفکرات کے آثار تھے۔

ملکہ نے اپنے چہرے پر مسکراہٹ لانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ آپ اس قدر کیوں پریشان ہیں؟ میرے خیال میں غرناطہ کا خراج اتنی بڑی رقم نہیں، جس کے لئے آپ اس قدر فکرمند ہوں"۔

بادشاہ نے جواب دیا۔ ملکہ میں خراج کیلئے پریشان نہیں، جتنی رقم مجھے الوالحسن بطور خراج ادا کرتا تھا۔ اس سے کئی گنا زیادہ مجھے سرحدی چوکیوں پر خرچ کرنا پڑتا ہے۔ لیکن میں محسوس کرتا ہوں۔ کہ الوالحسن کا خراج دینے سے انکار اس بات کا ثبوت ہے۔ کہ اسے اپنی قوت پر بھروسہ ہے۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ آج غرناطہ کے تخت کا دوسرا دعویدار نہیں۔ ابتک ہماری کامیابیوں کی ضامن ہماری تلوار سے زیادہ مسلمانوں کی آپس کی پھوٹ تھی"۔

ملکہ نے کہا "اگر غرناطہ کے مسلمان متفق بھی ہو گئے ہوں۔ تو بھی مجھے یہ امید

نہیں کہ وہ ہمارے خلاف سر اٹھائیں گے۔ انہیں قرطبہ، طلیطلہ اور اشبیلیہ کے باغیوں کا انجام بھولا نہیں ہوگا۔"

بادشاہ نے کہا۔ "ملکہ تم اس زمانے کی باتیں کر رہی ہو۔ جب ہسپانوی، بربری اور عربی النسل مسلمان آپس میں برسرِ پیکار تھے۔ ہمارے اسلاف نے اپنی قوت سے زیادہ ان کے انتشار سے فائدہ اٹھایا۔ اور اسپین کے تین حصوں پر قابض ہوگئے ورنہ میں یہ ماننے کے لئے تیار نہیں۔ کہ ہماری طرح وہ بھی ایک ہو جاتے۔ تو ہم ان کے مقابلے میں فتح حاصل کر سکتے۔"

ملکہ نے جواب دیا۔ "یہ مریم مقدس کی نظرِ عنایت تھی۔ کہ وہ آپس میں بٹ گئے۔"

"کاش مریم مقدس کی نظرِ عنایت سے قرطبہ اور طلیطلہ کی طرح غرناطہ کے مسلمان بھی آپس میں بٹے رہتے۔ ورنہ میں جانتا ہوں۔ کہ انکا اتحاد بڑے سے بڑے دشمن کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا کرتا تھا۔ یہ منتشر ہوں۔ تو ہوا کے معمولی جھونکوں کے سامنے ریت کے انبار ثابت ہوتے ہیں۔ اور اگر کہیں متحد ہو جائیں۔ تو بڑے سے بڑے طوفانوں کے لئے ایک متزلزل نہ ہونے والی چٹان ثابت ہوتے ہیں۔ مجھے معلوم ہوا ہے۔ کہ غرناطہ کے چند علماء انہیں اسلام کے نام پر اٹھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اگر یہ صحیح ہے۔ تو میں ابوالحسن کے ان الفاظ کو ایک کھوکھلی دھمکی نہیں سمجھتا۔ کہ ہمارے دارا لضرب میں خراج کیلئے سونے اور چاندی کے سکوں کی بجائے فولاد کی تلواریں بنتی ہیں۔ بلکہ سچ یہ ہے۔ کہ مجھے اپنی لاتعداد فوج کے بجائے اس بات کا بھروسہ تھا۔ کہ میں اہل غرناطہ کی خانہ جنگی سے فائدہ اٹھاؤں گا۔"

"لیکن اگر غرناطہ میں خانہ جنگی کے امکانات نہ ہوں۔ تو بھی ہمیں اپنی فوجی قوت کے استعمال سے پس و پیش نہیں کرنا چاہیئے۔ میں دشمن کو تیاری کا موقع دینے کی قائل نہیں۔"

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔ لیکن کاؤنٹ سینیٹ یاگو کی حماقت سے ہمارے سپاہیوں کی شہرت کو جو دھبہ لگا تھا اُسے ہم آج تک نہیں دھو سکے۔

ملکہ نے کہا "کیا سرحدی عقاب کو ایک خود مختار حکمران تسلیم کر کے ہم اُسکے ساتھ غرناطہ کے خلاف کوئی معاہدہ نہیں کر سکتے؟"

"نہیں، بلکہ مجھے یہ ڈر ہے۔ کہ اگر ابوالحسن نے ہمارے خلاف بغاوت کا اعلان کیا تو وہ بلا تامل اس کا ساتھ دیگا۔"

ایک فوجی افسر کمرے میں داخل ہوا۔ اور جھک کر سلام کرنے کے اوبعد بولا۔ "ابو داؤد حاضر ہونے کی اجازت چاہتے ہیں۔"

فرڈیننڈ برہم ہو کر کہا "ہم نے حکم دیا تھا۔ کہ اسے فوراً ہمارے سامنے پیش کیا جائے۔"

فوجی افسر الفاظ سے زیادہ آواز سے مرعوب ہو کر جلدی سے سلام کرنے کے بعد باہر نکل گیا۔

ملکہ نے کہا "کیا آپکو یہ بھروسہ ہے۔ کہ ابوداؤد غرناطہ جا کر بھی ہمارا وفادار رہے گا؟"

بادشاہ نے جواب دیا "مغیرہ کو پکڑوانے کے بعد وہ ہمیشہ کے لئے ہمارا اعتماد حاصل کر چکا ہے۔"

"لیکن اس کا غرناطہ کے ایوانِ شاہی میں رسائی حاصل کرنا اسقدر آسان نہ ہوگا۔

(۳)

ابوداؤد کمرے میں داخل ہوا۔ اس کی عمر پینتالیس یا پچاس سال کے لگ بھگ معلوم ہوتی تھی۔ شکل و صورت اور رنگ سے وہ عربی اور ہسپانوی نسل سے

مخلوط معلوم ہوتا تھا۔ اس کی داڑھی آدھی سے زیادہ سفید ہو چکی تھی۔ لیکن اسکے چہرے پر نوجوانوں کی سی تازگی تھی۔ وہ سیاہ جبّہ اور سفید عمامہ پہنے ہوئے تھا۔

ابوداؤد نے آگے بڑھ کر پہلے بادشاہ اور پھر ملکہ کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ اور دو تین قدم پیچھے ہٹ کر ادب کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔

بادشاہ نے خالی کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "بیٹھ جاؤ"۔

ابوداؤد نے جھجکتے ہوئے کہا "غلام حکم عدولی کی جرأت نہیں کرتا لیکن یہ ضرور عرض کروں گا۔ کہ اپنے بادشاہ اور ملکہ کے سامنے کھڑا ہونا بھی میرے لئے بہت بڑی عزت ہے"۔

فرڈیننڈ نے مسکراتے ہوئے کہا "بادشاہ اور ملکہ تمہیں بیٹھنے کا حکم دیتے ہیں"۔

"غلام کو سرتابی کی مجال نہیں" یہ کہہ کر ابوداؤد کرسی پر بیٹھ گیا۔

فرڈیننڈ نے کہا "ابوداؤد! ہم یہ سمجھتے ہیں۔ کہ قدرت کے اشارات تم پر ہمارے مقدس راہبوں سے پہلے ظاہر ہوتے ہیں۔ ہم تمہاری ذہانت کا ایک اور امتحان لینا چاہتے ہیں۔ بتاؤ وہ مشکل جو آج ہمیں درپیش ہے، کیا ہے؟"۔

ابوداؤد نے جواب دیا "اگر غلام اپنے آقا کے سامنے اپنی معمولی عقل و دانش کا مظاہرہ کرے۔ تو یہ بھی ایک گستاخی ہو گی۔ بہرحال حضور کے حکم کی تعمیل کرتا ہوں۔ شاید شہنشاہِ والا کی یہ خواہش ہے۔ کہ ان کا یہ ادنیٰ غلام غرناطہ جائے"۔

فرڈیننڈ نے کہا "اگر تم ایک راہب کا لباس پہن کر ہمیں یہ جواب دیتے۔ تو ہم اس کو تمہاری روحانیت کا کرشمہ سمجھتے لیکن ہم جانتے ہیں۔ کہ تم اپنی عقل سے زیادہ کسی چیز کے قائل نہیں۔ بتاؤ تم نے یہ اندازہ کیسے لگایا کہ ہم تمہیں غرناطہ بھیجنا چاہتے ہیں؟"

"غلام کو یہ معلوم ہو چکا تھا۔ کہ ابوالحسن نے خراج دینے سے انکار کیا ہے۔

اس کے بعد غلام کو یہ معلوم ہوا کہ شہنشاہِ والا تبار نے امراء کا ایک اجلاس طلب کیا ہے۔ امراء کا اجلاس برخاست ہونے سے تھوڑی دیر بعد حضور کا ایلچی میرے پاس پہنچا میرے لئے یہ سمجھنا مشکل نہ تھا کہ ایسے حالات میں مجھ سے کیا توقع کی جا سکتی ہے۔ میں جانتا ہوں۔ کہ اگر ابوالحسن کے خلاف مجھے آپ کسی مورچے پر بھیجنا چاہتے ہیں۔ تو وہ صرف غرناطہ کا مورچہ ہو سکتا ہے۔"

"تم نے یہ بھی سوچ لیا ہو گا کہ اس مورچے پر تمہیں کیا کرنا ہے؟"

"ہاں! میں یہ محسوس کرتا ہوں۔ کہ غرناطہ میں انتشار ڈالنے کے لئے تخت کا دوسرا دعویدار پیدا کرنا ضروری ہے۔ اور حضور کا غلام غرناطہ جا کر ہی یہ فیصلہ کر سکتا ہے۔ کہ وہ دوسرا دعویدار کون ہو سکتا ہے۔"

"الزغل کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟"

"الزغل کے متعلق میری رائے یہ ہے کہ وہ بہر حال میں اپنے بھائی کا ساتھ دے گا۔ لیکن......"

"لیکن کیا...؟"

"میں وثوق کے ساتھ نہیں کہہ سکتا۔ بعض اطلاعات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ابوالحسن کے ایک بیٹے سے کام لیا جا سکتا ہے، میں نے سنا ہے کہ ابو عبداللہ کو یہ خدشہ ہے۔ کہ اس کا باپ اس کے سوتیلے بھائی کو ولی عہد بنائے گا۔ میں نے یہ بھی سنا ہے کہ ابوالحسن کو اپنی نصرانی بیوی سے زیادہ انس ہے۔"

فرڈنینڈ نے مسرت سے اچھلتے ہوئے کہا۔ "تو پھر تم کس بات کا انتظار کر رہے ہو" اگر ابو عبداللہ کو خدشہ ہے۔ تو تم اس کا خدشہ یقین میں تبدیل کر سکتے ہو۔ تم کل ہی روانہ ہو جاؤ۔"

ابوداؤد نے کہا۔ "میں تیار ہوں۔ لیکن میرے کام کی نوعیت ایسی ہے۔ کہ میں اپنے

بال بچوں کو بھی اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہوں۔ مجھے شاید اس وقت تک غرناطہ ٹھہرنا پڑے گا۔ جب تک کہ میں آپ کی افواج کے لئے شہر کے تمام دروازے نہیں کھول دیتا وہاں پر معمولی شبہ میرے تمام ارادوں کو خاک میں ملا دیگا۔ اس لئے میں یہ چاہتا ہوں کہ میں اپنے آپ کو ایک پناہ گزین ثابت کر کے سرحد عبور کروں۔ غرناطہ پہنچ کر مجھ سے زیادہ میری بیوی اور میری لڑکیاں آپ کی حکومت کی مظالم کی داستانیں بیان کریں تاکہ ہم پر کوئی شک نہ کرے۔ بیوی کو میں اس لئے بھی لیجانا چاہتا ہوں۔ کہ اس کی وساطت سے ابوالحسن کے حرم تک میری رسائی عام ہو جائے گی"۔

فرڈینینڈ نے کہا" ابو داؤد! تم یقین رکھو۔ کہ تمہاری خدمات فراموش نہیں کی جائیں گی۔ ہم تمہارے ساتھ وعدہ کرتے ہیں۔ کہ تم غرناطہ میں ہمارے پہلے گورنر ہو گے۔ اور جبتک اندلس کا تخت اور تاج ہمارے خاندان کے قبضہ میں رہے گا غرناطہ کی گورنری تمہارے خاندان کے قبضہ میں رہے گی۔ اگر چاہو تو میں یہ تحریری وعدہ دینے کیلئے تیار ہوں"!

"خادم کے لئے حضور کی زبان کا لفظ تحریر سے کم نہیں"!

"بہت اچھا تم علی الصباح مجھ سے ملو۔ غرناطہ کی مہم کیلئے تمہاری تمام ضروریات شاہی خزانے سے مہیا کی جائیں گی"!

(۳)

بارش زوروں پر تھی۔ چار گھوڑوں کی ایک بگھی کیچڑ سے لت پت فرڈینینڈ کی مملکت کے ایک سرحدی قلعے کے دروازے پر آکر رکی۔ قلعے کے محافظ جو دروازے میں انتظار کر رہے تھے بھاگتے ہوئے باہر نکلے۔ اور بگھی کے گرد جمع ہو گئے۔

ایک نوجوان نے جو ان کا افسر معلوم ہوتا تھا۔ آگے بڑھ کر بگھی کا دروازہ کھولا اور اندر جھانکنے کے بعد ادب سے سلام کرتے ہوئے کہا" مجھے آپ کے متعلق گورنر کی ہدایات موصول ہو چکی ہیں۔ آپ کیلئے تازہ دم گھوڑے تیار ہیں۔ لیکن بارش کے اس طوفان

یں بھی کا سفر شاید آپ کیلئے تکلیف دہ ہو۔ اس لیئے اگر آپ مناسب سمجھیں تو کم از کم بارش بند ہونے اور پہاڑی ندیوں اور نالوں کا پانی اترنے تک یہاں قیام فرمائیں۔

ابوداؤد نے باہر جھانکتے ہوئے جواب دیا ”میرے سفر کیلیئے یہ موسم بہترین ہے ہم یہاں سے کھانا کھاتے ہی چل پڑیں گے۔ میں تمہیں اپنے سفر کے سلسلہ میں چند ہدایات بھی دینا چاہتا ہوں۔“

”ہم دل و جان سے آپ کے ہر حکم کی تعمیل کریں گے۔ آیئے!“

ابوداؤد کے ساتھ اس کی بیوی اور دو نوجوان لڑکیاں بگھی سے اتریں۔ ایک لڑکی جس کا نام اینجلا تھا۔ دوسری لڑکی سے عمر میں دو تین برس چھوٹی معلوم ہوتی تھی۔ اس کا گول چہرہ نیلی آنکھیں اور سنہرے بال بالکل اپنی ماں کی طرح تھی۔ اسکے خدوخال میں بھی اس کی ماں کے گزرے ہوئے شباب کا عکس نظر آتا تھا۔

دوسری لڑکی کا نام ربیعہ تھا۔ وہ اینجلا کی سوتیلی بہن اور اسکی ماں میریا کی سوتیلی بیٹی تھی۔

ربیعہ کی سیاہ اور چمکدار آنکھیں اپنی سوتیلی ماں اور بہن دونوں سے مختلف تھیں وہ قد میں بھی ان دونوں سے قدرے لمبی تھی۔ اسکے چہرے کی سفیدی میں ہلکی سی ملاحت دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ مصور فطرت نے دودھ اور شہد گھول کر اس میں تھوڑا سا گلابی رنگ ملا دیا ہے۔ چہرے کے خدوخال میں سنجیدگی اور شوخی کے امتزاج نے اسے نسوانی حسن اور وقار کی ایک بہترین تصویر بنا دیا تھا۔

ربیعہ اور اینجلا کی شکلوں میں ایک تھوڑی سی مشابہت تھی۔ ایک ایسی مشابہت جسے محسوس کیا جا سکتا ہے۔ لیکن بیان نہیں کیا جا سکتا۔ دونوں لڑکیاں حسین تھیں۔ اینجلا کا حسن اگر لالہ و گلاب کا قہقہہ تھا تو ربیعہ کی سنجیدگی میں ایک نیم وا کلی کی مسکراہٹ تھی۔

فوجی افسر کی رہنمائی میں یہ لوگ قلعہ کے ایک کمرے میں داخل ہوئے اور کھانے

کی میز کے گرد کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

نوکروں نے پرتکلف کھانے چاندی کی پلیٹوں میں لاکر میز پر رکھ دئے۔ ابوداؤد کا اشارہ پاکر فوجی افسر بھی انکے ساتھ ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ کھانے کے دوران میں ابوداؤد نے اس سے سوال کیا۔ "یہاں سے غرناطہ کی پہلی چوکی کتنی دور ہو گی؟"

افسر نے جواب دیا۔ "کوئی آٹھ کوس۔ لیکن کوئی تین کوس چلنے کے بعد آپ انکی حدود میں داخل ہو جائیں گے۔ میرا خیال ہے۔ کہ اگر میں انکی چوکی کے افسر کو لکھوں تو وہ سرحد سے آگے آپکی حفاظت کا انتظام کر دیں گے۔ لیکن گورنر نے مجھے ہدایت کی ہے۔ کہ میں انہیں کچھ نہ بتاؤں۔"

ابوداؤد نے جواب دیا۔ "گورنر نے میری ہدایت پر عمل کیا ہے۔ میں انکی حدود میں بادشاہ سلامت کے سفیر کی حیثیت سے نہیں۔ بلکہ ایک مسلمان پناہ گزین کی حیثیت میں داخل ہونا چاہتا ہوں۔"

"میرے خیال میں اگر آپ انہیں یہ دھوکا دینا چاہتے ہیں۔ تو بگھی اور یہ سڑک چھوڑ کر پیدل یا گھوڑوں پر کوئی دوسرا راستہ اختیار کرنا چاہیئے۔ ورنہ انہیں یہ غلط فہمی نہیں ہو گی۔ کہ اس سڑک پر آپ کی بگھی ہماری نگاہوں سے بچ کر نکل آئی ہے۔"

"میرا خیال ہے۔ کہ غرناطہ اور قسطلہ کے تاجر ان ریاستوں پر بلا روک ٹوک سفر کرتے ہیں تاہم میں نے جو تجویز سوچی ہے۔ وہ کافی حد تک کامیاب رہے گی۔ تم اپنے بیس سواروں کو تیاری کا حکم دو۔ اور انہیں یہ ہدایت دو۔ کہ ہماری بگھی کے پیچھے پیچھے چلتے رہیں۔ جب غرناطہ کے قریب پہنچ کر ہم بگھی کی رفتار تیز کر دیں۔ تو وہ یہ ظاہر کریں۔ کہ وہ ہمارا تعاقب کر رہے ہیں۔ جب غرناطہ کی چوکی کے سپاہی یہ دیکھیں گے۔ کہ عیسائی ہمارا تعاقب کر رہے ہیں۔ تو وہ یقیناً مداخلت کریں گے۔ ہمیں انکی پناہ مل جائے گی۔ اور تمہارے سپاہی ان کے ساتھ معمولی مٹھ بھیڑ کے بعد لوٹ آئیں گے۔"

"تجویز تو بہت اچھی ہے۔ لیکن مجھے ڈر ہے۔ کہ راستہ بہت خراب ہے۔ اور اس دوڑ میں آپ کی بچی کو کوئی حادثہ پیش نہ آجائے"

ابو داؤد نے جواب دیا" ایسے معاملات میں معمولی حادثات کا خیال نہیں کیا جاتا۔ اگر کوئی جوان زخمی ہو جائے یا گھوڑے کو ایک آدھ تیر لگ جائے تو یہ بھی معمولی بات ہے"

"بہت اچھا میں خود اس کام میں سپاہیوں کا ساتھ دوں گا"

فوجی افسر کے حکم پر ایک نوکر قلعے کے ایک سپاہی کو بلا لایا۔ افسر نے سپاہی سے کہا۔ "تم بیس سواروں کو تیار رہنے کا حکم دو۔ ہم ایک مہم پر جا رہے ہیں"

اس کے بعد وہ ابو داؤد کی طرف متوجہ ہوا اور بولا" آپ نے سرحدی عقاب کے متعلق کچھ سنا ہو گا"

ان الفاظ پر ابو داؤد کی بیوی اور اسکی لڑکیاں چونک کر افسر کی طرف دیکھنے لگیں

ابو داؤد نے اطمینان سے جواب دیا" ہاں! میں نے اس کے متعلق بہت کچھ سنا ہے لیکن میرے خیال میں یہاں سے اس کا علاقہ کافی دور ہے"

"اس کا علاقہ تو کافی دور ہے۔ لیکن اس کے ساتھی تین بار ہمارے گھوڑے چھین کر لے گئے ہیں"

"کب؟" انجلا نے سوال کیا۔

"گزشتہ سال۔ اس سال اس نے ہماری طرف توجہ نہیں کی پچھلے سال اس نے ایک ہفتہ کیلئے اس قلعہ پر بھی قبضہ کر لیا تھا"

انجلا نے سوال کیا" تم نے اسے ضرور دیکھا ہو گا۔ وہ کیسا ہے؟"

اس نے ہمارے سامنے چہرے سے نقاب نہیں اتاری لیکن اس کی آواز سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ اس کی عمر زیادہ نہیں"

میریا نے سوال کیا" تو پھر قلعے سے تم نے اسے کیسے نکالا؟"

"وہ خود چلا گیا تھا۔ اسے فقط ہمارے فالتو غلے اور گھوڑوں کی ضرورت تھی!"

اینجلا نے کہا "میں نے سنا ہے۔ کہ وہ بہت ظالم ہے!"

افسر نے جواب دیا "اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے۔ کہ وہ ظالم نہیں۔ وہ نہتوں اور مفلسوں پر ہاتھ نہیں اٹھاتا۔ گرے ہوئے دشمن پر وار نہیں کرتا۔ اس میں شک نہیں۔ کہ وہ ہماری سلطنت کا بدترین دشمن ہے۔ لیکن وہ ایک شریف دشمن ہے!"

ابوداؤد نے کہا "میں تمہاری حق گوئی کی داد دیتا ہوں۔ تمہاری طرح کاونٹ سینٹ پاگو بھی اس کا مداح ہے!"

اینجلا نے کہا "اباجان! اگر ہمیں راستے میں اس سے سابقہ پڑ جائے تو ۔۔؟"

میریا نے برہم ہو کر کہا "خدا سے نیک دعا مانگو!"

ابوداؤد نے کہا "اگر ہمیں راستے میں مل جائے۔ تو مجھے یقین ہے۔ کہ ہمیں غرناطہ پہنچانے کے لئے خود اپنے بہترین گھوڑے مہیا کرے گا!"

ربیعہ نے سوال کیا "لوگ اُسے عقاب کیوں کہتے ہیں؟"

افسر نے جواب دیا "یہ نام اسے کاونٹ سینٹ پاگو نے دیا تھا۔ اور اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ تندی، تیزی اور ہوشیاری میں وہ عقاب سے کم نہیں!"

ابوداؤد نے سوال کیا "کیا یہ درست ہے۔ کہ وہ بغیرہ کا بیٹا ہے؟"

"اس کے متعلق لوگوں کی مختلف رائیں ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ بغیرہ کا بیٹا ہے۔ بعض کا یہ خیال ہے۔ کہ وہ کوئی مراکشی ہے۔۔۔"

ابوداؤد نے کہا "ہمیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔ کہ وہ کون ہے!"

فوجی افسر نے سوال کیا "کیا بادشاہ سلامت اس پر چڑھائی کرنے کا ارادہ کر چکے ہیں؟"

ابوداؤد نے جواب دیا "اس کی قوت اتنی بڑی نہیں کہ بادشاہ سلامت بذات

خود اس پر چڑھائی کا ارادہ کریں۔ اس کیلئے فقط ایک ہوشیار آدمی کی ضرورت ہے۔ جو اس کے طریق جنگ سے واقف ہو"

(۴)

بارش اسی طرح زوروں پر تھی۔ کوئی اڑھائی کوس معمولی رفتار چلنے کے بعد ابوداؤد نے کوچوان کو بگھی تیز کرنے کا حکم دیا۔ پیچھے آنے والے سواروں نے اپنے افسر کا اشارہ پا کر اپنے گھوڑے روک لئے۔ جب بگھی کوئی آدھ کوس دور نکل گئی۔ تو انہوں نے گھوڑوں کو سرپٹ چھوڑ دیا۔

وادیوں کے نشیب میں سڑک کے بعض ٹکڑے پانی میں غائب ہو رہے تھے۔ اس لئے کوچوان ابوداؤد کے اصرار کے باوجود کسی حد تک احتیاط سے کام لے رہا تھا۔ جب بگھی اور تعاقب کرنے والوں میں فاصلہ بہت کم رہ جاتا۔ تو سوار بگھی کو آگے نکل جانے کا موقع دینے کے لئے اپنی رفتار کم کر دیتے۔

سیلاب کے باعث سڑک کئی مقامات سے ٹوٹ چکی تھی۔ راستے کے پتھروں اور گڑھوں میں بگھی کے ہچکولوں کے باعث ابوداؤد کی بیوی اور اسکی چھوٹی لڑکی اینجلا بڑی شدومد کے ساتھ احتجاج کر رہی تھیں۔ خود ابوداؤد کا سر بار بار اپنی بیوی اور لڑکیوں کے ساتھ ٹکرا چکا تھا۔ لیکن وہ اینجلا کی چیخوں اور اپنی بیوی کے واویلا سے قطعاً غیر متاثر نظر آتا تھا۔ ایک دفعہ بگھی پانی میں ڈوبی ہوئی سڑک کے کسی پتھر سے ٹکرا کر اچھلی اور چیختی چلاتی ہوئی میریا کا سر چھت سے جا ٹکرایا۔ وہ چلائی بگھی کو روکنے کا حکم دو ورنہ میں دروازہ کھول کر چھلانگ لگا دوں گی۔ تم وحشی ہو۔ تم آج میری اور میری بچی کی جان لیکر رہو گے۔ میں جانتی ہوں تمہاری نیت ٹھیک نہیں۔ تم غرناطہ پہنچنے سے پہلے ہم سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتے ہو۔ خدا کے لئے بگھی کو روکو؟"

ایک اور زبردست جھٹکے کے ساتھ میریا اور اینجلا کے سر آپس میں ٹکرا گئے۔ اینجلا

نے دہائی مچائی۔ تو ابوداؤد نے کہا،"اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم اپنی ماں کی طرح اتنی کم حوصلگی کا ثبوت دو گی۔ تو میں تمہیں ساتھ نہ لاتا ربیعہ کی طرف دیکھو اس کے منہ سے شکایت کا ایک لفظ بھی نہیں نکلا۔"

ابوداؤد کا یہ کہنا تھا کہ میریا اور انجیلا ربیعہ پر برس پڑیں۔

میریا نے کہا،" ربیعہ کو اپنے ہم مذہب اور ہم قوم لوگوں کے پاس جانے کی خوشی ہے۔"

انجیلا چلائی ربیعہ کو یہ بھی یقین ہے۔ کہ حادثہ پیش آنے پر سب سے پہلے اس کی طرف متوجہ ہوں گے۔

ربیعہ نے احسن کے طعن و تشنیع سے بے پروائی ظاہر کرتے ہوئے کہا،"ابا جان! انجیلا اور امی جان کو کیوں پریشان کرتے ہیں۔ آپ بگھی کو روکنے کا حکم دیں۔"

ابوداؤد نے کہا،"میریا، ذرا ہمت سے کام لو۔ ہم غرناطہ کی حدود میں داخل ہو چکے ہیں۔ ان کے آدمی ہمیں اس حالت میں دیکھتے ہی مداخلت کیلئے آئیں گے۔ گھر میں جب میں نے یہ تجویز تمہارے سامنے بیان کی تھی۔ تم خوشی سے اچھل پڑی تھیں اب اتنی سی تکلیف سے گھبرا گئیں۔ انسان کو دنیا میں عزت اور اقتدار کیلئے بڑے بڑے خطرناک مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔"

میریا نے چلا کر کہا،"عجیب احمق ہو تم بھی۔ بھلا اس طوفان میں کون تمہاری مدد دیکھ رہا ہوگا۔ وہ بڑے مزے سے اپنی اپنی قیام گاہ میں بیٹھے ہونگے۔"

ابوداؤد نے کہا،"پھر بھی یہ ضروری ہے۔ کہ کم از کم ان کی چوکی تک ہم اسی طرح جائیں اس کے سوا ہم انہیں یہ یقین نہیں دلا سکتے۔ کہ ہم مفرور ہیں۔ اور بادشاہ کے سپاہی ہمارا تعاقب کر رہے ہیں۔"

بگھی اب ایک پہاڑی کی بلندی کی طرف نسبتاً ہموار سڑک پر جا رہی تھی اس

لئے میریا اور رانجیلا کی زبانیں اگرچہ اب بھی ہل رہی تھیں۔ لیکن ان کا جوش و خروش کم ہو رہا تھا۔

کوچوان چلایا "میں نے ایک سوار دیکھا ہے"

"بس اب کام بن جائے گا۔ وہ ابھی اپنے ساتھیوں کو خبر کر دے گا"

یہ کہتے ہوئے ابو داؤد نے بگھی کی کھڑکی سے سر نکال کر پیچھے کی طرف جھانکا۔ اور پیچھے آنے والے سواروں کو ہاتھ کا اشارہ دیا۔ ساتھ ہی اس نے کوچوان کو بھی زیادہ تیز کرنے کی ہدایت کی۔

تھوڑی دیر کے بعد جب بگھی پہاڑی سے نیچے اتر رہی تھی۔ کوچوان بلند آواز میں چلایا "وادی کے نشیب میں پانی زیادہ معلوم ہوتا ہے۔ سڑک کا کوئی نشان تک نظر نہیں آتا۔ بگھی کو اندھا دھند آگے لے جانا خطرناک ہوگا"

ابو داؤد نے کہا "احتیاط ضرور کرو۔ لیکن بگھی کو روکو نہیں۔ دگنا انعام دیا جائیگا"

میریا اور انجیلا نے پھر آسمان سر پر اٹھا لیا۔ ابو داؤد نے انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا "کوچوان بیوقوف نہیں۔ وہ نشیب میں پہنچ کر خود بخود رفتار کم کر دے گا"

ابو داؤد نے دوبارہ پیچھے کی کھڑکی سے سر نکال کر تعاقب میں آنیوالے سواروں کو اشارہ کیا۔ اور انہوں نے گھوڑوں کی رفتار کم کر دی۔

وادی کا نشیب ایک اچھی خاصی ندی معلوم ہوتا تھا لیکن کوچوان نے زیادہ انعام کی خاطر اپنے سینے پر نشان صلیب بناتے ہوئے گھوڑے پانی میں ڈال دئیے لیکن دو تین چھلانگیں لگانے کے بعد بگھی سڑک سے اتر گئی۔ اور اگلے دو گھوڑے کسی پتھر سے ٹھوکر کھانے کے بعد گر پڑے بگھی کے اچانک رکنے سے اگلے سرے پر بیٹھا ہوا کوچوان اچھل کر گھوڑے کی پیٹھ پر گرا۔ اور وہاں سے لڑھکتا ہوا پانی میں آ رہا۔ ایک ثانیہ کے اندر اندر پچھلے دونوں گھوڑے بے تحاشا بھاگ رہے تھے۔ پانی زیادہ گہرا نہ تھا۔

گھوڑے کسی اور حادثہ کے بغیر نشیب سے گزر کر سڑک پر پہنچ گئے۔

ایک اور ٹیلہ عبور کرنے کے بعد بگھی ایک وسیع میدان میں داخل ہوئی۔ ابوداؤد اور اس کے ساتھیوں کو اندر بیٹھے ہوئے یہ خبر نہ تھی۔ کہ بگھی اپنے کوچوان سے محروم ہو چکی ہے۔ تاہم جب گھوڑوں نے سڑک چھوڑ کر میدان میں بھاگنا شروع کیا۔ اور اس کیساتھ ہی ہچکولے ناقابلِ برداشت محسوس ہونے لگے۔ تو اس نے کوچوان کو چند آوازیں دینے کے بعد کوئی جواب نہ پاکر بگھی کا دروازہ کھولا۔ اور باہر جھانکنے لگا۔ کوچوان غائب تھا سامنے کچھ فاصلے پر گنجان درخت تھے۔ اور بگھی کے راستے میں ایسے پتھر تھے۔ جن کے ساتھ ٹکرانا ان سب کی ہلاکت کا باعث ہو سکتا تھا۔

پیچھے آنے والے سوار اتنی دور تھے۔ کہ ان کا گھوڑوں کو گھیر کر روکنا مشکل نظر آتا تھا۔ ایک سامنے کے جنگل سے تیس چالیس سواروں کا ایک دستہ نمودار ہوا۔ اور ان کے صبا رفتار گھوڑے آن کی آن میں بگھی کے قریب پہنچ گئے۔ سب سے آگے سفید گھوڑے پر ایک نقاب پوش تھا۔ جس کی سفید قبا ہوا میں لہرا رہی تھی۔ نقاب پوش کے اشارے سے باقی تمام سوار نیزے بلند کر کے اللہ اکبر کے نعرے لگاتے ہوئے بگھی کے پیچھے آنے والے سواروں کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور انہوں نے بگھی کی طرف چند تیر چلانے کے بعد گھوڑوں کی باگیں موڑ لیں۔

نقاب پوش نے بگھی کو کوچوان کے بغیر دیکھ کر اپنا گھوڑا بگھی کے تعاقب میں چھوڑ دیا۔ اور اگلے گھوڑوں میں سے ایک کے قریب پہنچ کر اپنا گھوڑا اس کے ساتھ ملانے کے بعد اس پر چھلانگ لگا دی۔ ابھی وہ سنبھلنے نہ پایا تھا۔ کہ بگھی کا ایک پہیہ پتھر کے ساتھ ٹکرا کر ٹوٹ گیا اور بگھی ایک طرف الٹ گئی۔ گھوڑے کی باگ کی رسیاں پاؤں میں آکر ٹوٹ چکی تھیں۔ لیکن منہ میں لگامیں موجود تھیں۔ نقاب پوش نے پہلے ایک اور پھر دوسرے گھوڑے کی لگام پکڑ لی۔ اور انہیں اپنی پوری قوت سے روکنے کی

کوشش کی گھسٹتی لڑھکتی اور پتھروں کے ساتھ ٹکراتی ہوئی بگھی رک گئی
تھوڑی دیر کے بعد جب اس نقاب پوش کے ساتھی اس بگھی کا تعاقب کرنے والوں کو مار بھگانے اور ایک پریشان حال کوچوان کو گرفتار کرنے کے بعد واپس آئے تو اس نے ٹوٹی ہوئی بگھی کے پاس کھڑے اپنے والے سواروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: مجھے افسوس ہے کہ میں انہیں زخمی ہونے سے نہ بچا سکا تاہم مجھے امید ہے۔ کہ ان کی جانیں ضرور بچ جائیں گی۔ بگھی کے اندر ان کا ایک صندوق پڑا ہے۔ وہ اٹھا لو۔"
ابو داؤد نیم بیہوشی کی حالت میں آنکھیں کھولنے کے بعد اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اور اپنی خون آلود پیشانی پر ہاتھ پھیرنے کے بعد نقاب پوش اور اس کے ساتھیوں کی طرف دیکھتے ہوئے نحیف آواز میں "شکریہ" کہنے کے بعد اپنی بیوی اور لڑکیوں کی طرف متوجہ ہوا۔
"میریا، ربیعہ! انجیلا!" اس نے بیٹیوں کو جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔
میریا نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھولیں۔ اور دہشت اور سراسیمگی کی حالت میں پھر بند کر لیں۔ ایک لمحہ کے بعد اس نے پھر آنکھیں کھولیں۔ اور "انجیلا! میری انجیلا!" کہتی ہوئی اپنی بیٹی کو جھنجھوڑنے لگی۔ انجیلا کے نچلے ہونٹ اور کنپٹی سے خون بہہ رہا تھا۔ وہ چند بار کراہنے کے بعد اپنی ماں کی طرف دیکھنے لگی۔

اُن کا میزبان

(۱)
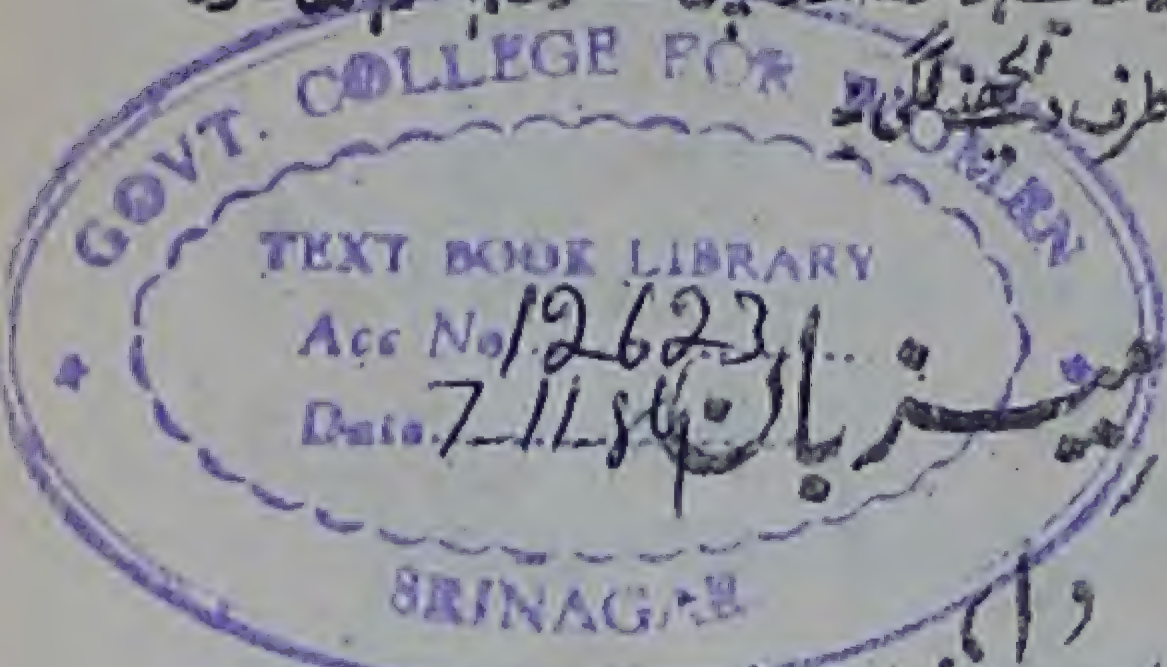
ربیعہ نے ہوش میں آ کر آنکھیں کھولیں۔ شمع کی روشنی میں اس نے دیکھا کہ وہ

ایک کشادہ کمرے میں بستر پر پڑی ہے۔ اس کے بستر کے قریب ایک کرسی پر ابوداؤد اور دوسری پر ایک اجنبی نوجوان بیٹھا تھا۔ بیٹی کو ہوش میں آتے دیکھکر ابوداؤد نے آگے جھک کر اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "ربیعہ! میری بیٹی!!"

ربیعہ نے سہمی ہوئی آواز میں سوال کیا "میں کہاں ہوں؟"

ابوداؤد نے جواب دیا "بیٹی ہم ایک نہایت محفوظ مقام پر پہنچ چکے ہیں۔ اور ایک ایسے شخص کے مہمان ہیں جس کی پناہ میں ہمیں کوئی خطرہ نہیں۔ اور یہ تمہارے طبیب ہیں۔"

کمرے کے دوسرے کونے میں ایک میز پر میریا بیٹھی تھی۔ اور دوسری پر انجیلا پریشان دکھائی بیٹھی تھی۔ ربیعہ نے انکی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنے باپ سے سوال کیا "وہ کیسی ہیں؟"

ابوداؤد نے جواب دیا "وہ ٹھیک ہیں۔"

ایک اور نوجوان کمرے میں داخل ہوا۔ ربیعہ کی نگاہیں تھوڑی دیر کیلئے اس پر مرکوز ہو کر رہ گئیں۔ ابوداؤد اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"آپ بیٹھئے!" نوجوان نے آگے بڑھ کر بے تکلفی سے ابوداؤد کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا "میں تو صرف یہ دیکھنے آیا تھا کہ آپ کی بیٹی کی طبیعت کیسی ہے؟"

ابوداؤد نے جواب دیا "اس نے ابھی ابھی آنکھیں کھولی ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ ہم آپکو بہت تکلیف دے رہے ہیں۔"

نوجوان نے جواب دیا "کاش! آپ جیسے مہمانوں کو ٹھہرانے کیلئے میرے پاس اس مکان سے زیادہ موزوں جگہ ہوتی۔"

انجیلا اپنے بستر سے اٹھی۔ اور پیچھے سے آکر ربیعہ کے سرہانے بیٹھ گئی۔ "ربیعہ! تمہاری کیسی طبیعت ہے؟" اس نے پیار سے اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا۔

"میں اچھی ہوں، سر اور ٹانگ میں درد ہے۔ امی جان کیسی ہیں؟"

"وہ ٹھیک ہیں"

پہلا نوجوان زخمیوں کیلئے طبیب کے فرائض سرانجام دے رہا تھا۔ بولا میرا خیال ہے کہ ابھی ان کا باتیں کرنا ٹھیک نہیں۔ میں انہیں نیند کی دوائی پلا دیتا ہوں ان کے لئے مکمل آرام کی بہت ضروری ہے"

دوسرے نوجوان نے عربی زبان میں سوال کیا "انکو زیادہ چوٹ تو نہیں آئی؟"

طبیب نے جواب دیا "میں صبح تک صحیح رائے دے سکوں گا۔ بہرحال تشویش کی کوئی بات نہیں"

ابوداؤد نے سوال کیا "آپ کے خیال میں یہ کب تک تندرست ہو جائے گی۔"

"انہیں بہت جلد آرام ہو جائے گا۔ اور میرے خیال میں آپ کو بھی آرام کرنا چاہیئے"

اگلے دن جب ربیعہ نے ایک لمبی نیند کے بعد بیدار ہو کر آنکھیں کھولیں۔ تو اینجلا کمرے کی کھڑکی کے سامنے کھڑی باہر جھانک رہی تھی میرا بستر پر تکئے سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔

"اینجلا! اینجلا!!" ربیعہ نے اسے آہستہ سے آواز دی۔

اینجلا نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ اور اس کے قریب آ بیٹھی۔

ربیعہ نے کہا۔ اینجلا رات کے وقت یہاں تم نے دو آدمی دیکھے تھے؟"

اینجلا نے جواب دیا "میں اب بھی کھڑکی کے سامنے کھڑی انہیں دیکھ رہی تھی"

"مجھے شک ہو رہا تھا۔ کہ میں نے شاید کوئی خواب دیکھا ہے"

اینجلا نے کہا "اگر تمہیں یہ علم ہو کہ ہم اس وقت کہاں ہیں۔ تو تم یہ کہو۔ کہ میں جاگتے میں بھی ایک خواب دیکھ رہی ہوں"

ربیعہ نے کہا "میں شاید ... بگھی سے گر کر بے ہوش ہو گئی تھی لیکن یہ حادثہ دوپہر سے تھوڑی دیر بعد پیش آیا تھا۔ اس کے بعد جب مجھے ہوش آیا تھا۔ تو شاید رات کا وقت تھا۔ کمرے میں شمعیں جل رہی تھیں۔ میرے خیال میں ہم غرناطہ کی فوجی چھوکی میں ہیں۔"

"نہیں ہم اس سڑک سے کئی کوس دور پہنچ چکے ہیں۔ تمہیں بیہوشی کی حالت میں ہمارے ساتھ یہاں لایا گیا تھا۔ ربیعہ! تم ہمیشہ یہ کہا کرتی ہو۔ کہ میرے دل میں تمہارے لئے کوئی ہمدردی نہیں لیکن مریم مقدس کی قسم! میں سارا راستہ تمہارے لئے روتی رہی۔ ہم یہاں آدھی رات کے وقت پہنچے ہوں گے۔ بخدا جو شخص تمہارا علاج کر رہا ہے۔ اس کے متعلق ابا جان کا خیال ہے۔ کہ وہ ہسپانیہ کا بہترین جراح ہے۔"

"لیکن اس وقت ہم کہاں ہیں؟"

"ربیعہ! تم سن کر یقین نہیں کرو گی۔ ہم اس وقت عقاب کی وادی میں ہیں!"

"عقاب کی وادی میں؟ نہیں نہیں تم مذاق کرتی ہو۔" ربیعہ نے اٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کی۔ لیکن اپنے دکھتے ہوئے سر کو دونوں ہاتھوں سے دبا کر لیٹ گئی۔

"اینجلا! اینجلا! سچ بتاؤ مجھے پریشان نہ کرو!"

"سچ تو کہہ رہی ہوں"

"لیکن یہ بات میری سمجھ میں نہ آئی!"

"ربیعہ! تم یہ بھی نہیں مانو گی۔ کہ تم سرحدی عقاب کو دیکھ چکی ہو۔ اور صرف دیکھ ہی نہیں چکیں۔ مجھے ڈر ہے کہ تم لٹ چکی ہو گی۔ لیکن مریم کی قسم میں جھوٹ نہیں کہتی۔ تمہیں چند ساعتیں اس سے قریب تر ہونے کا شرف حاصل ہو چکا ہے۔"

"کیا مطلب؟" ربیعہ نے بدحواس ہو کر سوال کیا۔

"میرا مطلب ہے۔ کہ تم اپنی زندگی کے چند قیمتی لمحات اس کے پہلو میں گزار

چکی ہو۔"

"امی! امی!! اینجلا کو منع کیجئے۔"

میریا نے ہنستے ہوئے کہا "اینجلا درست کہتی ہے۔ لیکن تم بے قصور رہو۔ تم بے ہوش تھیں۔"

ربیعہ عاجز سی ہو کر اینجلا کی طرف دیکھنے لگی۔ اینجلا نے اپنی ہنسی ضبط کرتے ہوئے کہا "ربیعہ! گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ وہ تمہیں گھوڑے پر اپنے ساتھ بٹھا کر یہاں لایا تھا۔ اگر تمہاری جگہ میں بے ہوش ہوتی تو میرے ساتھ بھی یہی ہوتا۔ میرا خیال تھا کہ عقاب کوئی پرلے درجے کا وحشی آدمی ہوگا۔ لیکن وہ تو شاید کوئی فرشتہ ہے۔ ابا جان تمہیں ہوش میں لانے سے ناامید ہو چکے تھے۔ لیکن اس نے ایک لمحہ کیلئے تمہاری نبض پر ہاتھ رکھا۔ اور تمہیں اٹھا کر اپنے گھوڑے پر ڈال لیا۔ اور ابا جان کو تسلی دیتے ہوئے کہا "میں اسے اندلس کے بہترین جراح اور طبیب کے پاس لے جا رہا ہوں۔ مجھے امید ہے۔ کہ اس کی جان بچ جائے گی۔ آپ میرے آدمیوں کے ساتھ چلے آئیں۔ مجھے اپنا دوست سمجھیں۔" اور ابا جان نے کہا "میں یہ نہیں جانتا کہ آپ کون ہیں۔ لیکن اگر آپ میری لڑکی کی جان بچا سکیں۔ تو میرا سونے اور جواہرات سے بھرا ہوا صندوق آپ کا ہے۔"

اس نے کہا "آپ مجھے نیکی کی قیمت وصول کرنے والوں میں شمار نہ کریں۔ میرے آدمی آپ کے سونے اور جواہرات کی بھی حفاظت کریں گے۔" یہ کہہ کر اس نے گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔ جب ہم آدھی رات کو یہاں پہنچے۔ تو ہمیں معلوم ہوا۔ کہ تم ہم سے بہت دیر پہلے یہاں پہنچ چکی ہو۔"

"ابھی تمہارے جاگنے سے تھوڑی دیر پہلے ابا جان یہ بتا گئے ہیں۔"

"تو کیا وہ نقاب پوش جس نے اپنی جان خطرے میں ڈال کر ہماری بگھی کے گھوڑے

روکے تھے، سرحدی عقاب تھا؟"

"ہاں! اور رات کے تیسرے پہر جب تمہیں ہوش آیا تھا۔ وہ تمہاری مزاج پرسی کر رہا تھا۔ اس سے پہلے بھی وہ دو تین بار تمہارے متعلق پوچھنے کیلئے آیا تھا۔ آج صبح بھی وہ آیا تھا۔ لیکن اس کے سپاہیانہ لباس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی مہم پر جا رہا ہے۔ اس نے ابا جان سے بھی کہا تھا کہ وہ شاید شام تک نہ آ سکے۔ اور تمہارا طبیب تو شاید ساری رات اس کرسی پر بیٹھا رہا ہے۔ جب میں اٹھی تھی۔ تو وہ تمہاری نبض دیکھ رہا تھا۔"

ربیعہ نے پوچھا۔ "ابا جان کہاں ہیں؟"

زلیخا نے جواب دیا۔ "وہ دوسرے کمرے میں طبیب کے ساتھ کسی جوان کو دیکھنے گئے ہیں۔ اس بیچارے کو کافی چوٹیں آئی ہیں۔"

(۳)

تین دن کے بعد ربیعہ کے سر کے درد کی تکلیف قدرے کم ہو چکی تھی لیکن گھٹنے میں درد کے باعث وہ سہارے کے بغیر چل پھر نہ سکتی تھی۔ وہ شہسوار جس نے اس کی جان بچائی تھی۔ اور وہ طبیب جو اس کا علاج کر رہا تھا۔ بدر بن مغیرہ اور بشیر بن حسن تھے۔ ابو داؤد اس بات پر حیران تھا کہ سرحدی عقاب ان کی مدد کیلئے اچانک وہاں کیسے پہنچ گیا۔ گزشتہ تین دن میں اس نے بدر بن مغیرہ کے سامنے فرڈیننڈ اور اس کے حکام کے مظالم کی داستانیں بیان کر کے کسی حد تک اس کا اعتماد حاصل کر لیا تھا۔ نماز کے بعد اس نے بدر بن مغیرہ کے ساتھیوں کے سامنے ایک پرجوش تقریر کی۔ اور اندلس میں عیسائیوں کے محکوم مسلمانوں کی تباہ حالی کی اس قدر دردناک تصویر پیش کی۔ کہ سامعین پر رقت طاری ہو گئی۔ پھر اس نے اندلس میں مسلمانوں کے ماضی کی۔ روح پرور داستانیں سنائیں بدر بن مغیرہ اور اس کے ساتھیوں کی جنگی حریت کی دل کھول کر تعریف کی۔ اور اختتام

پھر یہ کہا۔ کہ ہمیں اپنے مستقبل کے متعلق کوئی غلط فہمی نہیں ہونی چاہیئے۔ اگر ہم نے متحد اور منظم ہو کر فرڈیننڈ کے خلاف فیصلہ کن جنگ لڑنے کا فیصلہ نہ کیا۔ تو ہم آہستہ آہستہ مٹا دیے جائیں گے۔ تمہارے لیے بھی میرا یہی پیغام ہے۔ کہ بزدلی کی زندگی سے بہادری کی موت بہتر ہے۔ اور یہی پیغام میں اہل غرناطہ تک اس لیے دہرا رہا ہوں۔ مجھے یقین ہے۔ کہ ابوالحسن ہماری مظلومیت کا حال سن کر دشمنان اسلام کے خلاف جہاد کا اعلان کرنے میں تاخیر نہیں کرے گا۔"

تھوڑی دیر کے بعد جب وہ بدر اور بشیر کے ساتھ اپنی قیام گاہ کی طرف واپس آرہا تھا۔ تو بدر بن مغیرہ نے کہا۔ "مجھے یقین ہے۔ کہ غرناطہ میں رہ کر آپ مسلمانوں کے دلوں میں ایک نئی روح پھونک سکیں گے۔"

ابوداؤد نے مغموم لہجے میں جواب دیا۔ "میں اپنا فرض پورا کروں گا۔ لیکن لوگ ایک اجنبی کی باتوں پر زیادہ توجہ نہیں دیا کرتے۔"

بدر نے کہا۔ "نہیں اب وہ بیدار ہو چکے ہیں۔"

بشیر نے جھجکتے ہوئے کہا۔ "اگر آپ برا نہ مانیں۔ تو میں ایک سوال کرنے کی جرأت کروں گا۔"

ابوداؤد نے جواب دیا۔ "اگر آپ کا خیال ہے۔ کچھ پوچھتے ہوئے جھجکیں گے۔ تو مجھ پر یہ ظلم ہوگا۔"

بشیر نے کہا۔ "آپ کو خدا نے دین کے علم کی دولت سے مالا مال کیا ہے۔ اور آپ اتنے باعمل ہیں۔ کہ آپ رات کے وقت تہجد کے لیے بھی اٹھتے ہیں۔ اور آپ کی زبان میں جادو ہے۔ کہ میں ایک بات پر حیران ہوں۔ کہ ... آپ ..."

ابوداؤد نے اس کا فقرہ پورا کرتے ہوئے کہا۔ "آپ حیران ہیں۔ کہ ان سب باتوں کے باوجود میری اپنی بیوی اور بیٹا عیسائی مذہب پر قائم ہیں۔ یہی کہنا چاہتے

تھا آپ نے؟"

بشیر نے حیران ہو کر کہا "ہاں! میں یہی پوچھنا چاہتا ہوں مجھے یقین ہے۔ کہ آپ کے پاس اس کی کوئی وجہ معقول ہوگی۔"

"اس کی ایک وجہ ہے۔ لیکن میں یہ نہیں کہتا کہ وہ معقول ہے۔ اسکے متعلق آپ جیسے علماء کا فتوٰی زیادہ صحیح ہوگا۔ یہ میری دوسری بیوی ہے۔ پہلی بیوی ایک مسلمان تھی۔ اور اس کی لڑکی بھی مسلمان ہے لیکن میری یہ بیوی مرسیہ کے ایک عیسائی خاندان سے ہے اور اس کے ساتھ شادی سے قبل بھی مجھے اس بات کا علم تھا۔ کہ میں شادی کے بعد عیسائیوں کی سلطنت میں رہ کر اسے تبدیلی مذہب پر آمادہ نہیں کر سکتا۔ اسکے باوجود میں نے اس کے ساتھ اس لئے شادی کی۔ کہ میں عیسائیوں کی حکومت میں ایک آزاد خیال مسلمان سمجھا جاؤں۔ میں اپنی قوم کی مظلومیت اور ذلت برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ میں انہیں ایک انقلاب کے لئے آمادہ کرنا چاہتا تھا۔ میں نے عیسائی بیوی کو اپنے لئے ڈھال بنایا۔ آج تک میں نے اپنے مقاصد اس پر بھی ظاہر نہیں ہونے دیا۔ یہاں تک کہ وہ مجھے بھی اندلس کے ان ہزاروں مسلمانوں سے مختلف خیال نہیں کرتی جو مذہب سے بہت دور جا چکے ہیں۔ بلکہ اپنے ہم مذہبوں میں جا کر وہ کہتی ہے۔ کہ میں اسلام کی نسبت عیسائیت سے قریب تر ہوں۔"

"ان سب باتوں سے میں نے یہ فائدہ اٹھایا ہے کہ میں کئی شہروں میں مسلمانوں کی انقلابی جماعتیں تیار کر چکا ہوں۔ آپ حیران ہوں گے۔ کہ میں گزشتہ دس سال سے قرطبہ میں ہوں۔ بڑے بڑے عیسائی امراء کے گھروں تک میری رسائی ہے۔ لیکن آج تک کسی کو یہ علم نہیں ہو سکا۔ کہ میں انکی سلطنت کی جڑیں کھوکھلی کر رہا ہوں۔ آپکو میرے طریق کار پر نکتہ چینی کا حق ہے۔ لیکن میری نیت خدا کو معلوم ہے۔ اس عورت کے ساتھ شادی کرنے سے قبل میں یہ محسوس کرتا تھا۔ کہ حکومت کے جاسوس ہر وقت

میرے پیچھے لگے رہتے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ شادی کرنیکے بعد میری مشکلات بہت کم ہوگئیں۔ اور جو کچھ میں نے گزشتہ بیس برس میں کیا ہے۔ اسکا نتیجہ اس وقت ظاہر ہوگا جب ابو الحسن یا اس کے بعد غرناطہ کا کوئی اور تاجدار عیسائیوں کے خلاف اعلان جہاد کریگا۔ اب آپ شاید میرے وہاں سے فرار ہونے کی وجہ پوچھنا چاہتے ہیں وہاں اس لئے نہیں بھاگا۔ کہ حکومت کو میری سازشوں کا علم ہوگیا ہے۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے۔ کہ قسطلہ کے شاہی گھرانے کا ایک نوجوان میری لڑکی کے ساتھ شادی کرنا چاہتا تھا۔ انہوں نے میری بیوی کو اس بات پر آمادہ کر لیا تھا۔ اور میرے گزشتہ طرز عمل کے باعث میری بیوی کو یہ یقین تھا۔ کہ میں ایک عیسائی نوجوان کے ساتھ اپنی لڑکی کی شادی کی مخالفت نہیں کروں گا۔ لیکن مجھے جب اس بات کا علم ہوا۔ تو آپ میری حالت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ اس سے قبل میں یہ سوچا کرتا تھا۔ کہ یہاں اپنا پورا کام کرنے کے بعد میں غرناطہ چلا جاؤں گا۔ اور اپنی عیسائی لڑکی اور بیوی کو مسلمان کر لوں گا۔ اب مجھے احساس ہوا۔ کہ پانی سر سے گزر رہا ہے۔ میں نے اس رشتہ کی مخالفت کی۔ تو مجھے فرڈیننڈ کا حکم پہنچ گیا۔ اب میرے لئے ایک ہی راستہ تھا۔ کہ میں فوراً ہجرت کر دوں۔ لیکن مجھے یہ ڈر تھا۔ کہ انہیں یہ معلوم ہوگیا۔ کہ میں ہجرت کر کے غرناطہ جا رہا ہوں۔ تو میری بیوی شاید اپنی مرضی سے میرا ساتھ نہ دے۔ اور لڑکی جو اس شادی پر رضامند نہ تھی مجھ سے زبردستی چھین لی جائے گی۔"

بشیر نے کہا۔ "تو لڑکی شاہی گھرانے کے نوجوان کے ساتھ شادی کرنے پر رضامند نہ تھی؟"

"نہیں۔ اس کی ایک آنکھ تیر لگنے سے ضائع ہو چکی تھی۔"

عبد ربن مغیرہ نے سوال کیا۔ "تو آپ یہاں تک کیسے پہنچے؟"

میں نے تدبر سے کام لیتے ہوئے اس شادی کی مخالفت ترک کر دی۔ اور اپنے

ایک دوست سے خط لکھوایا اور اپنے گھر بھجوانے کیلئے اسی کے نوکر کی خدمات حاصل کیں۔
اس نے میری ہر بات پر عمل کرتے ہوئے رات کے وقت وہ خط جس میں میں نے یہ لکھوایا
تھا۔ کہ اینجلا کا نانا قریب المرگ ہے۔ اور وہ اپنی بیٹی اور نواسی کو دیکھے بغیر اس جہان فانی
سے رخصت نہیں ہونا چاہتا۔ ہمارے گھر پہنچا دیا۔ ایسی خبریں سننے کے بعد عورتیں عام
طور پر تفصیلات میں نہیں جاتیں۔ اور اس خط میں چونکہ وراثت کی تقسیم کا بھی کچھ
ذکر تھا۔ میری بیوی فوراً مرسیہ کے سفر کے لئے تیار ہو گئی اس کا ارادہ پختہ کرنے کی نیت
سے یہ کہنا شروع کر دیا۔ کہ اس موسم میں سفر ٹھیک نہیں۔ برسات شروع ہونے والی
ہے۔ سڑکیں خراب ہوں گی۔ لیکن میری بیوی اپنے باپ کو دیکھنے سے زیادہ وراثت کی
تقسیم کے متعلق اس کی وصیت سننے کے لئے بے قرار تھی۔ اور اینجلا کو اس شادی سے نفرت
تھی نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ہم نے علی الصباح جانے کا فیصلہ کر لیا۔ ربیکہ کو میں پہلے ہی سمجھا چکا تھا
چنانچہ اس نے بھی یہ کہہ دیا کہ وہ اپنی سوتیلی والدہ کے باپ کی تیمارداری کے لئے ضرور
جائے گی۔ لیکن ہمیں ایک اور تکلیف پیش آئی۔ رات کے وقت ہم کھانا کھانے بیٹھے۔
تو وہ کانا بھی آ گیا۔ جب اسے یہ معلوم ہوا۔ کہ ہم علی الصباح مرسیہ جانے والے ہیں تو وہ
بھی ہمارے ساتھ تیار ہو گیا۔ میں نے مخالفت کی۔ لیکن میری بیوی نے اس کی طرفداری
کرتے ہوئے کہا۔ کہ اس کی بدولت ہمارا سفر بہت آسان ہو جائے گا۔ میں نے مجبوراً
ہتھیار ڈال دیے۔

علی الصباح جب ہم بگھی پر سوار ہو رہے تھے۔ وہ گھوڑا بھگاتا ہوا آیا۔ اور ہمیں یہ
خبر دی۔ کہ وہ راستے کی چوکیوں کو ہمارے سفر کے لئے گھوڑے تیار رکھنے کی اطلاع بھجوا
چکا ہے۔ راستے میں اس کی بدولت ہمیں کوئی تکلیف نہ ہوئی۔ لیکن جوں جوں مرسیہ
قریب آ رہا تھا۔ میری پریشانی میں اضافہ ہو رہا تھا۔ اس کا گھوڑا ہر وقت ہماری بگھی
کے آگے یا پیچھے رہتا تھا۔

بگھی کا کوچوان میرا پرانا نوکر تھا اور اسے میرے ارادے کا علم تھا۔ اس نے مجھے مشورہ دیا۔ کہ اس شخص سے جان چھڑائے بغیر ہمارا غرناطہ پہنچنا ناممکن ہے۔ چنانچہ میں ایک تلخ فیصلہ کرنے پر مجبور ہو گیا۔ ایک دن دوپہر کو جب میرا بگھی میں روز بیٹھے اونگھتے اینجلا کی گود میں سر رکھ کر سو گئی۔ تو میں نے اینجلا سے کہا۔ "اینجلا! تمہیں معلوم ہے کہ میں تمہیں کہاں لے جا رہا ہوں؟"

اس نے جواب دیا۔ "آپ ہمیں مرسیہ لئے جا رہے ہیں، اور کہاں؟"

میں نے جواب دیا۔ "میں تمہیں اس شخص سے بچانا چاہتا ہوں۔ اور اس مقصد کے لئے میں مرسیہ کی بجائے غرناطہ جا رہا ہوں۔"

اس نے آنکھوں میں آنسو بھرتے ہوئے کہا۔ "ابا جان! اس کے ساتھ شادی کرنے کی بجائے میں موت کو ترجیح دوں گی۔ میں اس سے بچنے کے لئے ہر جگہ جانے کے لئے تیار ہوں۔"

میں نے کہا۔ "یہاں سے تھوڑی دور آگے غرناطہ کی سڑک اس سڑک سے الگ ہوتی ہے۔ لیکن یہ ایک کتے کی طرح ہمارا پیچھا کر رہا ہے۔ اگر ہم نے راستہ بدلا۔ تو اگلی چوکی سے ہمیں روک لے گا۔ اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کا صرف ایک راستہ ہے۔"

اینجلا نے سوچ کر کہا۔ "ابا جان! وہ اس وقت ہمارے پیچھے ہے۔ آپ کے پاس کمان ہے۔ اور آپ تیر چلانا جانتے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "لیکن مجھے تمہاری ماں کا ڈر ہے۔"

اس نے کہا۔ "امی جان سو رہی ہیں۔ آپ ہمت کیجئے۔"

میں نے پچھلی کھڑکی سے جھانک کر دیکھا۔ وہ کوئی پچاس گز دور تھا۔ اور ایک فحش گیت گاتا چلا آ رہا تھا۔ میں نے کوچوان کو بگھی کی رفتار کم کرنے کا حکم دیا۔

جب ہمارے درمیان بہت تھوڑا فاصلہ رہ گیا۔ تو میں نے تیر چلا دیا۔ اور ساتھ ہی کوچوان کو گھوڑے تیز کرنے کی ہدایت کی۔ وہ تیر کھا کر گھوڑے سے گر پڑا تاہم مجھے ڈر تھا۔ کہ اگر وہ زندہ رہا۔ تو فوراً سارے اندلس میں ہماری تلاش شروع ہو جائے گی اس لئے میں نے پوری رفتار کے ساتھ اپنا سفر جاری رکھا۔ جب میریا کی آنکھ کھلی۔ تو اسے ہم نے یہ بتا دیا کہ وہ آگے جا چکا ہے۔ اور اس کے بعد ہم نے اسے یہ معلوم نہیں ہونے دیا۔ کہ ہم راستہ بدل چکے ہیں۔ لیکن سرحد کی آخری چوکی عبور کرتے ہی مجھے اپنے پیچھے چند سوار دکھائی دیئے۔ مجھے ان کی رفتار سے شک ہوا۔ اور میں نے کوچوان کو بگھی تیز کرنے کا حکم دیا۔ بارش کی وجہ سے سڑک بہت خراب تھی بہرحال خدا کا شکر ہے کہ ہماری بگھی اس وقت ٹوٹی۔ جب آپ ہماری مدد کے لئے پہنچ چکے تھے۔ ہمیں سرحد تک پہنچنے کا موقع غالباً اس لئے ملا۔ کہ پہلے ہماری تلاش مرسیہ کی سڑک پر ہوئی ہو گی۔ اور وہاں ہمارا سراغ نہ ملنے پر انہوں نے غرناطہ کی سڑک کی طرف توجہ کی ہو گی۔ یہ سب آپ کے اس سوال کا جواب ہے۔ کہ میں نے انجلا اور میریا کو ابھی تک مسلمان کیوں نہیں بنایا؟ اب آپ سے میں ایک سوال پوچھتا ہوں۔

بدر نے کہا۔ اب آپ کو ہر سوال پوچھنے کا حق ہے"

ابوداؤد نے کہا" آپ کا علاقہ ہمارے راستے سے کافی دور ہے۔ اگرچہ عقاب کی پرواز کی حدود معین نہیں ہوتیں۔ لیکن آپ ہماری مدد کیلئے وہاں اس طرح پہنچے جیسے پہلے ہی وہاں تیار کھڑے تھے"

بدر بن مغیرہ نے جواب دیا" بات یہ ہے۔ کہ کچھ عرصہ سے غرناطہ کی حکومت کیساتھ ہمارے تعلقات بہت حد تک دوستانہ ہیں۔ انہوں نے سرحد کے کچھ علاقے کی حفاظت میرے سپرد کر رکھی ہے۔ اور کبھی کبھی ان کی چوکیوں کا معائنہ کرنے کے لئے جانا پڑتا ہے۔ اس دن

بھی میں یہ دیکھنے کے لئے نکلا تھا۔ کہ بارش کی وجہ سے سپاہی اپنے اپنے گوشوں میں دبک کر بیٹھے ہوئے ہیں یا اپنے پہروں پر موجود ہیں۔ راستے میں مجھے آپ مل گئے۔ میری اصلی قیام گاہ یہاں سے بہت دور ہے۔ یہ قلعہ جسے آپ نے رونق بخشی ہے۔ ہمارے قلعے کے سرے پر ہے۔"

ابوداؤد نے کہا "سرحد کی ذمہ داری جس شخص نے بھی آپ کو سونپی ہے۔ میں اس کی نگاہ انتخاب کی داد دیتا ہوں۔ اور غرناطہ اگر اپنی تمام سرحدوں کی حفاظت کی ذمہ داری آپ کو سونپ دے۔ تو یہ اس کی خوش قسمتی ہو گی۔"

"نہیں نہیں میں اتنی بڑی ذمہ داری سنبھالنے کے قابل نہیں۔"

ابوداؤد نے کہا "غرناطہ میں میری کسی کے ساتھ واقفیت نہیں۔ اگر آپ مجھے جانے سے پہلے دو چار مخلص آدمیوں کے نام بتا دیں۔ تو یہ میری خوش قسمتی ہو گی۔"

بدر بن مغیرہ نے کہا "میں ایک ایسے آدمی کو خط لکھ دوں گا جس کی بدولت آپ ہمارے غرناطہ سے واقف ہو جائیں گے۔ لیکن میرے خیال میں آپ کو کافی دن یہاں ٹھیرنا پڑے گا۔ کیوں بشیر! ان کی صاحبزادی کب تک چلنے پھرنے کے قابل ہو جائیں گی؟"

بشیر نے جواب دیا "انشاء اللہ ایک ہفتے میں وہ بالکل تندرست ہو جائیں گی۔"

(۳)

یہ قلعہ جس میں ابوداؤد، بدر بن مغیرہ کے ایک مہمان کی حیثیت سے ٹھیرا ہوا تھا۔ اپنے محل وقوع کے اعتبار سے بیرونی حملے سے محفوظ نہ تھا۔ اس کی فصیل بھی اس قدر مضبوط نہ تھی۔ کہ باہر سے کسی بڑے حملے کی روک تھام کر سکے۔ الزغل کے ساتھ ملاقات کے بعد بدر بن مغیرہ غرناطہ کی سرحد کی دفاعی چوکیوں کا معائنہ کرنے کیلئے کبھی کبھی ٹھیرا کرتا تھا۔ یہ قلعہ غرناطہ کی حدود میں تھا۔ اور قسطلہ اور غرناطہ نے چونکہ ابھی ایک دوسرے

کے خلاف اعلانِ جنگ نہیں کیا تھا۔ پھر بھی اُنہوں نے کسی فوری حملے کا خطرہ محسوس نہ کرتے ہوئے اس کی حفاظت کے لئے بہت تھوڑے سپاہی رکھے تھے۔ تاہم قسطلہ کی سرحد کے آس پاس اُس کے جاسوس اور پہریدار ہر وقت چوکس رہتے۔ ابوداؤد کی آمد کے بعد اُس نے پہریداروں کی تعداد میں کچھ اضافہ کر دیا تھا۔ عام طور پر وہ سرحدی استحکامات دیکھنے اور سرحدی چوکیوں کے افسروں کو ہدایت دینے کے لئے دو چار دن اس قلعہ میں ٹھہر کر جنگل میں اپنے مستقر کو لوٹ جایا کرتا تھا۔ اور وہاں غرناطہ سے آنے والے نئے سپاہیوں اور افسروں کو تربیت دیا کرتا تھا۔ لیکن ابوداؤد کی وجہ سے اُسے اپنی مرضی کے خلاف یہاں رکنا پڑا۔ تاہم وہ دوسرے یا تیسرے دن وہاں حاضر رہتا۔ اور اپنے جانبازوں کو ضروری ہدایات دینے کے بعد واپس آ جاتا۔ اگرچہ ابوداؤد نے اپنا سرگذشت افسانہ سنا کر کسی حد تک اس کا اعتماد حاصل کر لیا تھا۔ پھر بھی وہ القزمل یا الاؤلی کی تحریر دیکھے بغیر کسی اجنبی کو اپنے علاقہ میں داخل ہونے کی اجازت دینے کا روادار نہ تھا یہی وجہ تھی۔ کہ رتیجہ کو علاج کے لئے اپنے مستقر لے جانے کی بجائے اُس نے بشیر بن حسن کو جنگل سے اس جگہ بلا لیا تھا۔

ایک ایسے باپ کے سوا جو اس کی ماں کی موت سے ایک سال بعد ایک نصرانی خاندان کی لڑکی کے ساتھ شادی کر چکا تھا۔ رتیجہ کا اس دنیا میں اور کوئی عزیز نہ تھا۔ جب اس نے ہوش سنبھالا۔ تو اسے بتایا گیا۔ کہ اپنی ماں کی وفات کے وقت اس کی عمر ایک سال سے بھی کم تھی۔ اس نے اپنی عمر کے ابتدائی تیرہ برس کا زیادہ حصہ طلیطلہ میں اپنے ماموں کے یہاں گذارا۔ لیکن عیسائیوں کے بڑھتے ہوئے مظالم نے دوسرے لوگوں کی طرح اس کے ماموں کے خاندان کے بہت سے لوگوں کو قسطلہ سے غرناطہ ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا۔ رتیجہ کا ماموں اسے اپنے ساتھ لے جانا چاہتا تھا۔ لیکن ابوداؤد کے سامنے اس کی پیش نہ گئی۔ اور رتیجہ کو اپنے باپ کے ساتھ قسطلہ آنا پڑا۔ قسطلہ میں

ربیعہ کے لئے اپنے باپ کے گھر کا ماحول بالکل نیا تھا اسکی سوتیلی ماں اور بہن عیسائی مذہب کی پابند تھیں۔ اس کے باپ کو عزت اور شہرت کی ہوس نے اپنے اسلاف کے دین سے بہت دور پھینک دیا تھا۔ قسطلہ کے عیسائی اسے ایک آزاد خیال مسلمان کے نام سے یاد کرتے تھے۔ وہ عیسائیوں کی محفل میں انجیل اور مسلمانوں کی مجلسوں میں قرآن پڑھتا اور نہایت عالمانہ تقریریں کرتا۔ اعلیٰ طبقہ کے عیسائی راہبوں کو یہ علم تھا کہ وہ ایک مسلمان کے بھیس میں فرزندان توحید کا بدترین دشمن ہے۔ اس لئے وہ دوسرے مسلمانوں کی طرح اس کا مذہب تبدیل کرنے پر مصر نہ ہوئے۔

بعض دور اندیش مسلمان اس پر شک کرتے تھے۔ لیکن عوام کی اکثریت کو وہ یقین دلا چکا تھا کہ بادشاہ کے دربار اور عیسائیوں کے گرجوں میں جا کر وہ جو کچھ مسلمانوں کے لئے کر رہا ہے۔ وہ مسجد میں بیٹھ کر نہیں کر سکتا۔ وہ مختلف شہروں میں جاتا اور حریت پسند مسلمانوں کی خفیہ جماعتیں تیار کرتا۔ اور ان شہروں کے شوریدہ سر مسلمانوں کے ساتھ اچھی طرح متعارف ہونے کے بعد وہ وہاں کے عیسائی حکام کو باخبر کر کے غائب ہو جاتا۔ عیسائی حکام انہیں ایک ایک کر کے پکڑ لیتے اور ان پر مقدمہ چلائے بغیر انہیں موت کے گھاٹ اتار دیتے۔ ان خدمات کے صلہ میں ابوداؤد فرڈیننڈ سے سنہری تمغہ اور قسطلہ کے لارڈ بشپ سے چاندی کی صلیب حاصل کر چکا تھا۔

ربیعہ عادات اور خصائل میں اپنے باپ کی عین ضد تھی۔ اور اس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ اسکے بچپن کے تیرہ برس اپنے ماموں کے یہاں گزرے تھے ماموں کے گھر کی تعلیم نے اسے اسلام سے محبت کرنا سکھایا تھا۔ اور مسلمانوں کی موجودہ بیکسی اور مظلومیت کے احساس نے اس کے دل میں قسطلہ کے

عیسائی حکومت کے خلاف نفرت کا ایک جذبہ پیدا کر دیا تھا۔ بچپن کے احساسات پختہ نہیں ہوتے۔ لیکن ربیعہ کو اپنے باپ کے گھر کا تلخ ماحول ہمیشہ ماموں کے گھر کا . . . . ماحول یاد دلاتا رہا۔ اور اس یاد کے ساتھ بچپن کی جو دلچسپیاں وابستہ تھیں۔ وہ اس کی اداس اور غمگین زندگی کا جزو بنی رہیں۔ جب اسکی سوتیلی بہن انجلا کو شہر کا ایک پادری انجیل پڑھانے آیا کرتا تھا۔ اور جب انجلا کی ماں اسے یہ سمجھاتی کہ تم بھی اپنی سوتیلی بہن کے ساتھ انجیل پڑھا کرو۔ تو وہ اسکی نصیحت پر عمل کرنے کے بجائے دوسرے کمرے میں قرآن لے کر بیٹھ جاتی۔

انجلا ہر اتوار اپنی ماں کے ساتھ گرجے میں جاتی اور ربیعہ اپنے ایک مسلمان ہمسایہ کی بیوی کے پاس چلی جاتی جو اس کی ماں کی سہیلی رہ چکی تھی۔

دوران قسطالہ میں رہنے کے بعد اسے پتہ چلا کہ اسکا ماموں اور اسکے خاندان کے چند افراد غرناطہ کو چھوڑ کر مراکش چلے گئے ہیں۔ اس خبر سے پہلے وہ اپنے دل کو تسلی دیا کرتی تھی۔ کہ قدرت اسے کبھی نہ کبھی غرناطہ جانے کا موقع دے گی۔ اور طلیطلہ سے بچھڑے ہوئے عزیزوں کو دیکھ سکے گی۔ وہ خدا سے دعا بھی کیا کرتی تھی۔ لیکن جب اسے پتہ چلا کہ وہ مراکش جا چکے ہیں۔ تو اس کا دل ٹوٹ گیا۔ اور وہ کئی دن تک چھپ چھپ کر آنسو بہاتی رہی۔

ابوداؤد کو اپنی تمام برائیوں کے باوجود ربیعہ کے ساتھ بے حد محبت تھی مریا کو اکثر یہ شکایت رہتی۔ کہ وہ انجلا سے زیادہ اسے چاہتا ہے۔ اور وہ ان شکایات کے جواب میں یہ کہہ کر خاموش ہو جاتا۔ کہ تمہاری موجودگی میں انجلا کو میری محبت کی ضرورت نہیں۔ لیکن ربیعہ کا اس دنیا میں میرے سوا کوئی نہیں۔ مریا ایک تند مزاج عورت تھی اور ربیعہ کو اس نے اپنے طرز عمل سے نفرت کرنا سکھا دیا تھا۔ انجلا کو غرور اور بخل اپنی ماں سے ورثہ میں ملا تھا لیکن اسکے پہلو میں ایک ایسا دل تھا کہ وہ اپنی ماں کی

طرح ربیعہ کی محبت کا جواب حقارت سے نہ دے سکی۔ بلکہ بعض اوقات جب وہ محسوس کرتی۔ کہ اس کی ماں کی طرف سے کوئی زیادتی ہوئی ہے۔ تو وہ ربیعہ کی طرف داری کرتی لیکن مذہب کے معاملہ میں وہ اپنی ماں کی طرح متعصب تھی۔ ربیعہ انکے ساتھ مذہبی بحث میں الجھنے سے پرہیز کرتی۔ لیکن پھر بھی اس کیلئے میریا اور اینجلا کی بعض باتیں ناقابل برداشت ہوتیں۔ اور ان کے ساتھ جھگڑنے پر مجبور ہو جاتی۔ ان جھگڑوں میں عموماً زیادہ جذبات سے کام لیا جاتا۔ میریا اور اینجلا اسے فرڈی نینڈ کی شان و شوکت اور روما کے عیسائی حکمرانوں کے جاہ و جلال سے مرعوب کرنیکی کوشش کرتیں۔ اور وہ اسکے جواب میں انہیں طارق، موسیٰ، عبدالرحمٰن اعظم، یوسف بن تاشفین کی فتوحات کی داستانیں سنائی۔

میریا اور اینجلا یہ کہتیں۔ کہ انکے فلاں راہب کو بشارت ہوئی ہے۔ کہ مسلمانوں کو اندلس سے نکالنے کے لئے خدا نے فرڈی نینڈ کو انتخاب کیا ہے۔ اور وہ جواب میں یہ کہتی۔ کہ میں نے خواب دیکھا میں ابو الحسن کو قسطلہ پر اسلام کا جھنڈا لہراتے ہوئے دیکھا ہے مغیرہ کے قتل کی خبر سن کر قسطلہ کے عیسائیوں کی طرح میریا اور اینجلا نے بھی خوشی منائی۔ لیکن ربیعہ کو اس قدر صدمہ ہوا۔ کہ اس نے تین دن تک کسی سے بات نہ کی۔ اس کے بعد سرحدی عقاب کے ہاتھوں کاؤنٹ سینٹ یاگو کی شکست کی خبر سن کر جس قدر ربیعہ خوش تھی۔ اسی قدر اس کی سوتیلی ماں اور بہن مغموم تھیں۔

اس کے بعد ان کے گھر میں مذہب کے نام پر جو جھگڑا شروع ہوتا۔ اس میں کسی نہ کسی طرح سرحدی عقاب کا ذکر ضرور آجاتا۔ میریا اور اینجلا جس قدر اس کے نام سے چڑتیں۔ ربیعہ اسی قدر اس کے بہادرانہ کارناموں کو بڑھا چڑھا کر پیش کرتی۔ رات کے وقت جب اینجلا اور میریا مریم کے مجسمے کے سامنے دو زانو ہو کر عیسائیوں کی فتح کے لئے دعا مانگتیں۔ تو ربیعہ الگ کمرے میں نماز کے بعد سرحدی عقاب کی فتح کے لئے

دہ کیا کرتی۔ میری ماں نے ابوداؤد سے شکایت کی کہ ربیعہ ہمارے بادشاہ کے دشمن کو اچھا سمجھتی ہے۔ اور ابوداؤد نے مجھے اسے ڈانٹ ڈپٹ کے بعد سمجھایا " ربیعہ! اگر تم یہ نہیں چاہتیں کہ حکومت ہمیں باغی قرار دے کر پھانسی پر لٹکا دے۔ تو خدا کیلئے سرحدی عقاب کے متعلق اپنے جذبات ظاہر کرنے میں احتیاط سے کام لیا کرو۔ میں تمہیں اپنے ماں کے مذہب پر چلنے سے منع نہیں کرتا۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں۔ کہ جو عزت فرڈیننڈ کے دربار میں حاصل کی ہے۔ وہ فقط تمہاری وجہ سے کھو بیٹھوں۔ سرحدی عقاب ایک باغی ہے۔ اور وقت آنے پر فرڈیننڈ کی افواج اسے کچل کر رکھ دیں گی"!

ربیعہ کو پہلی بار احساس ہوا۔ کہ اس کا باپ اپنے علم و فضل کے باوجود ان لوگوں سے مختلف نہیں۔ جنہوں نے اندلس کے مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ سے مایوس ہو کر مستقبل کی تمام توقعات اپنے عیسائی آقاؤں کے ساتھ وابستہ کر دی ہیں۔

اس کے بعد وہ اپنے باپ کی سرگرمیوں کا زیادہ گہری نظر کے ساتھ مطالعہ کرنے لگی۔ آہستہ آہستہ اسے یہ محسوس ہونے لگا۔ کہ گھر سے اس کے باپ کے اکثر غیر حاضر رہنے کا باعث سیر و سیاحت کا شوق نہیں۔ بلکہ وہ در پردہ فرڈیننڈ کی اہم خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ اسے اپنی تنہائی اور اجنبیت کا احساس ہونے لگا۔ اور عمر کے ساتھ اس کا یہ احساس ترقی کرتا گیا۔ مسلمانوں کے روشن مستقبل کا تصور کرتے ہوئے جو ولولے اس کے دل میں پیدا ہوا کرتے تھے۔ وہ مٹتے چلے گئے اس پر ایک ذہنی جمود طاری ہونے لگا۔ زندگی اس کے لئے صبح و شام کے ایک نہ ٹوٹنے والے تسلسل کا نام رہ گیا۔

لیکن جب اسے یہ معلوم ہوا۔ کہ وہ ابوداؤد کے ساتھ غرناطہ جا رہی ہے۔ تو اس کے دل میں سوئے ہوئے ہنگامے اچانک بیدار ہو گئے اسے ابوداؤد کے مقاصد کا صحیح

علم نہ تھا۔ تاہم وہ سفر کی ہر نئی منزل پر اپنے دل کی دھڑکنوں میں ایک اضافہ محسوس کرتی رہی۔ غرناطہ کے مختلف مناظر اس کی آنکھوں کے سامنے پھرتے رہے اس دوران میں کئی بار سرحدی عقاب کا ذکر آیا۔ میریا اس سے بہت خائف تھی۔ اور وہ ابو داؤد کے احتجاج کے باوجود ہر نئی چوکی پر پہنچ کر یہ سوال کرتی "ہمارے راستے میں سرحدی عقاب کے حملے کا خطرہ تو نہیں؟" چوکی کے افسر اُسے تسلی دینے کی کوشش کرتے لیکن وہ اگلی چوکی پر پہنچ کر پھر یہ سوال پوچھ لیتی۔

ایک دفعہ جب وہ راستے کی ایک سرائے کے مالک سے اسی قسم کے سوالات پوچھ رہی تھی۔ تو ابو داؤد نے سرائے کے مالک سے مخاطب ہو کر کہا "تم اسے یہ کیوں نہیں بتاتے۔ کہ سرحدی عقاب عورتوں پر ہاتھ نہیں اٹھاتا" رتبیعہ لوگوں کی زبانی اپنی سوتیلی ماں کا جواب دلچسپی سے سنتی اور اس کا تصوّر اسے غرناطہ کے خوبصورت شہر سے ان پہاڑوں اور جنگلوں کی طرف لے کر جاتا۔ جہاں کسی پر اسرار مجاہد نے چند برس قبل کاونٹ سینٹ یاگو کو عبرت ناک شکست دی تھی۔ اور اسے اپنے باپ کے اس دعویٰ پر افسوس ہوتا کہ ان کا راستہ سرحدی عقاب کے پرواز کی زد سے دور ہے۔"

(۴)

(وراب وہ سرحدی عقاب کی پناہ میں تھی۔ قسطلہ میں اسکے متعلق جو باتیں مشہور تھیں۔ ان سے اس نے یہ رائے قائم کی تھی۔ کہ وہ ایک بڑی عمر کا ہیبت ناک انسان ہو گا۔ لیکن وہ اس سے کہیں مختلف تھا۔ اس کی نگاہوں سے نہو رسے زیادہ محبت اور شفقت برستی تھی۔ اس کی مردانہ وجاہت میں کچھ ایسی جاذبیت تھی۔ کہ رتبیعہ لے اگر اس کی شجاعت کے افسانے نہ بھی سنے ہوتے۔ تو وہ ایک ہی نظر دیکھ کر متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتی۔

اپنی قوم کے اولوالعزم مخلوق کو ایک نظر دیکھ لینا ہی ربیعہ کے لئے زندگی کا سب سے بڑا انعام تھا۔ لیکن جب ہم کو یہ معلوم ہوا۔ کہ وہ نقاب پوش جس نے اپنی جان خطرے میں ڈال کر اس کی جان رد کی تھی۔ سرحدی عقاب کے سوا اور کوئی نہ تھا۔ اور جب اینجلا نے اسے یہ بتلایا۔ کہ وہ اسے بے ہوشی کی حالت میں اپنے گھوڑے پر ڈال کر اس قلعے میں لے آیا تھا۔ تو اسے کائنات کے اس وسیع نظام میں پہلی بار اپنی اہمیت کا احساس ہوا۔

جب تک ربیعہ کی حالت کچھ تشویش رہی، وہ صبح شام اس کی تیمارداری کے لئے آتا رہا۔ لیکن جب وہ تندرست ہونے لگی۔ اس نے اس کمرے میں آنا جانا بہت کم کر دیا۔

بشیر بن حسن اس کی مرہم پٹی کے لئے دن میں دو بار ضرور آتا۔ اینجلا اس نوجوان اور خوش وضع طبیب کے پاؤں کی آہٹ کی منتظر رہتی۔ اور بھاگ کر اس کے لئے دروازہ کھولتی۔ اور جب وہ ربیعہ کی طرف متوجہ ہوتا۔ تو وہ ربیعہ کے قریب بیٹھ کر مختلف بہانوں سے اسے اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کرتی۔

وہ سوال کرتی "میری بہن کب تک سفر کے قابل ہو جائے گی؟"۔

وہ بے پروائی سے جواب دیتا "بہت جلد"

"اباجان کہتے ہیں۔ آپ جس مریض کو ہاتھ لگا دیں۔ اسے شفا ہو جاتی ہے لیکن اس دن بگھی سے گرنے کے بعد میرے دانت ابھی تک درد کرتے ہیں"

"تمہیں وہم ہے۔ تمہارے دانت بالکل ٹھیک ہیں۔"

"نہیں نہیں مجھے وہم نہیں۔ میں تکلیف کی وجہ سے گزشتہ رات سو نہیں سکی"

اور ربیعہ کمرے کے دوسرے گوشے سے کہتی "آپ اچھی طرح دیکھئے۔ رات واقعی درد سے کراہ رہی تھی"

"بہت اچھا میں دیکھتا ہوں"
بشیر بن حسن ربیعہ کی مرہم پٹی سے فارغ ہو کر اینجلا کی طرف متوجہ ہوتا اور اس کے دانتوں کا معائنہ کرنے کے بعد سوچ میں پڑ جاتا۔ پھر اس کی ماں سے سوال کرتا۔
"کیا اسے پہلے بھی کبھی دانتوں کا درد ہوا ہے؟"
میریا جواب دیتی: "نہیں"
وہ پھر سوچ میں پڑ جاتا۔ اور اینجلا دوسری طرف منہ پھیر کر اپنی ہنسی ضبط کرنے کی کوشش کرتی۔ بشیر بن حسن یہ کہتا: "ہو سکتا ہے۔ کہ دانت کی جڑ میں کوئی خرابی ہو۔ لیکن بظاہر اس کے سوا کوئی آثار نہیں۔ خیر! میں ایک نئی دوائی دیتا ہوں اسے مسوڑھوں پر اچھی طرح ملو"
وہ نئی دوائی دے کر چلا جاتا۔ اور اینجلا اپنی ماں کی غلط فہمی دور کرنے کیلئے دوائی لیکر باہر کی طرف کھلنے والے دریچے کے سامنے کھڑی ہو جاتی اور دوائی کو دانتوں میں لگائے بغیر انگلی سے مسوڑھوں کی مالش کرتے ہوئے تھوکنا شروع کر دیتی۔ بعض اوقات وہ مسوڑھے کو دبا کر تھوک کے ساتھ ساتھ تھوڑا سا خون بھی نکال دیتی۔ اور اس کی ماں یہ کہتی: "بیٹی! وہ کتنا اچھا طبیب کیوں نہ ہو۔ لیکن مذہبی تعصب سے پاک نہیں ہو سکتا"
اینجلا فوراً ہی کہتی۔ نہیں نہیں۔ امی جان! مجھے انکی دوائی سے بہت آرام ہے"
جب میریا ادھر ادھر ہوتی۔ اینجلا دل کھول کر ہنستی۔ ربیعہ اسے ملامت کرتی تو وہ سنجیدہ ہو کر کہتی: "ربیعہ! تم میری بہن! تم برا نہ مانو۔ میں آئندہ ایسا نہیں کروں گی۔ لیکن نہ جانے اسے دیکھ کر مجھے شرارت کیوں سوجھتی ہے میں محسوس کرتی ہوں۔ کہ میں خود احمق بن رہی ہوں۔ لیکن بعض حماقتیں بہت دلچسپ ہوتی ہیں۔ جب میرے دانت دیکھنے کے بعد وہ پریشان سا ہو کر سوچ میں پڑ جاتا ہے۔ تو میرا جی چاہتا ہے

کہ میں قہقہہ مار کر ہنسوں اور وہ بھی ہنس پڑے۔"
ربیعہ پریشان ہو کر کہتی "انجلا پگلی نہ بنو۔ اس کی دنیا تمہاری دنیا سے بہت مختلف ہے۔ وہ ایک بہت بڑا آدمی ہے۔ تمہیں اسکی عظمت کا لحاظ رکھنا چاہیئے۔"
انجلا ایک کھلا کھلا قہقہہ لگاتے ہوئے کہتی "ربیعہ! تم خواہ مخواہ پریشان ہو جاتی ہو۔ میری بات پر یقین کرو۔ یہ صرف ایک مذاق تھا۔"
ایک شام ابوداؤد کی موجودگی میں بشیر ربیعہ کی مرہم پٹی کر رہا تھا میریا نے کہا۔
"انجلا کو گزشتہ رات بھی نیند نہیں آئی۔ آپ اس کے دانت توجہ سے دیکھیں۔"
ابوداؤد نے اپنی بیوی کی تائید کی۔ بشیر نے کہا "آج میں ایک نہایت مجرب دوائی لایا ہوں۔ انشاءاللہ تین دن یہ دوائی پینے کے بعد آپ کی بیٹی کی تکلیف جاتی رہے گی۔" یہ کہتے ہوئے بشیر نے ایک شیشی سے دوائی کا ایک گھونٹ ایک پیالی میں ڈال کر انجلا کو پیش کرتے ہوئے کہا "اسے پی لو۔"
"پینے کی دوائی؟" اس نے حیران ہو کر سوال کیا۔
اس نے اپنی مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے جواب دیا "ہاں! یہ دوائی پینے سے دانتوں کی تکلیف فوراً جاتی رہے گی۔"
انجلا نے جھجکتے ہوئے پیالی منہ سے لگائی۔ لیکن دوائی چکھتے ہی فوراً تھوکنے کے بعد چلا اٹھی "یہ بہت کڑوی ہے۔ میں نہیں پیوں گی۔"
بشیر نے اٹھ کر ڈانٹتے ہوئے کہا "تمہیں پینا پڑے گی۔"
اس نے بشیر کی غیر متوقع ڈانٹ سے مرعوب ہو کر کہا "لیکن مجھے قے آ جائے گی۔"
بشیر نے جواب دیا "تو میں اور دوائی دے دوں گا۔ میرے پاس یہ دوائی بہت ہے۔"
انجلا نے بچیانہ انداز میں کہا "تو میں پی لوں؟"

ابوداؤد نے کہا: "ہاں بیٹی پی لو۔ تمہارا فائدہ ہے اس میں"
اینجلا نے بدستور بشیر کی طرف دیکھتے ہوئے سوال کیا: "کوئی نقصان تو نہیں ہوگا اس سے؟"

ابوداؤد نے برہم ہوکر کہا: "بشیر بن حسن کی دوائی سے نقصان؟ اینجلا تم بالکل نادان ہو"

اینجلا نے ایک لمحہ کے تذبذب کے بعد ناقابل برداشت حد تک کڑوی دوائی حلق میں انڈیل لی۔

بشیر نے مسکراتے ہوئے کہا: "یہ شیشی میں یہاں چھوڑے جاتا ہوں۔ اگر دانتوں میں دوبارہ تکلیف ہو۔ تو اتنی دوائی اور پی لیجئے۔ دانتوں کے علاوہ یہ معدے کے لئے بھی بہت مفید ہے۔ آج تمہیں بھوک بہت لگے گی"

بشیر اور ابوداؤد کے چلے جانے کے بعد۔ اینجلا نے اپنے ہونٹ کاٹتے ہوئے ربیعہ کی طرف دیکھا۔ اور وہ کھل کھلا کر ہنس پڑی۔

تھوڑی دیر منہ بسورنے کے بعد اینجلا خود بھی ہنس رہی تھی۔ اور میریا پریشان سی ہوکر کہہ رہی تھی۔ "تم دونوں پاگل ہو"

اگلے دن میریا اپنے خاوند کے سامنے بشیر بن حسن کی تعریف کرتے ہوئے یہ کہہ رہی تھی "یہ طبیب واقعی بہت قابل ہے"

(۵)

یہ قلعہ ایک بلند ٹیلے پر واقع تھا۔ اسکی چار دیواری دو آدمیوں کے برابر اونچی تھی۔ دروازے والی دیوار کے ساتھ ساتھ دو منزلہ مکانات تھے۔ نچلی منزل میں سپاہیوں کی کوٹھڑیاں اور بالائی منزل پر فوجی افسروں کی رہائش کیلئے مکانات تھے۔ اس دیوار کے سامنے دوسری دیوار کے ساتھ ساتھ گھوڑوں کے اصطبل تھے۔ تیسری طرف ایک

مسجد تھی۔ اور چوتھی طرف پرانے مکانات کے کھنڈر تھے۔

بالائی منزل کے ایک سرے پر دو بہترین کمروں میں ابو داؤد اور اسکے بچوں کو جگہ دی گئی۔ وہ کمرہ جس میں ابو داؤد کی بیوی اور لڑکیوں کے بستر تھے۔ کافی کشادہ تھا۔ اور اسکی کھڑکیاں اور روشن دان باہر کی طرف کھلتے تھے۔ مکانات کی یہ منزل چونکہ فصیل سے قریباً دگنی بلندی پر تھی۔ اس لئے ان کھڑکیوں میں سے سرسبز وادی دکھائی دیتی تھی۔ اس وادی سے پرے حد نظر تک بلند پہاڑیوں کا ایک سلسلہ دکھائی دیتا تھا۔ وادی کے درمیان ایک چھوٹی سی ندی کا چمکتا ہوا پانی دکھائی دیتا تھا۔

اس کمرے میں آمد و رفت کے دروازے ابو داؤد کے کمرے میں کھلتے تھے۔ اور اس سے آگے ایک کشادہ برآمدہ تھا جس کا رخ صحن کی طرف تھا۔ ابو داؤد کے کمرے کے دائیں ہاتھ ایک چھوٹی سی کوٹھری تھی جس میں اس کا زخمی نوجوان ٹھیرا ہوا تھا۔ اور اس کے بائیں ہاتھ بدر بن مغیرہ اور بشیر بن حسن کے کمرے تھے۔ اور ان سے آگے فوج کے عہدیداروں کی کوٹھریاں تھیں۔

بدر بن مغیرہ کو دن کے وقت ابو داؤد کے پاس بیٹھنے کے لئے بہت کم فرصت ملتی تھی۔ وہ علی الصباح گھوڑے پر سوار ہو کر سرحدی چوکیوں کی دیکھ بھال کے لئے نکل جاتا بعض اوقات وہ رات کے وقت بھی باہر رہتا۔ لیکن اس کی غیر حاضری میں بشیر بن حسن پوری توجہ سے ابو داؤد کی میزبانی کے فرائض سرانجام دیتا۔ بشیر ایک بلند پایہ طبیب ہونے کے علاوہ ایک اعلیٰ درجہ کا عالم بھی تھا۔ وہ تاریخ فلسفہ اور دوسرے علوم میں ابو داؤد کے کمال سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ دن کے وقت اسے بھی دور دور تک مریضوں کو دیکھنے کے لئے جانا پڑتا۔ لیکن شام کو وہ اپنی قیام گاہ پر پہنچ جاتا۔ اور سونے سے پہلے ابو داؤد کے ساتھ مختلف موضوعات پر بحث کرتا رہتا۔ وہ کھانا بھی ابو داؤد کے ساتھ اس کے کمرے میں کھاتا۔

بدر کبھی جب اپنے دورے سے واپس آتا۔ تو فرصت کے لمحات ابو داؤد کے ساتھ گزارتا۔ رات کے وقت بشیر اور ابو داؤد دیر تک ایک دوسرے سے باتیں کرتے رہتے لیکن بدر کھانا کھانے کے بعد زیادہ دیر باتیں کرنے کا عادی نہ تھا۔ وہ عام طور پر تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد اٹھ کر اپنے کمرے میں چلا جاتا۔ ربیعہ۔ انجلا اور حمیدہ یا اپنے کمرے میں کھا لیتیں۔

ربیعہ کے کان دوسرے کمرے میں ابو داؤد کے ساتھ باتیں کرنے والوں کی طرف اس وقت متوجہ ہوتے۔ جب اسے بدر کی آواز سنائی دیتی۔ اسے روبصحت دیکھ کر بدر نے تیمارداری کے لئے اس کمرے میں آنا ترک کر دیا تھا تاہم جب بھی وہ ابو داؤد کے کمرے میں داخل ہوتا۔ اس کا پہلا سوال یہ ہوتا "آپ کی بیٹی کیسی ہے ؟"

ربیعہ یہ محسوس کرتی۔ کہ اس کی ابتدائی توجہ محض رحم کے جذبات کی پیداوار تھی۔ انجلا ہر ماحول میں بے تکلف ہو جانے کی عادی تھی۔ جب دوسرے کمرے میں ابو داؤد کے ساتھ صرف بشیر ہوتا۔ وہ اپنے باپ سے کوئی بات پوچھنے یا کسی اور بہانے سے دروازہ کھول کر ان کے کمرے میں چلی جاتی۔ کڑوی دوائی چکھنے کے بعد اسے دانتوں کی تکلیف سے مکمل آرام ہو چکا تھا۔ تاہم نوجوان طبیب کے ساتھ اس کی دلچسپی بڑھتی گئی۔

ابو داؤد کا کوچوان تندرست ہو چکا تھا۔ ایک رات جب دوسرے کمرے میں بدر اور بشیر، ابو داؤد کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے۔ ابو داؤد نے کہا "میرا کوچوان واپس اپنے گھر جانا چاہتا ہے۔ اس کے بال بچے قسطلہ میں ہیں۔ اور میں نے اس کے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ میں غرناطہ جاتے تمہیں واپس بھیج دوں گا۔ یہ بھی بال بچوں سمیت قسطلہ سے ہجرت کرنا چاہتا تھا۔ لیکن میری فوری تیاری کی وجہ سے یہ انہیں اپنے ساتھ نہ لا سکا۔ اب غرناطہ پہنچنے میں ہمیں دیر لگ جائے گی۔ اور اس بے چارے کو اپنے بچوں کے متعلق بہت تشویش ہے۔ اس لئے میرا یہ خیال ہے۔ کہ اسے یہیں سے رخصت کر دوں۔ کیا آپ

اس کے سفر کا بندوبست کر دیں گے ؟"

بدر نے جواب دیا" میرے آدمی اسے سرحد سے پار پہنچا دیں گے لیکن یہ ضروری ہے کہ میری سرگرمیوں کے متعلق یہ وہاں جا کر کوئی بات ظاہر نہ کرے" ابو داؤد نے جواب دیا آپ کے متعلق کوئی بات یقین کے ساتھ نہیں کہی جا سکتی۔ لیکن اس کے متعلق میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ یہ بیس سال سے میرے پاس ہے۔ اور میں بارہا اسے آزما چکا ہوں۔ یہ میری زندگی کے ہر راز سے واقف ہے۔ اور اگر یہ میرا ایک راز بھی میرے دشمنوں پر ظاہر کر دیتا۔ تو آج آپ مجھے یہاں نہ دیکھتے ابھی میں اپنی آدھی دولت اس کے گھر چھوڑ آیا ہوں۔ اور مجھے یقین ہے۔ کہ بیس سال کے بعد بھی مجھے اپنی امانت واپس مل جائے گی۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ میں اپنی عیسائی بیوی اور لڑکی کی بہ نسبت اس پر زیادہ اعتماد کرتا ہوں۔ اور میرے ساتھ اس کی عقیدت میری کسی ذاتی خصوصیت کی وجہ سے نہیں بلکہ یہ مجھے عیسائی حکومت کا بدترین دشمن سمجھ کر مجھ پر اپنی جان نثار کرتا ہے۔ جب یہ چودہ برس کا تھا۔ اس کے باپ کو قسطلہ کے گورنر نے بغاوت کے الزام میں پھانسی پر لٹکا دیا تھا۔ اور اس نے یہ دلخراش منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ آپ یہ نہیں جانتے۔ کہ آپ کے ساتھ اسے کتنی عقیدت ہے۔ آج مجھ سے وہ کہتا تھا کہ اگر خدا نے چاہا۔ تو وہ اپنے بچوں کو میرے پاس غرناطہ میں چھوڑ کر آپ کے مجاہدوں کی فوج میں شامل ہو جائے گا۔"

بدر بن مغیرہ نے کہا" مجھے افسوس ہے۔ کہ میں نے اس کے ساتھ کوئی دلچسپی نہیں لی۔ بہرحال وہ جب چاہے گا۔ اسے میرے آدمی سرحد کے پار پہنچا دیں گے۔"

" اسے اپنے بچوں کے متعلق بہت پریشانی ہے۔ میرا خیال ہے کہ اسے صبح ہی بھیج دوں"۔

انجلیا اور میریا دروازے کے ساتھ کان لگا کر یہ باتیں سن رہی تھیں۔ اور دونوں حیران ہو کر ایک دوسری کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

بدر بن مغیرہ اٹھ کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔ اور ابو داؤد اور بشیر حسب معمول دیر تک

آپس میں باتیں کرتے رہے۔ میریا بے قراری کے ساتھ اپنے کمرے میں ٹہلنے لگی۔ اسے معلوم تھا۔ کہ قسطلہ میں کوچوان کی بیوی ہے نہ بچے ہیں۔ اسے اس بات کی پریشانی تھی کہ ابوداؤد کہیں سچ مچ عیسائی حکومت کا دشمن ثابت نہ ہو۔

آدھی رات کے قریب ربیعہ کی آنکھ لگ گئی۔ لیکن اینجلا اور میریا دیر تک آپس میں میں کھسر پھسر کرتی رہیں۔ میریا بار بار اپنے شوہر کے یہ الفاظ دہرا رہی تھی۔ کہ وہ اپنی عیسائی بیوی اور لڑکی کی بہ نسبت اپنے کوچوان کو قابل اعتماد سمجھتا ہے۔

اینجلا نے اسے تسلی دینے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "ابا جان اتنے نادان نہیں۔ کہ انہیں یہ بھی احساس نہ ہو۔ کہ ہم اس کمرے میں ان کی باتیں سن سکتی ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ انہوں نے کسی مصلحت کی بنا پر ایسا کہا ہے۔"

میریا نے کہا۔ "بیٹی! مجھے ایک مسلمان پر کوئی اعتبار نہیں۔ میں محسوس کرتی ہوں کہ میں نے اس کے ساتھ اپنا وطن چھوڑنے میں غلطی کی ہے۔ اب اگر یہ غرناطہ جا کر ہمیں زبردستی مسلمان بنانے کی کوشش کرے۔ تو ہم کیا کر سکتی ہیں؟"

"امی! میں جانتی ہوں۔ ابا کو مذہب کے ساتھ کوئی دلچسپی نہیں۔ جب آپ ان سے ان باتوں کی وجہ پوچھیں گی۔ تو آپ کی تسلی ہو جائے گی۔"

"اور جب تک میری تسلی نہیں ہوتی۔ مجھے نیند نہیں آئے گی۔ لیکن یہ طبیب اٹھنے کا نام نہیں لیتا۔ ذرا دروازہ کھول کر اپنے باپ کو آواز دو۔"

"نہیں ماں ٹھیرو۔ وہ ابھی اٹھ کر چلے جائیں گے۔"

جب بشیر چلا گیا۔ تو میریا دروازہ کھول کر ہوا کے سرکش جھونکے کی طرح ساتھ والے کمرے میں داخل ہوئی۔ اور ابوداؤد پر برس پڑی۔ "ہاں تو میں اور میری بیٹی تمہارے کوچوان سے بھی گئی گزری ہیں۔"

"آہستہ بولو" ابوداؤد نے جلدی سے اٹھ کر باہر کی طرف کے دروازے بند کرتے

ہوئے کہا۔" مجھے معلوم تھا۔ کہ تم میری باتیں سن کر آپے سے باہر ہو جاؤ گی۔ لیکن خدا کے لئے تھوڑی دیر صبر کرو۔ میں ابھی تمہاری تسلی کر دوں گا۔ چلو میں تمہارے کمرے میں چلتا ہوں۔ یہاں باتیں کرنا ٹھیک نہیں۔ کوئی سن لے گا۔ تو ہم سب کے لئے بُرا ہو گا۔"

"خدا کے لئے ہمیں قسطلہ بھیج دو ہمیں معلوم نہیں کہ غرناطہ پہنچ کر تم ہمارے ساتھ کیا سلوک کرو گے۔ تم سے یہ بھی بعید نہیں۔ کہ تم ہمیں وہاں تاجر کے ہاتھ بیچ ڈالو۔"

ابو داؤد نے جلدی سے آگے بڑھ کر اپنے ہاتھ سے اس کا منہ بند کیا۔ اور اسے ڈھکیلتا ہوا اُس کے کمرے میں لے آیا۔ اور جلدی سے دروازہ بند کرنے کے بعد بولا۔

"اینجلا! تم یہ دریچے بند کر دو۔ کسی نے ہماری باتیں سن لیں تو ہماری خیر نہیں۔"

پھر وہ میریا سے مخاطب ہو کر بولا۔" تم خدا کے لئے تھوڑی دیر خاموش رہو۔ میں ابھی تمہاری تسلی کر دیتا ہوں۔"

اس ہنگامے نے ربیعہ کو نیند سے بیدار کر دیا تھا۔ اور وہ لیٹے لیٹے آنکھیں بند کئے ان کی باتیں سن رہی تھی۔

جب اینجلا نے کمرے کے دریچے بند کر دئیے ابو داؤد نے میریا کو ڈھکیل کر اس کے بستر پر بٹھاتے ہوئے کہا۔" بیوقوف عورت! میں تمہیں غرناطہ کی ملکہ بنانے کے خواب دیکھ رہا ہوں۔ اور تم ہم سب کی تباہی کے سامان پیدا کر رہی ہو۔ ٹھہرو! میں کوچوان کو ابھی بلاتا ہوں۔ اگر تمہیں مجھ پر اعتبار نہیں رہا۔ تو شاید وہ تمہاری تسلی کر سکے۔"

میریا نے قدرے نادم ہو کر کہا۔" لیکن تم ہمیں ان کے سامنے ذلیل کیوں کرتے ہو؟"

ابو داؤد نے کہا۔" میریا! غور سے سنو۔ کوچوان کو میں ایک مہم پر بھیج رہا ہوں۔ اور اس مہم میں کامیابی کے بعد شاید میں یہاں سے غرناطہ کا ارادہ ملتوی کر دوں۔ فرڈیننڈ کی نظر میں میری یہ کامیابی غرناطہ کی فتح سے کم نہیں ہو گی۔ اور جب وہاں جا کر میں یہ کہوں گا۔ کہ اس مہم میں تم بھی میرے ساتھ شریک تھیں۔ تو مجھے یقین ہے۔ کہ ملکہ ازابیلا کی

نظر میں تمہاری درجہ قسطلہ کی تمام خورتوں سے بلند ہوگا۔"

میریا نے ذرا اور نرم ہو کر پوچھا "یہاں آپ کس کا حیاتی کی توقع رکھتے ہیں؟"

ابوداؤد نے جواب دیا "تمہیں معلوم ہے۔ کہ فرڈیننڈ سرحدی عقاب کو ابوالحسن سے زیادہ خطرناک سمجھتا ہے۔"

"تو آپ اسے....؟"

ہاں اگر قسطلہ والوں کو یہ علم ہو جائے۔ کہ سرحدی عقاب اپنے پہاڑوں اور جنگلوں کی بجائے اس غیر محفوظ قلعے میں رہتا ہے۔ تو وہ فوراً یہاں حملہ کر دیں گے۔ اور کو جو ان کو میں اسی مقصد کے لئے بھیج رہا ہوں۔ میں تمہاری تسلی کے لئے اُسے یہاں بلا لیتا ہوں۔"

میریا نے کہا "نہیں مجھے اب اس تصدیق کی ضرورت نہیں لیکن انہوں نے ہم پر احسان کیا ہے۔"

ابوداؤد نے کہا "مجھے یقین ہے۔ کہ وقت آنے پر ہم بھی ان پر احسان کر سکیں گے۔ جب ہماری طرح یہ لوگ ہمارے رحم وکرم پر ہوں گے۔ تو میں بھی فرڈیننڈ سے ان کی جان بخشی کروا سکوں گا۔"

ربیعہ کا دل دھڑک رہا تھا لیکن اسے آنکھیں کھول کر دیکھنے یا بولنے کی ہمت نہ ہوئی۔"

اینجلا بولی "اباجان! انہوں نے جان بچائی ہے وہ ہمارے ساتھ انتہائی سلوک کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ اگر وہ ہمارے بدترین دشمن بھی ہوتے۔ تو بھی وہ ہماری طرف سے نیک سلوک کے حقدار تھے۔ اور وہ طبیب جو صبح وشام ربیعہ کو دیکھنے کے لئے آتا ہے۔ سرحدی عقاب کا ساتھی ہونے کے باوجود ایک فرشتہ ہے کیا آپ اُس کے تمام احسان فراموش کر دیں گے؟"

ابو داؤد نے جواب دیا ’’اس کے متعلق شاید تمہیں معلوم نہیں۔ کہ فرڈیننڈ اپنی آدھی دولت دے کر بھی اس کی دوستی حاصل کرنے کی کوشش کریگا۔ مجھے یقین ہے۔ کہ جب وہ فرڈیننڈ کے پاس قید ہو کر جائے گا۔ اس کے ہاتھوں میں طلائی بیڑیاں ہوں گی۔ اور فرڈیننڈ اپنے وزیر اعظم یا لاٹ بشپ سے کہے گا۔ کہ میرے عزیز قیدی کے لئے اپنی کرسیاں خالی کر دو۔ وہ ایک بار قسطلہ کے ولیعہد کو موت کے منہ سے بچا چکا ہے۔ قرطبہ اور اشبیلیہ کے گورنر اسے اپنا محسن خیال کرتے ہیں۔ دوران شر پسندوں کے ساتھ رو کر اپنا وقت ضائع کر رہا ہے۔ اس کا صحیح مقام یہ جنگل نہیں۔ بلکہ قسطلہ کا شاہی دربار ہے۔ اور میں اس کے احسانات کے بدلے میں اس کی مرضی کے خلاف بھی اسے وہاں لے جاؤں گا۔ مجھے یہ بھی یقین ہے کہ وہ ملکہ اور بادشاہ سے سفارش کر کے بدر بن مغیرہ کی گزشتہ تمام خطائیں معاف کروا سکے گا۔

انجلا کا خوف مسرت میں تبدیل ہونے لگا۔ ابتک اسے یہی خیال تھا۔ کہ بشیر کے ساتھ اس کی عارضی دلچسپی یہاں سے رخصت ہونے کے بعد ختم ہو جائے گی۔ اور یہ حادثہ جس کے باعث وہ تھوڑی دیر کے لئے جمع ہو گئے تھے کسی دن ماضی کا ایک حسین خواب بن کر رہ جائے گا۔ بشیر کو پہلی نظر دیکھنے کے ساتھ ہی اس نے اپنے دل میں عجیب و غریب دھڑکنیں محسوس کی تھیں۔ لیکن اس کے ساتھ بے تکلف ہوتے ہوئے بھی وہ ہمیشہ یہ محسوس کرتی۔ کہ ان کے درمیان ایک ناقابل تسخیر دیوار حائل ہے۔ اس ماحول میں اس کی بھٹکتی ہوئی نگاہوں کے لئے بشیر صرف ایک عارضی مرکز تھا۔ انجلا کی حالت اس مسافر سے مختلف نہ تھی جو اپنے راستہ پر چلتے چلتے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر تھوڑی دیر کے لئے اس شاخ پر چہکنے والے پرندے کی طرح متوجہ ہو جاتے۔ اور اس لئے پر سرور نغموں سے متاثر ہونے کے باوجود اس کے دل میں یہ خیال پیدا نہ ہو۔ کہ وہ اُسے اپنا ہمسفر بنا سکے گا۔

لیکن الہ داد کے چند الفاظ نے اس کے سامنے غور و فکر کا نیا راستہ کھول دیا۔ اس کے سامنے مستقبل کے دھندلکوں میں کئی چراغ جگمگا اٹھے۔ وہ پہلی بار سوچ رہی تھی۔ کہ بشیر کے ساتھ اس کی ملاقات ایک ایسا حادثہ نہیں جس کا نتیجہ کچھ نہ ہو۔ چند لمحات کے لئے وہ اس کمرے سے نکل کر بہت دور جا رہی تھی۔ وہ بشیر بن حسن کو قسطلہ کے شاہی دربار میں دیکھ رہی تھی۔ وہ اپنے گھر میں اس کے سامنے عیسائیت کی تبلیغ کر رہی تھی۔ پھر قسطلہ کا لاٹ پادری اسے اصطباغ دے رہا تھا۔ اور اس کے بعد وہ دونوں ایک گرجے میں مریم مقدس کی صورت کے سامنے دائمی رفاقت کا عہد کر رہے تھے۔ اور گرجے کا پادری ان پر مقدس پانی چھڑک رہا تھا۔

یہ خیالی مسرت انیجلا کے لئے ہوا کا خوشگوار جھونکا نہ تھا۔ بلکہ ایک طوفان تھا۔ جو ایک لمحہ کے اندر اندر اڑا کر کہیں سے کہیں لے گیا۔

لیکن زبیدہ کی حالت اس سے مختلف تھی۔ اس کے خیالات کے محل مسمار ہو رہے تھے۔ وہ بشیر بن مغیرہ کو فرڈیننڈ کے دربار میں پابجولاں دیکھ رہی تھی۔ اسکی امید کے پھولوں کی پتیاں مرجھا رہی تھیں۔ اس کے آسمان کے روشن ستارے ایک ایک کر کے گر رہے تھے۔ وہ امیدوں کے بوجھ کے نیچے دبی جا رہی تھی۔ اسکا دم گھٹ رہا تھا۔ اور وہ چلانا چاہتی تھی۔ لیکن کاش وہ چلا سکتی۔ کاش وہ کچھ کہہ سکتی۔ لیکن اس میں آنکھیں کھول کر دیکھنے کی بھی ہمت نہ تھی۔

الہ داد نے کہا "میں کوچوان کو بلاتا ہوں"۔

میریا نے جواب دیا "مجھے آپ پر اعتبار ہے۔ مجھے افسوس ہے۔ کہ میں نے آپ کو پریشان کیا"۔

"میں آپ کو چند باتیں سمجھانا چاہتا ہوں۔ اور ان باتوں کیلئے یہ کمرہ محفوظ ہے"۔
تھوڑی دیر کے بعد الہ داد کوچوان کو اپنے ساتھ لے آیا۔ اور دروازہ بند کر کے

کے بعد آہستہ سے بولا۔ "ربیعہ! ربیعہ!!"

ربیعہ سے کوئی جواب نہ پا کر اس نے کہا۔ "یہ اچھا ہے۔ کہ ربیعہ سو رہی ہے۔ اچھا! اس پر کوئی بات ظاہر نہ کرنا۔" پھر تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد وہ کوچوان کی طرف متوجہ ہوا۔ "یاد رکھو! اگر فرڈیننڈ کے نائب بننا چاہتے ہو۔ تو یہ کام جلدی سے کرو۔ تمہاری طرف سے ذرا سی کوتاہی یہ سارا کام بگاڑ دے گی۔ تم سیدھے سرحد کے گورنر کے پاس جاؤ۔ اور اسے یہ کہو۔ کہ میں نے محض احتیاط کی وجہ سے تمہیں کوئی تحریر نہیں دی۔ میں یہ کوشش کروں گا۔ کہ جمعہ کی رات سرحد کا عقاب یہیں رہے۔ اگر وہ یہاں ہوا۔ تو اس کمرے کی دونوں کھڑکیوں میں شمعیں روشن ہوں گی۔ اور اس کے آدمی بہت دور سے دیکھ سکیں گے۔ اگر صرف ایک کھڑکی میں شمع روشن ہو۔ تو اس کا مطلب یہ ہوگا۔ کہ وہ یہاں نہیں ہے۔ اور حملہ کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ اگر رات طوفانی ہو۔ تو بھی ہم یہ کوشش کریں گے۔ کہ وہ ایک یا دو کھڑکیوں سے ہمارے کمرے میں روشنی دیکھ کر حالات کا اندازہ کر سکیں۔ اگر ہمارے کمرے کی دونوں کھڑکیاں بند ہوں تو اس کا مطلب یہ ہوگا۔ کہ آگے بڑھنے میں خطرہ ہے۔ لیکن انہیں یہ بھی بتا دینا کہ اگر وہ اس روز آدھی رات سے قبل اس قلعہ پر حملہ نہ کر سکے۔ تو ہم سب کی زندگیاں خطرے میں ہوں گی۔ سرحد عبور کرنے سے کسی پر اپنے دل کا حال ظاہر نہ کرنا۔ تم نے آج تک شاید کسی کوچوان کو بادشاہ کا مشیر بنتے نہ دیکھا ہوگا۔ لیکن اس مہم کو سرانجام دینے کے بعد تم فرڈیننڈ کے دربار میں اپنے لئے عزت کی بڑی کرسی خالی پاؤ گے۔"

کوچوان نے کہا۔ "میں آپ کا ادنے غلام ہوں۔ اگر میرا آقا غرناطہ کا بادشاہ بن جائے تو میں فرڈیننڈ کا نائب بننے سے اس کے دروازے کا پہریدار بننے کو ترجیح دوں گا۔"

ابو داؤد نے جواب دیا۔ مجھے تم سے یہی توقع تھی۔ اگر میرے مقدر کا ستارہ چمک اٹھا تو میرے وفاداروں میں سب سے پہلے تمہارا گھر روشن ہوگا۔ تم میرے محل کے پہریدار نہیں ہو گے۔ بلکہ میرے دربار کی زینت بنو گے۔ تم میرے تاج کا ہیرا ہو گے۔ اب جا کر آرام کرو۔ علی الصباح تمہارے سفر کا بندوبست ہو جائے گا۔ انہیں یہ ضرور بتانا کہ اس قلعہ کی حفاظت کیلئے پچاس سے زیادہ سپاہی نہیں ہوتے ۔"

کوچوان کے چلے جانے کے بعد ابو داؤد نے پھر ایک بار تمام دروازے بند کئے اور کرسی پر بیٹھ کر دیر تک اینجلا اور میریا کے ساتھ باتیں کرتا رہا۔ یہ تینوں اپنے آپ کو فرناٹا کا بادشاہ، ملکہ اور شہزادی تصور کر کے مستقبل کے عیش و آرام کی تدبیروں پر بحث کر رہے تھے۔ لیکن رتیجہ کو ان کی باتوں سے کوئی دلچسپی نہ تھی کوچوان کے ساتھ ابو داؤد کی گفتگو اسے پریشانی کی حد تک پہنچا دینے کے لئے کافی تھی وہ یہ جان چکی تھی۔ کہ سرحد کے عقاب کے لئے ایک قفس تیار ہو رہا ہے۔ اس کی زندگی خطرے میں ہے۔ وہ اس قفس کو توڑنا اور اس خطرے کو روکنا چاہتی تھی۔ اپنے باپ کی بد ترین سیرت کا اسے پہلی بار علم ہوا۔ اور زیادہ شدت کے ساتھ یہ محسوس کرنے لگی۔ کہ وہ اس دنیا میں بالکل تنہا ہے۔ صرف سرحد کا باغی نوجوان ایسا تھا۔ جسے بہت کم جاننے یا سمجھنے کے باوجود بھی وہ یہ خیال کرتی کہ وہ اس سے قریب تر ہے۔

چند ساعتیں قبل جب وہ یہ سمجھتی تھی۔ کہ سرحد کا یہ باغی دنیا کے ہر خطرے سے آزاد ہے۔ تو اس کے متعلق سوچتے ہوئے وہ ایک خوف سا محسوس کرتی تھی۔ ایسا خوف جو ایک سیاح کسی پہاڑ کی دلکش لیکن خطرناک بلندیوں کی طرف قدم اٹھاتے ہوئے محسوس کرتا ہے۔ بدر بن مغیرہ اس کے لئے بیک وقت ...

سی تخت ان کے ایک آتش فشاں پہاڑ اور برف کا ایک مہیب تودہ تھا۔ اس شخصیت کا تصور اس کے لئے جس قدر دلکش تھا۔ اسی قدر خوفناک تھا۔ اب بیچ بلیس کے ارادوں سے واقف ہونے کے بعد یہ ربن مغیرہ اس کے لئے ایک ایسا درخت تھیا کی شاخوں پر وہ اپنا آشیانہ بنا چکی تھیں۔ یہ درخت حوادث کے سیلاب کا سامنا کر رہا تھا۔ وہ اسے گرنے سے بچانا چاہتی تھی وہ اپنے نازک ہاتھوں سے سخت ناکھو دگر اس کی جڑوں پر مٹی ڈالنا چاہتی تھی۔

ابو داؤد اپنے کمرے میں چلا گیا۔ اور ربیعہ چند بار کروٹیں لینے کے بعد سو گئی۔

ربیعہ کا اضطراب

(۱)

صبح کے وقت جب ربیعہ کی آنکھ کھلی۔ تو اس کا جسم ٹوٹ رہا تھا۔ اس کے ں میں درد تھا۔ کھڑکیوں کے راستے باہر کی روشنی یہ ظاہر کر رہی تھی۔ کہ نماز کا وقت ہو رہا ہے۔ اس نے لیٹے رہنے اٹھ کر جلدی جلدی وضو کیا۔ اور نماز پڑھنے کے بعد دوبارہ اپنے بستر پر لیٹ گئی۔

بجیر بن حسن ایک دن نیل اس کی پٹیاں کھول کر ابو داؤد کو یہ مشورہ دیا کہ اب اس کی ٹانگ کی رہی سہی تکلیف چلنے پھرنے سے ٹھیک ہو جائے گی۔ بہتر ہے کہ وہ صبح و شام قلعے سے باہر تھوڑی دور گھوم آیا کرے۔ تازہ ہوا میں سیر کرنے سے اس جسمانی کمزوری بہت جلد رفع ہو جائے گی۔

ابو داؤد کو یہ بات کو رخصت کرنے کے بعد سیدھا اس کے کمرے میں آیا۔ اور ربیعہ اٹھو ابھی تک سو رہی ہو۔ جاؤ ابھی کے ساتھ تھوڑی دور گھوم آؤ بیٹا!

تم بھی اس کے ساتھ جاؤ۔"

جب ربیعہ نے کوئی جواب نہ دیا۔ تو اینجلا نے کہا "شاید ربیعہ کی طبیعت ساہے۔ چلو امی! ہم گھوم آئیں۔"

میریا نے جواب دیا "شام کو دیکھا جائے گا۔ میرے سر میں درد ہے۔"

ابوداؤد نے ربیعہ سے پوچھا "کیوں ربیعہ! کیا بات ہے؟ اچھی ہو نا؟"

ربیعہ نے ابوداؤد کی طرف دیکھے بغیر مغموم آواز میں جواب دیا "اچھی ہوں"

"نہیں نہیں، تمہاری آنکھیں سرخ ہیں۔"

"میرا جسم ٹوٹ رہا ہے۔"

ابوداؤد نے اس کی نبض پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "شاید تمہیں بخار ہے۔ میں ابھی طبیب کو لاتا ہوں۔"

ربیعہ نے کہا "ابا! میں نہیں، میں بالکل ٹھیک ہوں۔ طبیب کو لانے کی ضرورت نہیں۔ ابا جان! میں چاہتی ہوں کہ ہم فوراً غرناطہ چلے جائیں۔"

"لیکن جب تک تم اچھی طرح چل پھر نہیں سکتیں۔ ہمیں یہاں ٹھہرنا پڑے گا۔"

ابوداؤد یہ کہہ کر گھر سے باہر نکل گیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد بشیر بن حسن کو اپنے ساتھ لے آیا۔

بشیر نے ربیعہ کی طرف دیکھتے ہوئے اس کی نبض پر ہاتھ رکھ کر کہا "میرے خیال میں رات آپ سو نہیں سکیں۔"

ابوداؤد، میریا اور اینجلا نے چونک کر ربیعہ کی طرف دیکھا۔ اور اس نے انکی پریشانی کی وجہ سمجھتے ہوئے کہا "میرے خیال میں آج رات بہت زیادہ سوئی ہوں صبح جب میری آنکھ کھلی۔ تو میرا سر چکرا رہا تھا۔"

"ممکن ہے کہ زیادہ سونے سے آپ کی طبیعت خراب ہو گئی ہو۔ بہرحال یہ

دوائی بھیج دیتا ہوں۔ شام کے وقت آپ سیر کے لئے ضرور جائیں۔ بستر پر لیٹے رہنے سے بھی جسم پر برا اثر پڑتا ہے۔"

ابو داؤد نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا "میری بیوی کو بھی سر درد کی تکلیف ہے۔"

بشیر نے میرا کی نبض دیکھنے کے بعد کہا "آپ بھی اگر بہت کم نہیں سوئیں، تو ربیعہ کی طرح بہت زیادہ سوئی ہوں گی۔ آپ اگر صبح و شام سیر کیلئے جایا کریں تو یہ تکلیف نہیں ہو گی۔"

"مجھے واقعی نیند نہیں آتی۔"

بشیر نے کہا "میں دوائی بھیج دیتا ہوں۔ جب بھی آپ کو کم خوابی کی تکلیف ہو۔ ایک گولی کھا لیا کریں۔"

شام تک ربیعہ کی طبیعت ٹھیک ہو چکی تھی۔ ابو داؤد کے اصرار پر وہ اینجلا اور ریکے ساتھ سیر کے لئے چلی گئی۔ وہ ابھی تک ایک ٹانگ پر زیادہ بوجھ ڈال کر چلتی تھی۔ قلعے سے باہر بشیر بن حسن کسی مریض کو دیکھ کر واپس آ رہا تھا۔ اس نے ان کی طرف دیکھ کر گھوڑا روکا اور کہا "اگر آپ دونوں ٹانگوں پر یکساں بوجھ ڈالنے کی کوشش کریں۔ تو پرسوں تک آپ اچھی طرح چلنے لگیں گی۔ آج زیادہ دور نہ جائیں۔"

اینجلا نے کہا "یہ وادی ہیں ہمیں کوئی خطرہ تو نہیں۔"؟

بشیر نے جواب دیا "مہمانوں کو یہاں کوئی خطرہ نہیں۔"؟

(۳)

دو دن اور ربیعہ سخت بے چین رہی۔ وہ بدر بن مغیرہ کو آنے والے خطرات سے باخبر کرنا چاہتی تھی۔ لیکن اسے یہ بھی احساس تھا۔ کہ وہ یہ کام اپنے باپ کو خطرے میں ڈالے بغیر نہیں کر سکتی۔ انتہائی غور و فکر کے بعد اس کے ذہن میں ایک تدبیر آئی۔

اور اس نے بدر بن مغیرہ سے ملنے کا ارادہ کیا۔ بشیر بن حسن سے پوچھنے پر اسے پتہ چلا۔ کہ وہ جنگل میں اپنے مستقر کی طرف گیا ہوا ہے۔ اور شاید دو دن تک واپس نہیں آئے گا۔ جمعہ میں چار دن باقی تھے اور ربیعہ ہر نماز کے بعد یہ دعا کرتی رہی کہ وہ چند دن اور اپنے مستقر سے نہ لوٹے۔

دو دن وہ انجیلا کے ساتھ صبح وشام سیر کے لئے جاتی رہی۔ پہلی صبح بشیر بن حسن تو بہت سویرے سیر کیلئے جنگل جاتا ہے۔ انہیں واپس آتا ہوا ملا۔ انجیلا نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔ "دیکھیے اب تو ربیعہ کی چال میں کوئی نقص نظر نہیں آتا؟"

بشیر نے جواب دیا۔ "بس اب یہ چلنے پھرنے سے ٹھیک ہو جائیں گی"

انجیلا نے کہا۔ "اباجان کہتے تھے۔ کہ وہ ہفتے کے روز یہاں سے روانہ ہو جائیں گے"

"ہاں ہم نے نصر اللہ سے آپ کے سفر کیلئے نئی بگھی منگوائی ہے"

"آپ اس ویرانے میں پریشان نہیں ہوتے"؟ انجیلا نے ذرا جرأت سے کام لیتے ہوئے سوال کیا۔

"میں شہروں میں انسانوں کی بھیڑ پسند نہیں کرتا"

"آپ بہت سویرے سیر کو جاتے ہیں؟"

"ہاں بہت سویرے اٹھنے کا عادی ہوں"

بشیر بن حسن یہ کہہ کر چل دیا۔ اور انجیلا کچھ دیر مڑ کر اس کی طرف دیکھتی رہی۔

ربیعہ نے کہا۔ "چلو انجیلا؟"

انجیلا نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ اور قدرے نادم سی ہو کر بولی! "ربیعہ! کیا تمہارے خیال میں یہ ایک دلچسپ آدمی نہیں؟"

ربیعہ نے جواب دیا "اگر وہ تمہارے متعلق بھی یہی خیال کرے تو مجھے کوئی افسوس

ہوگا! اینجلا زندگی میں تمہارا راستہ اس کے راستے سے بہت فرق ہے۔ یہ دو متوازی لکیریں ہیں، جو کبھی ایک دوسرے کے ساتھ نہیں ملتیں۔

اینجلا نے اپنی پریشانی کو ہنسی میں چھپانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا: ربیعہ! کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ مجھے تمہارے ہم مذہب طبیب کے ساتھ محبت ہو گئی ہے؟"

"نہیں اینجلا! محبت تمہارے بس کی بات نہیں۔ مجھے یہ تسلی ہے کہ تم اس مقدس جذبے سے محروم ہو۔ لیکن کانٹوں میں الجھنے سے فائدہ نہیں۔ بعض کانٹے بہت عجیب ہوتے ہیں۔ الجھنے والے کا دامن تار تار ہو جاتا ہے۔ اور انہیں خبر تک نہیں ہوتی۔"

"ربیعہ! ربیعہ! تمہارا خیال ہے میں محبت کے جذبے سے محروم ہوں۔ میں جب کسی کو اپنے دل کا مالک بناؤں گی۔ تو اس کیلئے سب کچھ قربان کر دوں گی۔ لیکن وہ ایسا انسان نہیں ہوگا جو میرا ہم مذہب نہ ہو۔ جسے شہر دل سے نفرت ہے میں اتنی احمق نہیں۔ کہ برف کے تودے سے آگ کی چنگاری تلاش کروں۔ اگر میں نے بشیر میں کوئی دلچسپی لی ہے تو اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ تمہارا طبیب ہے۔ لیکن اگر تم برا مانتی ہو۔ تو میں اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھوں گی۔ میں آئندہ تمہارے ساتھ سیر کے لئے بھی نہیں آؤں گی۔"

ربیعہ نے کہا: "نہیں نہیں اینجلا! میں مذاق کر رہی تھی۔"

(۳)

ربیعہ کی بے قراری میں آئے دن اضافہ ہو رہا تھا۔ جمعہ میں دو دن باقی تھے ربیعہ نے اٹھ کر فجر کی نماز ادا کی۔ تو اینجلا ہاتھ منہ دھو کر سیر کیلئے تیار کھڑی تھی میریا ہر رات سونے سے پہلے یہ کہا کرتی تھی۔ کہ میں بھی علی الصباح تمہارے ساتھ سیر کے لئے جاؤں گی۔ لیکن صبح کے وقت جب اسے جگایا جاتا تھا تو وہ سردی یا کسی اور تکلیف کا بہانہ کر کے پڑی رہتی۔ تاہم اینجلا کو یہ ہدایت ضرور کرتی کہ بیٹی!

زیادہ دور بنا دیا تھا۔ یہ لوگ بہت خوفناک ہیں۔

آج بھی ربیعہ اور اینجلا نے اتمام حجت کے لئے اسے جگا دیا لیکن جب وہ اٹھنے کے بجائے کروٹ بدل کر سو گئی۔ تو اینجلا نے اپنے دل میں ایک طرح کی تسکین محسوس کرتے ہوئے کہا۔ "چلو ربیعہ! آج ہم وادی کے بجائے کسی اونچی پہاڑی پر چڑھیں گی!"

یہ پہاڑی وہی تھا۔ جہاں بشیر عام طور پر سیر کے لئے جایا کرتا تھا۔ وادی کے گھنے درختوں میں سے گزرنے اور ندی عبور کرنے کے بعد پہاڑی کی چڑھائی میں ربیعہ اینجلا کی تیز رفتاری کا ساتھ نہ دے سکی۔ اس نے تقریباً ایک تہائی بلندی پر پہنچ کر کہا۔ "اینجلا میں تھک گئی ہوں۔ اگر تمہیں شوق ہے۔ تو تم وہاں تک ہو آؤ میں یہاں بیٹھ کر تمہارا انتظار کرتی ہوں!"

"میں ابھی آتی ہوں!" اینجلا یہ کہہ کر بھاگتی ہوئی پہاڑی پر چڑھنے لگی۔ اس نے راستے میں بشیر کو نہیں دیکھا اور اسے یہ امید تھی۔ کہ وہ اس وقت پہاڑی کی چوٹی پر موجود تھا۔ ہر قدم کے ساتھ اس کے دل کی دھڑکنوں میں اضافہ ہو رہا تھا۔

ربیعہ ایک پتھر پر بیٹھ کر دیر تک اینجلا کی طرف دیکھتی رہی۔ جب وہ اس کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔ تو وہ نیچے وادی کا دلکش منظر دیکھنے لگی۔ اچانک اسے اپنے دائیں ہاتھ کچھ فاصلے پر پہاڑی سے اتر کر وادی کی طرف جانے والی ایک پگڈنڈی پر ایک سوار دکھائی دیا۔ گھوڑا اپنی مرضی سے آہستہ آہستہ چل رہا تھا۔ اور سوار بلند آواز سے عربی زبان میں ایک گیت گا رہا تھا۔ سوار کی سفید قبا دیکھ کر ربیعہ کا دل دھڑکنے لگا۔ اور ایک لمحہ سوچنے کے بعد وادی کی طرف چل پڑی۔ اسے یہ خدشہ تھا۔ کہ اگر سوار ندی کے کنارے پہلے پہنچ گیا۔ تو وہ اس کا راستہ نہیں روک سکے گی۔ اس نے کچھ فاصلہ معمولی رفتار سے طے کیا۔ لیکن درختوں کے قریب پہنچ کر وہ تیزی سے بھاگنے لگی۔ اور ندی کے قریب کیکر پگڈنڈی کے ساتھ

ایک درخت کے نیچے کھڑی ہو گئی۔ بدر بن جون سوار کی آواز قریب سنائی دے رہی تھی۔ اس کی دل کی دھڑکن زیادہ تیز ہو رہی تھی۔

جب سوار بالکل قریب آ گیا تو ربیعہ نے چاہا کہ درخت کی اوٹ سے نکل کر پگڈنڈی پر کھڑی ہو جائے۔ لیکن اس کی ہمت جواب دے گئی۔ وہ درخت کی اوٹ سے سر نکال کر پگڈنڈی کی طرف دیکھنے لگی۔ اس کا خیال صحیح تھا۔ یہ سوار بدر بن مغیرہ کے سوا اور کوئی نہ تھا۔ اس کے سر پر خود کی بجائے سفید عمامہ تھا۔

باوجود اس بات کے کہ سرحدی عقاب اس کی طرف متوجہ نہ تھا۔ ربیعہ اس کی طرف ایک نظر سے زیادہ نہ دیکھ سکی۔ حیا، پریشانی اور احساس مرعوبیت کے باعث وہ ایک لمحہ کے لئے کوئی فیصلہ نہ کر سکی۔ لیکن جب وہ آگے گزر گیا تو وہ کوتاہی فرض کے احساس سے چونک اٹھی۔ اس نے اپنے دل میں کہا "شاید ایسا موقع پھر نہ ملے جمعہ میں صرف دو دن باقی ہیں "ٹھہریئے!" اس نے جلدی سے پگڈنڈی کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

لیکن شرم و حیا میں دبی ہوئی خفیف سی آواز بدر بن مغیرہ کے کانوں تک نہ پہنچ سکی۔ وہ چند گز آگے جا چکا تھا۔ وہ زمین جس نے ایک لمحہ پیشتر ربیعہ کے پاؤں پکڑ رکھے تھے۔ اب اسے ندی کی طرف دھکیل رہی تھی۔ وہ ندی کی طرف بڑھی۔ ہر قدم پر اس کی رفتار تیز ہو رہی تھی یہاں تک کہ وہ بھاگنے لگی۔

"ٹھہریئے! ٹھہریئے!" رفتار کے ساتھ ربیعہ کی آواز بھی بلند ہوتی گئی۔ سوار نے مڑ کر دیکھا اور گھوڑے کی باگ کھینچ لی۔ ربیعہ کا چہرہ حیا سے تمتما اٹھا۔ اور اس کے پاؤں پھر ایک بار زمین سے پیوست ہو کر رہ گئے۔

بدر نے قدرے حیران ہو کر کہا "آپ اکیلی ہیں؟"

ربیعہ فوراً کوئی جواب نہ دے سکی۔ بدر اپنا نیزہ زمین میں گاڑ کر گھوڑے سے

اترا۔ اور قدرے توقف کے بعد بولا۔ "آپ پریشان ہیں۔ آپ نے مجھے آواز دی تھی۔"

ربیعہ نے جھجکتے ہوئے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ بدر کی مسکراہٹ میں تشویش ہمدردی اور شفقت پا کر وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی ہوئی آگے بڑھی۔ اس نے گھٹی ہوئی آواز میں کہا "میں آپ سے کچھ کہنا چاہتی تھی۔"

"کہیئے.....!"

بدر نے پہلی بار غور سے اس کی طرف دیکھا۔ وہ صحت اور شباب، حسن اور پاکیزگی کا پیکر مجسم تھی۔ اور اس کے چہرے پر حیا کی سرخ و سفید لہریں بدر بن مغیرہ کو متاثر کئے بغیر نہ رہ سکیں۔

"کہیئے! آپ مجھ سے کچھ کہنا چاہتی تھیں؟" بدر بن مغیرہ نے دوبارہ سوال کیا۔ ربیعہ کی آنکھیں جن میں محبت اور اطاعت کے سمندر ربند تھے۔ آہستہ آہستہ اوپر اٹھیں۔ اس نے کہا "میں انجیلا کے ساتھ سیر کے لئے آئی تھی۔ وہ اس پہاڑی پر چڑھ گئی ہے"

بدر نے کہا "آپ پریشان نہ ہوں۔ یہاں اسے کوئی خطرہ نہیں۔"

"میں اس کے لئے پریشان نہیں ہوں۔ میں آپ سے یہ کہنا چاہتی تھی۔ کہ آپ کا یہ قلعہ سرحد کے بالکل قریب ہے۔ اگر نصرانیوں کو خبر ہو گئی۔ کہ آپ یہاں رہتے ہیں تو؟"

"آپ فکر نہ کریں۔ ہم اپنے مہمانوں کی حفاظت کرنا جانتے ہیں!"

"نہیں نہیں میرا مطلب یہ نہیں..... آپ کے متعلق تشویش ہے۔ آپ اندلس کے مسلمانوں کی آخری امید ہیں۔ اگر نصرانیوں کو پتہ چل گیا کہ آپ یہاں رہتے ہیں تو مجھے ڈر ہے کہ....."

"آپ میری فکر نہ کریں۔ میں نصرانیوں کو کئی بار سبق دے چکا ہوں۔"

"تاہم مختصر سی فوج کے ساتھ آپ کا اس غیر محفوظ قلعے میں رہنا خطرے سے خالی نہیں۔ آپ کی جان بہت قیمتی ہے۔ مجھے ڈر ہے۔ کہ ہمارا نوکر واپس جا کر یہ نہ بتا دے۔ کہ

آپ جنگل کے بجائے یہاں رہتے ہیں۔"

"آپ کے والد نے تو مجھے یہ کہا تھا۔ کہ وہ بہت قابل اعتماد آدمی ہے۔"

ربیعہ نے پریشان سی ہو کر کہا۔ "میرے والد بہت خوش اعتقاد ہیں۔ ممکن ہے۔ کہ ہمارا نوکر راستے میں پکڑا گیا ہو۔ اور اس نے لالچ میں آکر یا دھمکی سے مرعوب ہو کر انہیں سب کچھ بتا دیا ہو۔ ایسے معاملات میں احتیاط فرض ہے۔"

ربیعہ کے لہجے میں نصیحت سے زیادہ التجا تھی۔ ایک مسلمان لڑکی کی تشویش اور ہمدردی بدر کی توقع کے خلاف نہ تھی۔ اس نے ربیعہ کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔ "یہ علاقہ غرناطہ کی حدود میں ہے۔ اور جب تک غرناطہ والے نصرانیوں سے باقاعدہ جنگ چھیڑنے کا ارادہ نہیں کرتے وہ اس پر حملہ نہیں کریں گے۔ اور اگر انہیں یہ علم بھی ہو جائے کہ میں کبھی کبھی یہاں پر قیام کرتا ہوں۔ تو بھی مجھے یقین نہیں۔ کہ وہ فوری اقدام کی جرأت کریں گے۔ اگر آپ کو اپنے متعلق پریشانی ہے۔ تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ ہسپانیہ کے مسلمانوں کا خون اس قدر منجمد نہیں ہوا۔ کہ وہ اپنے مہمانوں کی حفاظت نہ کر سکیں۔ جب تک آپ لوگ غرناطہ نہیں پہنچ جاتے۔ میرے سپاہی آپ کی حفاظت نہ کر سکیں گے۔"

ربیعہ نے مضطرب سی ہو کر کہا۔ "آپ نے مجھے غلط سمجھا۔ مجھے اپنے متعلق کوئی پریشانی نہیں۔ میں صرف آپ کے متعلق سوچ رہی تھی۔ اور صرف میں ہی نہیں۔ بلکہ اندلس کی ہر مسلمان لڑکی صبح و شام سرحدی عقاب کی سلامتی کی دعائیں مانگتی ہے۔ آپ اس بدنصیب قوم کا آخری سہارا ہیں۔" ربیعہ کی آواز رک گئی۔ اور اس کی حسین آنکھوں میں آنسو لرزنے لگے۔

بدر بن مغیرہ نے قدرے متاثر ہو کر کہا۔ "قوم کی بیٹیوں کو ایسے خدشات کا اظہار نہیں کرنا چاہیئے۔ جو مردوں کو عافیت پسند بنا دینے ہوں۔ تاہم ہم میں آپ کی ہمدردی

کا شکریہ ادا کرتا ہوں!" یہ کہتے ہوئے بدر بن مغیرہ نے گھوڑے کی رکاب میں پاؤں رکھ دیا۔ لیکن ربیعہ نے کہا "ٹھیریئے!"

بدر نے رکاب سے پاؤں نکالتے ہوئے کہا "شاید میں آپ کو تسلی نہیں دے سکا۔ دیکھئے نصرانیوں کا کوئی حملہ میرے لئے غیر متوقع نہیں ہو سکتا۔ وہ کسی جگہ پر مجھے سویا ہوا نہیں پائیں گے۔ یہ قلعہ اتنا غیر محفوظ نہیں جتنا کہ آپ خیال کرتی ہیں۔"

ربیعہ نے تھوڑی دیر تامل کے بعد کہا "آپ خوابوں پر یقین رکھتے ہیں؟"

"ہاں میں بعض خوابوں کی حقیقت سے انکار نہیں کرتا۔ میں نے بچپن میں اپنے والد کے متعلق خواب دیکھا تھا۔ اور وہ صحیح ثابت ہوا۔ لیکن اس کے بعد میں نے اپنے ہر خواب کی تعبیر اپنی تلوار سے نکالی ہے۔ اگر آپ نے بھی میرے متعلق کوئی خواب دیکھا ہے۔ تو اس کی تعبیر کے لئے بھی میں اپنی تلوار پر بھروسہ کروں گا۔"

ربیعہ نے پریشان ہو کر کہا "مجھے آپ کی تلوار پر بھروسہ ہے۔ اور میں نے جو خواب دیکھا ہے۔ اس کی تعبیر صرف آپ کی تلوار سے نکالی جا سکتی ہے۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ دشمنوں نے اچانک آپ کے قلعے پر حملہ کر دیا ہے۔ آپ کے سپاہیوں کے مقابلہ میں ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ میں رات کی تاریکی میں قلعے کے اندر اور باہر خوفناک نعرے سن رہی تھی۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے۔ کہ وہ قلعہ کی دیوار توڑ کر اندر داخل ہو چکے ہیں۔ خوف کے باعث میری آنکھ کھل گئی۔ ہو سکتا ہے۔ کہ یہ خواب میرے توہمات کا نتیجہ ہو۔ لیکن آپ کو باخبر کئے بغیر مجھے چین نہیں آ سکتا تھا۔"

بدر بن مغیرہ نے کہا "میں آپ کا شکر گزار ہوں۔ اگر آپ کا خواب صحیح ہو۔ تو آپ انشاء اللہ قلعے کے اندر ان کے نعرے سننے کی بجائے قلعہ سے باہر انکی چیخیں سنیں گی۔"

ربیعہ نے دبی زبان سے "آمین" کہا۔ اور اس کا معصوم چہرہ مسرت سے چمکنے لگا۔

بدر بن مغیرہ نے کہا "اس خواب کی تعبیر کے لئے شاید آپ چند دن اور یہاں

ٹھیر نا ضروری ہو۔ میں آپ کے والد سے کہدوں گا۔ شاید وہ چند دن اور سفر کا ارادہ ملتوی کرنے پر رضا مند ہو جائیں۔"

ربیعہ نے خوشگوار دھڑکنیں محسوس کرتے ہوئے اپنے دل میں کہا "آپ کی یہ عنایتیں شاید میرے کسی اور خواب کی تعبیر ہے!"

بدر بن مغیرہ نے رکاب میں پاؤں رکھتے ہوئے کہا "آپ شاید اپنی بہن کا انتظار کریں گی۔ میں جاتا ہوں!"

بدر نے گھوڑے پر بیٹھ کر اپنا نیزہ تھام لیا۔ ربیعہ نے جھجکتے ہوئے کہا "مجھے ڈر ہے کہ آپ میری باتوں کو کہیں دلچسپ مذاق نہ سمجھ لیں۔ میری سوتیلی ماں، انجیلا اور میرے والد بھی میری باتوں پر ہنسا کرتے ہیں۔ خدا کے لئے ان سے میرے خواب کا ذکر نہ کریں!"

"شاید آپ کو تسلی دینے کے لئے الفاظ کافی نہ ہوں!" بدر نے یہ کہتے ہوئے ادھر ادھر دیکھنے کے بعد سیٹی بجائی۔ اس کے جواب میں آس پاس کے گھنے درختوں میں چھپے ہوئے چند پہریدار اس کے ارد گرد جمع ہو گئے۔

بدر نے ایک شخص سے مخاطب ہو کر کہا "سلیمان! تم ابھی جنگل کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ میں آج شام سے پہلے پہلے اپنی آدھی فوج کو اس پہاڑ کے عقب میں جمع دیکھنا چاہتا ہوں۔ قلعہ کے سپاہیوں میں سے کسی کو ان کی آمد کی خبر نہیں ہونی چاہیئے۔"

بدر بن مغیرہ کے ہاتھ کا اشارہ پاکر پہریدار جس طرح درختوں کی آڑ سے نمودار ہوئے تھے۔ اسی طرح غائب ہو گئے۔ اس نے مسکراتے ہوئے ربیعہ کی طرف دیکھا اور کہا "اب آپکو اطمینان ہے؟ جب تک آپ یہاں ہیں۔ میری آدھی فوج اس قلعہ کے گرد پہرہ دیگی!"

ربیعہ نے اضطراری طور پر آگے بڑھ کر اس کے گھوڑے کی باگ پکڑتے ہوئے کہا "خدا کے لئے یہ نہ سمجھئے کہ مجھے اپنا خوف ہے۔ میرا اضطراب صرف آپ کے لئے ہے۔ آپ قوم کی پونجی ہیں۔ آپ اندلس کے مسلمانوں کا سرمایہ حیات ہیں۔ کاش میں آپکو اپنے

محو! بات سے متاثر کرنے کے بجائے کچھ اور کر سکتی۔ کاش میں ان سرفروشوں میں سے ایک ہوتی جو آپ کے دروازے پر پہرہ دیتے ہیں۔ لیکن میں صرف ایک توہم پرست لڑکی ہوں جس کے پاس آپ کے لئے خوابوں اور دعاؤں کے سوا کچھ نہیں!" ربیعہ کی آواز بیٹھ گئی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو امڈ آئے۔ بدر بن مغیرہ کے لئے دیر تک یہ فیصلہ کرنا مشکل تھا کہ اسے کیا کہنا چاہیئے۔ انتہائی سادگی عجز و انکسار کے باوجود ربیعہ کے چہرے پر ایک ایسی متانت، سنجیدگی اور وقار تھا کہ بدر بن مغیرہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ اس نے مغموم ہو کر کہا "مجھے افسوس ہے۔ کہ آپ کو میرے الفاظ سے صدمہ پہنچا میرا مقصد یہ نہ تھا۔ میں آپ کا شکر گزار ہوں۔۔۔ اچھا خدا حافظ!"

ربیعہ گھوڑے کی باگ چھوڑ کر ایک طرف ہٹ گئی۔ بدر نے گھوڑے کو ایڑ لگا کر ندی میں ڈال دیا۔ ربیعہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے بار بار "خدا حافظ! خدا حافظ!" کہہ رہی تھی۔

(۱۳)

انجیلا ربیعہ کو راستے میں چھوڑ کر پہاڑی کی چوٹی پر پہنچی، تو بشیر بن حسن اسے سامنے چند قدم کے فاصلے پر نیچے اترتا ہوا دکھائی دیا۔ وہ سانس درست کرنے کے لئے ایک پتھر پر بیٹھ گئی۔ جب بشیر قریب آیا۔ تو وہ رومال سے اپنے چہرے کا پسینہ پونچھتے ہوئے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ بشیر نے اچانک اس کی طرف دیکھا۔ اور چند قدم کے فاصلے پر رک گیا۔ پھر سوچ کر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا اس کی طرف بڑھا۔

بشیر نے کہا "آج آپ اکیلی آگئیں؟"

انجیلا نے جواب دیا "ربیعہ میرے ساتھ تھی، وہ نیچے رہ گئی ہے، میں اس پہاڑی کی چوٹی پر پہنچنا چاہتی تھی۔ مجھے امید نہ تھی۔ کہ آپ یہاں ہوں گے۔ یہ چڑھائی بہت دشوار تھی!"

"آپ نے بہت ہمت کی" بشیر کے الفاظ میں ایک روکھا پن تھا۔ اور انجیلا متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔ تاہم اس نے جھجکتے ہوئے کہا "میری ہمت یہاں تک پہنچ کر جواب دے چکی تھی۔ یہ بھی خوش قسمتی ہے کہ آپ مل گئے۔ اگر آپ کو تکلیف نہ ہو تو چوٹی تک میرا ساتھ دیں۔"

"چلیئے"

"شکریہ! مجھے ڈر تھا کہ کہیں واپسی پر راستہ نہ بھول جاؤں"

"یہ راستہ اس قدر پیچیدہ نہیں" بشیر نے بے پروائی سے جواب دیا۔

بشیر اپنی خاص رفتار کے ساتھ اس کے آگے آگے جا رہا تھا۔ اور سانس پھول جانے کے باعث انجیلا اپنی خواہش کے خلاف اس کے ساتھ باتیں نہ کر سکی۔

پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ کر انجیلا بری طرح ہانپ رہی تھی۔ اس کا چہرہ پسینے سے تر بتر تھا۔ بشیر حسن نے ایک بد اخلاق طبیب کی شان استغنا کے ساتھ ایک نظر اس پیکر رعنائی کی طرف دیکھا اور پھر منہ پھیر کر نیچے سرسبز وادی کی طرف دیکھنے لگا۔

انجیلا نے رومال سے پسینہ پونچھتے ہوئے اور نفسوں پر [illegible] پانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا "آپ کو شاید یہ چڑھائی محسوس بھی نہیں ہوئی۔ میرا تو برا حال ہو رہا ہے۔"

بشیر نے بدستور نیچے کی طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا "میں پہاڑوں پر چڑھنے کا عادی ہوں۔ آپ نے شاید پہلی بار ہمت آزمائی کی ہے۔"

انجیلا نے کہا "یہاں کھڑے ہو کر نیچے کی وادیاں کتنی خوبصورت دکھائی دیتی ہیں افسوس ربیعہ میرے ساتھ نہ آ سکی۔"

"آپ کو ابھی اتنی ریاضت کرنی بھی نہیں چاہیئے۔"

انجیلا نے ایک پتھر پر بیٹھتے ہوئے کہا "اگر اجازت ہو تو میں تھوڑی دیر سستا لوں بہت تھک گئی ہوں۔"

بشیر نے جواب دیا "جلدی کیجئے آپ کی بہن انتظار کر رہی ہو گی"
اینجلا نے گفتگو کا موضوع بدلنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا "کتنا حسین ہے یہ منظر! آپ ہر روز یہاں آیا کرتے ہیں؟"
"نہیں۔ یہ محض اتفاق ہے۔ کہ میں آج یہاں رک گیا۔ ورنہ میں سامنے اس پہاڑ کی چوٹی تک جایا کرتا ہوں"
"یہ اتفاق شاید اس لئے تھا۔ کہ قدرت کو آپ کی رہنمائی میں میرا یہاں تک پہنچانا مقصود تھا"
"آپ میرے بغیر بھی یہاں آسکتی تھیں"
"نہیں میں سچ کہتی ہوں۔ میری ہمت جواب دے چکی تھی۔ ہم پرسوں جا رہے تھے اگر آج آپ راستے میں نہ ملتے۔ تو اس چوٹی پر پہنچنے کی حسرت شاید میں اپنے ساتھ ہی لے جاتی۔"
"یہ کوئی ایسی حسرت نہ تھی جس کے پورا نہ ہونے کا آپکو دیر تک افسوس رہتا"
"لیکن یہ حسین منظر کبھی نہ بھول سکوں گی۔ میں نے سنا ہے۔ کہ سرحدی علاقہ کے جنگل میں نہایت دلفریب منظر ہیں۔"
"ہاں وہ علاقہ بہت خوبصورت ہے"
"اور شاید یہی وجہ ہے۔ کہ آپ شہروں میں جانا پسند نہیں کرتے؟"
"انسان ہمیشہ ایسی جگہ کو پسند کرتا ہے۔ جہاں وہ کوئی مفید کام کر رہا ہو"
"میرے خیال میں آپ ان پہاڑوں اور جنگلوں کی بجائے قسطلہ اشبیلیہ اور قرطبہ جیسے شہروں میں زیادہ مفید کام کر سکتے ہیں۔ وہاں امراء اور گورنر اور بادشاہ بھی آپ کے قدر دان ہونگے۔ اگر آپ برا نہ مانیں تو میں کہوں گی۔ کہ آپ یہاں اپنے جوہر ضائع کر رہے ہیں۔ ابا جان کہتے تھے کہ اگر آپ قسطلہ چلے جائیں

تو بادشاہ کے دربار میں آپ کو پہلی کرسی ملے گی۔

"آپ کے والد یقیناً مجھے قسطلہ جانے کا مشورہ نہیں دیں گے۔ میں بدریہ وغیرہ کے ایک معمولی سپاہی کا علاج کر کے تمہارے بادشاہ کے دربار میں پہنچنے سے زیادہ خوش رہ سکتا ہوں۔ یہ لوگ صرف کبھی کبھی جسمانی بیماری میں مبتلا ہوتے ہیں اور اس کا علاج ہو سکتا ہے۔ لیکن تمہارے بادشاہ اور امراء ہمیشہ روحانی اور اخلاقی بیماریوں میں مبتلا رہتے ہیں۔"

انجیلا نے مسکراتے ہوئے بشیر کی طرف دیکھا اور کہا "آپ یہ کیوں نہیں کہتے کہ آپ کو عیسائیوں سے نفرت ہے۔"

"ایک طبیب کی حیثیت میں ہر انسان کی خدمت میرا فرض ہے۔ لیکن ایک مسلمان کی حیثیت میں میرا پہلا فرض ہے کہ ان لوگوں کا ساتھ دوں جو اندلس میں مسلمانوں کی عزت اور آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ آپ کو انسانیت قسطلہ کے ان ایوانوں میں دکھائی دیتی ہے، جہاں مسلمانوں کی غلامی کی زنجیریں تیار ہو رہی ہیں۔ اور مجھے انسانیت ان جھونپڑیوں میں دکھائی دیتی ہے۔ جن میں رہنے والے غیروں کی غلامی پر موت کو ترجیح دیتے ہیں۔"

انجیلا نے مغموم سی ہو کر کہا "کیا آپ کو یقین ہے۔ کہ آپ دیر تک ہمارے شہنشاہ کا مقابلہ کر سکیں گے؟"

مقابلہ صرف فتح کی امید پر ہی نہیں کیا جاتا بعض حالات میں جنگ کمزور کے لئے ایک فریضہ بن جاتی ہے۔ ہمیں یہ یقین ہے۔ کہ جب تک ہم زندہ ہیں۔ ہمیں کوئی غلام نہیں بنا سکتا ہے۔ خیر! اب چلیئے دیر ہو رہی ہے۔"

انجیلا نے کہا "میرے خیال میں اگر آپ قسطلہ میں شاہی طبیب کے عہدے پر فائز ہوں۔ تو آپ بادشاہ کو خوش کر کے اسے مسلمانوں کی آزادی پر حملہ کرنے

سے باز رکھ سکتے ہیں "

"آزادی خوشی سے نہیں بلکہ خون سے خریدی جاتی ہے۔"

انجیلا نے کہا "طبیب کی حیثیت میں آپ بادشاہ کے خوشامدی نہیں بلکہ محسن بن سکتے ہیں "

بشیر نے قدرے ترش لہجے میں کہا " ہمارے لئے اب تمہارے مغرور بادشاہ کا محسن بننے کی صرف ایک ہی صورت ہے۔ اور وہ یہ کہ ہم اس کے ہاتھ سے استبداد کی تلوار چھین لیں۔ اور جب وہ ہمارے رحم وکرم پر ہو۔ تو ہم اپنے بزرگوں کے اخلاق پر عمل کرتے ہوئے اس کی خطائیں معاف کر دیں۔ میں اپنی قوم کی دائمی زندگی کے لئے ایک سپاہی بن کر لڑنے کو اس سے عارضی زندگی کی بھیک مانگنے پر ترجیح دیتا ہوں۔ آپ یہاں مہمان ہیں۔ مجھے افسوس ہے۔ کہ آپ نے خواہ مخواہ یہ بحث شروع کر دی۔ ہسپانیہ اور قسطلہ کا مقابلہ اب باتوں سے نہیں تلوار سے ہو گا۔"

بشیر آہستہ آہستہ پہاڑی سے نیچے اترنے لگا۔ انجیلا اٹھکر اس کے پیچھے چل دی وہ بار بار اپنے دل میں کہہ رہی تھی "کاش! میں یہ بحث شروع نہ کرتی "

دونوں دیر تک خاموش رہے۔ لیکن جب وہ پہاڑی سے اتر کر درختوں میں سے گزر رہے تھے۔ انجیلا نے تیزی سے قدم اٹھاتے ہوئے اس کے قریب پہنچ کر کہا " مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ اس قدر خفا ہو جائیں گے۔ خدا جانتا ہے۔ کہ میں آپکی دشمن نہیں۔ آپ خواہ کچھ کریں۔ میری دعائیں آپ کے ساتھ ہوں گی۔ مجھے معاف کیجئے "

بشیر بن حسن نے مڑ کر اس کی طرف دیکھا۔ انجیلا کی آنکھوں میں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

اس نے متاثر ہو کر کہا " نادان لڑکی! تم رو رہی ہو؟"

" مجھے معاف کیجئے " اس نے پھر کہا۔

"لیکن میں ان آنسوؤں کی وجہ نہیں سمجھ سکا۔ اگر یہ نصرانیوں کی طرف سے ایک قوم کی دوستی کا پیغام دینا چاہتے ہیں۔ تو مجھے ڈر ہے۔ کہ یہ قیمتی موتی رائیگاں جائیں گے اور اگر یہ اس لئے ہیں۔ کہ تم ہماری جدوجہد کو بے فائدہ سمجھتی ہو۔ تو بھی ہمدردی کا پیغام قبل از وقت ہے۔ اور اگر تم یہ خیال کرتی ہو۔ کہ بشیر بن حسن کی جان اتنی قدر قیمتی ہے۔ کہ وہ موت و حیات کی کشمکش میں اپنی قوم کا ساتھ نہ دے۔ تو تم غلطی پر ہو۔"

انجیلا نے جذبات سے مغلوب ہو کر کہا۔ "مجھے عیسائیوں یا مسلمانوں اور ان کے بادشاہوں سے کوئی دلچسپی نہیں۔ میں صرف آپ کی خیر مانگتی ہوں۔ مجھے افسوس ہے۔ آپ کو میری باتوں سے صدمہ پہنچا۔ میں احمق ہوں۔ آپ میری باتوں کو کوئی اہمیت نہ دیں۔"

"انجیلا! انجیلا!" ربیعہ کی آواز آئی۔

انجیلا کی خاموشی پر بشیر بن حسن نے جواب دیا۔ "آپ کی بہن یہاں ہے۔"

پھر وہ انجیلا سے مخاطب ہوا۔ "چلو انجیلا! تمہاری بہن بلاتی ہے۔"

انجیلا بشیر کے آگے آگے چل پڑی۔ تھوڑی دیر کے بعد انجیلا۔ ربیعہ اور بشیر قلعے کے دروازے پر کھڑے تھے۔

دروازہ عبور کرنے کے بعد انہیں ابوداؤد ملا۔ اور اس نے انجیلا اور ربیعہ سے مخاطب ہو کر کہا۔ "تم نے آج بہت دیر لگائی۔"

ربیعہ نے کہا۔ "ابا جان! ہم نے آج پہاڑی پر چڑھنے کا ارادہ کیا۔ میں دور نہ گئی۔ انجیلا کی چوٹی پر سے ہو آئی ہے۔"

ربیعہ کے خواب کی تعبیر

(۱)

جمعہ کے دن کا بیشتر حصہ بدر بن مغیرہ اور بشیر بن حسن نے ابوداؤد کی صحبت گزارا۔ ان کی باتوں سے ابوداؤد کو یہ اطمینان ہو چکا تھا۔ کہ وہ رات اس قلعہ پر گزاریں گے۔ لیکن گزشتہ دو دن سے وہ اس بات پر حیران تھا۔ کہ قلعہ کے بہت سپاہی اچانک غائب ہو چکے ہیں!"

دوپہر کے وقت جب وہ بدر اور بشیر کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا۔ اس نے سوال کیا "قلعے کے بہت سے سپاہی کہیں جا چکے ہیں۔ میرا خیال ہے۔ کہ جب آپ یہاں ہوں۔ تو اس کی حفاظت کا پورا انتظام ہونا چاہیئے۔"

بدر نے بے پروائی سے جواب دیا "اپنے لئے ہم نے کبھی سپاہیوں کی ضرورت محسوس نہیں کی!"

"آپ کی شجاعت میں کلام نہیں۔ لیکن اس قلعہ کی حفاظت کیلئے بھی اچھی خاصی تعداد کا ہونا ضروری ہے۔ نصرانیوں کی طرف سے اچانک حملے کا خدشہ نہ بھی ہو تو بھی آپ کو مستعد رہنا چاہیئے!"

بدر بن مغیرہ نے جواب دیا "آپ فکر نہ کریں۔ خطرے کے مقابلے کے لئے آپ یہاں کافی سپاہی موجود پائیں گے۔ اس قلعہ میں میرا قیام بالکل عارضی۔ کل آپ غرناطہ کی طرف روانہ ہوں گے۔ اور میں انشاء اللہ اپنے پہاڑوں اور جنگلوں میں پہنچ جاؤں گا!"

"تو شاید اسی خیال سے آپ نے سپاہیوں کو دو دن پہلے وہاں روانہ کر دیا؟"

"ہاں! یہاں وہ بیکار پڑے ہوئے تھے۔"

اس کے بعد دیر تک مختلف موضوعات پر بات چیت ہوتی رہی۔

مغرب کی نماز کے بعد جب یہ لوگ مسجد سے باہر نکل رہے تھے۔ ایک سوار

گھوڑا سرپٹ دوڑاتا ہوا قلعے میں داخل ہوا۔ اور مسجد کے سامنے آکر رکا۔ بدر بن مغیرہ کی طرف دیکھ کر وہ گھوڑے سے اترا اور تیزی سے قدم اٹھاتا ہوا آگے بڑھا۔

بدر بن مغیرہ نے اس کی بات کا انتظار کئے بغیر پوچھا "کہو خیر تو ہے تم کیوں پریشان ہو؟"

سپاہی نے کہا "بادشاہ کے بھائی اور ان کے ساتھ غرناطہ کی فوج کے چند عہدیدار آپ سے ملنے کے لئے آئے تھے۔ اور آپکی قیام گاہ میں ٹھیر کر آپ کا انتظار کرنے کی بجائے وہ اس طرف آ رہے ہیں۔"

"وہ یہاں سے کتنی دور ہوں گے؟"

"یہاں سے آٹھ دس کوس دور ہوں گے۔ انہوں نے کہا ہے۔ کہ وہ رات کا کھانا آپ کے ساتھ کھائیں گے۔"

بدر بن مغیرہ نے بشیر بن حسن کی طرف متوجہ ہو کر کہا "آپ ان کے قیام اور طعام کا بندوبست کریں۔ میں ان کی پیشوائی کے لئے جاتا ہوں۔"

تھوڑی دیر کے بعد جب بدر بن مغیرہ گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا قلعے سے باہر نکل رہا تھا۔ ابن داؤد تیزی سے قدم اٹھاتا ہوا اپنے کمرے میں پہنچا کچھ دیر بڑی سوچ میں وہ کمرے کے اندر ٹہلتا رہا۔ پھر اس نے درمیانی دروازہ کھول کر ہریا کے کمرے میں جھانکتے ہوئے کہا "میریا ذرا ادھر آنا۔"

میریا کرسی سے اٹھ کر اس کے کمرے میں داخل ہوئی۔ تو اس نے جلدی سے دروازہ بند کر دیا۔

ربیعہ اور انجیلا ایک دوسری کی طرف دیکھنے لگیں۔ ربیعہ نے آہستہ سے کہا۔

"انجیلا! ابا جان آج صبح سے پریشان ہیں۔"

انجیلا نے ربیعہ کی طرف معنی خیز نگاہوں سے دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ "آپکی

پریشانی کی وجہ شاید کل کا کٹھن سفر ہو۔ لیکن ربیعہ! مجھے تم ان سے زیادہ پریشان دکھائی دیتی ہو۔ جب ہم قسطلہ سے غرناطہ کی طرف روانہ ہوئے تھے۔ تو تم بہت خوش تھیں لیکن اب ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ تمہیں غرناطہ کی نسبت یہ ویران قلعہ زیادہ پسند ہے "مجھے غرناطہ سے محبت ہے۔ لیکن مجھے ڈر ہے۔ کہ کہیں ابا جان کل غرناطہ جانے کا ارادہ بدل نہ دیں۔"

"تمہیں معلوم ہے۔ کہ ابا جان غرناطہ جانے کا ارادہ تبدیل نہیں کریں گے سرحدی عقاب نے ہمارے لئے غرناطہ سے نئی بگھی منگوائی ہے تمہاری پریشانی کی وجہ کچھ اور ہے۔ ربیعہ! تم مجھ سے اپنے دل کی بات نہیں چھپا سکتیں۔ سچ کہو تمہیں اس بات کا ملال نہیں۔ کہ سرحدی عقاب کا نشیمن غرناطہ سے بہت دور ہو گا؟"

ربیعہ کے چہرے پر حیا کی سرخ و سفید لہریں رقص کرنے لگیں۔ وہ انجلا کو کوئی جواب نہ دے سکی۔ انجلا نے پھر کہا۔ "ہم دونوں ایک ہی کشتی میں سوار ہیں۔ لیکن میں بشیر بن حسن کا نام لیتی ہوں تو تم مجھے ملامت کرتی ہو۔ اور تمہاری اپنی یہ حالت ہے کہ یہاں سے رخصت ہونے کے تصور سے تمہارا چہرہ مرجھایا جاتا ہے۔ سچ کہو ربیعہ! ہمارے سرحدی عقاب سے محبت نہیں؟"

"انجلا! اب میں کیسے کہہ سکتی ہوں۔ کہ مجھے اس سے نفرت ہے۔ لیکن میری دنیا اسکی دنیا سے مختلف ہے۔ بدر بن مغیرہ اندلس کے آسمان پر چودھویں رات کا چاند ہے۔ اور میں ان لاکھوں تماشائیوں میں سے ایک ہوں۔ جو اس کی آب و تاب سے متاثر ہونے کے باوجود اسے آسمان سے اتار کر اپنے جھونپڑے کی زینت بنانے کا خیال دل میں نہیں لا سکتے۔ بشیر بن حسن بھی اندلس کے آسمان کا ایک چمکتا ہوا ستارہ ہے۔ اور تمہاری دلچسپی اگر اسے دیکھنے تک محدود رہتی۔ تو میں یقیناً اعتراض نہ کرتی۔ لیکن انجلا! تم اس ستارے کو آسمان سے نوچ کر اپنے دامن کی زینت بنانا چاہتی ہو۔ اور

ان رابندیوں سے آنکھیں بند کر لیتی ہو۔ جو تمہارے اور اس کے درمیان حائل ہیں۔ میں تمہاری آنکھیں کھول دینا اپنا فرض سمجھتی ہوں!"

اینجلا کا خوبصورت چہرہ مرجھا گیا۔ اس نے اپنے ہونٹوں پر ایک مغموم مسکراہٹ لاتے ہوئے کہا۔ "اپنی گذشتہ گستاخیوں کے باوجود میں یہ محسوس کرتی ہوں۔ کہ دنیا میں تم سے زیادہ میرا خیر خواہ کوئی نہیں۔ لیکن برا نہ ماننا، تم ایک شاعرہ ہو۔ میں نے اسے آسمان پر نہیں، اسی زمین پر دیکھا ہے۔ اور مجھے یہ کہتے ہوئے شرم محسوس نہیں ہوتی۔ میں اسے چاہتی ہوں۔ میں اگر اسے اپنے دامن کی زینت نہ بنا سکی۔ تو میں کبھی اس کے دامن کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے جھجک محسوس نہ کروں گی۔ ربیعہ! جب میں نے اسے پہلی بار دیکھا تھا۔ تو میرے دل نے گواہی دی تھی۔ کہ وہ میرا ہے۔ جب میں نے اس کی آواز سنی تھی۔ تو میں نے محسوس کیا تھا۔ کہ یہ آواز بار بار سن چکی ہوں۔ اور جب تک میری آنکھیں اسے دیکھتی رہیں گی۔ اور میرے کان اس کی آواز سنتے رہیں گے۔ میرے دل سے یہ آواز نکلتی رہے گی۔ کہ وہ میرا ہے۔ وہ میرا ہے۔ ربیعہ! سچ کہو۔ تم بدر بن مغیرہ کے متعلق یہی کچھ محسوس نہیں کرتی؟ اسے اپنے تخیل کے آسمانوں پر پرواز کرتے ہوئے دیکھنے کے باوجود تم یہ محسوس نہیں کرتیں۔ کہ وہ ایک مرد ہے اور تم ایک عورت ہو؟"

ربیعہ نے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اینجلا! تم یہ محسوس نہیں کرتیں کہ تم عیسائی ہو۔ اور وہ ایک مسلمان ہے۔ اور اندلس میں عیسائیت اور اسلام کی جنگ جاری ہے؟"

اینجلا نے جواب دیا۔ "مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے میں اسے اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کروں گی۔ اور اگر میں اسے اپنی طرف نہ لا سکی۔ تو مجھے اس کی طرف جانے میں کوئی اعتراض نہ ہوگا۔"

ربیعہ نے کہا۔ "اینجلا! فرض کرو۔ اگر آج ہی غرناطہ اور قسطلہ کے سلطنتوں کے

درمیان باقاعدہ جنگ چھڑ جائے۔ تو تمہارے اور بشیر بن حسن کے درمیان تمام راستے مسدود نہیں ہو جائیں گے ؟"

"ہو سکتا ہے کہ ایک عارضی وقفہ کے لئے ہمارے درمیان تمام راستے مسدود ہو جائیں۔ لیکن اس جنگ کا نتیجہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ کہ تمام اندلس پر عیسائیوں کا قبضہ ہو جائے۔ اور ہمارے درمیان منافرت کی رہی سہی دیواریں نابود ہو جائیں گی"

رابعہ نے کہا "انجلا! کیا تم یہ سمجھتی ہو۔ کہ بشیر بن حسن جیسا سپاہی اپنی قوم کی تباہی اور شکست کے بعد تمہارے ساتھ عشق کرنے کے لئے زندہ رہے گا ؟"

انجلا کے چہرے پر اداسی چھا گئی۔ اس نے تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد کہا۔ رابعہ! فرض کرو۔ اگر حالات اسے قسطلہ جانے پر مجبور کر دیں۔ اور اس کے لئے اپنی زندگی کے باقی دن وہاں گزارنے کے سوا اور کوئی چارہ نہ ہو تو کیا پھر بھی میرے اور اس کے درمیان منافرت کی دیواریں حائل رہیں گی ؟"

رابعہ نے جواب دیا "یہ اسے قسطلہ جانے پر مجبور کر دینے والے حالات پر منحصر ہے۔ ایک قیدی کی حیثیت میں اپنی دشمن قوم کی کسی لڑکی کی سفارش سے رہا ہو کر ذلت کی زندگی بسر کرنا گوارا نہیں کرے گا۔ اور ایک فاتح کی حیثیت میں شاید وہ تمہاری محبت کی زنجیریں پہننا بھی منظور نہ کرے۔ لیکن انجلا تم نے یہ کیوں سوچا کہ حالات اسے قسطلہ جانے پر مجبور کر دیں گے ؟"

انجلا نے اپنی پریشانی پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے جواب دیا "ایک پھول کا صحیح مقام باغ ہے۔ شاید وہ خود بھی زیادہ عرصہ اس ویرانے میں رہنا پسند نہ کرے۔

رابعہ کچھ کہنا چاہتی تھی۔ کہ ساتھ والے کمرے کا دروازہ کھلا اور البدا اوکار

میریا اُن کے کمرے میں داخل ہوئے۔ ابو داؤد کے ہاتھ میں دو جلتی شمعیں تھیں۔ جب اس نے دونوں طاقوں میں یہ شمعیں لگا دیں تو ربیعہ نے معصومانہ انداز میں کہا "ابا جان! کمرے میں فانوس سے پہلے بھی روشنی ہے۔ نئی شمعیں جلانے سے کیا فائدہ؟"

ابو داؤد نے پریشان سا ہو کر کہا "ربیعہ تمہیں زیادہ روشنی سے نفرت ہے؟"

"نہیں ابا جان! لیکن یہ ہوا سے بجھ جائیں گی۔ اگر آپ کہیں تو کھڑکیاں بند کر دوں؟"

"نہیں تازہ ہوا کے لئے کھڑکیوں کا کھلا رہنا ضروری ہے" پھر اس نے میریا کی طرف متوجہ ہو کر کہا "اگر یہ بجھ جائیں تو انہیں فوراً دوبارہ جلا دینا۔ میرے کمرے میں اور شمعیں پڑی ہیں۔ جب یہ ختم ہو جائیں تو ان کی جگہ اور لا کر رکھ دینا" ابو داؤد یہ کہہ کر باہر نکل گیا۔

(۳)

عشاء کی نماز کے وقت بدر بن مغیرہ شاہ غرناطہ کے بھائی الزغل اور غرناطہ کی فوج کے نامور سالاروں موسیٰ اور العبد بن غیر کے ہمراہ قلعے میں داخل ہوا۔ غرناطہ کے چند اور سپاہی اور کوئی عہدیدار بھی ان کے ساتھ تھے۔

چونکہ قلعہ کی مسجد میں مؤذن اذان دے رہا تھا۔ اس لئے یہ لوگ گھوڑوں سے اترتے ہی مسجد میں داخل ہوئے۔ ابو داؤد اور عتبہ بن حسن نے مسجد کے دروازے پر انہیں خوش آمدید کہا۔ الزغل نے عتبہ بن حسن کے ساتھ گرمجوشی سے مصافحہ کرتے ہوئے ابو داؤد کی طرف دیکھا۔

بدر بن مغیرہ نے کہا "یہ ابو داؤد ہیں۔ میں راستے میں آپ کے سامنے ان کا ذکر کر چکا ہوں۔"

الزغل نے ابو داؤد کے ساتھ مصافحہ کرتے ہوئے کہا "بدر نے آپکی بہت خوبیاں

بیان کی ہیں۔ لیکن میرے نزدیک آپ کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ہمارا سرحدی عقاب آپ کا عقیدت مند ہے۔"

ابوداؤد نے مسکراتے ہوئے کہا! میری سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ میں ایک انتہا درجہ کے فیاض نوجوان کا مہمان ہوں۔ جس نے اپنے بے کس مہمان کی بے جا تعریف بھی مہمان نوازی کے فرائض میں شامل کر لی ہے۔ وہ حادثہ جس کے باعث مجھے چند دن کے لئے سرحدی عقاب کی ہم نشینی نصیب ہوئی۔ میری زندگی کا ایک انتہائی خوشگوار واقعہ تھا۔ غرناطہ کا وہ رجل عظیم جس کو میں دور سے دیکھ لینا بھی اپنی خوش قسمتی خیال کرتا آج میرے سامنے ہے۔ اگر یہ گستاخی نہ ہو۔ تو میں اس مقدس ہاتھ کو بوسہ دینا چاہتا ہوں۔ جسے صدیوں کے بعد موسیٰ بن نصیر اور طارق بن زیاد کی تلوار اٹھانے کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔"

النزغل ان باعمل انسانوں میں سے تھا۔ جو خوشامد سے بہت پریشان ہوتے ہیں لیکن ابوداؤد کا لب و لہجہ اسے متاثر کئے بغیر نہ رہ سکا۔ اس نے اپنا ہاتھ کھینچنے کی کوشش نہ کی۔ ابوداؤد نے نہایت گرمجوشی کے ساتھ اس کے ہاتھ پر بوسہ دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی دو گرم گرم آنسو جو ابوداؤد کی آنکھوں سے انتہائی ضرورت کے وقت ٹپکا کرتے تھے۔ النزغل کے ہاتھ پر گر پڑے۔

قریباً اسی قسم کے جذبات کا اظہار ابوداؤد نے موسیٰ اور النزبقیری سے متعارف ہوتے وقت کیا۔ اور یہ لوگ مسجد میں داخل ہوئے۔ امامت کے فرائض ابوداؤد نے ادا کئے۔

نماز کے بعد جب یہ لوگ بالائی منزل کے ایک کمرے میں کھانا کھا رہے تھے۔ ابوداؤد ان پر اثر ڈالنے کے لئے اپنے دماغ اور زبان کی تمام صلاحیتوں سے کام لے رہا تھا۔ النزغل جو خود بھی بہت سے علوم میں غیر معمولی استعداد رکھتا تھا۔ ابوداؤد کے

تجربۂ علمی سے بہت متاثر ہوا۔ اور جب اس نے اپنی خفیہ سرگرمیوں کا ذکر کیا۔ جن کا مقصد قسطلہ کی ظالم حکومت کا تختہ الٹنا تھا۔ تو الزغل نے کہا ؛ خدا کا شکر ہے۔ کہ آپ اپنی سرگرمیوں کے لئے وہ جگہ منتخب کی ہے۔ جہاں آپ کی محبت کی زیادہ ضرورت ہے۔ غرناطہ میں آپ ہمارے لئے بہت کچھ کر سکیں گے۔ بدر بن مغیرہ نے آپ کے متعلق جو کچھ مجھے بتایا ہے۔ اس سے میرا اندازہ ہے۔ کہ آپ جیسے نوجوان کو متاثر کرنا جانتے ہیں۔ میں غرناطہ میں ایک ایسا نوجوان آپ کے سپرد کروں گا۔ جسے راہ راست پر لانا ہمارے اندلس کی کھوئی ہوئی سلطنت کو دوبارہ حاصل کرنے کا دریچہ کھا دینا۔ ڈرپوک۔ خوشامد پسند اور جلد باز نوجوان ہے۔ وہ تعمیر سے زیادہ تخریب میں خوش ہوتا ہے۔ اگر آپ اس کی اصلاح کر سکیں۔ تو یہ قوم کی بہت بڑی خدمت ہو گی،،

ابو داؤد نے اپنی مسرت کو چھپانے کی کوشش کرتے ہوئے جواب دیا ؛ غرناطہ کے نوجوانوں کی اصلاح کے لئے آپ کی آنکھ کا اشارہ کافی ہے۔ تاہم جو ذمہ داری میرے سپرد کی جائے گی۔ میں اسے خوشی کے ساتھ سرانجام دوں گا ؛

الزغل نے کہا ؛ ابو عبداللہ کو آنکھ کے اشارے سے زیادہ چابک کی ضرورت ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ کہ وہ چابک آپ کے پاس ہے۔ آپ غرناطہ کب جا رہے ہیں؟،،

،، انشاء اللہ ہم کل روانہ ہو جائیں گے۔،،

،، تو جب تک آپ وہاں پہنچیں گے۔ میں بھی پہنچ جاؤں گا۔ میرا بھائی آپ جیسے باکمال آدمی کو اپنے بیٹے کا اتالیق بنانے پر اعتراض نہیں کرے گا۔ لیکن آپ ابو عبداللہ پر ظاہر نہ کیجیے۔ کہ آپ نے یہ عہدہ میرے ایماء پر قبول کیا ہے۔ وہ میری ہر بات کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھتا ہے ؛

"آپ اس بات کی فکر نہ کریں"
اس کے بعد الزغل، موسیٰ اور الزیغری باری باری ابوداؤد سے قسطلہ کی فوجی تیاریوں کے متعلق سوالات پوچھتے رہے۔ اور وہ انہیں حقیقت سے آگاہ کرنے کی بجائے خوش کرنے کے ارادے سے جواب دیتا رہا۔
آدھی رات کے قریب یہ لوگ اٹھنے کا ارادہ کر رہے تھے۔ قلعے کے چاروں طرف نقاروں کی گونج سنائی دی۔ اور یہ لوگ پریشان ہو کر ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ الزغل نے جواب طلب نگاہوں سے بدر بن مغیرہ کی طرف دیکھا اور باقی سب کی نگاہیں بھی اس کے چہرے پر مرکوز ہو کر رہ گئیں۔
بدر بن مغیرہ کے چہرے پر حیرانی یا اضطراب کا شائبہ تک نہ تھا۔ آپ گھبرائیے نہیں۔ اس نے اطمینان کے ساتھ اٹھتے ہوئے کہا۔ "میں ابھی معلوم کرتا ہوں" بشیر بھی اٹھا لیکن بدر بن مغیرہ نے کہا۔ "آپ مہمانوں کے پاس بیٹھیں میں ابھی آتا ہوں"
بدر بن مغیرہ دروازے کے قریب پہنچا۔ تو ایک پہریدار بھاگتا ہوا اندر داخل ہوا۔ اس نے ہانپتے ہوئے کہا۔ "نصرانیوں نے حملہ کر دیا ہے"
یہ سنتے ہی سب نے اٹھ کر تلواریں نکال لیں۔ لیکن بدر بن مغیرہ نے ان کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ "نصرانیوں نے گزشتہ بیس برس میں شاید اس سے بڑی حماقت نہ کی ہو۔ آپ اطمینان سے بیٹھے رہیں۔ رات کے وقت ان کی بڑی سے بڑی فوج بھی اس قلعہ کے قریب نہیں آ سکتی۔ میں اپنی تمام گذشتہ زندگی میں شاید کسی غیر متوقع حملے کے لئے اس قدر تیار نہ تھا"
ابوداؤد نے کہا۔ "لیکن قلعے میں تو آج میں نے بیس پچیس سپاہیوں سے زیادہ نہیں دیکھے"

"قلعے کی حفاظت اس کی چار دیواری سے بہت دور کی جاتی ہے۔ خوش قسمتی سے آج میرے نصف سے زیادہ سپاہی یہاں موجود ہیں۔ میں ابھی آتا ہوں"

موسیٰ نے کہا "میں تمہارے ساتھ جاؤں گا؟"

بدر بن مغیرہ جواب دیا "مجھے ڈر ہے کہ آپ میرے ہی کسی سپاہی کے تیر کا نشانہ بن جائیں۔ میں شاید خود بھی باہر لڑنے والوں کی راہ نمائی کے لئے نہ جا سکوں۔ میں صرف قلعہ کے پہرے داروں کو چند ہدایات دینا چاہتا ہوں"

الزغل نے مطمئن ہو کر کہا "تو آپ کو اس حملہ کی توقع تھی؟"

اس سوال پر ابوداؤد چونک کر بدر کی طرف دیکھنے لگا۔ بدر نے جواب دیا "مجھے قدرت کی طرف سے اشارہ ہوا تھا۔ اور خدا کا شکر ہے کہ میں نے اسے مذاق نہیں سمجھا"

بشیر بن حسن نے بدر کے ساتھ جانے کی کوشش کی۔ لیکن اس نے اسے یہ کہہ کر روک دیا۔ کہ میرے بہت سے سپاہی صرف اس لئے تیروں کی بارش میں کھڑے ہو سکتے ہیں کہ تم ان کے زخموں کا علاج کر سکتے ہو۔ تم یہیں ٹھہرو اور زخمیوں کے لئے مرہم پٹی تیار کرو"

بدر بن مغیرہ باہر نکل گیا۔ ایک ساعت کے بعد وہ واپس آیا۔ اور بولا "آپ اگر چاہیں تو بے فکر ہو کر سو سکتے ہیں۔ نصرانی اس قلعہ سے دو کوس کے فاصلے پر غیر متوقع استقبال کے بعد بھاگنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن اگر ان میں سے دس آدمی بھی بچ کر نکل گئے تو ایک معجزہ ہو گا۔ میں آپ میں سے کسی کو اس شاندار فتح میں حصہ لینے سے نہیں روکنا چاہتا۔ لیکن پو پھٹنے سے پہلے آپ کا باہر نکلنا مناسب نہیں۔ صبح کی روشنی میں آپ قیدیوں کو اکٹھا کرنے اور بھاگنے والوں کو تیروں کا نشانہ بنانے میں میرے ساتھیوں کی مدد کر سکیں گے"

یہ کہہ کر یزید بن مغیرہ، ابوداؤد کی طرف متوجہ ہوا۔ آپ ذرا اپنے کمرے میں جائیں اور باہر کھلنے والے دریچے بند کروا دیں یا پھر روشنی بجھا دیں اور بچوں کو ہدایت کریں کہ ان میں سے کوئی دریچے کے سامنے کی طرف نہ جائے۔ مجھے پہرے داروں نے اطلاع دی ہے کہ حملہ آوروں کی ایک ٹکڑی ہماری کوئی قلعہ کے قریب دیکھی گئی ہے۔ اگرچہ قلعہ کو ان لوگوں سے کوئی خطرہ نہیں تاہم یہ خدشہ ضرور ہے کہ ان میں سے کوئی روشنی دیکھ کر تیر نہ چلا دے۔"

"مجھے یہ خیال نہ تھا کہ وہ ایسی غلطی کریں گے۔" یہ کہہ کر ابوداؤد بھاگتا ہوا کمرے سے باہر نکلا۔

الزغل نے ہنستے ہوئے کہا۔ "ایک اچھا عالم شاذ و نادر ہی ایک اچھا سپاہی ثابت ہوا ہے۔"

(۳)

ابوداؤد تھوڑی دور جا کر سوچ میں پڑ گیا اور اس کی رفتار کم ہونے لگی۔ یزید بن مغیرہ کی باتوں سے اسے یقین ہو چکا تھا کہ اس کی دعوت پر حملہ کرنے والوں کی تباہی یقینی ہے۔ اس لیے روشنی جلانے یا بجھانے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اس کے ساتھ ہی اس کے دل میں یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ کہیں حملہ آوروں کے ساتھ اس کا ذکر بھی نہ ہو۔ جسے اپنے سرحد کے گورنر کے پاس ایلچی بنا کر بھیجا تھا بظاہر اس کا امکان بہت کم تھا لیکن اسے تشویش ضرور تھی اور اس سے زیادہ تشویش اسے اس بات پر تھی کہ کہیں حملہ آور فوج کا سپہ سالار گرفتار ہونے پر یزید بن مغیرہ کے سامنے اس کا بھانڈا نہ پھوڑ دے، تاہم اس مرحلہ پر بھی وہ اپنے دل کو یہ تسلی دے رہا تھا کہ سرحد کے گورنر نے اسے فرڈیننڈ کا خاص آدمی سمجھ کر اس کی ہدایات پر عمل کیا ہو گا اور کسی فوجی عہدیدار پر اس کا راز افشا نہیں کیا ہو گا۔

وہ قدم قدم پر طرح طرح کے خدشات محسوس کرتا اور انہیں جھٹلاتا ہوا، اپنے کمرے کے قریب پہونچا۔ تو ایک نئے خیال نے اس کے جسم پر کپکپی طاری کردی۔ اس نے سوچا کہ کیا یہ ممکن نہیں کہ سرحد کا گورنر شہر یار اور زمانوری کے شوق میں خود ہی اس فوج کے ساتھ چلا آیا ہو، اور وہ گرفتار ہونے کے بعد بدربن مغیرہ اور الرنغال کے سامنے یہ کہے کہ اصل مجرم میں نہیں ابوداؤد ہے۔ جس نے مجھے اس قلعہ پر حملہ کرنے کی دعوت دی ہے۔"

وہ انتہائی پریشانی کی حالت میں اپنے بچاؤ کے مختلف طریقے سوچ رہا تھا۔ کہ اسے کسی کی ہلکی سی چیخ سنائی دی۔ وہ جلدی سے دروازہ کھول کر اپنے کمرے میں داخل ہوا ساتھ والے کمرے سے ایک اور چیخ کے بعد کسی کے گرنے کی آواز آئی۔ اتنی دیر میں وہ عقبی کمرے میں داخل ہو چکا تھا۔ ایک لمحہ کے لئے اس کا خون منجمد ہو کر رہ گیا۔ انجیلا اور میریا فرش پر پڑی ہوئی تھیں۔

انجیلا کے سینے میں ایک تیر پیوست تھا۔ ربیعہ سکتے کے عالم میں اس کے قریب کھڑی تھی۔ ابوداؤد نے انتہائی پریشانی کی حالت میں ربیعہ کی طرف دیکھا اور اس نے اضطراری حالت میں دریچے کی طرف اشارہ کر دیا۔ ابوداؤد نے شمعیں اٹھا کر ایک طرف پھینکتے ہوئے کھڑکیاں بند کر دیں۔ اور انجیلا اور میریا کی طرف متوجہ ہوا۔

میریا! انجیلا اس نے دونوں کو یکے بعد دیگرے جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔

انجیلا نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں۔ لیکن میریا بیہوش تھی۔"

ربیعہ نے کہا، ابا جان! طبیب کو بلائیے۔ انجیلا زخمی ہے اور اتحاجان صدمے سے بے ہوش ہو گئی ہیں۔ انجیلا دریچے کے سامنے کھڑی تھی کہ باہر سے کسی نے تیر چلا دیا۔ آپ جلدی کریں، انجیلا کا خون بہہ رہا ہے!"

ابوداؤد اٹھ کر بھاگتا ہوا باہر نکل گیا۔

(۱۴)

تھوڑی دیر کے بعد ابوداؤد کے ساتھ بدر بن مغیرہ اور بشیر بن حسن کمرے میں داخل ہوئے۔ بشیر نے انجیلا اور میریا پر ایک سرسری نظر ڈالنے کے بعد دونوں کو یکے بعد دیگرے اٹھا کر اپنے بستروں پر لٹا دیا۔ اتنی دیر میں ایک نوکر اس کی ادویات کا تھیلا لیکر پہنچ گیا۔ بشیر نے تھیلا کھول کر ایک شیشی نکالی۔ اور دوائی کے چند قطرے اپنے رومال پر چھڑک کر ابوداؤد کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔" آپ اپنی بیوی کو یہ دوائی سونگھا دیجئے۔ وہ ابھی ہوش میں آجائے گی۔"

اس کے بعد وہ انجیلا کی طرف متوجہ ہوا۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ بشیر بن حسن نے زخم کا جائزہ لینے کے بعد تیر کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ انجیلا دونوں ہاتھوں سے اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے چلانے لگی۔" نہیں نہیں۔"

بشیر بن حسن نے کہا۔" دیکھو یہ تیر جتنی دیر کے بعد نکالا جائے گا اتنی ہی آپ کو زیادہ تکلیف ہوگی آپ ڈرتی نہیں۔ میرا ہاتھ مت روکئے۔ ورنہ مجھے بیہوشی کی دوائی دینی پڑے گی۔"

بشیر بن حسن نے بدر بن مغیرہ اور اپنے نوکر کی طرف اشارہ کیا۔ انجیلا نے چلا کر کہا۔" نہیں نہیں، میرے ہاتھ پاؤں مت پکڑیئے۔ میں کچھ نہیں کروں گی۔"

بشیر نے کہا۔" میرا پہلے ہی خیال تھا کہ تم ایک بہادر لڑکی ہو۔ ایک لمحہ کے لئے اپنی آنکھیں بند کر لو۔ گھبراؤ نہیں۔"

لیکن انجیلا عقیدت، محبت اور تشکر کے جذبات میں ڈوبی ہوئی نگاہوں سے اسکی طرف دیکھتی رہی بشیر بن حسن نے تیر کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اس نے کوئی مزاحمت نہ کی۔ اس نے اپنے دانت بھینچ لئے۔ ایک ہلکی سی جھرجھری کے بعد اس کے ہاتھ زخم کی طرف بڑھے۔ لیکن بشیر کے ہاتھ کی ایک ہی جنبش کے بعد تیر زخم سے باہر آچکا تھا۔ بشیر بن حسن

نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا: "زخم زیادہ گہرا نہیں۔ انشاءاللہ بہت جلد آرام آجائے گا۔"

اتنی دیر میں میریا ہوش میں آچکی تھی۔ اس نے ایک لمحے کے لیے آنکھیں کھولنے کے بعد پھر بند کرلیں۔ اور پھر چیخ مار کر اپنے بستر سے اٹھی۔ میری بیٹی! میری انجلا۔ کہتی ہوئی انجلا کے بستر کی طرف بھاگی۔" انجلا تم ٹھیک ہو نا، میری بیٹی بچ جائے گی نا بتایئے خدا کے لئے بتایئے!،، وہ نیم دیوانگی کی حالت میں بشیر بن حسن کو بازو سے کھینچ کر جھنجھوڑ رہی تھی!

بشیر بن حسن نے کہا: دیکھئے مجھے پٹی باندھنے دیجئے۔ آپ کی یہ ہمدردی اس کی تکلیف میں اضافہ کر رہی ہے!"

بشیر بن حسن کو چھوڑ کر میریا بدر یا سعید کی طرف متوجہ ہوئی۔ خدا کے لیے میری لڑکی کی جان بچایئے!"

ابوداؤد نے آگے بڑھ کر میریا کا بازو پکڑ لیا۔ اور اسے کھینچ کر زبردستی بستر پر لٹاتے ہوئے کہا: میریا دیوانی نہ بنو۔ صبر سے کام لو۔ انجلا بہت جلد تندرست ہو جائے گی! زخم بہت معمولی ہے۔"

میریا نے چلا کر کہا۔ تمہارے سینے میں دل نہیں پتھر ہے۔ انجلا زندہ رہے یا مر جائے غرناطہ میں مر جائے، تمہیں تو غرناطہ . . .

میریا نے غرناطہ کہہ کر رک گئی۔ ابوداؤد نے محسوس کیا کہ قضا کا ہاتھ اس کے گلے میں پہنچ کر رک گیا ہے۔ وہ سراپا التجا بن کر اپنی بیوی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اور چند میریا کی نگاہیں یہ ظاہر کرنے لگیں کہ وہ اس خطرناک موضوع پر مزید روشنی نہیں ڈالے گی۔ تو ابوداؤد نے بلند آواز میں کہا: ہاں ہاں مجھے غرناطہ کی فکر ہے، غرناطہ کو ایسے وحشیوں کی یلغار سے بچانا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ جو لڑکیوں پر تیر چلاتے بھی

شرم محسوس نہیں کرتے۔ اور انجلا کے زخمی ہونے کا میرے غرناطہ جانے کے ساتھ تعلق نہیں۔ تمہیں یہ معلوم ہونا چاہیئے تھا کہ جب باہر سے حملے کا خطرہ ہو تو روشن دان کی کھڑکیاں نہیں کھولی جاتیں۔ اور تم سے یہ نہیں ہو سکا۔ تم انجلا کو کھڑکی کے پاس کھڑی ہونے سے منع کر دو۔ اور ربیعہ تم ایک عقلمند لڑکی ہو۔ تم نے ہی انجلا کو منع کر دیا ہوتا!!

ربیعہ نے مرجھائی ہوئی آواز میں کہا؛ ابا جان! انجلا میرے ساتھ باتیں کر رہی تھی۔ میرے بستر سے اٹھ کر یہ اپنے بستر کی طرف جا رہی تھی کہ اسے کھڑکی میں سے تیر آلگا!

ابو داؤد کی تمام شاطرانہ صلاحیتیں سمٹ کر اس کی آنکھوں میں آچکی تھیں بیوی کو اس کی آنکھوں کی خوفناک چمک اکثر مرعوب کر دیا کرتی تھیں وہ خاموش تھی لیکن یہ واقعہ معمولی نہ تھا وہ اپنی سہمی ہوئی آنکھوں سے یہ کہہ رہی تھی کہ میری بات ابھی ختم نہیں ہوئی۔ میں صرف میدان خالی ہونے کا انتظار کر رہی ہوں۔ جس انہماک کے ساتھ بشیر بن حسن انجلا کے زخم کی مرہم پٹی کر رہا تھا اس سے کہیں زیادہ گہری توجہ کے ساتھ ابو داؤد اپنی بیوی کی طرف دیکھ رہا تھا۔

بدر بن مغیرہ نے اس کارروائی کے دوران میں چند بار ربیعہ کی طرف دیکھا وہ ابھی تک سراسیمگی کی حالت میں انجلا کے بستر کے قریب کھڑی تھی۔ اور انجلا کے زخمی ہونے سے زیادہ اس بات پر بدحواس تھی کہ دشمن کے حملے کے باوجود بدر یا بشیر کے چہرہ پر ذرہ بھر خوف یا اضطراب نہ تھا۔ اس نے جھجکتے ہوئے دبی آواز میں کہا؛ معلوم ہوتا ہے کہ یہ قلعہ دشمن کے تیروں کی زد میں آچکا ہے۔

بدر بن مغیرہ خود اس سے کچھ کہنے کے لئے بے قرار تھا ربیعہ کی آواز نے اسے فوراً اپنی طرف متوجہ کر لیا اور اسے تسلی آمیز لہجے میں کہا معلوم ہوتا ہے کہ دشمن کا کوئی

ٹیکا ہوا سپاہی ظلمات کی تاریکی سے فائدہ اٹھا کر یہاں تک آ پہنچا اور رانیہ ہوت
یقینی سمجھ کر اس نے اس طرف تیر چلا دیا ہے اگر وہ اب تک مارا نہیں جا چکا تو گرفتار
ضرور کر لیا گیا ہوگا۔ تھوڑی دیر پہلے مجھے اطلاع ملی تھی کہ دشمن کے سواروں کی ایک
ٹولی قلعے کے قریب دیکھی گئی ہے۔ ممکن ہے کہ انہیں میں سے ایک ہو مجھے آپ کی بہن کے
زخمی ہونے کا بہت افسوس ہے۔ اگر میری طرف سے تھوڑی سی کوتاہی نہ ہوتی اور میں
رو وقت آپ کے کمرے کی کھڑکیاں بند کر دیتا تو شاید یہ حادثہ پیش نہ آتا۔ آپ
لیٹ جائیں، گھبرائیں نہیں۔ آپ کی بہن بہت جلد ٹھیک ہو جائیں گی۔"

ربیعہ چند قدم پیچھے ہٹ کر اپنے بستر پر بیٹھ گئی۔ بدر نے بشیر کی طرف متوجہ ہو کر کہا:
"میں ذرا ان کے والد کو تسلی دے آؤں۔"

بشیر نے کہا: "بس میں بھی قریباً فارغ ہو چکا ہوں۔ اب صرف انہیں دوائی
پلانی ہے۔"

(۵)

کمرے سے نکلتے وقت بدر بن مغیرہ ربیعہ کے بستر کے قریب رکا اور دبی زبان میں
کہا: "آج کی فتح ایک معزز خاتون کے خواب کی فتح ہے۔ اگر اجازت ہو تو بادشاہ
سلامت کے سامنے اس کا نام ظاہر کر دوں؟"

ربیعہ نے گھبرا کر پہلے کمرے کے دوسرے کونے میں ماں باپ اور پھر ملتجی نگاہوں
سے بدر بن مغیرہ کی طرف دیکھا اور رکتی ہوئی آواز میں کہا: نہیں نہیں خدا کے لیے نہیں"
اور اپنی رابعہ کی طرف دیکھنے لگی جو دنیا و مافیہا سے بے خبر سیریا کی طرف اس طرح
دیکھ رہا تھا جیسے ایک شکاری شکار کی طرف دیکھ رہا ہو۔"

بدر نے کہا: "تو مجھے ان کے سامنے جھوٹ بولنا پڑے گا۔ ہمیشہ
کے لیے اتنی بڑی تیاری کی کوئی قدر نہ ہو سکے گی۔"

ربیعہ نے قدرے خود جرأت سے کام لیتے ہوئے آنکھیں اوپر اٹھائیں اور اس کے منہ سے بے اختیار یہ الفاظ نکل گئے "میرا خطاب صرف آپ کے لئے تھا۔"

اس کے ایک فقرے میں ربیعہ نے تمام وہ رنگین داستان بیان کردی جو روزازل سے حوا کی بیٹیاں فرزندانِ آدم کی سناتی چلی آئی ہیں۔ بولتے وقت اسے ان الفاظ کی گہرائیوں کا علم نہ تھا۔ لیکن دل کی لطیف اور خوشگوار دھڑکنوں نے فوراً آگاہ کردیا۔ کہ وہ ایک بہت بڑی چھلانگ لگا چکی ہے اس کی آنکھیں جھک گئیں اس کا چہرہ حیا سے تمتما اٹھا۔

بدر جا چکا تھا۔ لیکن وہ یہی محسوس کر رہی تھی کہ وہ ابھی تک وہیں کھڑا اس کی طرف گھور رہا ہے۔ اور صرف وہی نہیں، کمرے کی ہر شے اس کی طرف گھور رہی ہے اپنے رگ و پے میں ایک ارتعاش محسوس کرتے ہوئے وہ بستر سے اٹھی اور انجلا کے بستر کے قریب آ کھڑی ہوئی۔

بشیر بن حسن نے پیالی میں دوائی ڈالی تو اس نے کہا "لائیے میں پلا دیتی"

بشیر بن حسن اور اس کا نوکر باہر جانے لگے۔ تو ابوداؤد نے کہا "ٹھیریئے میں بھی آپ کے ساتھ چلتا ہوں"

بشیر نے کہا "آپ آرام کریں"

"نہیں اب صبح ہونے والی ہے، اور انھوں نے کہا تھا کہ علی الصباح حملہ کریں گے اگرچہ میری تربیت سپاہیانہ نہیں۔ لیکن میرے جیسے آدمی کو سرحدی عقاب کی قیادت میں لڑنے کا موقع بار بار نہیں ملے گا۔ اگر میں تیر اور تلوار کا صحیح استعمال نہ کرسکوں تو کم از کم قیدیوں کو گننے میں آپ کے کام ضرور آسکوں گا"

بشیر نے کہا "میرے خیال میں ابھی ان کے جانے میں کچھ دیر ہے آپ اتنی دیر بچوں کا دل بہلائیں۔ میں آپ کو وقت پر بلالوں گا"

سو اتنی دیر میں النزعل کی صحبت میں بیٹھوں گا۔ ایسے لوگوں کے پاس بیٹھنا بار بار نصیب نہیں ہوتا۔"

دراصل ابوداؤد، النزعل کی صحبت میں بیٹھنے سے زیادہ اپنی بیوی کی قہر آلود نگاہوں سے دور رہنا چاہتا تھا۔ اسے یقین تھا کہ وہ صرف کمرہ خالی ہونے کا انتظار کررہی ہے اور اس کے بعد قسطلہ کی عام فہم زبان کے تیروں کی بارش رکنے کا نام نہیں لے گی میریا نے اپنے جال بچھائے لیکن جب وہ اٹھ کر چل ہی پڑا تو اس نے کہا۔ "تمہیں اینجلا کا بھی خیال نہیں وہ زخم سے کراہ رہی ہے اور تمہیں سیر کا شوق چرایا ہے۔"

اینجلا بھی اپنی ماں کی طبیعت سے اچھی طرح واقف تھی۔ وہ اس کی نگاہوں میں آنے والے طوفان کے ابتدائی جھونکے دیکھ چکی تھی۔ اس نے کہا "میں بالکل ٹھیک ہوں آپ جائیں۔"

ابوداؤد نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا۔ "ربیعہ بیٹی تم اندر سے دونوں کمروں کے دروازے بند کرلو۔"

بشیر بن حسن نے کہا۔ "دروازے بند کرنے کی ضرورت نہیں ہر آبادی میں کافی سپاہی گشت لگا رہے ہیں میں انہیں ہدایت کر جاتا ہوں۔ اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو یہ اندر سے آواز دیں۔ مہاں کھڑکیاں ضرور بند رکھیں اور آپ بھی تسلی دیں کہ حملہ آوروں کے قیام تک پہنچنے کا کوئی امکان نہیں۔ انہیں بہت دور روکا جا سکتا ہے۔"

ابوداؤد چلا گیا تو میریا ربیعہ کی طرف بھوکے بھیڑیے کی طرح دیکھنے لگی۔ لیکن اینجلا فوراً صورت حالات کی نزاکت بھانپ گئی۔ اس نے کراہتے ہوئے کہا۔ "ربیعہ! ذرا میرا سر دباؤ مجھے درد ہو رہا ہے۔"

ربیعہ اٹھ کر اس کے سرہانے بیٹھ گئی تو میریا بھی فوراً اٹھ کر اینجلا کے بستر کے

قریب پہونچی اور کہنے لگی: "میری بچی! کہاں ہوتا ہے تمہیں درد؟" اور پھر ربیعہ کو بازو سے پکڑتے ہوئے جھنجھوڑ کر بولی: "جاؤ تم؟"

اینجلا نے کہا: "نہیں نہیں امی جان ربیعہ ایک دعا پڑھا کرتی ہے تو مجھے ہر درد سے آرام ہو جایا کرتا ہے۔"

ماںتا نے فوراً ہتھیار ڈال دیئے۔ میریا نے فوراً ملتجی ہو کر کہا: "بیٹی ربیعہ تمہاری دعا میں اثر ہے۔ دعا کرو اینجلا کا زخم اچھا ہو جائے۔ میں تمہارا احسان نہیں بھولوں گی۔"

ربیعہ ایسے الفاظ کے لئے سراپا رحم ہو جایا کرتی اس نے کہا: "اماں جان! کیا اینجلا کے لئے دعا کرنا بھی آپ پر احسان ہے کیا اینجلا بہن نہیں میری؟"

"ربیعہ تم فرشتہ ہو۔ اچھا بیٹھو تم اپنی بہن کے پاس۔" اس نے ایک طرف سمٹتے ہوئے کہا۔

اینجلا نے کہا: "امی جان! آپ آرام کریں۔"

"بیٹی جب تک تم تندرست نہ ہو جاتیں مجھے آرام کہاں۔"

"نہیں امی آپ جائیں۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔"

میریا نے کہا: "میں جانتی ہوں کہ تم اپنی بہن کے ساتھ پھر کوئی نہ ختم ہونے والی داستان شروع کرنا چاہتی ہو۔"

ربیعہ نے کہا: "امی جان آپ سو جائیں۔ وہ کہتے تھے یہ قلعہ بالکل محفوظ ہے۔"

میریا نے اٹھ کر اپنے بستر پر بیٹھتے ہوئے کہا: "خدا کرے وہ واپس جانے پہ مجبور ہو جائیں۔ ورنہ ہمیں اینجلا کے ساتھ اس حالت میں سفر کرنا پڑے گا۔"

ربیعہ نے کہا۔ وہ کہتے تھے کہ ان میں سے کوئی بھی شاید زندہ بچ کر نہ جا سکے۔"

میریا نے مایوس ہو کر کہا: "کون کہتا تھا؟"

سرحدی عقاب نے کمرے سے نکلتے ہوئے مجھے کہا تھا کہ جب آپ کو تسلی دوں"
تھوڑی دیر بعد جب میریا اونگھتے اونگھتے بستر پر لیٹ گئی تو اینجلا نے سرگوشی کے انداز میں کہا "ربیعہ تمہیں یقین ہے کہ یہ قلعہ فتح نہیں ہو گا؟"

ربیعہ نے کہا "مجھے یقین ہے"

"ربیعہ ہم شاید چند دن اور یہیں رہیں گے"

"جب تک تم سیر کے قابل نہیں ہوتیں۔ ہمیں یہیں رہنا پڑے گا"

اینجلا نے یہ جاننے کی نیت سے کہ اس کی ماں جاگ رہی ہے یا نہیں۔ آہستہ آہستہ سے آواز دی، اور اس کی طرف سے کوئی جواب نہ پا کر ربیعہ کا بازو ہاتھ میں لے کر بولی "میں نے سر درد کا بہانہ کیا تھا۔"

ربیعہ نے جواب دیا "مجھے معلوم ہے۔"

"تمہیں کیسے معلوم ہے؟"

"تم مجھے ابا کے غصے سے بچانا چاہتی تھیں؟"

"خدا کا شکر ہے کہ اباجان باہر نکل گئے ورنہ امی جان آسمان سر پر اٹھا لیتیں"

ربیعہ نے کہا "اینجلا تمہیں زخم کی وجہ سے تکلیف تو ہو گی؟"

"نہیں جب زخم بیران کے ہاتھ مرہم رکھیں۔ وہاں درد نہیں ہو سکتا۔ ربیعہ سچ کہو تمہیں اس بات کی خوشی نہیں کہ ہمارا سفر ملتوی ہو جائے گا؟"

اس نے جواب دیا "کہ مجھے تمہارے زخمی ہونے کا افسوس ہے"

"کیا تمہاری زندگی کی سب سے بڑی خواہش نہ تھی کہ کل کا سفر ملتوی ہو جائے"

"یہ بیہودہ باتیں ہیں۔ میں کیسے یہ خواہش کر سکتی تھی کہ تم زخمی ہو جاؤ؟"

اینجلا نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد کہا "ربیعہ جب وہ تمہارے علاج کے لئے آیا کرتے تھے تو میں یہ محسوس کیا کرتی تھی کہ تم میرا حق چھین رہی ہو۔ سچ پوچھو تو مجھے

زخمی ہونے کا کوئی افسوس نہیں۔ وہ آج بہت پریشان ہیں اور میں ابھی سے زیادہ
کچھ اور نہیں چاہتی کہ اور میرے لئے تم پریشان ہو۔ لیکن مجھے ڈر ہے کہ میرا زخم اچھا
ہوتا ہے اگر اس کی پریشانی ختم ہو جائے گی ''

میرے خیال میں اس کی پریشانی دلچسپی میں تبدیل ہو جائے گی ''
لیکن تم تو کہتی ہو کہ میرا اور اس کا راستہ مختلف ہے۔''
آئندہ میں یہ نہیں کہوں گی۔''

ربیعہ ''تمہیں اس وقت دیکھ رہی تھی۔ جب تمہارا نقاب آہستہ آہستہ تم
سے کچھ کہہ رہا تھا۔ اور تمہاری آنکھیں زمین میں گڑی جا رہی تھیں تمہارا چہرہ حیا
سے سُرخ ہو رہا تھا''

''تو تم اس حالت میں بھی میری طرف دیکھ رہی تھیں؟''
''ہاں! کیا کہہ رہا تھا وہ؟''
''کچھ نہیں وہ کہہ رہا تھا کہ قلعہ بالکل محفوظ ہے''
''نہیں وہ کچھ اور کہہ رہا تھا۔ میرے کان بہت تیز ہیں۔ بتاؤں وہ کیا
کہہ رہا تھا؟''
''بتاؤ!''
''وہ یہ کہہ رہا تھا کہ ''خدا کا شکر ہے، نہیں چند دن اور یہاں رہنا
پڑے گا''
''جھوٹی کہیں کی'' ربیعہ ہنس پڑی۔

(۲)

اللہ علی، موسیٰ، اور اللہ شیر جیسے کی روشنی میں محاذ جنگ کا چکر لگانے کے
بعد ربیعہ وغیرہ کے انتظام ... یہ تین افسر حملہ آوروں میں سے بہت کم ایسے تھے

جنہیں جان بچا کر بھاگنے کا موقع ملا۔ ہر پہاڑی کے پتھروں کی آڑمیں اور ہر درخت پر بدر بن مغیرہ کے تیر انداز چھپے ہوئے تھے۔ اور انہوں نے حملہ آوروں کو وادیوں اور کھنڈروں میں گھیر رکھا تھا۔ عیسائی اگر تیروں کی بارش میں کسی وادی سے نکلنے کی ہمت کرتے اور کسی دوسری وادی میں پہنچ کر ایک لمحہ کیلئے اطمینان کا سانس لیتے تو دوسرے لمحہ میں انہیں تیروں کی زیادہ خطرناک بارش کا سامنا کرنا پڑتا۔ پو پھٹتے ہی جب بدر بن مغیرہ اپنے مہمانوں کے ساتھ گھوڑوں پر سوار ہو کر قلعے سے باہر نکلا۔ تو قلعے کے نقارے پر چوٹ پڑی اور آن کی آن میں چاروں طرف بیسیوں نقارے بجنے لگے۔ پھر آس پاس کے جنگلوں میں گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز سنائی دی۔ اور آن کی آن میں کوئی تین ہزار سوار قلعے کے دروازے کے سامنے جمع ہو گئے۔“

الزغل نے کہا۔ ”اگر میں جادو کا قائل ہوتا تو یہ کہتا کہ تم بہت بڑے جادوگر ہو۔ یہ فوج کہاں سے آئی ہے؟“

”یہ سوار رات کے وقت محفوظ مقامات پر چھپے ہوئے تھے۔ انہوں نے رات کی جنگ میں حصہ نہیں لیا۔ ان کا کام اب شروع ہوگا۔ میرا یہ تیر انداز بہانے مختلف جگہوں پر حملہ آوروں کے ریوڑ گھیر رکھے ہیں۔ اور یہ سپاہی اب انہیں ایک جگہ اکٹھا کر رہا گئے۔

دوپہر تک بدر بن مغیرہ کے ساتھی، دشمن کے بقیۃ السیف آدمیوں کو گھیر کر ایک وادی میں جمع کر چکے تھے۔“

ابو داؤد بھی زرہ اور خود پہن کر اپنی سپاہیانہ صلاحیتوں کا مظاہرہ کر چکا تھا۔ اسے سب سے زیادہ اس بات کی خوشی تھی کہ حملہ آور فوج کا سپہ سالار مارا جا چکا ہے۔ اور سرحد کا گورنر اس حملہ میں شریک نہیں تھا۔ تاہم اسے ایک پریشانی ضرور تھی۔ اور اس پریشانی کو دور کرنے کے لیے وہ بے تحاشا ادھر ادھر بھاگ رہا

رہا تھا اور اس بھاگ دوڑ میں دشمن کے تین آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتار چکا تھا۔

جب قیدیوں کو لمبی لمبی قطاروں میں کھڑا کیا گیا۔ تو اس نے ایک ایک آدمی کو اچھی طرح دیکھا۔ اور پھر گھوڑے پر سوار ہو کر نیزہ بازوں کے ایک گروہ میں شامل ہو گیا۔

اچانک وادی کے گھنے جنگل میں سے گزرتے ہوئے اسے چند پیادہ سپاہی قیدیوں کی ایک ٹولی کو گھیرے میں لئے آتے ہوتے دکھائی دیئے۔ وہ اپنے دستہ سے الگ ہو کر گھوڑا بھگاتا ہوا ان کی طرف بڑھا۔ پندرہ بیس قیدیوں پر نگاہ دوڑانے کے بعد اس کی نگاہ ایک شخص پر مرکوز ہو کر رہ گئی اور اس نے جلدی سے خود کا نقاب ذرا اور نیچے کو کھسکا لیا۔ قیدی اس کا نوجوان تھا۔ سپاہی اس کے ہاتھ کا اشارہ پا کر رک گئے۔ اس نے ایک نوجوان سے جو اس گروہ کا افسر معلوم ہوتا تھا سوال کیا۔

" کیا آپ نے اس شخص کو دشمن کی فوج کے ساتھ گرفتار کیا ہے؟"

" ہاں!" اس نے جواب دیا" یہ ایک درخت پر چڑھ کر چھپنے کی کوشش کر رہا تھا"

" بڑا ملعون ہے یہ۔ یہ کہتے ہوئے وہ گھوڑے سے نیچے اتر پڑا۔

گھوڑے کی باگ ایک سپاہی کے ہاتھ میں دے کر کو قیدی ان کی طرف بڑھا اور قریب پہنچ کر بلند آواز میں بولا۔ مجھے یہ خیال بھی نہ آ سکتا تھا کہ میرا اپنا نوکر اتنا نمک حرام اور منافق ہو سکتا ہے۔ کیا اس قلعہ کی طرف تم نے دشمن کی راہنمائی نہیں کی؟ تم زخمی تھے اور انہوں نے تمہیں اپنے قلعہ میں پناہ دی اور تمہارا علاج کیا۔ اور تم ان کے احسانات کا یہ بدلہ دے رہے ہو۔ اب کیا منہ لے کر ان کے سامنے جاؤ گے؟ تم نے مجھے بھی شرمسار کیا!!

کو جوان جو خود کے باعث اس کا چہرہ نہیں دیکھ سکا تھا۔ اس کی آواز

پہچان کر بھونچکا سا ہو کر رہ گیا۔ یہ آواز اس کے آقا کی تھی۔ لیکن الفاظ کسی اور کے تھے۔ معاً اس کے دل میں خیال آیا کہ شاید مصلحت اسی میں ہے۔ اس نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔

"میرے آقا آپ جانتے ہیں کہ میں بے قصور ہوں!"

وہ کچھ اور کہنا چاہتا تھا لیکن ابوداؤد نے اچانک پوری قوت کے ساتھ اس پر تلوار کا وار کیا اور اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔

نوجوان افسر نے اسے بازو سے پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔ "تم کون ہو؟ قیدی کو قتل کرنا ہمارے آئین کے خلاف ہے۔ تمہیں سرحدی عقاب کے سامنے اس کا جواب دینا پڑے گا!"

ابوداؤد نے اطمینان کے ساتھ جواب دیا۔ "آپ فکر نہ کریں۔ میں اس کا جواب دے لوں گا!" یہ کہتے ہوئے اس نے اپنا خود اتار دیا۔ اور پھر کہا۔ "شاید آپ مجھے پہچانتے ہیں!"

نوجوان افسر نے کہا۔ "میں آپ کو پہچانتا ہوں۔ آپ ہمارے امیر کے مہمان ہیں۔ میں یہ بھی محسوس کرتا ہوں کہ آپ نے اس شخص کو کسی معقول وجہ کے بغیر قتل نہیں کیا ہو گا۔ لیکن اس وقت وہ جنگی قیدی تھا۔

ابوداؤد نے کہا۔ "یہ شخص بیس سال سے میرا ملازم تھا۔ میں انتہائی مصیبت کی حالت میں قسطلہ سے فرار ہوا۔ وہ میرا پیچھا کر رہے تھے۔ تو سرحدی عقاب نے ہماری جانیں بچا لیں۔ چند دن یہ بھی ہمارے ساتھ اس کا مہمان رہا۔ میں نے اسے گھر جانے کی اجازت دے دی تو نصرانیوں کی فوج کی راہنمائی کرتے ہوئے انہیں یہاں تک لے آیا۔ بے چینی کر دو اگر یہ زیادہ سے زیادہ چند درہم حاصل کر سکتا تھا۔ لیکن اگر خداانخواستہ آپ مدافعت کے لیے تیار نہ ہوتے تو اس شخص کی جان بھی خطرے

بیں تھی، جو اندلس کے مسلمانوں کا آخری سہارا ہے۔ اگر یہ عیسائی ہوتا تو میں یقیناً اسے قتل نہ کرتا لیکن یہ مسلمان تھا۔ ایسے شخص کے لئے دنیا کے کسی قانون میں رحم کی گنجائش نہیں۔ بتائیے اگر آپ میں سے کوئی میری جگہ ہوتا تو اس شخص کے ساتھ کیا سلوک کرتا؟"

نوجوان افسر نے لاجواب سا ہو کر کہا "معاف کیجئے مجھے معلوم نہ تھا کہ یہ مسلمان تھا۔ ایسے آدمی کی سزا یہی ہو سکتی ہے۔"

ابو داؤد نے ان سپاہیوں سے پہلے بدر بن مغیرہ کے پاس پہنچ گیا۔ اور اس نے اپنے نوکر کے قتل کا واقعہ اس انداز سے اس کے سامنے بیان کیا۔ کہ وہ اس کی نیک نیتی سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ لیکن جب بشیر بن حسن کو اس واقعہ کا پتہ چلا تو وہ تھوڑی دیر کے لئے ایک ذہنی کشمکش میں مبتلا رہا۔ تاہم ابو داؤد نے خود اس کے سامنے یہ قصہ چھیڑ کر اس کے شکوک رفع کر دیئے۔"

(۷)

بدر بن مغیرہ نے تمام قیدیوں کو ایک تنگ وادی میں جمع کر کے ان کے گرد تیر اندازوں کا پہرہ بٹھا دیا۔ اور سواروں کے ایک دستے کے سپرد اسیروں اور زخمیوں کے گھوڑے جمع کرنے میں مصروف تھا۔ باقی تمام کو جوابی حملے کے لئے تیاری کا حکم دیا۔

ظہر کی نماز کے بعد اس نے اثر قتل سے کہا "میرا تھوڑا سا کام باقی ہے۔ آپ قلعہ میں آرام کریں۔ میں انشاء اللہ فارغ ہوتے ہی آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔ اس چھوٹی سی مہم کی راہنمائی کے لئے میں آپ کی شخصیت بہت بڑی سمجھتا ہوں۔ اس لئے آپ کو تکلیف نہیں دیتا۔ اس کے علاوہ عمر ناظر نے ابھی تک قسطلہ کے خلاف باقاعدہ اعلان جنگ نہیں کیا۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ کو تیاری کیلئے زیادہ

سے زیادہ وقت مل جائے، اور دشمن کو یہی غلط فہمی رہے کہ ان کی جنگ سرحدی ہمارے ساتھ ہے۔

الزغل نے کہا "تم کس جگہ حملہ کرنا چاہتے ہو؟"

بدر نے جواب دیا "میں نے کوئی خاص مقام متعین نہیں کیا۔ دشمن کا خیال تھا کہ ہم سو رہے ہیں۔ ہمیں انہیں یقین دلانا ہے کہ ہم جاگ رہے تھے۔ ہماری اس مہم میں لڑائی کم ہوگی اور سفر زیادہ ہوگا۔"

الزغل نے اپنا قبا اور عمامہ اتار کر ایک سپاہی کو دیتے ہوئے کہا "مجھے تمہارے ایک سپاہی کے لباس کی ضرورت تھی۔ ہم سب تمہارے ساتھ جائیں گے۔ آج کے دن تم ہمارے سپہ سالار ہو۔ وہ دن آنے والا ہے جب تم غرناطہ کا جھنڈا اٹھاؤ گے۔ لیکن آج میں سرحدی عقاب کا جھنڈا اٹھاؤں گا۔ بدر گھبراؤ نہیں میں صرف حکم دینا ہی نہیں جانتا حکم ماننا بھی جانتا ہوں۔"

موسیٰ اور الزبیری اور ان کے باقی ساتھیوں نے الزغل کی تقلید کی اور بدر کے سپاہیوں کا لباس پہن کر اس کا ساتھ دینے کے لئے تیار ہو گئے۔

تھوڑی دیر کے بعد بدر بن مغیرہ تین ہزار سواروں کے ساتھ قلعہ سے باہر نکلا وہ اپنا امتیازی نشان قائم رکھنے کیلئے سفید قبا اور سفید عمامہ پہنے ہوئے تھا۔

شام کے وقت فرڈیننڈ کی مملکت کے سرحدی شہروں اور قصبوں کے باشندے اپنے فاتح سپاہیوں کے بیدل تحیا در کرنے کی بجائے سرحدی عقاب کے طوفانی حملے کا سامنا کر رہے تھے۔

اگلی صبح سورج نکلنے سے تھوڑی دیر بعد یہ فوج سرحد کے ایک وسیع و عریض علاقے کو حافت و تاراج کرنے کے بعد عقابوں کی وادی میں پہنچ چکی تھی۔ بعض سواروں کے آگے مویشیوں کے ریوڑ تھے۔ اور بعض اپنے گھوڑوں پر مال غنیمت

لادے ہوئے تھے اور یہ فوج تاجروں کا ایک بہت بڑا قافلہ معلوم ہوتی تھی۔
بدر بن مغیرہ نے اپنے مستقر پر پہونچکر اعلان کیا کہ اس مال غنیمت کا پانچواں حصہ غرناطہ کے بیت المال میں بھیجا جائیگا۔ اسکے بعد پانچسو تازہ دم سواروں کو ایک نوجوان کی قیادت میں سرحدی قلعہ کی طرف کوچ کرنے کے لئے تیار کیا۔ اور انہیں حکم دیا کہ وہ قیدیوں کو ہانک کر سرحد کے پار پہونچا آئیں۔ اور ایک خاص ایلچی کو بشیر بن حسن کے نام یہ پیغام دیکر بھیج دیا کہ دشمن کے وہ زخمی جو چلنے پھرنے کے قابل نہ ہوں۔ گھوڑوں پر سرحد کے پار پہونچا دیئے جائیں، اور جن کی حالت زیادہ خراب ہو ان کا علاج کیا جائے میں ایک دو دن یہیں رہونگا۔"
اس کے بعد جب بدر بن مغیرہ الزغل، موسیٰ، اور الزغری کے ساتھ غرناطہ کے آئندہ اقدامات پر بحث کر رہا تھا تو الزغل نے کہا: "فرڈیننڈ باقاعدہ لڑائی شروع کرنے میں تاخیر نہیں کریگا۔ اگر وہ اس قلعہ پر قبضہ کر لیتا تو باقاعدہ لڑائی چھڑ چکی تھی ہمیں اسے مزید تیاری کا موقع نہیں دینا چاہیئے۔ تمہاری اس شاندار فتح کی خبر سن کر غرناطہ کے لوگوں کے حوصلے بہت بلند ہو جائیں گے۔ میرا ارادہ ہے کہ میں خود غرناطہ کے لوگوں کو تمہاری اس شاندار فتح کی خبر سنا دوں۔ اسکے بعد آپ غرناطہ پہونچ جائیں اہل غرناطہ نے برسوں سے اپنی قوم کے کسی فاتح سپاہی کا استقبال نہیں کیا۔ اور غرناطہ کے شعراء زندوں سے مایوس ہو کر قبروں میں سونے والے سپاہیوں کے متعلق قصائد لکھتے ہیں تمہیں دیکھ کر وہ یقیناً یہ خیال کریں گے کہ قدرت مسلمان کیلئے حوادث کے سیلاب کا رخ بدلنے والا سپاہی بھیج رہا ہے، اور عوام کا جوش و خروش دیکھ کر میرا علاج فوراً اعلان جنگ کر دیگا۔ وہ پہلے ہی اسر دھڑ کی بازی لگانے کیلئے تیار ہے لیکن اسے ڈر ہے کہ قوم اس کا ساتھ نہیں دے گی۔"
تب بدر بن مغیرہ نے کہا۔ "گزشتہ ملاقات کے بعد میں اپنے آپ کو غرناطہ کی فوج

کا ایک سپاہی سمجھتا ہوں۔ اس محاذ پر میری دائمی جنگ کا مقصد صرف ایک تھا وہ یہ کہ جب تک اہلِ غرناطہ خوابِ غفلت سے بیدار نہیں ہوتے، ہم فرڈیننڈ کی توجہ اپنی طرف مبذول رکھیں، لیکن اب مجھے وہ دن دور نظر نہیں آتا جب وہ پوری قوت کے ساتھ غرناطہ پر حملہ کر دے گا۔ فرڈیننڈ کی ملکہ ازابیلا قسطلہ کے بادشاہ نے اپنی شادی کے دن یہ حلف اٹھایا تھا کہ وہ غرناطہ فتح کئے بغیر چین سے نہیں بیٹھیں گے، اور اب تک تیاریوں میں مصروف ہیں۔ غرناطہ کو بچانے کی واحد صورت یہ ہے کہ انکے حوصلے ہمیشہ کے لئے پست کر دیئے جائیں۔

الزغل نے کہا "حقیقت یہ ہے کہ ہم صخرہ پر قبضہ کرنیکا فیصلہ کر چکے ہیں اور میں اس مقصد کے لئے آپ کو لینے آیا تھا۔"

بدر نے کہا "میری فوج کے تمام سپاہی حاضر ہیں۔ میں ابھی آپ کے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہوں۔"

الزغل نے کہا "نہیں آپکے سپاہیوں کا اس محاذ پر رہنا ضروری ہے۔ میرا مقصد صرف آپ تھا، نہیں قابلِ اعتماد آدمی کی قیادت میں سونپ کر غرناطہ پہنچ جائیں۔ شاید آپ کے پہنچنے سے ایک دو دن بعد ہی ابوالحسن جنگ کے اکھاڑے میں کودنے کے لئے تیار ہو جائے۔"

موسیٰ نے کہا "میرے خیال میں اگر یہ اپنی فوج کے چند دستوں کے ساتھ غرناطہ پہنچیں تو لوگوں پر اس کا اثر بہت خوشگوار ہوگا۔ اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ قسطلہ میں لوگوں کا حوصلہ بہت بڑھ جائیگا۔ اسکے بدلے ہم اس کی سرحدی چھاؤنیوں میں غرناطہ کی فوج کے طرف انکی دستوں کی قیادت انکے سپرد کر دی جائے۔ انکی ضرورت کی حفاظت کیلئے اپنی فوج کے کچھ سپاہی اس علاقہ میں منتقل کر دیں گے۔"

بدر نے کہا "ہمارا مقصد دشمن پر فتح پانا ہے۔ اور میں ہر اس محاذ پر پہنچتا رہونگا

جہاں میری ضرورت ہو گی۔ بسر دست مجھے یہ اطمینان ہے کہ اگر میں دو ہزار سپاہی بھی کسی محاذ پر لے جاؤں تو بھی ہمارا مرکز کمزور نہیں ہو گا۔ تاہم مجھے آپ کی اس تجویز سے اتفاق ہے کہ یہاں سپاہیوں کی تعداد میں کمی نہ آئے۔ اگر یہاں سے ایک ہزار تجربہ کار سپاہی نکالے جائیں تو ان کی جگہ غرناطہ سے اتنے ہی نئے سپاہی بھرتی کر کے بھیج دیئے جائیں۔ اس صورت میں یہ علاقہ ہمیں ایک دفاعی مرکز کا کام دے گا۔ اور دوسرے سرحدوں پر چھاپہ جاری رکھ کر فرڈیننڈ کی توجہ ایک سے زیادہ محاذوں پر مبذول کر سکیں گے ...

الزبیری نے سوال کیا "آپ کو یقین ہے کہ فرڈیننڈ اس شکست کے بعد غرناطہ سے پہلے اس علاقہ کو فتح کرنا ضروری خیال نہیں کرے گا؟"

بدر بن مغیرہ نے جواب دیا "مجھے یقین ہے کہ گزشتہ تجربات نے اسے بہت دور اندیش بنا دیا ہو گا۔ اسے یہ یقین ہو چکا ہو گا کہ اگر خدانخواستہ وہ باقی تمام اندلس پر قبضہ کر بھی لے تو بھی اسے برسوں تک ان چٹانوں کے ساتھ سر پھوڑنا پڑے گا۔ تاہم اگر وہ ایسا فیصلہ کرے۔ تو مسلمانان اندلس کیلئے ایک نیک شگون ہو گا۔ ہم کم از کم دس برس تک اس کی تمام قوت اس محاذ پر مبذول رکھ سکیں گے۔ اور اگر اہل غرناطہ خود کشی کا پورا ارادہ نہیں کر چکے تو اتنی مدت میں وہ کروٹ ضرور بدل لیں گے۔"

الزبیری نے سوال کیا "اگر گستاخی نہ ہو۔ تو میں یہ پوچھ سکتا ہوں۔ کہ آپ کے پاس کتنی فوج ہے؟"

بدر بن مغیرہ نے جواب دیا "اب تک جتنے سپاہی آپ نے دیکھے ہیں اتنے ہی اور ہوں گے۔"

موسیٰ نے کہا "فرض کیجئے کہ حالات آپ کو ہماری یا آپ کی توقع سے زیادہ دیر غرناطہ میں ٹھہرنے پر مجبور کر دیں تو آپ کے سالاروں میں سے کوئی ایسا ہے جو آپ کی غیر حاضری میں اسی قدر ہوشیاری سے کام لے سکے جو آپ نے کل دشمن کے غیر متوقع حملہ کا

مقابلہ کرنے میں دکھائی ہے۔ میرا مطلب ہے۔ کوئی ایسا شخص جس کی موجودگی میں آپ کے سپاہیوں کو آپ کی غیر حاضری کا احساس نہ ہو۔"

"اس میں شک نہیں کہ میرے سپاہی مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں، لیکن یہ خدا کا فضل ہے کہ میرے پاس دس سے زیادہ ایسے آدمی ہیں، جن میں سے ہر ایک میری جگہ لے سکتا ہے"

الزغل نے کہا "آپ کی نظر میں اُن میں سے بہترین کون ہے؟"

"میرا نائب منصور بن احمد۔"

"منصور بن احمد وہ نوجوان تو نہیں جو آپ کے ساتھ مشکی گھوڑے پر سوار تھا؟"

"نہیں وہ اس وقت یہاں نہیں ہے۔ وہ قرطبہ گیا ہوا ہے۔"

"قرطبہ؟ کیا وہ قرطبہ کا باشندہ ہے؟"

"نہیں وہ اشبیلیہ کا باشندہ ہے، اور قرطبہ دورے پر گیا ہوا ہے۔"

"دورے پر؟"

"نئے سپاہی بھرتی کرنے کے لئے۔"

"اور وہ اشبیلیہ سے خود یہاں کیسے پہنچا؟"

"جس طرح دوسرے سپاہی پہنچے ہیں۔ اُسے بشیر بن حسن لایا تھا۔"

اگلے دن الزغل اور اس کے سپاہیوں نے بدر بن مغیرہ سے یہ وعدہ لیکر وہ ایک ہفتہ کے بعد ایک ہزار سپاہیوں کیساتھ غرناطہ پہنچ جائے گا۔ وہاں سے کوچ کیا۔

قوم اور اُس کا سپاہی

(۱)

سرحدی عقاب ایک ہزار سواروں کے ہمراہ غرناطہ میں داخل ہوا، اُسکی تازہ فتح

کی خبر سلطنت کے ہر شہر میں پہونچ چکی تھی۔ اہل غرناطہ کو برسوں کی آرزوؤں کے بعد اس کی صورت دیکھنے کا موقع ملا تھا۔ برسوں کے بعد انہوں نے ایک فاتح کا جلوس نکالا۔ موسیٰ اور غرناطہ کی فوج کے چند بڑے بڑے عہدیدار جنہوں نے غرناطہ سے ایک منزل آگے پہونچکر اس کا بادشاہ کی طرف سے خیر مقدم کیا تھا۔ اس کے ہمرکاب تھے غرناطہ کا تاجدار ابوالحسن، اس کا ولی عہد ابو عبداللہ محمد اور بادشاہ کا بھائی ابو عبداللہ الزغل، شاہی محل کے دروازے کے برج پر کھڑے اس کا شاندار جلوس دیکھ رہے تھے۔ لوگوں کا جوش و خروش اس زمانے کو یاد کر رہا تھا جب ابن... کے مجاہد شمال میں شاندار فتوحات حاصل کرنے کے بعد واپس آیا کرتے تھے۔

لوگ مکانوں کی چھتوں سے پھولوں کی بارش کر رہے تھے۔ بدر بن مغیرہ حسب معمول سفید قبا میں ملبوس تھا لیکن آج اس کے چہرے پر نقاب نہ تھا۔ اس کے دائیں ہاتھ موسیٰ اور بائیں ہاتھ الزبیر بھی سوار تھا۔ غرناطہ کی فوج کے ایک اور جانباز سپاہی نعیم رضوان نے اس کے گھوڑے کی باگ تھام رکھی تھی۔ ان سے آگے ایک مجاہد کے ہاتھ میں سرحدی عقاب کا ہلالی پرچم تھا۔

یہ جلوس پھولوں کی سیج روندتا ہوا قلعے کے دروازے کے سامنے رکا۔ ابوالحسن نے الزغل کی طرف دیکھا اور مسرت کے آنسو چھپانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا:"

"مجھے پہلے ہی یقین تھا کہ وہ ہمارا ہے!" پھر وہ ابو عبداللہ کی طرف متوجہ ہوا "بیٹا! تمہیں اس کے استقبال کے لئے باہر جانا چاہتے تھے!"

"مجھے؟" ابو عبداللہ نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں بیٹا! یہ تمہارا فرض تھا کہ سب سے پہلے تم اس کے ہاتھ کا بوسہ دیتے!"

"لیکن شاہی گھرانے کا وقار؟"

"ابوالحسن نے کہا۔ شاہی گھرانے کا وقار ہمیشہ ایسے مجاہدوں کی تلوار کا

شرمندہ احسان ہوا کرتا ہے"۔

الزغل نے کہا: "آپ دربار میں جائیں۔ اُسے وہاں لانے کے لئے میں خود جاتا ہوں"۔

ابوالحسن نے کہا: "نہیں اب جب عبداللہ نے شاہی گھرانے کے وقار کا سوال اٹھایا ہے اس کا قائم رہنا ضروری ہے۔ بدر بن مغیرہ کی پیشوائی کیلئے میں خود جاتا ہوں۔ آپ دربار میں جمع ہونے والے تمام امراء کو حکم دیجئے، کہ وہ بھی باہر آ جائیں اور میرے ... پھولوں کا ایک ہار بھی بھیج دیجئے، اور موسیٰ کو یہ کہلا بھیجئے کہ وہ تھوڑی دیر اور جلوس کو دروازے پر روکے"۔

لوگ قلعے کے دروازے کے سامنے بدر بن مغیرہ کے گرد گھیرا ڈالے فلک شگاف نعرے لگا رہے تھے۔ موسیٰ نے اپنا گھوڑا آگے بڑھا کر راستہ صاف کیا۔ لیکن پیشتر اس کے کہ یہ جلوس آگے روانہ ہوتا شاہی ایوان کا ناظم بھاگتا ہوا قلعے سے باہر نکلا، اور موسیٰ کے قریب پہنچ کر بولا: "شاہی فرمان ہے کہ معزز مہمان کو تھوڑی دیر کے لئے یہاں روکا جائے"۔

تھوڑی دیر کے بعد ابوالحسن امرائے سلطنت کے ساتھ دروازے سے باہر نمودار ہوا۔ اور لوگ تصویر حیرت بن کر اس کی طرف دیکھنے لگے۔ ابوالحسن کو سیڑھیوں سے نیچے آتا دیکھ کر موسیٰ اور النیری گھوڑے سے اتر پڑے۔ نعیم رضوان نے جو بدر بن مغیرہ کے گھوڑے کی باگ تھامے ہوئے تھا اس کی طرف مڑ کر دیکھتے ہوئے کہا: "بادشاہ سلامت خود تشریف لا رہے ہیں"۔

بدر بن مغیرہ نے گھوڑے سے چھلانگ لگا دی۔

(۳)

اتنی دیر میں ابوداؤد اس کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے مصافحہ کرنے کی

بجائے اسے گلے لگانے کے بعد اس کی گردن میں پھولوں کا ہار ڈال دیا۔ اور پھر بدر کے ساتھی کے ہاتھ سے جھنڈا لے کر بوسہ دیتے ہوئے بولا۔ موسیٰ اہل غرناطہ کو خوش خبری دو کہ آج سے ہمارے محل پر سرحدی عقاب کا پرچم لہرایا جائے گا۔ ہمارے پرچم بوسیدہ ہو چکے تھے۔ بدر بن مغیرہ ہمارے لیئے ایک نیا پرچم لے کر آیا ہے۔ ہماری تلواریں زنگ آلود ہو چکی تھی۔ قدرت نے انہیں نئی چمک عطا کرنے والا بھیج دیا۔ اور موسیٰ انہیں یہ بھی کہو کہ ہم اپنے معزز مہمان کی تشریف آوری کے لیئے اُن کے شکر گزار ہیں"۔

موسیٰ سیڑھیوں پر کھڑا ہو کر ہجوم کی طرف متوجہ ہوا۔ لوگ ایک دوسرے کو خاموشی کی تلقین کرنے لگے۔ وہ موسیٰ کو غرناطہ کی زبان سمجھتے تھے جب اسکے[1]

---

[1] موسیٰ بن غسان کی شعلہ بیانی اور آتش نوائی کے قصے ابتک مشہور ہیں جہانتک شجاعت کا تعلق ہے اسکی شخصیت ہندوستان کے سلطان ٹیپو اور ترکی کے انور پاشاہ سے مختلف نہیں اسپین کے مورخین نے اسکے متعلق بہت لکھا ہے۔ جب اندلس میں مسلمانوں کی کشتی طوفان حوادث میں ڈگمگا رہی تھی۔ موسیٰ کی شخصیت ان کیلئے روشنی کی مینار تھی۔ اندلس کے مسلمانوں کے زوال کی داستان اس وقت مکمل ہوئی جب اس اولوالعزم مجاہد کی تلوار ٹوٹ چکی تھی۔ دارالحمراء کی دیواریں اس وقت متزلزل ہوئیں جب یہ آہنی ستون گر چکا تھا۔ اس کی ولولہ انگیز تقریروں نے کئی بار غرناطہ کے لوگوں کو خواب غفلت سے جگایا۔ اس کی تلوار انھیں بارہا فتح اور آزادی کی شاہراہ پر لے گئی لیکن وہ اُس قوم کو تباہی سے نہ بچا سکا جس کے اکابرین میں سے اکثر خودکشی کا فیصلہ کر چکے تھے۔

ہاتھ بلند کئے تو لوگ دم بخود ہو کر اس کی طرف دیکھنے لگے موسیٰ نے تقریر شروع کی۔

"غرناطہ کے لوگو! آج تمہارے درمیان وہ اولوالعزم مجاہد کھڑا ہے جس نے اندلس کی تاریخ میں اپنا نام نوک شمشیر سے لکھا ہے جس نے مٹھی بھر مجاہدین کے ساتھ کئی بار فرڈیننڈ کی ٹڈی دل افواج کو شکست دی۔ بدر بن مغیرہ تمہارا اسرحدی عقاب تمہارے لئے ایک پیغام لیکر آیا ہے اور وہ پیغام یہ ہے کہ وہ جماعت جو اپنی عزت اور آزادی کیلئے خون میں نہانے اور آگ میں کودنے کے لئے تیار ہو اسے دنیا کی کوئی طاقت مغلوب نہیں کر سکتی۔

قرطبہ، اشبیلیہ اور طلیطلہ میں ہماری عزت کے جھنڈے اس لئے سرنگوں ہو گئے کہ ہم خود وہ راستہ اختیار کر چکے تھے۔ جو قوموں کو اوج کمال سے پستی اور ذلت کی طرف لے جاتا ہے۔ ہمارے اسلاف نے ان شہروں میں اپنے خون سے جو نقش و نگار بنائے تھے انہیں ہم نے اپنے آنسوؤں سے دھو ڈالا۔ مسلمانو! اگر تم نے اہل قرطبہ کے انجام سے عبرت حاصل نہ کی تو یاد رکھو! مستقبل کے مورخ صرف ماضی کے کھنڈروں میں تمہاری داستان کے بکھرے ہوئے اوراق تلاش کیا کریں گے۔

قرطبہ اور اشبیلیہ کی عظیم الشان سلطنتیں کسی دشمن کے قوت نے ہمارے ہاتھ سے نہیں چھینیں ہم نے خود کھوئی ہیں۔ ہماری ترقی اور فلاح کا راز اس شاہراہ عظیم پر چلنے میں تھا جو ہمیں محمد مصطفیٰ نے دکھائی تھی۔ اس شاہراہ پر چلتے ہوئے ہم عرب ریگزاروں سے نکل کر ہسپانیہ کے مرغزاروں تک آپہنچے۔ اسی شاہراہ پر چلتے ہوئے ہم نے قیصر و کسریٰ کے تاج پاؤں تلے روند ڈالے۔ یہ شاہراہ ہمیں افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں اور کوہ البرز کی برفانی چوٹیوں تک لے گئی۔ ہمارا تنزل اس وقت شروع ہوا جب ہم اس شاہراہ کو چھوڑ چکے تھے اسلام نے ہمارے لئے قدرت

کے انعامات کا دروازہ کھولا تھا۔ لیکن ہم نے اپنے ہاتھوں سے رحمت کا یہ دروازہ بند کر دیا۔ اسلام نے ہمیں جہاد فی سبیل اللہ کا حکم دیا تھا لیکن ہم خانہ جنگیوں میں مبتلا ہو گئے۔ اسلام نے ہمیں ایک ہونے کی تعلیم دی تھی لیکن ہم جماعتوں اور فرقوں میں بٹ گئے۔ اسلام نے نسلیت کے بت کو توڑ کر اسلامی اخوت کی بنیاد ڈالی۔ اور عربی اور عجمی کو ایک صف میں کھڑا کیا۔ لیکن ہم نے اس بت کو دوبارہ اپنی آستینوں میں جگہ دی۔ ہم نے خدا کی رسی چھوڑ دی اور نسلیت اور وطنیت کے بتوں کے سامنے سر جھکایا دنیا کے ہر گوشے میں ایک نسل اور وطن کے مسلمانوں کی تلوار دوسری نسل اور وطن کے مسلمانوں کے ساتھ ٹکرائی۔ عربی نے عجمی اور عجمی نے عربی کا گلا کاٹا اور ترکی اور ایرانی ایک دوسرے کے مقابلہ میں صف آرا ہوئے اور اسلام کی چٹان ریت کا ایک انبار بن کر رہ گئی۔ تاریخ شاہد ہے کہ ہماری اجتماعی قوت ایک سیلاب تھا جو مزاحمت کی ہر دیوار کو بہا کر لے گیا۔ لیکن جب ہم میں نسلیت کا فتنہ بیدار ہوا۔ ہمیں دنیا کی حقیر ترین اقوام کے ہاتھوں بد ترین شکستیں نصیب ہوئی۔ لیکن ہم نے ان تمام واقعات سے عبرت حاصل نہ کی۔

غرناطہ کے مسلمانو! میں تم سے پوچھتا ہوں۔ کیا عربیوں کی حکومت کے بعد قرطبہ، شبیلیہ اور اندلس کے دوسرے شہروں کا ہمارے ہاتھ سے چھین جانا اس لئے نہ تھا کہ ہم میں نسلیت کا فتنہ بیدار ہو چکا تھا۔ مقام عبرت ہے کہ جب عیسائیوں کی افواج ان شہروں کا محاصرہ کر رہی تھیں، اندلس کے مسلمانوں میں عربی ہسپانوی اور بربری ایک دوسرے کا گلا کاٹنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اندلس کے شہر ایک ایک کر کے ہمارے قبضہ سے نکل گئے۔ مسلمان اس قوم کے غلام بنا دیئے گئے جس پر انہوں نے کئی صدیاں حکومت کی تھی۔ آج صرف غرناطہ کی چھوٹی سی سلطنت

ہمارے قبضہ میں رہ گئی ہے۔ یہ ہمارا آخری حصار ہے اور دشمن اس پر بھی قبضہ جمانے کی فکر میں ہے۔ لیکن ہمیں ابھی تک ہوش نہیں آیا ہم میں ابھی تک نسلیت کا فتنہ موجود ہے۔ ہم اب بھی ہسپانوی۔ عربی اور بربری کا افتراق مٹانے کیلئے تیار نہیں۔

اندلس کے وہ مسلمان جو عیسائیوں کی غلامی میں بدترین اذیتیں برداشت کر رہے ہیں، اس امید پر زندہ ہیں کہ غرناطہ کے مسلمان ان کی مدد کے لئے پہنچیں گے۔ تم ان کا آخری سہارا ہو۔ لیکن خدانخواستہ تم اپنی حفاظت بھی نہ کر سکے تو اندلس کے مسلمانوں کی تاریخ آنے والی نسلوں کیلئے عبرتناک افسانہ بن کر رہ جائے گی اور سیاح ان اجڑی ہوئی عمارات کو دیکھ کر یہ کہیں گے کہ کیا انہیں تعمیر کرنیوالے واقعی مسلمان تھے؟"

فرڈیننڈ نے ہم سے خراج مانگا ہے اور ہم نے اسے یہ جواب دیا ہے کہ ہمارے دارالضرب میں صرف تلواریں بنتی ہیں۔" اور یہ جواب ہم نے اس یقین کے ساتھ دیا ہے کہ ہماری تلواریں آزادی کی حفاظت کر سکتی ہیں۔"

موسیٰ کی تقریر کے اختتام کے بعد لوگ شور مچانے لگے کہ ہم سرحدی عقاب سے کچھ سننا چاہتے ہیں۔ ابو الحسن نے بدر بن مغیرہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "آپ ضرور کچھ کہیں۔ میرے محل کے سامنے کبھی اتنے آدمی اکٹھے نہیں ہوتے۔"

بدر بن مغیرہ تذبذب کی حالت میں ادھر اُدھر دیکھ رہا تھا کہ موسیٰ نے بازو سے پکڑ کر اسے سیڑھیوں پر کھڑا کر دیا۔

بدر بن مغیرہ کے لئے اتنے آدمیوں کے سامنے تقریر کرنا ایک بہت بڑی آزمائش تھی۔ چند لمحات کے لئے وہ تذبذب کی حالت میں لوگوں کی طرف دیکھتا رہا بالآخر اس نے جھجکتے ہوئے کہا۔

"زندہ دلان غرناطہ! موسیٰ بن ابی غسان کی تقریر کے بعد میں کسی اور تقریر کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ اور شاید تم ابھی خواب غفلت سے جاگنے کیلئے صور اسرافیل کے بعد کسی اور ہنگامے کی ضرورت محسوس نہ کرو۔ میرا یہ دعویٰ ہے کہ جو قوم اپنے دور انحطاط میں بھی ابو موسیٰ جیسے مجاہد پیدا کر سکتی ہے۔ اسے کوئی نہیں مٹا سکتا۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ تم جس شخص کو اپنا مخلص رہنما سمجھو، اس کی آواز پر صدق دل سے لبیک کہو وہ جو کہے اس پر عمل کرو یاد رکھو دنیا میں بڑے سے بڑا طبیب ایسے مریض کو فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ جو خود کشی پر تلا ہوا ہو۔"

تم اپنے گرد و پیش سے اچھی طرح واقف ہو۔ تمہارے ہر اقوام پر مصائب کی گھٹائیں قرطبہ اور اشبیلیہ میں ہماری سطوت کے محل مسمار ہو چکے ہیں اس ملک میں آٹھ سو برس کی حکومت کے بعد ہماری قوم کے لاکھوں افراد ایک ایسے دشمن کی غلامی کی چکی میں پس رہے ہیں۔ جس کے دل میں ہمارے لئے نہ رحم ہے اور نہ انصاف۔ آج صرف غرناطہ ہمارا حصار ہے اور اگر ہم نے ان غلطیوں کا اعادہ کیا جو قرطبہ اور طلیطلہ وغیرہ میں ہمارے بھائیوں سے سرزد ہو چکی ہیں تو مجھے ڈر ہے کہ کسی دن یہ بھی ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گا جب شمال کے عیسائی امراء ہمارے خلاف متحد ہو رہے تھے، ان شہروں میں ہمارے امراء ایک دوسرے سے برسر پیکار تھے ایک کافر دوسرے کافر کو گلے لگا رہا تھا لیکن ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا گلا کاٹ رہا تھا ہمارے دشمنوں نے یہ ثابت کر دکھایا کہ تمام کفر ایک ہے لیکن ہم یہ ثابت نہ کر سکے کہ اگر تمام کفر ایک ہے تو تمام اسلام بھی ایک ہے۔ وہ فتوحات کے شوق میں متحد ہو گئے لیکن ہمیں اپنی شکست کا خوف بھی متحد نہ کر سکا۔ مراکشی مسلمان بربری کا دشمن بنا رہا اور بربری مسلمان اندلسی مسلمان کے خون کا پیاسا تھا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ شہر ایک ایک

کر کے ہمارے ہاتھ سے نکل گیا۔

دشمنان اسلام پھر ایک بار متحد ہو رہے ہیں۔ اب اُن کی آنکھ غرناطہ پر ہے اگر خدانخواستہ ہم غرناطہ کی حفاظت بھی نہ کر سکے تو اندلس میں مسلمانوں کا صرف نام رہ جائے گا۔ یہ سب باتیں ابو موسیٰ تم سے کہہ چکا ہے۔ میں صرف ایک بات کہنا چاہتا ہوں کہ اب الفانسو کی بجائے فرڈیننڈ ہمارے ساتھ تلوار کی زبان سے ہم کلام ہونا چاہتا ہے اور ہمیں یہ ثابت کرنا ہے کہ مسلمان تلوار کی زبان بولنا جانتا ہے۔ اہل غرناطہ! قوموں کی زندگی میں ایک ایسا وقت بھی آتا ہے جب قلم کی بجائے تلوار کی زبان زیادہ صحیح ہوتی ہے۔ اور تمہارے لئے وہ وقت آچکا ہے!"

بدر بن مغیرہ کی تقریر کے بعد جب لوگ نعرے لگا رہے تھے ابوالحسن نے اس سے کہا "میں آپ کے ساتھ باتیں کرنے کیلئے بیقرار ہوں جلوس کے اختتام پر ابو موسیٰ آپ کو میرے پاس لے آئے گا!"

(۴)

سرحدی عقاب کی آمد سے دس دن بعد غرناطہ کے باشندے ہزاروں کی تعداد میں شہر سے باہر کھڑے ہو کر ابوالحسن کی فوج کو خدا حافظ کہہ رہے تھے۔ برسوں کے بعد غرناطہ کی فوج پہلی بار اپنی سلطنت کے کسی امیر کی سرکوبی کی بجائے دشمن کے خلاف کسی محاذ پر جا رہی تھی۔ برسوں کے بعد ہسپانوی، بربری، اور عربی مسلمان امید اور سپاہی ایک امیر کے جھنڈے تلے جمع ہوئے تھے۔

ابوالحسن نے کوچ کا حکم دینے سے پہلے فوج کا معائنہ کرنے کے بعد بدر بن مغیرہ سے کہا "بدر تم نے ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑ دیا ہے۔ خدا کی قسم! اگر عربی، بربری اور ہسپانوی مسلمان اس طرح دوش بدوش کھڑے رہے تو کوئی وجہ نہیں کہ قیامت کے دن ہمیں اسلاف کے سامنے شرمندہ ہونا پڑے۔ ہم پھر ایک بار فرانس تک

پہونچیں گے۔"

بدر بن مغیرہ نے جواب دیا۔"مجھے یقین ہے کہ جب تک آپ کی تلوار نیام سے باہر رہے گی۔ اہل غرناطہ میں انتشار پیدا نہیں ہوگا۔ ان لوگوں کو ایک صف میں کھڑا کرنے کے لئے ایک متحدہ محاذ کی ضرورت تھی۔ جب تک ہماری تلواریں نصرانیوں کے ساتھ ٹکراتی رہیں گی۔ اس وقت تک مسلمان گھریلو جھگڑوں کی طرف توجہ نہیں دیں گے۔"

الزغل اس مہم میں اپنے بھائی کا ساتھ دینے پر مُصر تھا لیکن بعض وجوہات کی بنا پر ابوالحسن نے دارالسلطنت اور اس سے زیادہ اپنے بیٹے کی نگرانی کے لئے اپنے بھائی کو دارالخلافہ میں چھوڑنا مناسب خیال کیا۔

ابوالحسن نے اس مہم کے لئے اپنے لشکر میں پیادہ سپاہ کو شامل نہ کیا اور ایک حیرت انگیز تیزی سے یلغار کرتا ہوا وادی لکہ تک جا پہونچا۔

موسیٰ بن ابی غسان اس کا نائب سالار تھا، اور رہبروں کے طوفانی دستوں کی قیادت بدر بن مغیرہ کے سپرد تھی۔

ابوالحسن نے سرحد کے چند علاقے مسخر کرنے کے بعد صخرہ کا محاصرہ کر لیا اور جب غرناطہ میں اس شہر کے محاصرہ کی خبر پہونچی تو عوام میں مسرت کی ایک لہر دوڑ گئی۔ صخرہ کا عیسائی حاکم مسلمانوں پر اپنے وحشیانہ مظالم کے باعث فرڈیننڈ کے تمام عمال سے زیادہ بد نام تھا۔ اہل غرناطہ برسوں سے صخرہ سے بھاگ کر غرناطہ میں پناہ لینے والے مسلمانوں کی مظلومیت کی داستانیں سن رہے تھے۔ صخرہ کے محاصرہ کی خبر سن کر انہوں نے مساجد میں ابوالحسن کی فتح اور درازی عمر کے لئے دعائیں کیں۔

ابوالحسن کا خیال تھا کہ صخرہ کا محاصرہ طول کھینچے گا۔ لیکن چار دن کے بعد رات کے تیسرے پہر شہر کی مسلمانوں کی ایک جماعت نے پہریداروں پر حملہ کر کے

شہر کا ایک دروازہ کھول دیا۔ اور ابو الحسن کی فوج جسے وہ پہلے ہی اپنے اس ارادے سے باخبر کر چکے تھے۔ معمولی مزاحمت کو کچلنے کے بعد شہر پر قابض ہو گئی۔

اس جنگ میں زخمیوں کی تعداد بہت کم تھی۔ انہیں ابو الحسن کے حکم سے گورنر کے محل کے ایک کشادہ کمرے میں پہونچا دیا گیا۔ دوپہر کے وقت ابو الحسن، موسیٰ، ابدر اور چند سالاروں کے ساتھ زخمیوں کو دیکھنے کے لیے آیا۔ چند جرّاح جوان زخمیوں کی مرہم پٹی کر رہے تھے۔ ادب سے سر جھکا کر کھڑے ہو گئے لیکن ایک شخص، جو انتہائی انہماک کے ساتھ ایک سپاہی کے سر اور گردن کے زخموں پر پٹی باندھ رہا تھا، ابو الحسن کے قریب پہونچنے پر بھی ٹس سے مس نہ ہوا۔ لباس سے وہ ایک طبیب جرّاح کی بجائے سپاہی معلوم ہوتا تھا۔ اس کی زرہ چمک رہی تھی۔

ابو الحسن نے ایک ثانیہ کے لئے زخمی کی طرف دیکھا، اور طبّی دستے کے سالار کو آواز دیکر کہا! "اس آدمی کو آپ کی توجہ کی ضرورت ہے!"

طبّی دستہ کا سالار بھاگتا ہوا آگے بڑھا۔ اور زرہ پوش کو ایک طرف ہٹاتے ہوئے بولا "میں نے پہلے بھی آپ سے کہا تھا یہ ہمارا کام ہے۔"

جب زرہ پوش نے اس پر بے التفاتی کر دی تو اس نے ذرا ترش ہو کر کہا "آپ کو میرا لحاظ نہیں تو کم از کم آپ کو بادشاہ سلامت کی موجودگی کا لحاظ ضرور ہونا چاہیئے۔ سپاہی کا مقام میدان جنگ ہے یہ جگہ نہیں!"

زرہ پوش نے ایک ثانیہ کے لئے گردن اوپر اٹھائی اور جواب دیا "آپ میرا وقت ضائع نہ کیجئے۔ زخمی کی حالت بہت خراب ہے۔"

بدر بن مغیرہ زرہ پوش کی آواز سن کر چونک پڑا لیکن چونکہ آنکھوں کے سوا اس کا چہرہ خود میں چھپا ہوا تھا۔ اس لئے وہ زرہ پوش کو فوراً پہچان نہ سکا طبّی دستے کا سالار سٹپٹا گیا۔ اور اس نے کہا! "اگر آپکو پٹی باندھنے کا شوق ہے۔ تو باہر جا کر دشمن

کے کسی مقتول پر طبع آزمائی کریں۔"
زرہ پوش نے پٹی کو آخری گرہ دیتے ہوئے کہا، "مجھے پٹی باندھنے کا شوق نہیں زخمیوں کا علاج کرنے کا شوق ہے۔"
ابوالحسن کی حیرت دلچسپی میں تبدیل ہو چکی تھی۔ لیکن طبیب کی قوت برداشت جواب دے چکی تھی۔ اس نے زخمی کی نبض پر ہاتھ رکھتے ہوئے ایک اور طبیب کو آواز دے کر کہا، "اسے باہر لے جاؤ، یہ کوئی جنونی قسم کا آدمی معلوم ہوتا ہے۔"
دوسرا طبیب آگے بڑھا۔ لیکن ابوالحسن کا اشارہ پا کر اس نے اپنے افسر کے حکم کی تعمیل نہ کی۔
طبی دستے کے سالار نے زخمی کی پٹی کھولنے کی کوشش کی۔ لیکن زرہ پوش نے اس کا ہاتھ روکتے ہوئے کہا، "اگر آپ نے پٹی کھول دی۔ تو اس کی موت یقینی ہے۔ میں آپ کے کام میں دخل نہ دیتا۔ لیکن آپ کو شاید یاد نہیں کہ آپ نے اسے ناقابل علاج سمجھ کر چھوڑ دیا تھا۔"
اس دوران میں بدر بن مغیرہ کے تمام شکوک دور ہو چکے تھے آواز کے علاوہ زرہ پوش کا تھیلا بھی پہچان چکا تھا۔ وہ ان ہاتھوں سے بھی مانوس تھا جو کئی بار اس کے اپنے زخموں پر مرہم رکھ چکے تھے اس کی حیرانی مسرت میں تبدیل ہو چکی تھی۔ اس نے طبی دستے کے سالار سے مخاطب ہو کر کہا، "آپ پریشان نہ ہوں۔ میں انہیں جانتا ہوں بشیر! تم یہاں کیسے پہنچ گئے؟"
زرہ پوش نے اپنے خود کا نقاب اوپر سرکا دیا۔ اور اٹھ کر ادب کے ساتھ ابوالحسن کے سامنے کھڑا ہو گیا۔
موسیٰ نے چونک کر کہا، "بشیر بن حسن! آپ یہاں کب آئے؟"
اس نے جواب دیا، "میں آج ہی یہاں پہنچا ہوں۔"

موسیٰ نے ابوالحسن سے مخاطب ہو کر کہا: "یہ بشیر بن حسن ہیں۔ یہ ہمارے سرحدی عقاب کے پیروں کی رکھوالی کرتے ہیں۔"

ابوالحسن نے گرمجوشی کے ساتھ بشیر بن حسن سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا: "میں آپ کی تعریف سن چکا ہوں۔"

بشیر بن حسن نے ابوالحسن کے ہاتھ کو بوسہ دیتے ہوئے کہا: "معاف کیجئے میری طرف سے آداب بجالانے میں کوتاہی ہوئی۔ زخمی کی حالت خراب تھی۔"

طبی دستے کا سالار پریشانی، ندامت اور بے بسی کی حالت میں کھڑا تھا۔ بشیر بن حسن نے اس سے مخاطب ہو کر کہا: "میں بے جا مداخلت کا مجرم ہوں لیکن یہ شخص بازار میں بیہوش پڑا تھا۔ اور سپاہی اسے مردہ سمجھ کر چھوڑ آئے تھے۔ مجھے اس میں زندگی کے آثار دکھائی دیئے اور میں اسے یہاں اٹھا لایا۔ آپ چونکہ بیحد مصروف تھے۔ اس لئے آپ اس پر توجہ نہ دے سکے۔"

طبی دستے کے سالار نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا: "بشیر بن حسن کے سامنے اپنی کمتری کا اعتراف کرنا بھی میرے لئے باعث فخر ہے۔ جب آپ اسے لائے تھے تو میری نگاہ میں اس کی حالت مایوس کن تھی۔ اسے طبیب سے زیادہ کسی معجزہ کرنے والے کی ضرورت تھی، اور اندلس میں فقط بشیر بن حسن کے نام کے ساتھ ایسے معجزات وابستہ کئے جاتے ہیں۔ ہمارے پاس چند اور زخمی بھی آپکی توجہ کے محتاج ہیں۔"

ایک اور نوجوان جراح نے آگے بڑھ کر کہا: "میں نے آپکو قرطبہ میں دیکھا تھا۔ لیکن خود کے باعث آج میں پہچان نہ سکا۔"

بشیر بن حسن نے کہا: "مجھے ڈر تھا کہ خود کے بغیر آپ کو میری اجنبیت اور زیادہ محسوس ہو گی۔ اس کے علاوہ زخمیوں میں ہمارے چند ساتھی بھی ہیں۔ مجھے خطرہ تھا کہ وہ مجھے دیکھ کر شور مچائیں گے۔ اور آپ میں سے بعض زخمیوں کو چھوڑ کر میری طرف متوجہ

ہو جائیں گے، اور میں بھی اس زخمی کی حالت پر پوری توجہ نہیں دے سکوں گا۔"

ابوالحسن نے کہا: "ہمیں افسوس ہے کہ ہم نے اس بات کا احساس نہیں کیا آپ دوسرے زخمیوں کو دیکھیں اور فارغ ہو کر مجھ سے ضرور ملیں۔"

ابوالحسن، بدر بن مغیرہ اور دوسرے چلے گئے اور بشیر بن حسن دوسرے زخمیوں کی مرہم پٹی میں مشغول ہو گیا۔ اندلس میں باقی شہروں کی طرح غرناطہ میں بھی اس کے نام کی شہرت پہنچ چکی تھی۔ طبی دستہ کے تمام افراد اس کے ساتھ مصافحہ کرنے ہمکلام ہونے اور اس کے حکم کی تعمیل کرنے میں فخر محسوس کرنے لگے۔ ان کے احساس مرعوبیت کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ بشیر بن حسن سرنلہ کی عقاب کا ساتھی تھا۔

طبی دستے کا سالار دیر تک اپنے طرز عمل پر پریشان رہا۔ بالآخر اس نے بشیر بن حسن سے کہا: "میں ابھی تک معذرت کیلئے موزوں الفاظ سوچ رہا ہوں مجھے ڈر ہے کہ آپ نے میرے متعلق بہت بری رائے قائم کی ہوگی۔"

بشیر نے جواب دیا: "آپ پریشان نہ ہوں، ممکن ہے کہ اگر میں آپکی جگہ ہوتا تو ایک اجنبی کے ساتھ سختی سے پیش آتا۔"

تھوڑی دیر کے بعد وہ زخمی جس کی بشیر بن حسن نے سب سے پہلے مرہم پٹی کی تھی، نیم بیہوشی کی حالت میں آہستہ آہستہ کراہنے لگا۔ بشیر بن حسن نے اپنے تھیلے سے ایک دوائی نکال کر پیالی میں ڈالتے ہوئے ایک طبیب سے کہا: "یہ تھوڑی دیر کے بعد ہوش میں آجائے گا۔ جب یہ آنکھیں کھولے آپ فوراً اسے یہ دوائی پلا دیں دوائی پیتے ہی اسے نیند آجائے گی۔ شام کے وقت میں خود آکر اس کی حالت دیکھوں گا۔ اس وقت تک آپ یہ خیال رکھیں کہ کوئی اسے جگانے یا اس کے ساتھ بات کرنے کی کوشش نہ کرے۔"

(۵)

دوپہر کے وقت جب بدر بن مغیرہ کو تنہائی میں بشیر کے ساتھ گفتگو کرنے کا موقع ملا تو اس نے اپنے دوست کی غیر متوقع آمد کی وجہ پوچھی۔ بشیر بن حسن نے جواب دیا۔

"میری زندگی کی سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ میں غرناطہ سے ابوالحسن کی فوج کی روانگی کا نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھوں لیکن مجھے اس وقت اطلاع ملی جب یہ فوج غرناطہ سے کوچ کر چکی تھی۔ تاہم میں نے خیال کیا کہ میں جنگ کے دوران میں ضرور پہنچوں گا۔ ابوداؤد بھی مجھے غرناطہ تک اپنے ساتھ لے جانے پر بضد تھا۔ منصور بن احمد نے میری درخواست اور ابوداؤد کی سفارش پر مجھے اجازت دیدی۔ غرناطہ پہونچ کر مجھے پتہ چلا کہ آپ قرطبہ کا محاصرہ کرنے کے بعد یہاں یلغار کر رہے ہیں۔ آج صبح یہاں پہونچا تو یہ شہر فتح ہو چکا تھا۔"

بدر بن مغیرہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اندر میں زخمی نہ تھا۔ اس لئے تمہاری ادویات دوسروں کے کام آئیں۔ سچ کہو تمہاری یہ بے تابی صرف میری وجہ سے نہ تھی؟"

"تمہاری سلامتی میری زندگی کا مقصد ہے۔"

"ایک فرد کی سلامتی میرے خیال میں ایسا بلند مقصد نہیں، جس پر فخر کیا جا سکے۔"

بشیر بن حسن نے محبت بھری نگاہوں سے اپنے دوست کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "بدر تم میرے لئے ایک فرد نہیں ایک قوم ہو، اور اگر میں ایک طبیب کی زبان استعمال کروں تو میں یہ کہوں گا کہ تم ہسپانیہ کے جسد ناتواں میں ایک دھڑکتا ہوا دل ہو۔"

بدر نے کہا۔ "یہ ایک شاعر کی زبان ہے۔"

بشیر نے جواب دیا۔ "خدا کا شکر ہے کہ میں شاعر نہیں۔ میں نے الزغل کے دسترخوان پر غرناطہ کے چند شعرا سے ملاقات کی ہے۔ وہ تمہاری تعریف میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کر رہے تھے۔"

"کیا کہتے تھے میرے متعلق وہ؟"

"بس یہی کہ تم ہوا میں اڑ سکتے ہو، پانی پر چل سکتے ہو، تمہیں دیکھ کر سمندر کی طوفانی لہروں میں سکون آجاتا ہے اور دریا ...."

"دریاؤں کو کیا ہوتا ہے؟"

"مجھے یاد نہیں رہا، شاید وہ یہ کہتے تھے کہ دریا پہاڑوں کی طرف واپس ہو جاتے ہیں۔"

بدریہ نے کہا "احمق کہیں کے"

بشیر بن حسن نے ہنسی ضبط کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا "نہیں وہ سب کے سب احمق نہیں تھے، ایک نے چند عقل کی باتیں کہی تھیں۔"

"وہ کیا؟"

"وہ یہ کہ سرحدی عقاب کا گھوڑا کوہ نیوادا کی برف سے زیادہ سفید ہے جب وہ چلتا ہے تو زمین پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ اس کی تلوار کی چمک سے سورج کی آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں۔"

بدریہ بن مغیرہ نے کہا "بشیر اس زندہ دلی کا باعث یہ فتح ہے یا کچھ اور؟"

بشیر نے جواب دیا "بدریہ واقعی بہت خوش ہوں میں محسوس کرتا ہوں کہ برسوں کے خوابوں کی تعبیر کا زمانہ شروع ہو چکا ہے۔"

بدریہ نے سوال کیا "انجلا کیسی ہے؟"

بشیر نے جواب دیا "وہ ٹھیک ہے لیکن تم نے ربیعہ کے متعلق نہیں پوچھا۔"

"اُسے کیا ہوا؟"

"واہ تمہیں یہ خبر نہیں" بشیر نے سنجیدہ ہو کر کہا۔

"بشیر! تم اس کے متعلق کوئی بری خبر تو نہیں لائے؟"

"بشیر ہنس پڑا۔

"بدر نے کہا! تم بہت شریر ہو۔"

بشیر نے کہا! ربیعہ تمہیں سلام کہتی تھی۔"

"جھوٹ!"

"اچھا بھائی یہی سمجھ لو کہ وہ تمہاری سلامتی کے لئے دعا کرتی تھی۔"

مجھے یہ مان لینے میں کوئی اعتراض نہیں۔ خیر اب مذاق چھوڑ دو۔ ابو داؤد کا حال کیا ہے؟"

"وہ بہت خوش ہے۔ غرناطہ پہنچتے ہی الزغل نے اسے شہزادہ عبداللہ کا مصاحب خاص بنا دیا ہے۔ اسے رہنے کیلئے قصر الحمراء میں ایک مکان دیا گیا ہے۔ میرے خیال میں وہ بہت جلد شہزادے کو اپنا گرویدہ بنا لے گا۔"

موسیٰ کی آمد پر ان دونوں کی گفتگو کا رخ بدل گیا۔ اس نے اطلاع دی کہ ابوالحسن آپ کو بلاتے ہیں۔"

نئے عزائم

(۱)

صخرہ کی فتح کے بعد ابوالحسن نے عیسائیوں کے ساتھ فیصلہ کن جنگ لڑنے کیلئے وسیع پیمانے پر تیاریاں شروع کر دیں۔ سلطنت کے وہ بااثر سردار اور قبائل کے راہنما جو اب تک بربری، عربی اور ہسپانوی مسلمانوں کے اندرونی جھگڑوں میں الجھے ہوئے تھے، مشترکہ دشمن کے خلاف متحد ہونے لگے۔ ہسپانوی اور بربری سرداروں کیلئے ابوالحسن ایک عربی حکمراں کے بجائے ایک مسلم حکمراں بن چکا تھا۔ اس نے صلیب کے

پرچم کے مقابلے میں ہلال کا پرچم بلند کیا تھا علماء کا با اثر طبقہ اس جنگ کو جہاد قرار دے چکا تھا۔ صخرہ کی فتح کے بعد جب ابو الحسن غرناطہ لوٹا تو اس نے پہلی بار یہ محسوس کیا کہ وہ صحیح معنوں میں غرناطہ کا حکمران بن چکا ہے۔ عوام نے فوجی مستقر سے لے کر الحمراء تک اسکے گھوڑے کے راستے میں پھولوں کی سیج بچھا رکھی تھی۔ رات کے وقت اس نے قصر الحمراء کے ایک بلند مینار پر کھڑے ہو کر چاروں طرف نگاہ دوڑائی۔ تمام شہر میں چراغاں تھا۔ اور لوگ گلیوں اور بازاروں میں مسرت کے نعرے لگا رہے تھے ابو الحسن نے آسمان کی طرف دیکھا اور ہاتھ اٹھا کر دعا کی:-

اے رب العزت! میرے کمزور بازوؤں کو طاقت عطا کر۔ مجھے طارق بن زیاد کا عزم اور موسیٰ بن نصیر کا حوصلہ عطا کر۔ میری قوم کو پھر ایک بار ان مجاہدین کا ولولہ عطا کر۔ جن کے گھوڑے ایک طرف فرانس اور دوسری طرف چین کے دریاؤں کا پانی پیا کرتے تھے۔ ہماری نا اتفاقی کو اتفاق میں بدل دے۔ اس ریت کے انبار کو تو ایک چٹان بنا سکتا ہے۔ میرے مولیٰ! ان لوگوں کو مایوس نہ کیجو، جو اس معمولی سی فتح پر اس قدر شادماں ہیں۔ میں کام کا اہل نہ تھا۔ اگر تو نے مجھے اس کیلئے منتخب کیا ہے تو مجھے ہمت عزم اور استقلال دے۔ اور اگر میں زندگی میں اپنے اسلاف کی کھوئی ہوئی سلطنت واپس نہ لے سکوں، تو عبداللہ کو یہ توفیق دے۔ ورنہ مجھے یہ توفیق دے کہ میں غرناطہ کی سلطنت کیلئے کوئی صحیح جانشین منتخب کر سکوں"

جب ابو الحسن مینار پر کھڑا دعا مانگ رہا تھا۔ اس کا ولی عہد شہزادہ ابو عبداللہ اپنے نئے اتالیق ابو داؤد کے ساتھ محل کے ایک کمرے میں بیٹھا ہوا تھا۔ چند دن میں استاد اور شاگرد ایک دوسرے کے ساتھ بہت مانوس ہو چکے تھے اور ابو عبداللہ کا چچا الزغل جس نے ابو داؤد کو اس منصب تک پہونچایا تھا۔ اس بات پر پھولا نہ سماتا تھا کہ اس کا آوارہ مزاج بھتیجا اپنے باکمال اتالیق کے اشاروں پر ناچتا ہے۔

اور اس سے ایک لمحہ کے لئے بھی جدا ہونا پسند نہیں کرتا۔ ابو داؤد غیر معمولی محتاط تھا۔ اسے یہ احساس تھا کہ اس کے شاگرد کی رگوں میں عربی خون ہے۔ اسلئے اس نے عزائم اور مقاصد کے اظہار میں عجلت سے کام لینا مناسب نہ سمجھا۔ وہ ایک بے تکلف مصاحب بن کر ابو عبد اللہ کے خیالات سے واقفیت حاصل کرتا رہا۔ چند ہی دنوں میں یہ معلوم کر چکا تھا کہ وہ وقت آنے پر غرناطہ کے ولی عہد کو اپنا آلہ کار بنا سکے گا۔

ابو عبد اللہ سے تنہائی میں پہلی ملاقات کے بعد وہ اسے اپنا گرویدہ بنا چکا تھا۔ اس نے اس کا ہاتھ دیکھا اور ہتھیلی کی چند لکیروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: "شہزادے تم غرناطہ کی سلطنت کی حکمرانی کے لئے پیدا نہیں ہوئے۔"

ابو عبد اللہ کے چہرے پر اضطراب کے آثار پیدا ہوئے تو اس نے مسکراتے ہوئے کہا: "یہ لکیریں تمہارے لئے سکندر کے بخت اور عبد الرحمٰن اعظم کے جاہ و جلال کی شہادت دیتی ہیں۔ اگر میرا علم مجھے دھوکا نہیں دیتا تو پیرینیز سے لیکر جبل الطارق تک تمہاری سطوت کے پرچم لہرائیں گے۔ مراکش اور افریقہ کے حکمران تمہارے باج گزار ہوں گے۔"

ابو عبد اللہ کچھ دیر اپنے ہاتھ کی طرف دیکھنے کے بعد بولا: "لیکن میرا چچا مجھے نالائق کہتا ہے۔"

"شہزادے پھل پکنے اور پھول کھلنے کے لئے ایک وقت متعین ہوتا ہے جب تک تمہارے عروج کا وقت نہیں آئے گا۔ تمہارے عزیز اور خیر خواہ ایسی ہی باتیں کرتے رہیں گے۔ لیکن ان کا مقصد تمہاری بہتری ہے۔ برائی نہیں۔ وقت کا انتظار کرو۔"

اس دن سے ابو عبد اللہ اپنے آپ کو سکندر اور اپنے اتالیق کو ارسطو سمجھا کرتا تھا اور ابو داؤد اپنے خیال کے مطابق کسی موقع کے منتظر تھے۔ چند ملاقاتوں کے بعد

استاد کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ اس کا شاگرد کون سے وقت کا انتظار کر رہا ہے۔ لیکن شاگرد کو اپنے استاد کے ارادوں کے متعلق کوئی علم نہ تھا۔ اور آج ابو عبداللہ کا پیغام سنکر ابوداؤد اپنے مکان سے نکل کر اسکے پاس پہونچا، تو اس نے ایک ہی نظر میں بھانپ لیا، کہ اس کا شاگرد کسی نئی پریشانی میں مبتلا ہے۔

(۳)

ابوعبداللہ نے اپنے استاد کی تعظیم کے لئے اٹھتے ہوئے خواجہ سرا کو حکم دیا، کہ وہ دروازہ بند کر دے۔ استاد اور شاگرد آبنوس کی کرسیوں پر جو مخمل کے گدیلوں سے آراستہ تھیں بیٹھ گئے۔

ابوداؤد نے کہا، "شہزادے مجھے توقع تھی کہ تم اس وقت غرناطہ کے بازاروں میں لوگوں کے ساتھ مسرت کے نعرے لگا رہے ہو گے وہ کون سا خیال ہے جس نے اس وقت غرناطہ کے ولیعہد کو پریشان کر رکھا ہے۔؟"

ابوعبداللہ نے کہا "کیا میرے استاد کا بھی حکم ہے کہ میں موسیٰ النزیری، اور بدر بن مغیرہ کی فتح کے نعرے لگاؤں۔؟ کیا اس کام کے لئے میرے سوتیلے بھائی کافی نہیں جو آج کے جلوس میں نوکروں کی طرح ان کے گھوڑوں کے آگے آگے پیدل جا رہے تھے؟ یہ سب کچھ اس لئے ہو رہا تھا کہ وہ میرے متعلق یہ جانتے ہیں کہ میں اس قسم کی خوشامد نہیں کر سکتا، اور میرے والد کو پھر ایک بار یہ بتانا چاہتے تھے کہ میں نالائق ہوں"

ابوداؤد نے کہا، "تمہارے سوتیلے بھائیوں کے متعلق میں کچھ نہیں کہتا۔ لیکن الزغل کے متعلق یہ ضرور کہوں گا کہ وہ تمہارا بدخواہ نہیں۔ اور اگر وہ بدخواہ ہوں بھی تو تمہیں تدبر سے کام لینا چاہیئے۔ تم غرناطہ کے ولی عہد ہو۔ اور ولی عہد پر یہ فرض ہوتا ہے کہ وہ تاج پہننے تک اپنے بدترین دشمنوں کو بھی دوست بنائے رکھے۔

ایک بادشاہ اپنے مخالفین کو تلوار سے مغلوب کر تا ہے۔ لیکن ایک ولی عہد یہ نہیں کر سکتا۔ اور اس صورت میں جب کہ تخت کے دعویدار اور بھی موجود ہیں۔ اسے بہت محتاط رہنا چاہیئے۔ اگر تمہارا یہ ارادہ ہو کہ کل تم حکمران بن کر اپنے مخالفین کی گردنیں اڑا دو گے۔ تو آج یہ ضروری ہے کہ اپنی مرضی کے خلاف بھی ان کے گلے میں پھولوں کا ہار پہناؤ۔ تا کہ ان کی رگوں میں سختی نہ آنے پائے تاہم الزغل کے متعلق مجھے یقین ہے کہ وہ تمہارا مخالف نہیں۔،،

ابو عبداللہ نے کہا۔" آپ میرے چچا کے متعلق ہمیشہ حسن ظن سے کام لیتے ہیں آپ کو یہ معلوم نہیں کہ وہ اپنا اقتدار چاہتا ہے اس نے میرے باپ کو بھی اپنے ہاتھوں میں کھلونا بنا رکھا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ میں اس کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی نہیں بن سکتا اس لئے اس کی خواہش یہی ہو گی، کہ میرے سوتیلے بھائی کو تخت پر بٹھا کر خود حکومت کر لے "

،، لیکن خدا سلطان کی عمر دراز کرے، میرا دل تو گواہی دیتا ہے۔ کہ وہ اپنی زندگی میں ہی تمہارے جیسے ہونہار بیٹے کو غرناطہ کا تخت و تاج سونپ دیں گے "!

ابو عبداللہ نے ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے کہا۔" میں جانتا ہوں کہ اگر انہوں نے اپنی زندگی میں کوئی فیصلہ نہ کیا۔ تو چچا کے مشورے سے ہو گا۔ اور چچا کا مشورہ کبھی میرے حق میں نہ ہو گا "!

ابو داؤد نے کچھ دیر سر جھکا کر سوچنے کے بعد کہا۔" شہزادے تمہارا ہاتھ دیکھ کر میں نے تمہیں ایک بات نہیں بتائی۔ مجھے ڈر لگتا ہے "!

ابو عبداللہ نے کہا۔" خدا کے لئے ضرور بتائیے "!

ابو داؤد نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا۔" مجھے ڈر ہے کہ یہ بات اگر کسی تیسرے آدمی کے کانوں تک پہنچ گئی، تو آپ کے ساتھ مجھے بھی مصائب کا سامنا کرنا

پڑے گا۔"

ابو عبد اللہ نے کہا "آپ فکر نہ کریں یہاں کوئی سننے والا نہیں۔"

"میرا علم یہ گواہی دیتا ہے۔ کہ تم اپنے باپ کی زندگی میں غرناطہ کا تخت و تاج سنبھالو گے۔ اس کی مرضی کے خلاف۔ قدرت تمہیں موقع دیگی۔ یہ فیصلہ بہت تلخ ہوگا لیکن تمہیں کرنا پڑے گا۔ اندلس کی تسخیر ابوالحسن کے مقدر میں نہیں تمہارے مقدر میں ہے۔"

ابو عبد اللہ نے مسرت، اضطراب اور خوف کے ملے جذبات سے مغلوب ہو کر کہا "وہ وقت کب آئے گا؟"

ابو داؤد نے جواب دیا "بہت جلد۔ لیکن میری نصیحت یاد رکھو وقت آنے سے پہلے تمہارا فرض ہے کہ تمہارے باپ اور چچا کے دل میں تمہارے متعلق کوئی شک پیدا نہ ہو۔ جانتے ہو وہ الوغل کو یہاں کیوں چھوڑ گئے تھے۔

ابو عبد اللہ نے جواب دیا "میں جانتا ہوں انہیں مجھ پر اعتبار نہ تھا۔"

"تو تمہارے لئے یہ ضروری ہے کہ تم ان کا کھویا ہوا اعتماد دوبارہ حاصل کرو۔ تاج اور تخت کے لئے بہت کچھ کرنا پڑتا ہے اور یہ بھی یاد رکھو کہ اگر کسی وجہ سے سلطان یا تمہارے چچا کو تمہارے متعلق کوئی شبہ ہو گیا۔ تو تم ہمیشہ کے لئے میری اعانت سے محروم ہو جاؤ گے۔"

ابو عبد اللہ نے کہا "میں آپ کی نصیحت پر عمل کروں گا۔"

"تو میری پہلی نصیحت یہ ہے کہ ابھی اپنے باپ کے پاس جاؤ۔ اگر وہ سو نہیں گئے تو انہیں فتح کی مبارکباد دو، اور یہ بھی کہو کہ تمہیں اس جنگ میں شریک ہونے کی سعادت سے محروم رہنے کا افسوس ہے اسکے بعد علی الصباح فوج کے تمام بڑے بڑے عہدیداروں سے ملو۔ بہتر ہے کہ انہیں انعامات تقسیم کرو۔ سلطان اس بات پر خوش ہوگا۔ اور ان

لوگوں میں سے بعض آنے والے نازک دور میں تمہارے کام آئیں گے ؟!

" بہت اچھا میں ابا کے پاس جاتا ہوں ؟"

اگلے دن ابوالحسن نے الزغل سے کہا ، آپ نے ابوعبداللہ کیلئے جو آتالیق منتخب کیا ہے ، میں اس سے ملنا چاہتا ہوں ۔ وہ کوئی قابل آدمی معلوم ہوتا ہے ۔ میں نے آج ابوعبداللہ کے خیالات میں کافی تبدیلی محسوس کی ہے ۔ وہ اس بات پر ناراض ہو رہا تھا کہ اسے اپنے ساتھ جنگ میں کیوں نہیں لے گیا ؟!

الزغل نے جواب دیا ، خدا کا شکر ہے کہ ہمیں ایسا آدمی مل گیا ہے ؟!

ان واقعات کے تیسرے دن بدر بن مغیرہ کو اطلاع ملی کہ عیسائیوں نے سرحد پر چھیڑ چھاڑ شروع کر دی ہے ۔ بدر بن مغیرہ نے اپنے سپاہیوں کو فوراً کوچ کی تیاری کا حکم دیا رخصت سے پہلے جب وہ ابوالحسن سے ملا تو اس نے پوری تیاری سے پہلے صخرہ پر اس لئے حملہ کیا تھا کہ لوگ خواب غفلت سے بیدار ہو جائیں اب اس فتح کا یہ فائدہ ہوا ہے کہ میں چند ماہ میں انہیں فیصلہ کن جنگ کے لئے تیار کر لونگا ۔ آپ دیر آپ اپنے محاذ پر ڈٹے رہیں ۔ میں اشد ضرورت کے بغیر آپکو نہیں بلاؤں گا ۔ اگر آپ سرحد پر چھیڑ چھاڑ جاری رکھیں گے تو اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ ہمیں تیاری کے لئے زیادہ موقع مل جائیگا ۔ اور فرڈیننڈ کی توجہ بھی دو محاذوں پر منبذول رہے گی ؟!

ابوالحسن سے ملاقات کے بعد جب بدر بن مغیرہ قصر الحمراء سے باہر نکل رہا تھا تو ایک لونڈی نے کاغذ کا ایک پرزہ اس کے ہاتھ میں دیا ۔ بدر بن مغیرہ نے دیکھا تو کاغذ پر یہ الفاظ لکھے ہوئے تھے ۔ "

" آپ کو نئی فتح مبارک ہو ۔ ربیعہ ؟!

ایک لمحے کے لئے بدر بن مغیرہ کے دل میں لطیف دھڑکنیں پیدا ہوئیں اور ایک جانی پہچانی صورت اس کی آنکھوں کے سامنے آموجود ہوئی ۔ بدر بن مغیرہ نے لونڈی

کی طرف متوجہ ہو کر کہا "میری طرف سے ان کا شکریہ ادا کر دیجئے اور انہیں کہئے کہ میرے لئے دعا کریں"

شام کے وقت ربیعہ کو اپنے باپ سے معلوم ہوا کہ سرحدی عقاب اپنے نشیمن کی طرف جا چکا ہے"

(۲۲)

فرڈیننڈ سرحدی عقاب سے انتقام لینے کے لئے تیاریاں کر رہا تھا کہ اسے حمزہ بن ابالحسن کے قابض ہو جانے کی خبر ملی۔ اس نے اپنے تمام گورنروں اور سرداروں کو تیاری کا حکم دیا۔ یہودی تاجروں کے بھیس میں اس کے جاسوس اسے ابوالحسن کے عزائم سے باخبر کرتے رہے۔ اس نے ایک بہت بڑی صلیب اپنے محل کے دروازے پر نصب کروا دی۔ اور قسطلہ کے عوام کے سامنے یہ حلف اٹھایا کہ جب تک میں یہ صلیب قصر الحمراء کے دروازے پر نصب نہ کر دوں گا چین نہیں لوں گا۔ سلطنت کے تمام امراء نے اس کی تقلید کی۔ اس کے بعد سلطنت کے ہر گوشے سے لوگ قسطلہ پہنچتے اور اس صلیب کے سامنے یہ عہد کرتے کہ وہ غرناطہ کو فتح کئے بغیر اپنی تلوار نیام میں نہ ڈالیں گے۔

ایک دن غرناطہ کا ایک یہودی فرڈیننڈ کے پاس پہنچا۔ اور اس نے ایک خط پیش کیا۔ خط پڑھ کر فرڈیننڈ نے ایلچی سے کہا "تم نے ہماری بہت بڑی خدمت سرانجام دی ہے۔ اور اس کا جواب غرناطہ پہنچا سکو تو تمہیں بہت بڑا انعام دیا جائے گا"

یہودی نے جواب دیا "میں یہ خدمت خوشی کے ساتھ سرانجام دوں گا۔"

فرڈیننڈ نے کہا "اگر تحریری پیغام لے جانے میں خطرہ محسوس کرو تو ہم کل تمہیں ایک زبانی پیغام دیا گے"

یہودی نے کہا "میں تحریری پیغام لے جانے میں خطرہ محسوس نہیں کرتا۔ غرناطہ سے آتے ہوئے کئی چوکیوں پر میری تلاشی لینے کے باوجود یہ خط

نہیں دیکھ سکے۔"

فرڈیننڈ نے کہا۔"تم ہوشیار آدمی معلوم ہوتے ہو۔ لیکن تلاشی کے وقت تم نے یہ خط کہاں چھپا رکھا تھا۔"

"یہودی نے جواب دیا۔ یہ خط ابو داؤد نے میرے جوتے کے اندر سی دیا تھا۔"

"بہت اچھا تم کل ہم سے ملو۔" یہ کہتے ہوئے فرڈیننڈ نے ایک سپاہی کو بلا کر حکم دیا۔ کہ وہ ایلچی کو شاہی مہمان خانے میں لے جائے۔

ایلچی کے چلے جانے کے بعد فرڈیننڈ نے دوبارہ غور کے ساتھ خط پڑھا اور کچھ دیر سوچنے کے بعد اٹھ کر ملکہ کے کمرے میں پہونچا۔

"ملکہ تم ہار گئیں۔" اس نے اپنی بیوی کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔

"آپ کا مطلب؟"

"تم نے ابو داؤد کے متعلق شرط لگائی تھی کہ وہ ہمارے ساتھ غداری کر رہا ہے لو یہ خط پڑھ لو۔ تمہارے تمام شکوک رفع ہو جائیں گے۔" بادشاہ نے خط ملکہ کو پیش کیا

میری نے خط پڑھ کر کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا۔"اس خط سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس کے متعلق ہمارے شکوک بےبنیاد تھے، لیکن ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیئے کہ لکھنے والا ابو داؤد ہے اور وہ جھوٹ کو سچ پیش کرنے کی قدرت رکھتا ہے اس نے ہمیں الحمرہ پر اچانک حملہ کرنے کی ترغیب دی ہے۔ لیکن ڈر ہے کہ اس میں بھی کوئی خطرناک چال نہ ہو"

فرڈیننڈ نے جواب دیا۔"ابوالحسن کے ارادوں اور تیاریوں کے متعلق مجھے اپنے جاسوسوں کی زبانی بہت کچھ معلوم ہو چکا ہے۔ مجھے ابو داؤد کی اس بات سے اتفاق ہے کہ ہمیں صخرہ کے نقصان کی تلافی کے لئے غرناطہ کی سرحد کے کسی اہم شہر پر اچانک قبضہ کر لینا چاہیئے۔ اس سے مسلمانوں کا جوش و خروش کچھ عرصہ کے لئے ٹھنڈا پڑ جائیگا۔ اور ہمارے سپاہیوں کے حوصلے بلند ہو جائیں گے۔ میرے خیال میں قادس کا گورنر اس پر

بے خبری کی حالت میں حملہ کر دے۔ تو جس قدر آسانی کے ساتھ انہوں نے فخر کا قبضہ کیا ہے اسی قدر آسانی کے ساتھ ہم الحمہ پر قبضہ کر سکیں گے۔"

"لیکن آپ کے پاس اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ وہ بے خبر ہونگے کیا یہ ممکن نہیں کہ ابو داؤد نے غرناطہ پہنچکر اپنی قسمت مسلمانوں کے ساتھ وابستہ کر دی ہو اور یہ خط بھی اس نے ابو الحسن کے ایماء پر بھیجا ہو۔"

"میرا دل گواہی دیتا ہے کہ تمہارے خدشات بے بنیاد ہیں تاہم اگر یہ سچ ہو تو بھی وہ ہمارے ارادوں سے باخبر ہونے کے لئے اس خط کا انتظار کریں گے اور میں یہ احتیاط کر سکتا ہوں کہ جبتک حاکم قادس الحمہ پر قبضہ نہ کر لے اور وہ ہمارے خط کا انتظار کرتے رہیں۔ ابو داؤد کا یہ کہنا غلط نہیں کہ الحمہ غرناطہ کی کنجی ہے اور قابض ہو کہ ہم آدھی جنگ جیت جائیں گے۔ میں آج ہی قادس کے گورنر کو پیغام بھیجتا ہوں اور خود کل لوشہ کی طرف کوچ کرونگا انکی ساری توجہ میری طرف ہو گی۔ اور قادس کی فوج کو الحمہ پر قبضہ کرنیکا موقع مل جائے گا۔ میں قرطبہ اور اشبیلیہ کی افواج کو بھی پیش قدمی کا حکم دیتا ہوں۔ اگر ہم کسی محاذ سے نقصان اٹھائیں گے تو یقیناً الحمہ کا محاذ نہیں ہو گا۔"

(۴)

ابو الحسن کو جاسوسوں نے اطلاع دی کہ فرڈیننڈ اپنے لشکر جرار کے ساتھ قسطلہ سے روانہ ہو چکا ہے۔ اسکے ساتھ ہی اسے قرطبہ اور اشبیلیہ کی افواج کی نقل و حرکت کی اطلاع بھی ملی۔ اس نے اپنی فوج کو تین حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ الزغل کی قیادت میں دیگر اسے اشبیلیہ کی فوج کا راستہ روکنے کا حکم دیا دوسری فوج کی قیادت کیلئے اسے موسیٰ سے زیادہ کوئی آدمی موزوں نظر نہیں آتا تھا لیکن بعض امراء کے مشورہ پر اس نے موسیٰ کو غرناطہ میں ابو عبداللہ کے پاس چھوڑ دیا۔ اور فوج کی قیادت کیلئے بدر بن مغیرہ کو بلا بھیجا۔"

بدر بن مغیرہ اپنی فوج کے نصف سے زیادہ سپاہی لیکر غرناطہ پہنچا اور قرطبہ کی سرحد پیش قدمی کرنیوالی فوج کی قیادت سنبھال لی۔

باقی فوج کی قیادت ابوالحسن نے اپنے ہاتھ میں لی رخصت سے پہلے اسنے ابوعبداللہ کو بلاکر کہا ”بیٹا میری اور الزغل کی غیر حاضری میں تم پر ایک بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ تم اپنی عمر کے لحاظ سے اس قابل ہو کہ دارالسلطنت کا انتظام سنبھال سکو تاہم میں موسیٰ کو تمہاری مدد کے لئے چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ میری نگاہ میں اس کا درجہ الزغل سے کم نہیں۔ اس کے مشورہ کیخلاف کوئی قدم نہ اٹھانا۔ اگر مجھے کوئی حادثہ پیش آجائے تو یہ یاد رکھنا کہ جب تک تم اندلس کی کھوئی ہوئی سلطنت واپس نہ لے لو گے۔ میری روح بے چین رہے گی“

ابوعبداللہ نے کہا ”یہ بدقسمتی ہے کہ مجھے اس موقع پر بھی فوج کا ایک سپاہی بننے کی سعادت نصیب نہیں ہوئی۔ تاہم جو فرض آپ نے مجھ پر عائد کیا ہے میں اپنے آپ کو اس کا اہل ثابت کرنے کی کوشش کروں گا لیکن میں محسوس کرتا ہوں کہ آپ کو ہر محاذ پر موسیٰ جیسے تجربہ کار جرنیل کی ضرورت ہو گی۔ اس کا آپ کے ساتھ رہنا ضروری تھا۔ میری مدد کے لئے کسی اور کو چھوڑ جاتے تو بہتر ہوتا“

ابوالحسن نے جواب دیا ”تمہارا خیال درست ہے۔ لیکن موسیٰ کو یہاں چھوڑنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ کمک کے لئے نئے سپاہی بھرتی کر سکے گا“

غرناطہ سے کوچ کرنے کے بعد ابوالحسن نے سرحد کے ایک شہر کے پاس پڑاؤ ڈال دیا اور فرڈیننڈ کی افواج کا انتظار کرنے لگا۔ موسیٰ کی جگہ لینے کے لئے غرناطہ کی فوج کے دو بہترین سالار الزنغیری اور نعیم رضوان اس کے ساتھ تھے۔

دو ہفتے گزر گئے۔ اور ابوالحسن کو پتہ چلا کہ فرڈیننڈ کی فوج سرحد کے پار ایک مقام پر آکر رک گئی ہے۔ الزغل اور بدر بن مغیرہ کیطرف سے بھی اسے اسی قسم کی اطلاعات

ملیں کہ اشبیلیہ اور قرطبہ کیطرف سے پیش قدمی کرنے والی افواج سرحد کے پار رک گئی ہیں؛
لیکن جیسے ہی اسے اچانک یہ اطلاع ملی کہ حاکم قادس نے فوری پیش قدمی کے بعد الحمہ پر قبضہ کر لیا ہے۔ اس خبر کو اسے یہ احساس ہوا کہ سرحد کے پار تین محاذوں پر قرطبہ اور اشبیلیہ کی افواج کے رک جانیکی کیا وجہ تھی۔ الحمہ کی فتح کے ساتھ الوالحسن کو اس قسم کی اطلاعات ملیں کہ حاکم قادس نے شہر کے ہزاروں باشندوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ الحمہ غرناطہ دفاع کے لئے اہم ترین قلعہ تھا۔ وہاں سے دشمن کی افواج کسی وقت بھی غرناطہ پر چڑھائی کر سکتی تھیں۔ غرناطہ کے طول و عرض میں۔
"ہیرا الحمہ" کی صدا بلند ہوئی۔ سب یہ کہتے تھے کہ غرناطہ کی کنجی دشمن کے ہاتھ میں چلی گئی ہے۔

ابوالحسن نے محسوس کیا کہ فرڈیننڈ اب اس کی توجہ الحمہ کی طرف مبذول کر کے کسی شہر پر حملہ کر دے گا۔ اس لئے اس نے الزغل اور بدر بن مغیرہ کو حکم بھیجا کہ وہ اپنے اپنے محاذ پر رہیں۔ اور خود اپنی نصف فوج الزنغیری کو دیکر اسے الحمہ کی طرف روانہ کر دیا۔

الزنغیری نے الحمہ کو محاصرہ میں لے لیا۔ اور باہر سے رسد و کمک کے تمام راستے بند کر دیئے۔ فرڈیننڈ کو الحمہ کے محاصرہ کی خبر ملی تو اس نے اپنے لشکر کو تینوں اطراف سے پیش قدمی کا حکم دیا۔

سب سے پہلے بدر بن مغیرہ کے ساتھ قرطبہ کی افواج کا تصادم ہوا۔ بدر بن مغیرہ نے انہیں سرحد میں داخل ہونے کے موقع دینے کے بجائے خود سرحد عبور کر کے حملہ کر دیا۔ قرطبہ کے لشکر کے مقابلہ اسکی فوج کی تعداد بہت کم تھی۔ لیکن اسکے طریق جنگ کے سامنے قرطبہ کی افواج کی پیش نہ گئی۔ بدر بن مغیرہ کسی میدان میں اپنی فوج کی قوت کی نمائش کرنے کے بعد چند دن اپنی فوج کے طوفانی دستوں کے حملوں سے قرطبہ کی فوج کو

سخت نقصان پہنچاتا رہا اس کے سواروں کے چند دستے اچانک دشمن کے ہراول کے سامنے نمودار ہوتے اور باقی میمنہ، میسرہ اور عقب کی صفوں کو درہم برہم کرنیکے بعد غائب ہو جاتے اور یہ عمل دن میں کئی بار دہرایا جاتا۔

قرطبہ کے سپاہیوں کو معلوم ہو چکا تھا۔ غرناطہ کی فوج کا سالار سر مدی عقاب ہے اور وہ یہ سمجھ چکے تھے کہ وہ آگے بڑھیں یا پیچھے ہٹیں دونوں صورتوں میں انکی تباہی ناگزیر ہے۔

دوسری طرف الزغل کی فوج کیساتھ اشبیلیہ کے لشکر کی چھیڑ چھاڑ شروع ہو چکی تھی فرڈیننڈ کو قرطبہ کے سپہ سالار کی پریشانی کا علم ہوا تو اس نے لوشہ پر چڑھائی کر دی۔

ابوالحسن اس کا ارادہ بھانپتے ہی لوشہ کے نواح میں جا پہونچا لیکن جاسوسوں نے اسے اطلاع دی کہ فرڈیننڈ کی افواج اس کے اندازے سے بہت زیادہ ہیں۔ ابوالحسن کو غرناطہ سے کسی بھاری کمک کی توقع نہ تھی۔ اس لئے اس نے الزغل کو بلا بھیجا الزغل نے بھی لوشہ کے محاذ کی اہمیت محسوس کی لیکن بھائی کی مدد کے لئے پہونچنے سے پہلے اس نے اشبیلیہ کی فوج پر زوردار حملہ کیا۔ اور اسے کافی نقصان پہنچانے کیلئے لوشہ کا رخ کیا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے الزبغری کو یہ حکم بھیجدیا کہ اگر اشبیلیہ کی افواج الحمہ کا رخ کریں تو تم محاصرہ اٹھا کر لوشہ پہنچ جاؤ۔

الزبغری ایک مقام سے الحمہ کی فصیل توڑ چکا تھا کہ اشبیلیہ کی ٹڈی دل فوج پہنچ گئی۔ اب شہر کو فتح کرنے کیلئے بجائے اس کے سامنے اہم ترین مسئلہ اپنے سپاہیوں کو بچا کر نکالنا تھا۔ جن کے گرد چاروں طرف سے اشبیلیہ کی فوجوں کا گھیرا تنگ ہو رہا تھا۔ الزبغری نے مایوسی کے عالم میں بھی ہتھیار ڈالنے کے بجائے لڑنے کو ترجیح دی اور فوج کو منظم کر کے ایک طرف دھاوا بول دیا۔ سب سے آگے نیزہ بازوں کا حلقہ

تھیں، اور آگے پیچھے پیادہ فوج تھی۔ نیزہ بازوں نے گھیرا توڑ کر پیادہ افواج کیلئے راستہ صاف کیا۔ اور الزغری کے سپاہی کسی نقصان کے بغیر لڑتے مرتے ایک ندی کے پل تک پہونچ گئے۔ لیکن دشمن کی فوج کا ایک دستہ اس پل کے دوسرے سرے پر پہلے ہی تاک لگائے بیٹھا تھا۔ الزغری کی فوج پھر ایک بار دشمن کے نرغے میں تھی۔ اور ان پر چاروں طرف سے تیروں کی بارش ہو رہی تھی۔ اچانک ندی کی دوسری طرف سے اللہ اکبر کا نعرہ سنائی دیا۔ اور آن کی آن میں پانچ سو سوار گرد کے بادلوں سے نمودار ہوئے اور انہوں نے پل کے دوسرے سرے پر الزغری کا راستہ روکنے والے دستہ پر حملہ کر کے آن کی آن میں ان کا صفایا کر دیا۔

جب الزغری کے پیادہ اور سوار ندی کے دوسرے کنارے ایک محفوظ مقام پر پہنچ گئے تو اسے پتہ چلا کہ اس کے مددگار غرناطہ سے آئے تھے۔ اس نے اس دستے کے سالار کے ساتھ ملنے کی کوشش ظاہر کی ایک نقاب پوش نے گھوڑا آگے بڑھا کر تحکمانہ لہجے میں کہا: "یہ باتوں کا وقت نہیں تم فوراً وادی آش پہنچ جاؤ۔"

الزغری نے نقاب پوش کی آواز پہچانتے ہوئے کہا: "میرے ساتھ اس طرح بات کرنے والا موسیٰ بن ابی غسان کے سوا اور کون ہو سکتا ہے؟"

نقاب پوش نے کہا: "لیکن میرے یہاں آنے کا کسی کو علم نہیں ہونا چاہیئے سلطان بہت ناراض ہوگا۔ ان سے میرا ذکر نہ کرنا۔ میرے لئے غرناطہ چھوڑنا خطرے سے خالی نہ تھا لیکن ابوعبداللہ کو یہی خیال ہے کہ میں فوجی مستقر میں ہوں۔"

یہ کہہ کر موسیٰ نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا اور گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔ الزغری کے سپاہیوں نے جس طرح ان پانچ سو سواروں کو گرد کے بادلوں سے نمودار ہوتے دیکھا تھا اسی طرح انہیں غائب ہوتے دیکھ رہے تھے۔

(۵)

بدر بن مغیرہ کو جب یہ اطلاع ملی کہ غرناطہ کی باقی تمام افواج فیصلہ کن جنگ کے لیے لوشہ میں جمع ہو رہی تھی تو اس نے قرطبہ کے لشکر پر آخری ضرب لگانیکا فیصلہ کر لیا۔ اور اپنے نائب منصور بن احمد کو پیغام بھیجا کہ وہ دو ہزار سواروں کے ہمراہ قرطبہ کے لشکر کے عقب میں پہونچ جائے۔

منصور بن احمد اپنے راستہ کے شہروں اور بستیوں کو تاخت و تاراج کرتا ہوا ایک حیرت انگیز رفتار کے ساتھ قرطبہ کے لشکر کے عقب میں جا نکلا۔ بدر بن مغیرہ نے اسکی اطلاع ملتے ہی اپنی پیادہ فوج کو چند میل پیچھے ہٹا دیا اور سواروں کو دشمنوں کے میمنہ اور میسرہ پر حملہ کرنیکا حکم دیا۔ قرطبہ کے سپہ سالار نے مسلمانوں کی پیادہ فوج کے پیچھے ہٹنے سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ سرحدی عقاب بھی التر غل اور النزیغری کی طرح لوشہ کی جنگ میں حصہ لینے کے لئے یہ محاذ خالی کرنیکا ارادہ کر چکا ہے۔ فرڈیننڈ کی طرف سے اسے حکم مل چکا تھا کہ وہ لوشہ کی جنگ کا فیصلہ ہونے تک اس محاذ پر دشمن کی فوج کو مصروف پیکار رکھے۔ ابھی تک وہ منصور بن احمد کی آمد سے بے خبر تھا۔ اس نے قلب لشکر کے سواروں کو پیچھے ہٹنے والی پیادہ فوج کا تعاقب کرنیکا حکم دیا۔ لیکن اتنی دیر میں پیادہ فوج کے تیر انداز ایک خندق کے پار مورچے بنا کر بیٹھ چکے تھے۔

قرطبہ کے تیر بازوں کو خندق کے قریب پہونچ کر تیروں کی بارش کا سامنا کرنا پڑا۔ اور انکے سپہ سالار کو پیچھے ہٹنے کے سوا کوئی راستہ نظر نہ آیا۔ لیکن اتنی دیر میں منصور بن احمد عقب سے حملہ کر چکا تھا۔ اور قرطبہ کے عقبی دستے پیچھے سے مار کھا کر قلب لشکر کو آگے دھکیل رہے تھے۔

دائیں اور بائیں بازو سے بدر بن مغیرہ اور عقب سے منصور بن احمد کے سوار قرطبہ کی فوج کو ایک تنگ گھیرے میں لے چکے تھے اور انکے سامنے وہ خندق تھی جس کے پار تیر اندازوں کے مورچے تھے۔ قرطبہ کی افواج کی حالت اس کشتی سے مختلف نہ تھی، جسے

سمندر کے طوفانی لہریں ساحل کی چٹان کی طرف ڈھکیل رہی ہوں۔

افراتفری کے عالم میں قرطبہ کے سیکڑوں سپاہی اپنی فوج کے بدحواس گھوڑوں کے پاؤں تلے پس گئے۔ سیکڑوں سوار گھوڑوں سمیت خندق میں جا گرے سپاہی اپنے افسروں اور افسر اپنے سپاہیوں سے بے خبر تھے۔ قرطبہ کی جو فتح کی امید پر انتہائی بہادری کے ساتھ لڑ سکتی تھی۔ مایوسی کے عالم میں ہمت ہار چکی تھی۔ لیکن صرف چند ایسے تھے جنہیں بھاگنے کا راستہ ملا۔ دوپہر تک میدان میں قرطبہ کے سپاہیوں کی لاشوں کے انبار لگے ہوئے تھے۔ اور بچے سپاہی ہتھیار پھینک چکے تھے۔

(۵)

لوشہ کے محاذ پر ابو الحسن تیس ہزار سپاہیوں کے ساتھ فرڈیننڈ کی پچاس ہزار فوج کے مقابلہ میں صف آرا ہو چکا تھا دونوں سے فرڈیننڈ کے نائٹ اور غرناطہ کے انباز انفرادی بہادری کے جوہر دکھا رہے تھے۔ جنگ کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ فرڈیننڈ کی فوج سے ایک نائٹ جو سر سے لے کر پاؤں تک لوہے میں غرق تھا۔ گھوڑا بھگاتا ہوا میدان میں آ کھڑا ہوا۔ اس نے تلوار بلند کی نعیم رضوان جو سر پر خود اور جسم پر ہلکی چمک دار زرہ پہنے ہوئے تھا گھوڑا بڑھا کر آگے بڑھا۔

سواروں کی تلواریں ٹکرائیں۔ قسطلہ کا نائٹ اپنے بھاری آہن کے باعث نعیم بن رضوان کی سی پھرتی نہ دکھا سکا۔ لیکن اس کی بھاری زرہ میں نعیم کی تلوار بار بار اچٹ کر رہ گئی۔ اس کے چند وار اپنی ڈھال پر روکنے کے باعث نعیم نے پوری قوت کے ساتھ اس کے کندھوں پر تلوار ماری زرہ کی مزاحمت کے باعث اسے زخم آیا۔ لیکن ضرب کی شدت کے باعث وہ ایک طرف جھک گیا نعیم

نے اسے سنبھالنے کا موقع نہ دیا۔ اور پے در پے چند وار کر دیئے۔ اس کا گھوڑا اچھلا۔ اور وہ اسلحہ کے بوجھ کے باعث سنبھل نہ سکا۔ گھوڑے سے گرنے کے بعد وہ کھڑا ہونے کی کوشش کر رہا تھا۔ کہ نعیم فوراً اپنے گھوڑے سے کود کر ایک ہاتھ سے اس کا خود اتارا اور تلوار سے اس کا سر گردن سے جدا کر دیا۔ ابوالحسن کی فوج نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ فرڈیننڈ کا دوسرا سپاہی میدان میں آیا۔ تو الثغری نے نیزہ سنبھال کر گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔ قسطلہ کے نائٹ نے زرہ کے علاوہ اپنے سینے پر آہنی خول بھی پہن رکھا تھا۔ دونوں حریف ایک دوسرے کی طرف نیزے تان کر بڑھے۔ الثغری نے اپنے آپ کو بچاتے ہوئے اس کے سینے پر نیزہ مارا۔ نیزہ کی انی آہنی خود کے ساتھ ٹکرا کر ٹوٹ گئی۔ لیکن عیسائی سوار زبردست دھکا لگنے کے باعث زمین پر آ رہا۔ اور الثغری نے گھوڑے سے کود کر اس کا کام تمام کر دیا۔

اپنے دو بہادروں کا یہ انجام دیکھ کر فرڈیننڈ نے عام حملے کا حکم دیا۔ شام تک گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ رات کی تاریکی میں دونوں لشکر اپنے اپنے پڑاؤ میں چلے گئے۔ دوسرے دن بھی اسی طرح لڑائی کی ابتدا ہوئی۔ اور اس کے بعد باقاعدہ جنگ شروع ہوئی۔ لیکن شام تک کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔ دونوں طرف قتل اور زخمی ہونے والوں کی تعداد پہلے دن سے زیادہ تھی۔ تیسرا دن دونوں فوجوں کے لئے تشویش کا دن تھا۔ لیکن ابوالحسن اپنے دشمنوں سے کہیں زیادہ پریشان تھا۔ غرناطہ سے موسیٰ دو ہزار سپاہیوں کی کمک بھیج چکا تھا۔ لیکن گذشتہ دو دن میں اس کے پانچ ہزار سپاہی قتل اور زخمی ہو چکے تھے۔ ابوالحسن کی فوج کے اندازے کے مطابق عیسائی مقتول اور زخمی سپاہیوں کی تعداد بیس ہزار سے کم نہ تھی لیکن جنگ کے دنوں میں اس کے پاس اندلس کے مختلف شہروں کے پندرہ ہزار کے قریب تازہ دم سپاہی پہنچ چکے تھے۔

بدر بن مغیرہ کے متعلق ابو الحسن کو پہلے ہی معلوم تھا کہ وہ اپنی مختصر سی فوج کے ساتھ قرطبہ کے لشکر کا ایک بہت بڑا سیلاب روکے ہوئے ہے لیکن ان سب باتوں کے باوجود ابو الحسن کا حوصلہ پست نہ ہوا۔ اسکی فوج کا ہر سپاہی فتح اور شکست سے بے نیاز ہو کر لڑنے پر تلا ہوا تھا۔ انہیں یہ احساس تھا کہ اگر وہ میدان سے منہ موڑ کر بھاگے تو دشمن چند دنوں میں غرناطہ کی دیواروں تک پہنچ جائے گا۔

تیسرے دن جب دونوں فوجیں ایک دوسرے کے مقابل میں صف آرا ہوئیں تو قسطلہ کی فوج سے ایک نائٹ نے جس کے جسم پر تمام لوہے کا غلاف چڑھا ہوا تھا میدان میں آکر مقابلے کی دعوت دی۔ اس کے آہنی خود کی شکل بیل کے چہرے سے مشابہ تھی۔ اسلحہ اس قدر بھاری تھا کہ گھوڑے کی کمر دوہری ہو رہی تھی ایک بربری نوجوان اس کے مقابلے کے لئے نکلا۔ اور اس کی ضرب کھا کر گھوڑے سے گر پڑا۔ اس کے بعد ایک قوی ہیکل ہسپانوی مسلمان آگے بڑھا، لیکن اس کی تلوار اور نیزے کی ضربیں اس آہن میں چھپے ہوئے نائٹ پر بیکار ثابت ہوئیں تھوڑی دیر میں یہ نائٹ اپنے دوسرے مقابل کو بھی قتل کر چکا تھا اور فرڈینینڈ کے سپاہی مسرت کے نعرے لگا رہے تھے آہنی پوش نے اپنی تلوار بلند کرتے ہوئے میدان میں ایک چھوٹا سا چکر لگایا اور غرناطہ کی فوج کی طرف منہ کر کے اپنے نئے مدمقابل کا انتظار کرنے لگا۔

نعیم رضوان ابو الحسن سے اجازت لینے کے لئے آگے بڑھا لیکن اتنی دیر میں ایک طرف سے ایک سوار نمودار ہوا، اس کا پسینے میں بھیگا ہوا گھوڑا یہ ظاہر کرتا تھا کہ وہ کہیں دور سے آیا تھا اس کا لباس بھی غرناطہ کے سپاہیوں سے مختلف تھا، زرہ کی بجائے جسم پر سفید قبا تھی اور خود کی بجائے سر پر عمامہ تھا اور آنکھوں کے سوا اس کا باقی چہرہ زرد رنگ کے نقاب میں چھپا ہوا تھا۔ اس نے غرناطہ کی فوج کی صفوں سے آگے نکل کر ایک لمحہ کے لئے اپنا گھوڑا روکا، اور اپنی چمکتی ہوئی تلوار نیام میں

ڈال لی، لوگوں کو خیال پیدا ہوا کہ وہ نیزے سے حملہ کرے گا، لیکن اس نے نیزہ بھی زمین میں گاڑ دیا۔ دونوں طرف تماشائی اس کی حرکت پر حیران تھے۔

نقاب پوش نے اچانک گھوڑے کو ایڑ لگائی، عیسائی آہن پوش نیزہ سنبھال کر اس کی طرف بڑھا، لیکن وہ کترا کر پاس سے گزر گیا، اپنے تیز گھوڑے کو ایک چھوٹا سا چکر دینے کے بعد نقاب پوش دوبارہ اپنے مدمقابل کی طرف متوجہ ہوا اور وہ لوگ جنہوں نے ایک لمحہ پیشتر اسے خالی ہاتھ دیکھا تھا، اب اس کے ہاتھ میں کمند دیکھ رہے تھے۔ قبل اس کے کہ آہن پوش گھوڑا موڑ کر اس کی طرف متوجہ ہوتا اس نے بجلی کی سی تیزی کے ساتھ آگے بڑھ کر کمند کا پھندا اس کے گلے میں ڈال دیا۔

ہسپانیہ کا یہ نائٹ جو طاقت اور بہادری میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا اور جس کے بھاری اسلحہ کے باعث اسے چار آدمیوں نے مشکل سے گھوڑے پر لادا تھا ایک چٹان کی طرح گھوڑے سے گرا، کمند کا دوسرا سرا نقاب پوش کے گھوڑے کی زین کے ساتھ منسلک تھا، غرناطہ کی فوج قسطلہ کے آہنی انسان کی بے بسی پر مسرت کے قہقہے لگا رہی تھی، نقاب پوش نے آن کی آن میں اسے گھسیٹ کر ابوالحسن کے پاؤں میں لا ڈالا۔ اور چہرے سے نقاب اتارتے ہوئے کہا "میں قرطبہ کے محاذ سے فتح کی خوشخبری لے کر آیا ہوں۔"

ابوالحسن مسرت سے مغلوب ہو کر چلا اٹھا "بدر! فتح کا پیغام تم لے کر آئے ہو، وہ یقیناً شاندار ہوگی، لیکن فتح سے زیادہ تمہارے آنے کی خوشی ہے ہوں۔ نابید تیمی کا منتظر تھا، کتنی فوج بچا کر لائے ہو۔"

"صرف پانچ سو سپاہیوں کا نقصان ہوا ہے، لیکن فوج میں دو ہزار کا اضافہ ہو گیا ہے۔ منصور پہنچ چکا ہے۔"

ابوالحسن نے اچانک پریشان سی صورت بناتے ہوئے کہا "لیکن فوج

مسلمانوں کا دن نہیں لائے، آج کا دن فیصلہ کن ہے ۔"
بدر نے جواب دیا " آپ فکر نہ کریں، وہ تھوڑی دیر تک پہونچ جائیں گے"
الزغل نے نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے کہا، " مسلمانو آج کا دن تمہارے لئے مبارک ہے قرطبہ کی فوج میدان چھوڑ کر بھاگ گئی ہے اور تمہارا سرحد کا عقاب تمہاری مدد کے لئے پہونچ گیا ہے۔"
سپاہیوں نے یہ سنتے ہی مسرت کے نعرے بلند کئے۔ بدر نے الزغل سے مخاطب ہو کر کہا، معاف کیجئے۔ آپ نے پوری خبر نہیں سنائی ہم نے قرطبہ کی فوج کو بھاگنے کا موقع نہیں دیا۔ وہ تقریباً تمام میدان میں پڑی ہے۔ صرف پانچ یا چھ سو سپاہی بچ کر نکلے ہوں گے۔"
نعیم نے فوراً اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر اپنے گھوڑے کی باگیں درست کیں اور کہا " اس فتح کی خوشی میں آج فسطلہ کے پندرہ سواروں کو موت کے گھاٹ اتارنے کا عہد کرتا ہوں۔ لیکن نیک شگون کے لئے میں آپ کا نیزہ استعمال کروں گا"، یہ کہتے ہوئے اس نے اپنا نیزہ اس کے سپرد کیا اور آگے بڑھ کر بدر بن مغیرہ کا نیزہ جو ابھی تک زمین میں نصب تھا اکھاڑ لیا۔
فرڈیننڈ کے چار نائٹ یکے بعد دیگرے اس کے مقابلے میں آئے اور نعیم نے چاروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ آخری نائٹ کے قتل پر فرڈیننڈ نے فوج کو حملے کا حکم دیا۔

(۵)

دوپہر کے وقت جب لڑائی زوروں پر تھی منصور بن احمد، بدر کی فوج لیکر پہونچ گیا۔ تیسرے پہر فرڈیننڈ کی فوج میں شکست کے آثار نمودار ہونے لگے۔
نعیم چودہ آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتار چکا تھا، اور پندرہ آدمیوں کو

قتل کرنے کا عہد پورا کرنا چاہتا تھا کہ ایک شخص کا نیزہ اس کے سینے میں لگا، وہ گرنے ہی والا تھا کہ بدر بن مغیرہ اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے اپنے آگے بٹھا لیا۔ بدر بن مغیرہ نعیم کو خیموں میں پہنچانے کے لیے میدان سے باہر نکلنا چاہتا تھا، لیکن نعیم نے بدر بن سے کہا کہ میرا وقت آ گیا ہے لیکن میں نے اپنا عہد پورا نہیں کیا۔ میں نے دشمن کے چودہ سپاہی قتل کیے ہیں۔ ابھی ایک باقی ہے اپنے میرے سینے کو ہاتھ سے دبا کر میرا خون بند کر دو۔ اپنا نیزہ مجھے دو اور مجھے دشمن کے قریب لے چلو مجھے اپنا عہد پورا کر لینے دو پھر مجھے چاہے جہاں لے جانا۔ بدر یہ میری آخری خواہش ہے۔"

بدر متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ اس نے اپنا نیزہ اس کے ہاتھ میں تھما دیا اور اس کے بہتے ہوئے زخم پر ہاتھ رکھ کر گھوڑے کا رخ دشمن کی ایک صف کی طرف پھیر دیا۔ لیکن جب وہ دشمن کے ایک سوار کے قریب پہنچ چکے تھے بدر بن مغیرہ نے محسوس کیا کہ نیزے پر نعیم کے ہاتھ کی گرفت ڈھیلی پڑ رہی ہے اس نے نیزے کو سہارا دینے کے لیے نعیم کا ہاتھ اپنے ہاتھ کی گرفت میں لے لیا، اور بولا، "ہوشیار! یہ تمہارا پندرہواں شکار ہے۔"

نعیم نے بےہوشی کی حالت میں کہا، "بدر! مجھے اپنے ساتھ چمٹائے رکھو کاش میں اپنا عہد پورا کر سکتا۔"

"تم اپنا وعدہ پورا کر چکے ہو۔" یہ کہتے ہوئے بدر بن مغیرہ نے نیزہ ایک مقابلے پر آنے والے سوار کے سینے میں اتار دیا۔ عیسائی سوار گھوڑے سے گر پڑا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی نعیم نے بےہوشی کی حالت میں سر جھکا دیا۔ بدر گھوڑا بھگاتا ہوا زخمیوں کے خیموں کے قریب پہنچا چند نوجوان نعیم بن رضوان کو گھوڑے سے اتار کر اندر لے گئے۔

بدر بن مغیرہ گھوڑے سے کود کر خیمے میں داخل ہوا۔ بشیر بن حسن زخمیوں کی مرہم پٹی میں مصروف تھا وہ فوراً نعیم کی طرف متوجہ ہوا۔

بدر نے کہا۔ بشیر اسے بچانے کی کوشش کرو۔"
بشیر بن حسن نے اسکی نبض پر ہاتھ رکھنے کے بعد جلدی سے اسکی زرہ کھول کر زخم کا معائنہ کیا اور دوبارہ اس کی نبض پر ہاتھ رکھتے ہوئے بدر کی طرف دیکھ کر سر ہلا دیا۔ بدر نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا، تم کچھ نہیں کر سکتے؟"
بشیر نے جواب دیا،، اس زخم کے بعد اس کا چند لمحات کیلئے بھی زندہ رہنا ایک معجزہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ کسی ارادے کی تکمیل کی خواہش موت کا ہاتھ روک رہی ہے۔ یہ ہوش میں آ رہا ہے۔"
اگر ہوش میں آئے تو اسے کہہ دیں کہ یہ اپنا عہد پورا کر چکا ہے یہ کہہ کر بدر بن مغیرہ بھاگتا ہوا خیمے سے باہر نکلا اور چھلانگ کر گھوڑے پر سوار ہو گیا۔
تھوڑی دیر کے بعد فرڈیننڈ کی فوج میں شکست کے آثار دیکھ کر بدر بن مغیرہ نے اپنے بہترین تربیت یافتہ سواروں کو منظم کر کے حکم دیا کہ وہ تعاقب کیلئے تیار رہیں۔ شام سے تھوڑی دیر قبل فرڈیننڈ کی فوج میدان میں لاشوں کے انبار چھوڑ کر بھاگ نکلی۔
جب سپاہی ابوالحسن کے گرد جمع ہو کر فتح کے نعرے لگا رہے تھے وہ گھوڑے سے اتر کر سربسجود ہو گیا جب وہ اٹھا تو اس کی آنکھوں سے تشکر کے آنسو بہہ رہے تھے۔
ابوالحسن نے ادھر ادھر دیکھنے کے بعد کہا،" ہمارا سرحدی عقاب کہاں ہے؟
الزغل نے جواب دیا،" وہ اپنے جانبازوں کے ساتھ جا چکا ہے،"
"کہا"
"بھاگنے والوں کے تعاقب میں۔"
"ہم نے اسے منع کیا تھا۔ سپاہی بہت تھکے ہوئے ہیں،"
"لیکن وہ مجھے آپ کی خدمت میں معذرت پیش کرنے کے لئے کہہ گیا ہے وہ

"منصوری فتح کا قائل نہیں تاہم آپکی خواہش کا احترام کرتے ہوئے اس نے غرناطہ کا کوئی سپاہی اپنے ساتھ نہیں لیا۔"

ابوالحسن نے کہا، "تم نے ہمیں غلط سمجھا، خدا کی قسم اگر وہ میری تمام فوج اپنے ساتھ لے جاتا تو مجھے اس قدر پریشانی نہ ہوتی۔ میں اسکے ایک ایک آدمی کا نقشہ ملایا سب کو علاوہ حلدفی سمجھتا ہوں۔"

الزغل نے کہا، "آپ پریشان نہ ہوں، وہ اپنا کام جانتا ہے وہ مقابلہ والوں پر شیر کی طرح حملہ کرتا ہے اور پھر بھاگنے والوں پر عقاب کی طرح جھپٹتا ہے۔"

ابوالحسن نے کہا، "ہم زلیبہ کے نظاظر ان کی فتح کے تمام حالات سنجالے عباس! تم اس کے ساتھ تھے، کیا اس نے فوج کی ہمت بڑھانے کے لیے مبالغہ سے کام تو نہیں لیا؟"

عباس غرناطہ کی فوج کا ایک سالار تھا اس نے کہا "یہ واقعات ایسے ہیں جن کا صرف دیکھنے والے کی آنکھ کو یقین ہو سکتا ہے، سننے والوں کے کان شاید یقین نہ کریں۔" اسکے بعد عباس نے جنگ کی تمام تفصیلات سنائیں جب اس نے منصور بن احمد کے کارنامے کا ذکر کیا تو ابوالحسن نے کہا، "اگر مجھے معلوم ہوتا کہ بدر بن مغیرہ کے ترکش میں اس قسم کے تیر ہیں تو اس آج سے چند برس پہلے اعلان جنگ کر چکا ہوتا۔"

رات بھر آرام کرنے کے بعد تھکے ہوئے سپاہی علی الصباح مؤذن کی اذان سے بیدار ہوئے ابوالحسن کئی دنوں کے بعد جی بھر کر سویا تھا جب وہ نماز کیلئے خیمہ سے باہر نکلا تو پہریداروں سے اس کا پہلا سوال یہ تھا، "بدر بن مغیرہ نہیں آیا؟"

پہریداروں نے نفی میں جواب دیا۔

نماز کے بعد ابوالحسن کی تحریک پر بدر بن مغیرہ اور اس کے ساتھیوں کی سلامتی کے لئے دعا مانگی، دوپہر تک ابوالحسن کی پریشانی تشویش میں تبدیل ہو چکی تھی اس نے سواروں کے ایک دستے کو بدر بن مغیرہ اور اس کے ساتھیوں کا پتہ لگانے کیلئے روانہ کیا اور اپنے جرنیلوں کے ساتھ ایک ٹیلے پر چڑھ کر انکی راہ دیکھنے لگا۔

اچانک ایک افسر نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا،، اس طرف دیکھئے،،

ابوالحسن کا دل مسرت سے اچھلنے لگا حد نظر پر گرد کے بادل اٹھ رہے تھے

ابوالحسن نے چند سواروں کو اس طرف جانے کا حکم دیا۔

تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے واپس آکر سرحدی عقاب کی واپسی کی خبر دی

الزغل نے کہا،، ایک خوش خبری مجھ سے بھی سن لیجئے۔

،، کیا،، ؟ ابوالحسن نے سوال کیا۔

الزغل نے جواب دیا،، سرحدی عقاب رسد کا ایک بڑا ذخیرہ لا رہا ہے۔

بدر بن مغیرہ کے ساتھی مویشیوں کا ایک بڑا ریوڑ ہانک لا رہے ہیں بھیڑ بکریوں کے علاوہ سینکڑوں گھوڑے اور خچر اناج سے لدے ہوئے ہیں۔

باپ اور بیٹا

(۱)

جب لوشہ کی جنگ میں نعیم بن رضوان جیسے مجاہد اپنے خون کی روشنائی سے اسلامیان اندلس کی قسمت کا فیصلہ لکھ رہے تھے غرناطہ کے شاہی ایوان میں ایک اور فیصلہ لکھا جا رہا تھا۔،،

الحمہ پر عیسائیوں کے قبضہ کی خبر سن کر ابو داؤد فوراً اپنے شاگرد کے پاس پہنچا اور اسے مغموم دیکھ کر بولا۔ شہزادے میں یہ کہتا تھا کہ قدرت نے سلطنت غرناطہ کی تعمیر نو کے لئے ابو الحسن کو نہیں بلکہ تمہیں منتخب کیا ہے اندلس کے مسلمانوں کی قسمت کا ستارا اس وقت چمکے گا جب تمہارے سر پر غرناطہ کا تاج رکھا جائے گا شہزادے تمہارا وقت آرہا ہے ۔"

"میرا وقت خدا جانے کب آئے گا الحمہ ہمارے ہاتھ سے جا چکا ہے اب وہ کسی وقت بھی غرناطہ پر چڑھائی کر سکتے ہیں ۔"

"لیکن تم نے یہ نہیں سوچا کہ الحمہ کے چھن جانے کے بعد عوام اور بعض سردار بھی یہ محسوس کر رہے ہیں کہ اس نازک دور میں غرناطہ کی امارت ایک ایسے بزدل کے ہاتھ میں ہے ۔ میں چند بربری اور ہسپانوی سرداروں سے مل چکا ہوں انہوں نے اپنی کوئی زیادہ قیمت مقرر نہیں کی ۔"

"لیکن موسیٰ کی موجودگی میں کسی کو دم مارنے کی جرأت نہ ہوگی ۔"

"وقت آنے پر ہم اس کے ساتھ بھی نپٹ لیں گے وہ سردار جن کو ابو الحسن نے بغاوت پھیلانے کے جرم میں گرفتار کر رکھا ہے ، اگر رہا کر دئیے گئے تو آپ کے لئے بہت بڑے مددگار ثابت ہوں گے ۔"

"لیکن موسیٰ کی موجودگی میں یہ ممکن نہیں ۔"

"میرے خیال میں وہ آپ کا دوست ہے ۔"

"اس اس معاملہ میں وہ میرا بدترین دشمن ہے ۔"

"وقت آنے پر دیکھا جائے گا ۔"

"وقت کب آئے گا ۔"

"ابو الحسن کی شکست کے بعد غرناطہ کے لوگ آپ کی طرف متوجہ ہوں گے ۔"

"لیکن اگر اسے فتح ہوئی تو؟"

"مجھے اسکی امید نہیں، فتوحات صرف تمہارے مقدر میں ہیں، لیکن اگر اسے ایک آدھ کامیابی نصیب بھی ہوئی تو وہ ایک بڑی تباہی کا پیش خیمہ ثابت ہوگی۔ تمہارے سوتیلے بھائی کو تخت پر بٹھانے کی کوشش کرے گا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اسے عوام کا منظورِ نظر بنانے کے لئے جنگ میں اپنے ساتھ لے گیا ہے"

"مگر یہ ہوا بھی تو میں اس قابل نہیں کہ اپنے باپ کے ساتھ لڑ سکوں"۔

"آپ مطمئن رہیں لڑنے کی نوبت نہیں آئے گی"

چند دن کے بعد ابو عبداللہ نے قرطبہ کے لشکر کی تیاری کی خبر سنی تو اس نے اپنے استاد سے کہا "ایلچی یہ خبر لایا ہے کہ سرحدی عقاب خارج ہونے ہی لوشہ کے محاذ پر روانہ ہو گیا ہے۔"

ابو داؤد نے کہا "شہزادے اب وہ وقت آ گیا ہے جس سے میں ڈرتا تھا ممکن ہے کہ لوشہ کے میدان میں ابوالحسن کو فتح نصیب ہو لیکن یہ فتح تمہارے مستقبل کے لئے بہت خطرناک ثابت ہوگی، جب سلطان شہر میں داخل ہوگا تو غرناطہ کے عوام اسکے ہر صحیح یا غلط فیصلے کی تائید کریں گے۔ ان کی نگاہ میں تمہارے بھائی کا درجہ تمہاری نسبت کہیں بلند ہو گا بلکہ ان کے لئے ایک معمولی باندی بھی تمہاری نسبت زیادہ قابلِ احترام ہو گی۔"

ابو عبداللہ نے مایوس ہو کر کہا کہ مجھے کوئی راستہ نظر نہیں آتا جب میں آپکی باتیں سنتا ہوں تو سخت پریشانی ہوتی ہے، میرا دماغ مجھے ایک سمندر میں کود جانے پر آمادہ کرتا ہے جسکی گہرائی سے میرا دل کانپتا ہے لیکن جب میں اپنی والدہ کے پاس جاتا ہوں تو انکی باتیں مجھے کسی اور ہی دنیا میں لے جاتی ہیں، وہ آج بھی یہی کہتی تھیں کہ میرے والد بارہا اس بات کا حلف اٹھا چکے ہیں کہ وہ مجھے اپنا

جانشین بنانے کے متعلق اپنا وعدہ پورا کریں گے۔"

ابو داؤد نے کہا، "اب شاید وقت آگیا ہے کہ میں آپکو کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ رکھوں، میری بات غور سے سنیئے میں تھوڑی دیر کے لئے مان لیتا ہوں کہ آج آپ کے والد کا ارادہ اور آپ کے متعلق برا نہیں ہے لیکن اس وقت آپکی عمر چالیس سال کو پہونچ چکی ہے فرض کیجئے آپکے والد بیس سال اور زندہ رہتے ہیں تو اس وقت آپکی عمر ساٹھ سال ہو جائے گی، یہ عمر کا وہ حصہ ہے جب زندگی کی تمام امنگیں سرد ہو جاتی ہیں، جب انسان آئینے میں اپنی صورت دیکھنے سے گھبراتا ہے جب انسان کی سب سے بڑی ضرورت ایک بستر ہوتی ہے خواہ وہ ایک محل میں ہو اور خواہ ایک جھونپڑی میں اس وقت آپکی عقل یقیناً بہت پختہ ہوگی لیکن وہ گرم خون جو انسان کو تسخیر عالم پر آمادہ کرتا ہے منجمد ہوتا ہے اور پھر یہ کون کہہ سکتا ہے کہ آئندہ بیس سال کے واقعات سلطان کو آپ کے متعلق کوئی اور فیصلہ کرنے پر آمادہ نہیں کردیں گے؟ اور یہ بھی علم نہیں ہے کہ وہ بیس سال اور زندہ رہیگا؟ شہزادے عزت شہرت اور ناموری کا دروازہ ایسا نہیں کہ کوئی خواہش کرے اور یہ کھل جائے اسے کھٹکھٹانا پڑتا ہے اور بعض اوقات توڑنا بھی پڑتا ہے بڑے انسانوں کی زندگی میں ایک فیصلہ کن مرحلہ آتا ہے جو بیکاری میں وقت گنواتے ہیں وہ پیچھے رہ جاتے ہیں وقت کی ریت میں انکے پاؤں کے نشان گم ہو جاتے ہیں اور جو جرأت سے کام لیتے ہیں وہ اپنی منزل پر پہونچ جاتے ہیں اگرچہ آپنے مجھے اپنے دل کا حال نہیں بتایا لیکن میں جانتا ہوں کہ آپ غرناطہ کے تخت پر بیٹھنے کے لئے بے قرار ہیں لیکن آپکو اگر اب تک اپنی عزیز ترین خواہش کی تکمیل کی جرأت نہیں ہوئی تو اسکی وجہ یہ نہیں کہ آپکے دل میں اپنے باپ کا احترام ہے نہیں بلکہ ناکامی کا آپکے دل پر ایک خوف سوار ہے اس بات کا خوف کہ دنیا وہ ہے جو ایک کامیاب ڈاکو

کو فائدہ پہنچی ہے اور ناکام مصلح کو باغی کا نام دیتی ہے اگر عبداللہ ناکام کے تخت
و تاج چھین لیتا اور اگر ابو عبداللہ ساٹھ یا ستر سال کی زندگی میں تخت نشین
ہونے کا انتظار کرتے کرتے چل بستا تو تاریخ کے صفحات میں شاید اس کا نام
بھی نہ لکھا جائے گا میں نے آپ کو معمولی سمجھ کر آپ کے ساتھ قسمت وابستہ
نہیں کی، لیکن اگر آپ تذبذب میں اپنی تمام زندگی گنوانا چاہتے ہیں تو آج سے
ہمارا راستہ مختلف ہیں۔"

"ابو عبداللہ نے کہا، "خدا کے لئے یہ نہ کہیئے۔"

"تو آج آپ کو فیصلہ کرنا ہے، یہ موقع شاید پھر نہ آئے۔"

"میں تیار ہوں لیکن کیا میں اس وقت اس قابل ہوں کہ باپ کے خلاف
بغاوت کر سکوں۔"

"آپ بائیس سال کی عمر میں اس قابل تھے لیکن آپ نے اپنی زندگی کے کئی
برس ضائع کئے ہیں، پولیس ہمارے ہاتھ میں ہے محل کے داروغہ کو آپ
خرید چکے ہیں بربری اور ہسپانوی امراء میں سے اکثر آپ کے حکم کے منتظر ہیں
خزانہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔"

"اور موسیٰ ؟"

"اسے قید کرنا مشکل نہیں۔"

"لیکن شہر کے عوام ؟"

"ان میں پھوٹ ڈالی جا سکتی ہے عربی ہسپانوی اور بربریوں کے اختلافات
جو آگ لگا دی گئی ہے بجھی نہیں، مجھے عربوں سے تعاون کی توقع نہیں ان میں
سے صرف چند آدمی خریدے جا سکتے ہیں۔ لیکن اگر آپ عربی عہدہ داروں کو معزول
کر کے انکی جگہ ہسپانوی اور بربری کو مقرر کر دیں تو اس سے دو فائدے ہوں گے

ایک یہ کہ وہ آپ کا ساتھ دیں گے۔ دوسرا یہ کہ بربری ہسپانوی مسلمان عوام اور عربی مسلمانوں میں نزاع شروع ہو جائے گی اول الذکر کو اپنے سرداروں کی طرح آپ کا ساتھ دیں گے انہیں زیادہ خوش کرنے کے لیے آپ انکے قیدیوں کو رہا کر دیں آپ کے فیصلے کے لئے صرف دو دن ہیں اس کے بعد شاید موقعہ ہاتھ نہ آئے موسیٰ کو گرفتار کرنے کا طریقہ میں نے سوچ لیا ہے ۔،،

(۲)

رات کے وقت قصر الحمرا کا ایک کشادہ کمرہ چاندی اور سونے کی قندیلوں سے روشن تھا غرناطہ کے بربری اور ہسپانوی مسلمان امراء کرسیوں پر بیٹھے ہوئے ابو عبداللہ کے ساتھ باتیں کر رہے تھے موسیٰ داخل ہوا اور محفل پر ایک لمحہ کے لئے سناٹا چھا گیا۔،،

موسیٰ نے اہل محفل پر ایک سرسری نگاہ دوڑائی اور ابو عبداللہ کے قریب پہنچ کر آہستہ سے بولا ۔ میں آپ سے تنہائی میں کچھ کہنا چاہتا ہوں ۔،،

ابو عبداللہ اس کے تیور دیکھ کر سہم گیا لیکن ایک تامل کے بعد سنبھل کر بولا ”تم جو کچھ کہنا چاہتے ہو یہاں کہہ سکتے ہو یہ سب خدا کے فضل و کرم سے ہیں ا

موسیٰ نے کہا۔ بعض باتیں ہر ایک کے سامنے نہیں کہی جاتیں،،

لیکن اس وقت ہم یہ محفل برخواست کرنے کے لئے تیار نہیں، تم اگر کوئی کام کی بات کہنا چاہتے ہو تو یہیں کہہ ڈالو ۔

موسیٰ محفل کا رنگ دیکھ چکا تھا ان میں سے اکثر وہ تھے جنہیں پہلی بار الحمرا میں داخل ہونا نصیب ہوا تھا آج تک سلطنت کے کسی امیر نے یہ جرات نہ کی تھی کہ وہ موسیٰ کو نیچا دکھا کر کرسی پر بیٹھا رہا ہو، ابو عبداللہ کے

الفاظ سن کر وہ یہ محسوس کر رہا تھا کہ اس کے کان اسے دھوکا دے رہے ہیں۔ اس کا چہرہ غصے سے تمتما اٹھا تاہم اس نے ضبط سے کام لیتے ہوئے کہا "شہزادے میں نے سنا ہے کہ آپ نے باغیوں کو رہا کر دیا ہے"

"تم نے درست سنا ہے۔"

"اور آپ نے سلطنت کے چند وفاداروں کو معزول کر دیا ہے۔"

"مجھے ان کی وفاداری پر شک تھا۔"

"اور آپ نے غرناطہ کے بدترین غداروں کو اہم ترین عہدوں پر فائز کر دیا ہے"

ابوعبداللہ نے گرج کر کہا "موسیٰ ہمارے ساتھ گستاخی کے ساتھ پیش آنا تمہارے فرائض میں داخل نہیں۔"

"فرض کا احساس کبھی کبھی انسان کو بہت بیباک بنا دیتا ہے۔"

"ہم اس بیباکی کو پسند نہیں کرتے۔ کہیں چور دروازے سے دارالحمراء میں داخل ہونے کی جرأت کیونکر ہوئی؟"

"جب اس قسم کے شیاطین کے لئے دارالحمراء کے دروازے کھل جائیں تو میرے لئے چور دروازے سے آپ تک پہونچنے کے سوا کیا چارہ تھا؟"

امراء یہ سن کر ایک دوسرے سے سرگوشیاں کرنے لگے۔ اور ایک بربری سردار اٹھ کر بولا "کیا ابوعبداللہ کے جاں نثاروں کی عزت انکے دربار میں بھی محفوظ نہیں؟"

موسیٰ نے مڑ کر اسکی طرف دیکھتے ہوئے کہا "وہ کون ہے۔ جو میرے مقابل میں ابوعبداللہ کا جاں نثار ہونے کا دعویٰ کرتا ہے؟"

ایک اور سردار نے اٹھ کر کہا "ولی عہد اگر حکم دیں تو گستاخ کا منہ بند کرنے کے لئے ہماری تلواریں حاضر ہیں۔"

موسیٰ نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا "تمہاری یہ جرأت کیا تم وہی غدار نہیں جس نے بربری مسلمانوں کو عربوں کے خلاف اکسایا تھا؟ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تم قید خانے سے دارالحمرا تک پہنچ کر اپنے گذشتہ جرائم کی تلافی کر چکے۔ اور تم خیال کرتے ہو کہ الحمرا میں چند غداروں کا اجتماع دیکھ کر موسیٰ کی تلوار کا لوہا نرم ہو جائے گا۔ میں ابوعبداللہ کے پاس آیا ہوں اور اگر تم میں سے کوئی یہ سمجھتا ہے کہ اس کی تلوار مجھے عبداللہ کے سامنے اپنے خیالات کے اظہار سے روک سکتی ہے تو میں اسے سامنے آنے کی دعوت دیتا ہوں میں دیکھنا چاہتا ہوں وہ کون ہے جو اپنی گردن سے سر کا بوجھ اتارنے کی خواہش لے کر آیا ہو۔ اور شہزادے! آپ کو ان بزدلوں سے جاں نثاری کی توقع ہے جو بربری لونڈیاں لوٹنے کے لئے بے قرار ہیں، لیکن اپنے ہاتھ تلوار کے قبضہ تک لے جانے کی جرأت نہیں رکھتے تم غرناطہ کے دشمنوں کو اپنا دوست سمجھتے ہو۔"

ابوعبداللہ کی قوت برداشت جواب دے چکی تھی، وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور آگے بڑھ کر بولا، "موسیٰ تم مجھے قتل کرنے کا ارادہ لے کر آئے ہو؟"

"میں؟ اور آپ کو قتل کرنے کا ارادہ؟ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟" یہ کہہ کر موسیٰ نے اپنی تلوار کھول کر ابوعبداللہ کو پیش کر دی۔"

ابوعبداللہ نے تلوار لے کر ایک طرف پھینکتے ہوئے تالی بجائی، آٹھ مسلح بردی اور حبشی کمرے میں داخل ہوئے اور ابوعبداللہ کے اشارے کا انتظار کرنے لگے ابوعبداللہ نے کہا، "مجھے یقین تھا کہ الحمرا کے دروازوں پر سنگین پہرہ بھی تمہیں یہاں پہنچنے سے نہیں روک سکے گا، لیکن میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ تم جس راستے سے آئے ہو اس راستے سے واپس نہیں جا سکو گے۔"

موسیٰ حیرت زدہ ہو کر ابوعبداللہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس عبداللہ کی

طرف جس کے ساتھ اس نے اپنا بچپن گذارا تھا جسے اس نے گھوڑے پر چڑھنا اور تلوار اور نیزہ کے ساتھ کھیلنا سکھایا تھا وہ حیران تھا کہ اس سے کیا غلطی ہوئی ہے۔
علی الصباح ابو عبداللہ نے اسے خود بلا کر یہ حکم دیا تھا کہ تم آس پاس کی بستیوں اور شہر دوں میں جا کر رضا کار بھرتی کرو۔ شام کے وقت جب وہ واپس آیا تو پتہ چلا کہ عبداللہ نے چند باغیوں کو رہا کر دیا ہے اور چند دغا دار عہدہ داروں کو معزول کر دیا ہے وہ اس خبر سے پریشان ہوا تاہم اس کو یہ یقین تھا کہ وہ چند باتیں کرنے کے بعد اسے اپنی غلطی کی تلافی پر آمادہ کرلے گا وہ کھانا کھائے بغیر گھر سے نکلا لیکن الحمرا کے دروازے اس کے لیے بند تھے اور ان پر نئے پہریدار متعین تھے، وہ ایک خفیہ راستے سے محل میں داخل ہوا، ابو عبداللہ کے ساتھ وہ اس سے قبل کئی موقعوں پر زیادہ سخت کلامی سے پیش آچکا تھا۔ لیکن آج اس نے کمرے میں داخل ہوتے ہی یہ محسوس کیا کہ اس کا بچپن کا دوست بدل چکا ہے جب اس نے اپنی تلوار اتار کر اسے پیش کی تھی تو اسے یقین تھا کہ ابو عبداللہ نادم ہو کر اسے بازو پکڑ کر دوسرے کمرے میں لے جائے گا اور کہے گا، "تم اتنی سی غلطی پر بگڑ گئے۔"

لیکن جب اس نے تلوار لیکر پھینک دی تو موسیٰ کے دل پر ایک چرکہ لگا، وہ اسکی طرف دیکھ رہا تھا، اس کے کانوں میں یہ الفاظ گونج رہے تھے "میں یقین دلاتا ہوں کہ تم جس راستے آئے ہو اس راستے واپس نہیں جا سکو گے، اس نے مسلح سپاہیوں کی طرف دیکھا تو معاً اس کے دل میں خیال آیا کہ یہ سب ابو عبداللہ کی دل لگی ہے — یہ صرف مذاق ہے۔"

اس نے مسکراتے ہوئے کہا "ابو عبداللہ میں تمہارا مجرم ہوں۔ میں بوشہ کی جنگ کے لئے رضا کار بھرتی کرنے کا مجرم ہوں۔ میں الحمرا میں خفیہ راستے سے داخل ہونے کا مجرم ہوں اور میں ان غداروں کو غدار کہنے کا مجرم ہوں، میرا سب سے بڑا جرم

یہ ہے کہ بس تمہارا دوست ہوں، میری سزا تجویز کرو۔،،

موسیٰ نے یہ کہہ کر اپنا سر جھکا دیا، ابوعبداللہ کی آنکھوں میں آنسو آگئے وہ اپنا ہاتھ اٹھا کر اس کے کندھے پر رکھنا چاہتا تھا، لیکن ایک شخص نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ یہ ابوداؤد تھا۔،،

ابوعبداللہ نے اپنے اتالیق کی طرف دیکھا، اور اس نے سر ہلا دیا۔ ابوعبداللہ نے سپاہیوں کی طرف دیکھا اور مغموم لہجے میں کہا "اسے لے جاؤ۔،،

موسیٰ نے گردن اوپر اٹھائی، وہ سپاہیوں کی ننگی تلوار وں کے درمیان کھڑا تھا، اور وہ سردار بھی جنہیں اب تک ابوعبداللہ کی مستقل مزاجی پر شبہ تھا اپنی تلواریں نکال چکے تھے۔،،

موسیٰ جس کی گرجتی ہوئی آواز ہسپانیہ کی دیواروں پر لرزہ طاری کر دیا کرتی سکتے کے عالم میں ابوعبداللہ کی طرف دیکھ رہا تھا غرناطہ کے مجاہد کی زبان گنگ ہو چکی تھی۔

ابوعبداللہ اس منظر کی تاب نہ لا سکا۔ اس نے منہ پھیر لیا، اور بلند آواز میں چلایا "اسے لے جاؤ،، لیکن اس آواز میں غصے کی بجائے کرب تھا۔

موسیٰ کوئی بات کئے بغیر سپاہیوں کے آگے آگے چل دیا، ابوداؤد نے سرداروں سے کہا "آپ یہیں رہیں میں ابھی آتا ہوں۔،،

دوسرے کمرے میں جا کر ابوداؤد نے اپنے شاگرد سے کہا "بڑے بڑے آدمیوں کا دل بڑا ہونا چاہیئے۔،،

عبداللہ نے درد بھری آواز میں کہا "لیکن وہ میرا دوست تھا، میرا بچپن کا دوست،،

ابوداؤد نے کہا "وہ تمہاری راہ کا ایک خوبصورت کانٹا تھا جسے تم پیار کرتے تھے لیکن اپنی منزل پر پہنچنے کے لئے تمہیں اس قسم کے کئی کانٹے مسلنے پڑیں گے، موسیٰ اگر

چاہیے تو اب بھی ہمارے تاج کا سہرا بن سکتا ہے، لیکن اس سے یہ توقع اسی وقت ہو سکتی ہے جب سلطنت غرناطہ کا دوسرا دعویدار نہ ہوگا جب اسے یقین ہو جائیگا کہ تم ابوالحسن کی جگہ لے چکے ہو تو اسے قید سے نکل کر تمہاری اطاعت کرنے پر اعتراض نہ ہوگا۔ اب اٹھو یہ وقت سوچنے کا نہیں کام کرنے کا ہے"

(۱۳)

لوشہ کی فتح کے بعد جب اگلے دن بدر بن مغیرہ فرڈیننڈ کے لشکر کا تعاقب کرنے کے بعد واپس آیا تو ابوالحسن نے فوج کے سرداروں کی مجلس شوریٰ بلائی۔ بعض سرداروں کی جو رائے تھی کہ غرناطہ پہنچ کر زیادہ مکمل تیاری کے بعد فرڈیننڈ کی مملکت پر چڑھائی کی جائے لیکن بدر بن مغیرہ نے اس رائے پر زور دیا کہ فرڈیننڈ کو آرام سے بیٹھنے کا موقع نہ دیا جائے۔"

" اس نے کہا۔ اس فتح کے بعد اگر ہم فوراً چڑھائی کر دیں، تو دشمن کسی میدان میں بھی جم کر ہمارا مقابلہ نہیں کر سکے گا، اس میں شک نہیں کہ ہم غرناطہ پہنچ کر چند ہزار مزید سپاہی بھرتی کر سکیں گے، لیکن ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ دشمن کے ذرائع ہمارے مقابلہ میں بہت وسیع ہیں وہ اس وقفہ سے بھی زیادہ فائدہ اٹھا سکے گا، نہ صرف اندلس کے عیسائی بلکہ فرانس اور اطالیہ سے پرستاران صلیب اسکی مدد کیلئے دوڑیں گے۔ اور مجھے سب سے زیادہ اس بات کی تشویش ہے کہ فرڈیننڈ اس شکست کا بدلہ اپنی مسلمان رعایا سے لے گا جو اس وقت بھی تعداد میں غرناطہ کی آبادی سے کم نہیں اسکے برعکس اگر ہم فوراً پیش قدمی کر دیں تو اندلس کی ہر بستی اور شہر مسلمان ہمارا ساتھ دیں گے، اور وہ تعداد میں ان سپاہیوں سے کہیں زیادہ ہونگے جنہیں ہم غرناطہ جا کر بھرتی کر سکتے ہیں۔ ہمارے لئے سب سے بڑا مسئلہ رسد کی فراہمی ہے، اس کا ذمہ میں لیتا ہوں۔"

الزغل نے ابن المغیرہ کی تجویز سے اتفاق کرتے ہوئے کہا "اس عظیم الشان فتح کے بعد قشتالہ کی دیواروں تک پہنچتے ہوئے ہمیں کسی قابل ذکر مزاحمت کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ ہمیں گرتے ہوئے دشمن کو دوبارہ سنبھلنے کا موقع نہیں دینا چاہیے جہاں تک غرناطہ سے مزید سپاہی حاصل کرنے کا تعلق ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس کام کے لیے موسیٰ سے زیادہ موزوں کوئی نہیں ہو سکتا۔"

ایک بوڑھے سردار نے کہا "میں بھی اس رائے کا حامی ہوں کہ ہمیں پیچھے لوٹنے کے بجائے آگے بڑھنا چاہیے۔ لیکن میری رائے یہ ہے کہ سلطان کو یہ مہم الزغل کے سپرد کرکے غرناطہ لوٹ جانا چاہیے، گزشتہ صدیوں میں ایسے نازک مواقع پر ہمیں گھر کی پھوٹ سے بہت نقصان پہنچ چکا ہے، اس میں شک نہیں کہ موسیٰ ایک سمجھدار نوجوان ہے لیکن غرناطہ کے متعلق ہمیں جو اطمینان سلطان کی موجودگی سے ہو وہ نہیں ہو سکتا۔ شر پسند عناصر سلطان کی غیر حاضری سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں گے، لیکن سلطان کی موجودگی میں کسی کو سر اٹھانے کی جرأت نہ ہوگی۔"

ابوالحسن نے جواب دیا "غرناطہ کے متعلق مجھے اطمینان ہے تاہم میں آپ کا مشورہ رد نہیں کرتا۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں ایک اور شاندار فتح کے بعد واپس ہو جاؤں گا۔"

مغرب کی نماز کے بعد اٹھنے سے قبل مجلس شوریٰ یہ فیصلہ کر چکی تھی کہ کل صبح کوچ کیا جائے۔

اگلی صبح نماز کے بعد ابوالحسن نے اپنی فوج کے سامنے تقریر کرتے ہوئے کہا "مجاہدو! لوشہ کی شاندار فتح کو میں قدرت کا ایک بہت بڑا انعام سمجھتا ہوں، یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ اگر غرناطہ کے مسلمان ایک ہو جائیں تو وہ آج بھی کفر کی ہر طاقت کو منتشر کر سکتے ہیں، اور اگر وہ جہاد کا جذبہ لے کر اٹھیں تو ان کا [illegible] آج [illegible] کو کاٹ سکتا ہے اس فتح نے ہمارے لیے کامیابیوں کی شاہراہ

کھول دی ہے اور اگر ہم نے ہمت نہ ہاری تو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ وہ دن بھی دور نہیں جب قرطبہ اور اشبیلیہ کے ایوانوں پر ہمارا پرچم لہرائے گا۔
تمہیں یاد ہو گا کہ اس ملک میں اسلام کا پہلا مجاہد طارق بن زیاد ایک مٹھی بھر جماعت لے کر آیا تھا، سپہ سالار کی طرف سے اسے یہ ہدایت تھی کہ وہ صرف اس ملک کے حالات دیکھ کر واپس آ جائے لیکن ہسپانیہ کے ساحل پر پاؤں رکھتے ہی اس مجاہد نے اپنا ارادہ بدل دیا اور اپنے سپہ سالار کو یہ پیغام بھیجا کہ میں اندلس کے ساحل پر اسلام کا پرچم لہرا چکا ہوں اور رجب تک یہ جھنڈا اندلس کی آخری حدود تک نہیں پہنچ جاتا۔ میں پیچھے مڑ کر نہیں دیکھوں گا تم نے مجھے راڈرک کی طاقت کا اندازہ کرنے کے لئے بھیجا ہے اور اندلس میں میری رفتار سے تم اسکی طاقت کا صحیح اندازہ لگا سکو گے اپنے جانبازوں سے طارق نے یہ کہا تھا کہ ہم راڈرک کی زمین پر اپنی عظمت کے جھنڈے گاڑنے نہیں آئے بلکہ خدا کی زمین میں اسی کی عظمت کے جھنڈے بلند کرنے آئے تھے۔ ہم تعداد میں تھوڑے ہیں لیکن مسلمانوں کی طاقت کا راز ان کی تعداد میں نہیں،، ان کے خلوص اور ایمان میں ہے،،
" میرے بہادر سپاہیو! آج ہم نے طارق کے نقش قدم پر چلنے کا فیصلہ کیا ہے کیا تم ہمارے اس فیصلے کی تائید کرتے ہو؟ "
سپاہیوں نے فلک شگاف نعروں سے ابوالحسن کی تائید کی انہیں ہاتھ کے اشارہ سے خاموش کرنے کے بعد ابوالحسن نے دوبارہ تقریر شروع کی۔
" تم نے بوشہ کی جنگ میں اپنے دشمنوں پر ثابت کر دیا ہے کہ آج بھی تمہاری ایک تلوار دشمن کی تلواروں کا مقابلہ کر سکتی ہے۔ اس فتح نے ہمارے لئے کامیابی کے دروازے کھول دیے ہیں، قسطلہ اور ارغون کے ہمارے مظلوم بھائیوں کی دعائیں مستجاب ہونے کا وقت آ گیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اگر ہم

چند دن کے لئے غرناطہ واپس چلے جائیں تو وہاں فتح کے جشن میں شریک ہو سکیں گے۔ لوگ ہم پر پھولوں کی بارش کریں گے لیکن اگر ہم قرطبہ اور اشبیلیہ کا رخ کریں تو وہاں ہمیں اور بھائی برسوں سے صرف اس امید پر عیسائیوں کے مظالم برداشت کر رہے ہیں کہ کسی دن غرناطہ کے مجاہد ان کی مدد کو پہونچیں گے وہاں ہمارا استقبال پھولوں کے بجائے لشکر کے آنسوؤں کے ساتھ کیا جائے گا۔

آج سے چند دن قبل کسے یہ امید تھی کہ قدرت ہمیں اتنی بڑی فتح دیگی اور اس فتح کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ چند دن تک ہماری اذانیں قرطبہ اور اشبیلیہ کی مساجد میں گونجیں گی۔ اور ہمارا جھنڈا قسطلہ کے شاہی ایوانوں پر لہرائے گا۔"

ابوالحسن کی تقریر ہر سپاہی کے دل میں امید کے چراغ روشن کر رہی تھی وہ تصور میں قرطبہ اور اشبیلیہ کے ایوانوں کو دیکھ رہے تھے وہ قسطلہ کے ایوان شاہی پر اپنی فتح کے پرچم لہراتے تھے۔ وہ برسوں کے غلام مسلمانوں کی آنکھوں میں تشکر کے آنسو دیکھ رہے تھے۔ وہ اپنی قوم کے مظلوم بھائیوں اور بہنوں سے یہ کہہ رہے تھے کہ اب تم آزاد ہو۔ اب تمہیں کوئی غلام نہیں بنا سکتا اندلس ہمارا ہے ہم نادم ہیں کہ ہم اتنی دیر تمہاری حالت سے بے پروا رہے۔

لیکن ابوالحسن بولتے بولتے رک گیا۔ اسکی توجہ تھوڑی دیر کے لئے ایک سوار نے اپنی طرف مبذول کر لی جو پوری رفتار سے گھوڑا بھگاتا ہوا آرہا تھا سوار گھوڑے سے اترا اور کسی سے بات کئے بغیر لوگوں کو ادھر ادھر ہٹاتا ہوا آگے بڑھا۔ ایک سپاہی نے اسے بازو سے پکڑ کر روکنے کی کوشش کی۔ لیکن اس نے جھٹکا دیکر اپنا بازو چھڑا لیا اور بدستور آگے بڑھتا گیا۔ جب لوگوں کو یہ احساس ہوا کہ وہ ابوالحسن کے دل کی دھڑکنیں یہ گواہی دے رہی تھیں کہ یہ سوار کوئی اچھی خبر

لے کر نہیں آیا تاہم اس نے ہاتھ کے اشارے سے نووارد کو پکارا اور لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے دوبارہ تقریر شروع کی۔

الزغل جو ابوالحسن کے پاس کھڑا تھا نووارد کی طرف بڑھا اور اسکے قریب پہونچکر بولا ،،تم غرناطہ سے آئے ہو؟،،

نووارد نے جواب دیا۔ ،،ہاں میں ایک بہت ضروری خبر لے کر آیا ہوں۔،،

،،تمہیں موسیٰ نے بھیجا ہے؟،،

،،نہیں! میں خود آیا ہوں۔،،

،،اگر تم موسیٰ کی طرف سے نہیں آئے تو تمہاری خبر اہم نہیں ہو سکتی۔ اور تمہیں اس بات کا لحاظ رکھنا چاہیئے تھا۔ کہ اس اجتماع کے سامنے امیر غرناطہ تقریر فرما رہے ہیں۔،،

لیکن جن حالات میں میں یہاں پہونچا ہوں ان سے واقف ہونے کے بعد آپ میری اس جسارت کو قابل معافی سمجھیں گے۔،،

الزغل نے کہا۔ ،،کہو کیا کہتے ہو؟،،

نووارد نے ادھر ادھر دیکھنے کے بعد کہا۔ ،،یہاں نہیں،،

الزغل نے پریشان ہو کر کہا۔ ،،میرے ساتھ آؤ۔،،

اجتماع سے ایک طرف ہٹ کر الزغل نے نووارد کی طرف دیکھا اور کہا۔ ،،مجھے کوئی بری خبر سنانے سے پہلے یہ بتاؤ کہ تم کون ہو تا کہ میں اسکی اہمیت کا اندازہ کر لوں، اور یہ بھی سوچ لو کہ جنگ کے زمانے میں جھوٹی افواہیں پھیلانے والوں کے ساتھ بہت برا سلوک کیا جا سکتا ہے۔،،

نووارد نے کہا۔ ،،اگر آپ غور سے دیکھتے تو مجھے پہچان لیتے میں الحمراء کے داروغہ کا بیٹا ہوں۔ ہیرہ بن سعیدہ کا شاگرد ہوں۔ چند دنوں سے میں

موسیٰ کے ساتھ جہاد کی تبلیغ کر رہا ہوں۔ یہاں فوج کے بہت سے آدمی مجھ پہچانتے ہیں لیکن جو انسو سناک خبر لے کر میں آیا ہوں اگر وہ غلط ثابت ہوئے اور میں اس کے عوض تختہ دار پر لٹکا دیا جاؤں تو مجھے خوشی ہوگی۔ خدا کرے میرا یہاں آنا ایک خراب ہو اور غرناطہ میں جو کچھ میں نے دیکھا اور سنا ہے وہ بھی ایک خواب ہو۔" نوارد کی آنکھوں میں آنسو چھلک رہے تھے۔"

اتنی دیر میں الزیغری ان کے پاس آ پہونچا۔ اس نے نووارد کو پہچان کر دور سے کہا "سلیمان، خیر تو ہے؟"

سلیمان نے ایک لمحہ کے لیے الزیغری کی طرف دیکھا اور پھر الزغل کی طرف متوجہ ہوا "میں بہت بری خبر لے کر آیا ہوں غرناطہ میں بغاوت ہو چکی ہے۔"

الزغل نے چلا کر کہا "نہیں نہیں تم نے خواب دیکھا ہے موسیٰ کی موجودگی میں بغاوت ممکن نہیں، تم نے خواب دیکھا ہے تم دشمن کے جاسوس ہو۔ اور ہماری توجہ محاذ جنگ سے ہٹانا چاہتے ہو۔ کہو یہ جھوٹ ہے" الزغل اضطراری حالت میں سلیمان کو دونوں بازوؤں سے پکڑ جھنجھوڑ رہا تھا۔ اور سلیمان بار بار کہہ رہا تھا "کاش! یہ جھوٹ ہوتا۔ لیکن یہ جھوٹ نہیں۔ کاش یہ جھوٹ ہوتا۔"

"لیکن موسیٰ اور بغاوت؟ یہ ناممکن ہے تم دیوانے ہو۔"

سلیمان نے کہا "موسیٰ ابو عبداللہ کی قید میں ہے۔"

الزغل نے سلیمان کو دھکا دے کر زمین پر گرا دیا۔ اور الزیغری سے کہا "اسے لے جاؤ یہ دیوانہ ہے۔ ابو عبداللہ مجھے قید کر سکتا ہے۔ اپنے باپ کو قید کر سکتا ہے لیکن موسیٰ پر جان دیتا ہے اس پاگل کو لے جاؤ۔"

سلیمان نے کہا "آج شام تک میری خبر کی تصدیق کرنے کیلئے اور بہت سے لوگ آجائیں گے۔ ابو عبداللہ نے اپنی امارت کا اعلان کر دیا ہے اس نے باغیوں کو

رہا کر دیا ہے۔ اور عرب عہدہ داروں کی جگہ انہیں مقرر کر دیا ہے۔ جن امرا نے اس کی امارت تسلیم کرنے سے انکار کیا تھا ان میں سے چند قتل کئے جا چکے ہیں۔ اور باقی قید کر لئے گئے ہیں الحمرا پر بربری اور ہسپانوی امراء کا قبضہ ہے اور شہر میں وہ اپنے قبائل کے لوگوں کو عربوں کے مقابلہ پر اکسا رہے ہیں۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ اب تک وہ کتنے مکانات جلا چکے ہیں اور کتنے آدمی مارے گئے ہیں مجھے ڈر ہے کہ اب تک یہ لوگ غرناطہ کے پاس کی بستیوں میں بھی پہونچ چکے ہونگے۔"

(۴۴)

ابوالحسن زیادہ دیر تقریر جاری نہ رکھ سکا۔ اسکی توجہ بار بار الزغل اور الزبیری کی طرف مبذول ہو رہی تھی۔ اور جب وہ سلیمان سے باتیں کرنے کے بعد سر جھکائے اسکی طرف آرہے تھے۔ تو اس کا دل دھڑکنے لگا۔ اور آواز بیٹھ گئی۔ الزغل کا چہرہ دیکھ کر اس کے لئے یہ اندازہ لگانا مشکل نہ تھا کہ ایلچی کوئی اچھی خبر لے کر نہیں آیا اس نے تقریر ختم کر کے ہاتھ اٹھا کر فتح کے لئے دعا مانگی۔ اور جواب طلب نگاہوں سے الزغل کی طرف دیکھنے لگا۔"

الزغل نے آگے بڑھ کر کہا" چلئے۔"

ابوالحسن نے کہا، کہاں؟ خیر تو ہے؟"

" اپنے خیمے میں چلئے۔"

الزغل کے مغموم لہجے سے ابوالحسن کا دل بیٹھا جا رہا تھا۔ وہ اسٹیج سے اترا اور اس کے ساتھ اپنے خیمے کی طرف چل دیا۔ چند سرداروں نے اس کا ساتھ دینا چاہا لیکن الزغل نے انہیں ہاتھ کے اشارے سے روکتے ہوئے کہا" آپ میرے خیمے میں جمع ہوں۔ ہم ابھی وہاں آتے ہیں۔"

لوگوں سے کچھ دور جا کر ابوالحسن نے سوال کیا۔" کوئی بڑی خبر سنانے سے پہلے

مجھے اتنا ضرور بتاؤ کہ ایلچی کہاں سے آیا ہو؟ اتنی بڑی فتح کے بعد ہمیں معمولی حالات سے پریشان نہیں ہونا چاہیئے۔ پھر کیا بات ہے۔ تمہاری خاموشی میرے لئے ناقابل برداشت ہو رہی ہے۔"

الزغل نے کوئی جواب نہ دیا۔ سلیمان جو ابھی تک دہلیز میں کھڑا تھا۔ الزغل کا اشارہ پاکر ان کے ساتھ ہو لیا۔

ابوالحسن سلیمان کی طرف متوجہ ہوا "تم کہاں سے آئے ہو؟ بتاؤ میری طرف کیا دیکھ رہے ہو؟ کیا تم یہ خبر لے کر نہیں آئے کہ سرحد کا کوئی گاؤں یا شہر ہمارے قبضہ سے نکل گیا ہے اور عیسائی وہاں کے مسلمانوں سے اپنی شکست کا بدلہ لے رہے ہیں"

سلیمان نے جواب دینے کے بجائے الزغل کی طرف دیکھا اور اس نے سر کے اشارے سے اسے خاموشی کی تلقین کی۔

ابوالحسن کی قوت برداشت جواب دے چکی تھی۔ اس نے چلا کر کہا۔ الزغل! کیا ہم نے ایک ماں کا دودھ نہیں پیا ہے کیا میں وہ خبر سننے کی ہمت نہیں رکھتا جسے تم سن چکے ہو؟ کیا یہ قاصد کسی زلزلہ کی خبر لے کر آیا ہے کیا الحمرا میں آگ لگ گئی ہے؟ کیا ابوعبداللہ کو کوئی حادثہ پیش آیا۔ خدا کی قسم ایسی خبریں مجھے پریشان نہیں کر سکیں گی۔ اور اگر یہ قاصد پیغام لایا ہے کہ عیسائیوں کا کوئی دستہ ہماری سرحد کے کسی غیر محفوظ قلعے پر قابض ہو گیا ہے تو یہ خبر تم مجھے فوج کے سامنے سنا سکتے تھے ہم ایسے حالات کا سامنا کرنے کے لئے ایک دن پیش قدمی کا ارادہ ملتوی کر سکتے ہیں۔ الزغل تمہاری زبان گنگ کیوں ہو گئی۔ مجھے بتاؤ وہ کون سا نقصان ہے جس کی تلافی ان مجاہدوں کی تلوار نہیں کر سکتی۔ وہ کون سا محل گرا ہے جسے یہ مجاہد دوبارہ تعمیر نہیں کر سکتے؟ ایک سپہ سالار کی سب سے بڑی دولت اس کی سپاہ ہوا کرتی ہیں موسیٰ اور عبداللہ کے سوا جن لوگوں کو سب سے عزیز سمجھتا ہوں وہ میرے ساتھ ہیں کسی کی موت کی

ابوالحسن کے ہونٹ ہل رہے تھے لیکن اس کی آواز جواب دے چکی تھی۔ سلیمان نے آہستہ سے کہا، "طبیب کو بلائیے سلطان کی طبیعت ٹھیک نہیں۔"

الزغل نے جھک کر اپنے بھائی کی طرف دیکھا اور جلدی سے باہر نکل کر پہریدار سے کہا، "فوراً البشیر بن حسن کو بلاؤ۔ وہ زخمیوں کی دیکھ بھال کر رہا ہو گا۔ اسے کہو کہ سلطان کی طبیعت ٹھیک نہیں۔ لیکن علیحدگی میں کسی کے سامنے نہیں۔"

تھوڑی دیر بعد بشیر بن حسن خیمے میں داخل ہوا۔ اس نے سلطان کی حالت دیکھ کر الزغل سے کہا "ان پر فالج گرا ہے لیکن فالج کا حملہ شدید نہیں انشاء اللہ جلد آرام ہو جائے گا۔ معلوم ہوتا ہے کہ انہیں بہت بڑا صدمہ پہنچا ہے۔"

(۵)

تھوڑی دیر بعد الزغل نے سلیمان سے کہا "تم جاکر آرام کرو۔ لیکن ابھی کسی پر یہ بات ظاہر نہ کرنا۔ پھر وہ بشیر بن حسن کی طرف متوجہ ہو کر بولا۔ اگر میرا یہاں ٹھہرنا ضروری نہ ہو تو مجھے تھوڑی دیر کے لئے اجازت دیجئے۔"

بشیر حسن نے کہا۔ "سلطان کی نگاہیں آپ پر جمی ہوئی ہیں میرے خیال میں آپ کا یہاں سے کچھ دیر غیر حاضر رہنا ان کے لئے بہتر ہوگا۔ انکی توجہ کسی اور طرف مبذول ہو سکے گی۔"

الزغل اپنے خیمے میں داخل ہوا تو فوج کے تمام بڑے بڑے عہدہ دار وہاں جمع تھے۔ وہ الزبیعری کے گرد گھیرا ڈال کر سوالات کی بوچھاڑ کر رہے تھے۔ اور وہ چلا چلا کر یہ کہہ رہا تھا۔ "مجھے کچھ پتہ نہیں۔ سلیمان سے کچھ کہنا چاہتا تھا۔"

الزغل کو دیکھ کر وہ خاموش ہو گئے تھوڑی دیر بعد الزغل نے انہیں غرناطہ کے المناک حادثہ کی خبر سنائی اور ان سے وفاداری کا وعدہ لینے کے بعد خیمے سے باہر نکلا پہرہ داروں نے بھی اپنے خیمے کا رخ کیا۔ دوپہر تک یہ خبر تمام فوج

عمر میرے لئے ناقابل برداشت نہیں ہو گی۔ کیا تم نے یہ نہیں دیکھا کہ نعیم رضوان کو جب لحد میں اتارا جا رہا تھا میری آنکھوں میں آنسوؤں کا نشان تک نہ تھا۔ اور وہ مجھے عبداللہ سے کم عزیز نہ تھا۔

اتنی دیر میں وہ ابوالحسن کے خیمے کے قریب پہونچ چکے تھے۔ ابوالحسن مایوس ہو کر تیزی سے خیمے کی طرف بڑھ رہا تھا خیمے میں داخل ہو کر الزغل اسے کرسی پر بٹھاتے ہوئے کہا، "میرے بھائی! یہ قاصد ایک بہت بڑے حادثہ کی خبر لایا ہے۔ ابوعبداللہ نے اپنی امارت کا اعلان کر دیا ہے۔ اور باغیوں کو قید سے رہا کر کے شہر میں خانہ جنگی کرا دی ہے۔ ہمارے لئے غرناطہ کے دروازے بند ہو چکے ہیں۔ اسمٰعیل ابوعبداللہ کی قید میں ہے۔"

ابوالحسن پر یہ الفاظ بجلی بن کر گرے۔ وہ اچانک اٹھا لیکن لڑکھڑا اور پھر کرسی پر آگرا۔ اس نے بولنے کی کوشش کی لیکن اس کی زبان گنگ ہو چکی تھی وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے الزغل اور سلیمان کی طرف دیکھ رہا تھا ان کے مغموم چہروں پر اپنی تقدیر کا نوشتہ پڑھ رہا تھا۔"

الزغل نے کہا۔ اب میں حیران ہوں کہ فوج کو یہ خبر کس طرح سنائی جائے ہم اس خبر کو زیادہ دیر چھپا بھی نہیں سکتے۔ آج شام سے پہلے کئی اور آدمی آجائیں گے مجھے ڈر ہے کہ غرناطہ کی طرح یہاں بھی عرب اور غیر عرب سپاہیوں کی تلواریں آپس میں ٹکرا نہ جائیں۔ فوج کے سردار میرے خیمے میں جمع ہو رہے ہیں۔ آپ پہلے ان سے وفاداری کا حلف لیں اور پھر ان پر یہ ظاہر کریں۔ کاش آج نعیم یہاں ہوتا۔ آپ مایوس نہ ہوں مجھے یقین ہے کہ نوشہ کی فتح کی خبر پھر ایک بار غرناطہ کے عوام کی حرارت ایمانی زندہ کر دے گی۔ وہ ابوعبداللہ کے خلاف بغاوت کر کے ہمارے لئے شہر کے دروازے کھول دیں گے۔ اٹھئے ہمت سے کام لیجئے اب سوچنے کا وقت نہیں۔"

میں مشہور ہو چکی تھی اور شام سے تھوڑی دیر قبل غرناطہ سے آنے والے چند اور آدمی اس خبر کی تصدیق کر چکے تھے۔ وہ سپاہی جو تھوڑی دیر قبل قسطلہ کے شاہی محل پر اپنا جھنڈا لہراتے اور اشبیلیہ اور قرطبہ کی مساجد میں اذانیں دینے کے سپنے دیکھ رہے تھے اب اپنے گھروں کو تباہی سے بچانے کی فکر کر رہے تھے۔ وہ شاعر جنھوں نے فتح کے مجاہدین کی شان میں قصائد لکھے تھے۔ اب عبداللہ کی غداری پر مرثیے لکھ رہے تھے۔ اندلس کے مقدر کا ستارہ ایک ہلکی سی مسکراہٹ کے بعد نحوست کے بادلوں میں چھپ چکا تھا۔

اگلے دن بشیر بن حسن کی مسیحائی سے ابوالحسن کی کھوئی ہوئی قوت گویا اچانک واپس آگئی تو پہلے الفاظ یہ تھے میرے بیٹے! تم نے کیا کیا یہ تخت جسے تم نے چھینے کی کوشش کی تمہارا ہی تو تھا۔ لیکن تم نے بادشاہ بننے کے شوق میں اندلس کے مسلمانوں کا مستقبل تباہ کر دیا تھا خدا نہ کرے تمہارا بویا ہوا اندلس کے مسلمانوں کو کانٹا پڑے میرے بیٹے میرے عبداللہ! لیکن تم میرے نہیں!! ابوالحسن نے کروٹ بدل کر تکیے میں منہ چھپا لیا۔ اور ہچکیاں لینے لگا۔

دو دن کے بعد اس کے اعصاب سے فالج کے اثرات دور ہو چکے تھے لیکن زندگی کی وہ حرارت جس کے باعث وہ ساٹھ سال کی عمر میں بھی نوجوانوں کے لئے باعث رشک تھا۔ سرد پڑ چکی تھی۔ زندگی کے ایک ہی حادثہ نے تلوار سے کھیلنے والے مجاہد کو لاٹھی کا سہارا لے کر چلنے پر مجبور کر دیا۔

فوج کے سرداروں کی اکثریت کا فیصلہ یہ تھا کہ اب غرناطہ کا رخ کیا جائے غرناطہ کے پاس کسی اور شہر میں قیام کر کے ابوعبداللہ کے پاس ایک وفد بھیجا جائے اگر وہ راہ راست پر نہ آئے تو اس کی کجی تلوار سے درست کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ اگر خدانخواستہ جنگ کی نوبت آئی تو شہر کے عوام یقیناً ابوعبداللہ

کے خلاف اٹھ کھڑے ہونگے غرناطہ کی شورش کے باعث سپاہیوں میں جو بددلی پھیل رہی ہے اس کا علاج یہی ہے کہ فوراً دارالسلطنت پر قبضہ کیا جائے ورنہ ابو عبداللہ سے بھی یہ بات غیر متوقع نہیں کہ وہ عیسائیوں کا حلیف بن جائے اور ہم کہیں کے نہ رہیں۔

ابوالحسن نے اس فیصلے سے اتفاق کیا۔ لیکن کوچ سے پہلے ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے اسکی کمر توڑ دی۔

جس دن ابوالحسن نے غرناطہ کی طرف کوچ سے پہلے فیصلہ کیا اس سے ایک دن قبل غرناطہ کے چند سرداروں کا ایک گروہ ابوالحسن کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہوں نے ابو عبداللہ کو برا بھلا کہنے کے بعد ابوالحسن کو اس بات کا یقین دلایا کہ وہ اس کے لئے اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہانے کیلئے تیار ہیں۔ اور غرناطہ میں ان کے زیر اثر لوگ بھی ابوالحسن کی راہ دیکھ رہے تھے ابوالحسن ان لوگوں سے نہایت عزت و احترام کے ساتھ پیش آیا لیکن چار دن ابوالحسن کی فوج کے ساتھ رہ کر یہ لوگ اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل کر چکے تھے۔ ابو داؤد نے انہیں ابوالحسن کی فوج میں پھوٹ ڈالنے کے لئے بھیجا تھا۔ انہوں نے سب سے پہلے عربوں کو یہ کہہ کر بھڑکا دیا کہ غرناطہ میں تمہارے بھائی بربریوں اور ملکی مسلمانوں کے ہاتھ قتل ہو رہے ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے بربریوں اور ملکی مسلمانوں سے یہ کہا کہ عرب عہدہ داروں کو معزول کر کے ان کی جگہ تمہاری قوم کے آدمیوں کو مقرر کر دیا ہے۔ تمہارا فائدہ اسی میں ہے کہ غرناطہ جا کر ابو عبداللہ سے وفاداری کا اعلان کرو۔ بعض سرداروں کو انہوں نے عہدہ کا لالچ دیا اور بعض جو کسی فریب میں آنے والے نہ تھے انہوں نے یہ کہا کہ فوج کے وہ عہدہ دار جو ابوالحسن کا ساتھ دیں گے۔ ابو عبداللہ غرناطہ میں ان کے عزیزوں اور رشتے داروں کو بدترین سزا دے گا۔ کم حیثیت کے آدمیوں کے ضمیر انہوں نے سونے اور چاندی کی جھنکار سے خرید لئے یہ کام انہوں نے اسی ہوشیاری سے انجام دیا کہ ابوالحسن کے جاں نثاروں کو خبر تک نہ ہو سکی۔ پہلے

دن انہوں نے فوج میں وہ لوگ تلاش کیے جو پہلے سے ان کے زیر اثر تھے، پھر ان کی مدد سے دوسروں کو بہکانے کا کام لیتے رہے۔"

ایک شام ابوالحسن کی فوج نے غرناطہ سے بیس کوس کے فاصلے پر پڑاؤ ڈالا۔ اور رات کے تیسرے پہر اسے یہ معلوم ہوا کہ اس کی فوج میں سے آٹھ ہزار بربری اور ہسپانوی اس کا ساتھ چھوڑ کر غرناطہ کا رخ کر رہے ہیں۔

الزغل اس واقعہ کی اطلاع ملتے ہی ابوالحسن کے خیمے میں پہونچا، تھوڑی دیر میں فوج کے چند افسر وہاں جمع ہو گئے۔ الزغل نے مشورہ دیا کہ غداری کرنے والوں کا راستہ روک کر انہیں سمجھایا جائے اور اگر وہ کہا نہ مانیں تو ان کے ساتھ جنگ کی جائے۔ بعض سرداروں نے اس مشورہ کی تائید کی اور بعض نے مخالفت کی۔ بالآخر ابوالحسن نے رنج و الم میں ڈوبی ہوئی نحیف آواز میں کہا، "انہیں جانے دو۔ میں اپنی زندگی میں مسلمانوں کی تلواروں کو آپس میں ٹکرانے کی اجازت نہیں دوں گا۔"

ان المناک حوادث سے دوچار ہونے کے بعد سلطان ابوالحسن نے مالقہ کا رخ کیا۔ مالقہ کا حاکم پہلے ہی ابوعبداللہ کے خلاف بغاوت کا اعلان کر چکا تھا۔ اس نے انتہائی گرم جوشی کے ساتھ سلطان کا استقبال کیا، اور اپنا محل اس کے لیے خالی کر دیا۔ چند دن میں گرد و نواح کے تمام سردار اپنے سلطان کے پاس پہونچ کر وفاداری کا اظہار کرنے لگے۔"

غرناطہ کی وہ سلطنت جس کے عوام چند ماہ قبل سارے اندلس پر قبضہ کرنے کا ارادہ لے کر آئے تھے، اب دو حصوں میں تقسیم ہو چکی تھی۔ غرناطہ اور اس کے مضافات پر ابوعبداللہ کا قبضہ تھا۔ اور مالقہ پر ابوالحسن کی حکومت تھی۔

فرڈیننڈ کو جس قدر اپنی گذشتہ ناکامیوں کا افسوس تھا۔ اس سے کہیں زیادہ ابوعبداللہ کی بغاوت پر خوشی ہوئی۔ اور وہ ابوالحسن پر آخری ضرب لگانے کی تیاریاں کرنے لگا۔"

(۱۶)

دشمن کے ہاتھوں بڑی سے بڑی شکست کے بعد بھی شاید ابوالحسن نہ ہارتا لیکن وہ ناکامی جس کا باعث اس کا بیٹا تھا۔ اس کے لئے ناقابل برداشت تھی اسے اپنے حال اور مستقبل سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ اس کا بھائی الزغل اور دوسرے جان نثار اسے تسلی دینے کی کوشش کرتے لیکن وہ اندلس کے متعلق سوچنے کی تلخیوں سے پریشان ہوکر گفتگو کا موضوع بدلنے کی کوشش کرتا۔ آہستہ آہستہ وہ ملاقات کی خواہش بار آنے والوں کو ٹالنے لگا۔ تنہائی میں اس کا زیادہ وقت آنسو بہانے میں گزرتا اور آہستہ آہستہ اس کی بینائی خراب ہونے لگی۔"

ایک دن الزغل اور بدر بن مغیرہ اس کے کمرے میں داخل ہوئے جب الزغل نے اپنے مستقبل کے ارادوں کے متعلق گفتگو شروع کی تو سلطان نے آبدیدہ ہو کر کہا میرے بھائی کوئی اور بات کرو۔ ہم دشمن کے خلاف لڑ سکتے ہیں۔ پر اپنے مقدر کے خلاف نہیں لڑ سکتے۔"

بدر بن مغیرہ نے کہا "مجاہد اپنی تلوار کی نوک سے اپنی تقدیر لکھتے ہیں۔"

ابوالحسن نے جواب دیا۔ "لیکن میری تلوار ٹوٹ چکی ہے"

"بدر نے کہا! "آپ کو مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔ دنیا کے ہر بڑے انسان کو ایسے حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے"

تم ایسے انسان کو بڑے آدمیوں کی صف میں نہ گھسیٹو۔ جس کا بیٹا عبداللہ ہو جاؤ مجھے تنہا چھوڑ دو۔ میرے پاس آنسوؤں کے سوا کچھ نہیں"۔ یہ کہہ کر سلطان نے منہ پھیر لیا۔ بشیر بن حسن دبے پاؤں کمرے میں داخل ہوا اور اس نے آہستہ سے کہا۔ سلطان کی طبیعت ٹھیک نہیں آپ کی باتیں صرف ان کی روحانی اور جسمانی تکالیف میں اضافہ کریں گی۔ ان کا علاج اس کے سوا کچھ نہیں۔ کہ عبداللہ کو راہ راست پر لایا جائے۔"

بدر بن مغیرہ نے الزغل کی طرف دیکھا اور کہا "عبداللہ کو راہ راست پر لایا جا سکتا ہے۔"

سلطان نے چونک کر بدر بن مغیرہ کی طرف چونک کر دیکھا۔ اور بھرائی ہوئی آواز میں کہا "کاش اسے سمجھا سکتا۔ لیکن وہ سمجھنے والوں میں سے نہیں۔"

بدر بن مغیرہ نے کہا "وہ مجبور ہو جائے گا۔"

"لیکن میں مسلمانوں میں خانہ جنگی نہیں چاہتا۔"

بدر بن مغیرہ نے کہا "اگر چند دنوں کے بعد اس نے ہمارے مقابلے میں اپنی قوت کا صحیح اندازہ کرنے کی کوشش کی، تو مسلمانوں میں خانہ جنگی کی نوبت نہیں آئے گی۔"

اس ملاقات کے بعد الزغل، بدر بن مغیرہ الزلیزی اور فوج کے دوسرے افسروں نے ایک اجلاس میں یہ فیصلہ کیا کہ فوج کو از سر نو منظم کیا جائے۔"

الزغل نے سلطنت کے تمام چیدہ چیدہ سرداروں کے پاس دفد بھیجے بدر بن مغیرہ کے جانباز چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں تقسیم ہو کر جہاد کی تبلیغ کرنے لگے۔"

بذات خود بدر بن مغیرہ اپنے پانچ سو جانبازوں کے ساتھ مالقہ سے نکلا اور غرناطہ کے مضافات میں پہنچ کر ابو عبداللہ کے خلاف رائے عامہ کو بیدار کرنے مہم شروع کر دی۔

ابو عبداللہ کی فوج کے سپاہیوں نے اس کے راستے میں مزاحم ہونے کی کوشش کی لیکن انکی پیش نہ گئی۔ چند مقامات پر ابو عبداللہ کے سپاہیوں اور بدر بن مغیرہ کے سواروں کے درمیان معمولی جھڑپیں ہوئیں۔ اور بدر بن مغیرہ کے سوار انہیں پسپا کر کے غرناطہ کی چار دیواری کے پاس چھوڑ گئے۔"

چند ہفتوں کی بھاگ دوڑ کے بعد بدر بن مغیرہ نے غرناطہ کے آس پاس کی

بستیوں کے عوام کے تعاون سے غرناطہ کی مکمل ناکہ بندی کرلی۔ کسانوں نے اسکے ساتھ تعاون کیا اور اپنی پیداوار غرناطہ بھیجنے سے انکار کر دیا۔ شہر میں قحط کے آثار دیکھ ابو عبداللہ کے خلاف غرناطہ کے عوام کا دباؤ ہوا جذبہ آہستہ آہستہ ابھرنے لگا اور ان میں سے بعض غرناطہ سے فرار ہو کر مالقہ کا رخ کرنے لگے۔"

ابو عبداللہ نے حالات کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے پانچ ہزار سپاہیوں کو سرحدی عقاب کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔ لیکن ایک ہفتے کے بعد اسے معلوم ہوا کہ ان میں سے دو ہزار بدر بن مغیرہ کے ساتھ جا چکے ہیں۔ اور باقی شکست کھانے کے بعد کسانوں کی چند بستیاں جلا کر واپس آ رہے ہیں۔

تارِ عنکبوت

(۱)

بدر بن مغیرہ غرناطہ سے بیس کوس کے فاصلے پر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ ایک شام کو اس کی فوج کے ایک افسر نے اسے اطلاع دی کہ غرناطہ سے ایک بربری سردار کوئی اہمیت کا پیغام لیکر آیا ہے۔ بدر بن مغیرہ نے اسے فوراً اپنے خیمہ میں بلا لیا اور منصور بن احمد، بدر بن مغیرہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔"

بربری سردار نے خیمے میں داخل ہو کر ان دونوں سے یکے بعد دیگرے مصافحہ کیا اور ان کے سامنے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا "غرناطہ سے آیا ہوں۔"

"کہیے!" بدر بن مغیرہ نے کہا۔

بربری سردار نے قدرے تذبذب کے بعد کہا "میں آپ سے تنہائی میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔"

بدر بن مغیرہ نے منصور بن احمد کی طرف دیکھا اور وہ اٹھ کر باہر نکل گیا۔

نو وارد نے اپنی جیب سے ایک خط نکالا اور اٹھ کر بن مغیرہ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ مجھے ابو داؤد نے بھیجا ہے انہوں نے کہا کہ آپ کی طرف سے اس خط کا جواب ہسپانیہ کو تباہی سے بچا سکتا ہے۔"

بدر بن مغیرہ نے خط کھول کر پڑھنا شروع کیا اور بربری سردار انتہائی دلچسپی سے اس کے چہرے پر تحریر کے اثرات کا مشاہدہ کرنے لگا۔ خط پڑھنے کے بعد بدر بن مغیرہ نے ایک ثانیہ کے لئے بربری سردار کی طرف دیکھا اور پہلے سے زیادہ انہماک کے ساتھ دوبارہ پڑھنے لگا۔"

خط کا مضمون یہ تھا:۔

"ایک ایسے شخص کی طرف سے جو اپنی کوتاہی عمل کے باعث اپنی قوم کے لئے ایک عضو معطل بن چکا ہے ۔۔۔ ایک ایسے مجاہد کے نام جس کی بلند ہمتی اور اولوالعزمی مسلمانانِ اندلس کا آخری سہارا ہے۔

آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ میں کون ہوں غرناطہ میں اتنے بڑے انقلاب کے باوجود میری خاموشی کا باعث کسی مصلحت سے زیادہ میری مجبوریاں تھیں اب مجھے یقین نہیں کہ میرا خط آپ تک پہونچ جائے گا۔ لیکن میں نے اگر قاصد پر اعتماد کرنے میں غلطی نہیں کی اور یہ خط آپکو مل جائے اور اس سے کوئی خوشگوار نتائج برآمد ہوں تو میں اسے اپنی گذشتہ کوتاہیوں کا کفارہ سمجھوں گا۔ اور اگر میرے ایلچی کی غداری یا کسی اور وجہ سے میرا خط غرناطہ کے ملت فروشوں کے ہاتھ آ گیا تو میں ان لوگوں میں سے ایک ہو گا جن کی بہترین خواہشیں اور امنگیں گمنامی کی موت کے پردوں میں چھپ جاتی ہیں۔ بہر حال میرے بعد اگر حبیبہ ابو عبداللہ کی بری خواہشات کا شکار نہ ہوئی تو وہ آپ کو تمام واقعات بتا سکے گی۔"

ابو عبداللہ کی بغاوت کے بعد میں محسوس کرتا ہوں کہ کاش میں غرناطہ نہ آتا
یہ میری بدقسمتی تھی کہ میں نے ایک عقاب کی صحبت میں رہ کر درس زندگی حاصل کرنے کی
بجائے ایک ایسے طوطے کو پڑھانے کا بیڑا اٹھایا جو ایک سنہرے پنجرے میں بند رکھا گیا
ہے جنگلوں فضاؤں میں پرواز کی لذت سے ناآشنا کر دیا گیا تھا لیکن میں خود
مراد کے پنجرے میں بند کر دیا گیا ہوں۔ کاش ابو عبداللہ کو انسانیت کی سطح پر
لانا میرے بس میں ہوتا۔۔"

میں حیران ہوں کہ میں صحیح حالات سے اس قدر بے خبر کیوں تھا۔ اور صرف میں
ہی نہیں۔ ابو موسیٰ الزغل اور سلطان ابو الحسن بھی ان فتنوں سے بے خبر تھے۔
الحمراء کی چار دیواری کے اندر پل رہے تھے۔ غرناطہ کا حکمران ابو عبداللہ نہیں
وہ سردار اور اکابر تھے جو ان واقعات سے بہت پہلے فرڈیننڈ سے غرناطہ
قیمت وصول کر چکے تھے۔ جب ابو عبداللہ نے بغاوت کا اعلان کیا تو الحمراء میں
ابو موسیٰ ایک ایسا شخص تھا جو ابو الحسن کا وفادار تھا اور وہ اب کسی تاریک
کوٹھڑی میں پڑا ہوا ہے۔

ان حالات میں مجھے کیا کرنا چاہیے تھا۔ منافقین کی ایک منظم طاقت جس
طلسم ابو موسیٰ جیسے جادو بیان سے بھی نہ ٹوٹ سکا۔ میری طرف سے کسی مداخلت
برداشت کرنے کے لیے تیار نہ ہوتی۔ میرے لیے دو ہی راستے تھے۔ ایک یہ کہ میں
کی محفل میں ابو عبداللہ کے سامنے بغاوت کا نعرہ بلند کر دوں۔ اور اس کے عوض
کی کے لمحات قید خانے کی تاریک کوٹھڑی میں گزار دوں۔ دوسرا یہ کہ ایک خاموش
ائی کی حیثیت میں کسی ایسے وقت کا منتظر رہوں۔ جب حالات ابو عبداللہ کو میری
نوائی پر متوجہ ہونے پر مجبور کر دیں۔ میں نے دوسرا راستہ اختیار کیا۔ آپ اسے میری مصلحت
مندی سمجھ لیجئے۔ یا بزدلی کہہ لیجئے۔ بہرحال میرے اس طرزِ عمل کے باعث الحمراء کے

دروازے میرے لئے اب تک بند نہیں ہوئے ہیں۔ ابھی تک ابوعبداللہ کوئی صحیح قدم اٹھانے پر آمادہ نہیں کر سکا۔ لیکن محض غلط اقدامات سے روکنے میں میری تدبیر کئی بار کامیاب ہوئی ہیں۔ اب چند دن سے میں ابوعبداللہؓ کے طرزِ عمل میں ایک تبدیلی محسوس کر رہا ہوں، اور اس تبدیلی کا باعث یہ نہیں کہ اس کے دل میں اندلس کے مستقبل کے متعلق کوئی خدشہ پیدا ہو جائے۔ بلکہ اس کی وجہ یہ کہ اس کا مستقبل تاریک نظر آنے لگا ہے وہ خطرات جنہیں وہ غرناطہ سے بہت دور سمجھتا تھا، اب اسے غرناطہ کی چار دیواری کے قریب نظر آ رہے ہیں۔ شہر کی ناکہ بندی اور اہلِ شہر کی بے چینی سے وہ سخت پریشان ہے۔ اگر فرڈیننڈ سے فوری امداد کی امید ہوتی تو وہ شاید اس قدر مضطرب نہ ہوتا۔ لیکن فرڈیننڈ نے اس کے پیغام کا جواب یہ دیا ہے کہ ایک فیصلہ کن جنگ لڑنے کے لئے تیاری کی ضرورت ہے۔ اس کی پریشانی کا یہ عالم ہے کہ پہلے میں بڑی کوشش کے بعد اسے ملا کرتا تھا۔ لیکن اب وہ اپنی تسکین کے لئے مجھے کبھی کبھی آدھی رات کے وقت بھی بلا بھیجتا ہے۔ اور کبھی میری قیام گاہ پر تشریف لے آتا ہے پرسوں ابوعبداللہ نے آدھی رات کے وقت مجھے بلایا۔ اور غرناطہ کے حالات پر تشویش ظاہر کی۔ میں نے چند باتوں سے اس کی پریشانی میں اضافہ کرنے کے بعد یہ کہہ دیا کہ یہ ممکن نہیں کہ آپ اور نعمان کے درمیان مصالحت ہو جائے۔ ابوعبداللہؓ کے منہ سے بے اختیار یہ نکل گیا کہ کاش یہ ممکن ہوتا۔ اگر میرا دادا مجھے معاف کر دے تو بھی میرے چچا کا دل کبھی میری طرف سے صاف نہ ہوگا۔ آپ کے متعلق بھی اس نے خدشہ ظاہر کیا ہے کہ آپ اس کے خون کے پیاسے ہیں۔ میں نے اسے کہا اگر سلطان کی طرف سے صلح کے لئے سلسلہ جنبانی ہو تو آپ کو کیا جواب دیں گے؟ اس نے کہا "ان حالات میں یہ سوچنا حماقت ہے کہ سلطان میرے ساتھ مصالحت کی خواہش کرے گا میری جارحانہ کارروائیوں کے بعد

وہ مجھے ایک بے ضرر دشمن خیال کرتے ہونگے۔ اور میری طرف مصالحت کا ہاتھ بڑھانے کی بجائے میرے گلے میں پھانسی کا پھندا ڈالنا زیادہ پسند کریں گے۔"

میں نے کہا: "اگر میں نے سرحدی عقاب کے سمجھنے میں غلطی نہیں کی۔ تو غرناطہ کے معاملات کے ساتھ اسکی دلچسپی سلطان کے ساتھ دوستی یا آپکے ساتھ دشمنی کی وجہ سے نہیں۔ اسکی وجہ صرف یہ کہ وہ مسلمانوں کو نصرانیوں کے مقابلہ میں متحد اور منظم کرنا چاہتا ہے اگر اسے آپ کی صلاحیتوں کا علم ہو جائے تو ممکن ہے کہ وہ سلطان کو آپکے حق میں دستبردار ہونے پر مجبور کر دے۔"

ابو عبداللہ دیر تک سوچتا رہا۔ بالآخر اس نے مضطرب ہو کر کہا لیکن مجھے کیسے یقین آئے کہ سرحدی عقاب میرا ساتھ دیگا۔ اور میرا ادالزغل یا میرے سوتیلے بھائی کو اپنا جانشین بنانے پر مصر نہیں ہوگا۔"

میں نے اسے جواب دیا "کہ اس کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد نصرانی حکومت کا تختہ الٹنا ہے اور اس مقصد کے لئے وہ غرناطہ میں خانہ جنگی روکنے کے لئے بنا بر فیصلہ بدلنے پر آمادہ ہو سکتا ہے۔" میری ان باتوں سے ابو عبداللہ کو یہ معلوم ہو گئی ہے کہ آپ غرناطہ پر حملہ کرنے سے پہلے مصالحت کی کوشش کریں گے وہ اس بات پر آمادہ ہو گیا تھا کہ مصالحت کے لئے ایک وفد آپ کی خدمت میں بھیجا جائے۔ لیکن مجھے یہ خطرہ تھا کہ وہ تمام سرکردہ لوگ جنہیں مصالحت کی صورت میں اپنی جان کا خدشہ ہے ابو عبداللہ کے ارادوں کی مخالفت کریں گے۔ اور وہ عبداللہ کی جگہ کسی اور بیوقوف کو تخت پر بٹھا دیں گے اس کے علاوہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ فرڈیننڈ کو باپ اور بیٹے کی صلح پر پیدا ہونے والے خطرات سے آگاہ کر کے اسے فوری مداخلت پر آمادہ کریں۔ اس لئے میں نے انہیں بے خبر رکھنے کے لئے ابو عبداللہ کو یہ سمجھا دیا کہ اگر آپ نے صلح کے لئے وفد بھیجنے میں پہل کی

تو ممکن ہے کہ اسے آپ کی کمزوری سے تعبیر کریں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آپ کے ساتھیوں میں سے اکثر سردار سے بچنے کے لئے مصالحت سے پہلے آپ کا ساتھ چھوڑ کر ان کے ساتھ جا ملیں۔ یا آپ کو قید کر کے ان کے حوالے کر دیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ سردست کسی پر اپنے ارادے ظاہر نہ کریں۔ اور ان کی طرف سے صلح کے ایلچی کا انتظار کریں۔

اور اب ابو عبداللہ صلح کے ایلچی کا انتظار کر رہا ہے۔ اور میرا کام یہ ہے کہ میں اسے مایوس نہ ہونے دوں۔ لیکن میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ فرڈیننڈ کے زرخرید سردار آپ کی طرف سے صلح کے کسی ایلچی کو الحمراء کے دروازوں کے پاس بھی پھٹکنے دیں گے۔ اور ابو عبداللہ کا کوئی قاصد بھی کھلے بندوں آپ تک نہیں پہونچ سکتا۔ اور مصالحت کی وہ گفتگو کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی جس کا ان ملت فروشوں کو علم ہو۔

اس لئے آپ کو ایک بہت بڑے امتحان میں ڈال رہا ہوں۔ میں نے یہ سوچا ہے کہ اگر آپ رات کے وقت ایک خفیہ راستے سے الحمراء میں داخل ہو جائیں تو میں تنہائی میں آپ کے ساتھ ابو عبداللہ کی ملاقات کا انتظام کر سکتا ہوں اگر میری تجویز کارگر ہو اور آپ پہریداروں کی نگاہوں سے بچ کر الحمراء میں داخل ہو جائیں تو یہ سمجھ لیجئے کہ آپ نے غرناطہ فتح کر لیا۔ ابو عبداللہ کو صرف یہ یقین دلانے کی ضرورت ہو گی کہ اس کی جان کو کوئی خطرہ نہیں۔ اس کے بعد آپ کا ہر اشارہ اس کے لئے ایک حکم کا درجہ رکھے گا۔ یہ ملاقات میرے اپنے مکان کے ایک کمرے میں ہو گی۔ فرض کیجئے کہ ابو عبداللہ آپ کی ان باتوں سے مطمئن نہیں ہوتا۔ اور اس کی نیت میں فتور ہے۔ تو بھی وہ سرداروں کے عتاب کے ساتھ ایک کمرے میں بند ہو گا۔ آپ اس سے ایسے ہر حکم پر دستخط کروا سکیں گے جو الحمراء پر قبضہ کرنے کے لئے ضروری ہو گا۔ اور ایسے ہر احکام کی تعمیل کے لئے محل کے چند ایسے ملازم موجود ہوں گے جنہیں میں ابو الحسن کا وفادار سمجھتا ہوں محل کے وہ ملازم جو ملت فروشوں کے جاسوس ہیں یکے بعد دیگرے اس کمرے میں بلائے جا سکیں گے۔ اور میری

طرف سے ان کے لیے چار قوی ہیکل حبشی جلادوں کا بھی انتظام ہوگا۔ الحمراء پر مکمل
قبضہ ہو جانے کے بعد غرناطہ آپ کے ہاتھ میں ہوگا۔ ابو عبداللہ آپ کے اشاروں پر ناچے گا۔
ملت فروش سرداروں کو چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں محل کے اندر بلایا جائے گا۔ اور ان میں
سے ناقابل اصلاح عنصر کو جلادوں کے سپرد کیا جائے گا۔ اس کے بعد ابو عبداللہ کی طرف
سے فوج کو الحمراء کے دروازے کے سامنے جمع ہونے کی دعوت دی جائے گی۔ اور ابو یحییٰ
کو قید سے نکال کر ان کے سامنے تقریر کی دعوت دی جائے گی۔ آپ یہ اندازہ نہیں
کر سکتے ہیں کہ سپاہیوں کے دلوں میں ابھی تک ابو یحییٰ کے لیے کس قدر محبت ہے۔
اس کے بعد ابو عبداللہ جسے میں ذاتی طور پر قابل معافی نہیں سمجھتا آپ کے رحم
و کرم پر ہوگا۔"

اب فقط آپ کو یہ بتانا کافی ہے کہ میں نے آپ کے الحمراء میں داخل ہونے کے
لیے کیا تجویز سوچی ہے۔ میرا مکان دریا کی طرف الحمراء کے کونے میں ہے آپ اگر
اچھے تیراک ہیں تو کشتی کی مدد کے بغیر دریا عبور کر کے دیوار کے قریب پہنچ سکتے ہیں۔
دیوار کے ساتھ آپ کو ایک بہت بڑا درخت ملے گا جس کا ایک تنا دریا پر اس قدر
جھکا ہوا ہے کہ اس کی شاخیں پانی کو چھوتی ہیں۔ اس درخت سے دائیں طرف کوئی
بیس قدم چلنے کے بعد تقریباً چالیس بالشت کی بلندی پر آپ کو میرے مکان کا دریچہ
نظر آئے گا۔ رات کے وقت یہ دریچہ روشن ہوگا۔ اس دریچے کے نیچے کھڑے ہو کر
اگر آپ دیوار کے ساتھ ساتھ ٹٹولیں تو آپ کو ایک باریک رسی ملے گی۔ آپ اس رسی
کو کھینچیں گے۔ تو مجھے آپ کی آمد کی اطلاع ہو جائے گی۔ اور میں رسی کی سیڑھی
لٹکا دوں گا آپ آسانی سے میرے نچلے کمرے کے ساتھ آپ کو کاغذ کا ایک پرزہ بندھا ہوا
ملے گا۔ آپ یہ پرزہ اتار کر لوٹ جائیں۔ اور ان ہدایات پر عمل کریں۔ جو اس میں
درج ہوں گی۔

میں نے اس کے لئے چہار شنبہ کی رات تجویز کی ہے۔ اگر اس چہار شنبہ کو آپ نہ آسکیں تو اگلے چہار شنبہ کی رات آ جائیں۔ لیکن یہ چہار شنبہ اس لئے بہتر رات ہے کہ یہ رات اندھیری ہوگی۔ اور قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ بادلوں کا زور چند دن تک اور رہے گا۔

اگر میں ان بچے۔ کہ سامنے آپ کے استقبال کے لئے موجود نہ ہوا تو یہ سمجھئے کہ میں ابوعبداللہ کے ساتھ کسی دوسرے کمرے میں بیٹھا ہوں۔ لیکن میری عدم موجودگی میں زہرہ آپ کی رہنمائی کرے گی۔ چہار شنبہ کی رات کو ابوعبداللہ میرے یہاں مدعو ہوگا۔ آپ اس بات پر حیران نہ ہوں جب سے ابوعبداللہ نے ربیعہ کو دیکھا ہے۔ وہ مختلف بہانوں سے میرے یہاں چلا آتا ہے کل اس نے مجھ سے در پردہ ربیعہ کو شادی کا پیغام بھیجنے کی حماقت کی تھی۔ ربیعہ پیغام لانے والی لونڈی کے بال نوچنے کے لئے تیار ہو گئی تھی۔ لیکن اخلاق کی مدد سے یہ معاملہ رفع دفع ہو گیا۔ میرے سامنے ابوعبداللہ اپنی خواہشات کی ترجمانی کے لئے غیر مبہم اشاروں پر اکتفا کرتا ہے۔ ان حالات میں میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ میں زیادہ دیر الحمراء میں نہیں ٹھہر سکوں گا۔"

میں آپ کو ایک خطرناک مہم پر بلا رہا ہوں۔ اور کامیابی کا پورا یقین بھی نہیں دلا سکتا۔ الحمراء کے قریب پہنچنے کے بعد آپ کا ہر قدم زوال کے درمیان ایک نہایت تنگ و تاریک راستے پر ہوگا۔ اس لئے ان ہدایت پر عمل کرنے سے پہلے آپ اچھی طرح سوچ لیجئے ممکن ہے کہ رات کے وقت الحمراء میں ایک چور دروازے سے داخل ہوں اور صبح کے وقت آپ کے ساتھیوں کے لئے غرناطہ کے تمام دروازے کھل جائیں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کے ساتھ ہیں بھی کسی ایسے تاریک گوشے میں پھینک

دیا جاؤں۔ یہاں سے نہیں، دوبارہ نکلنا نصیب نہ ہو۔ اور ہمارے ساتھ غرناطہ کا مستقبل بھی دفن ہو جائے۔ میرا ایلچی اگر آپ کے پاس یہ طویل مراسلہ پہونچا دے تو یہ ضروری ہے کہ جب تک یہ کام پورا نہ ہو جائے آپ اسے غرناطہ نہ بھیجیں۔ اور آپ کے آدمی اسے ایک معزز مہمان کی حیثیت میں اپنے پاس رکھیں۔ مجھے اس کی نیک نیتی پر بھروسہ ہے لیکن احتیاط ضروری ہے۔ فرڈیننڈ کے جاسوس آپ کو پکڑوانے والے آدمی کو سونے میں تو لنے کے لئے تیار ہوں گے۔" (الجداواڈ)

دوبارہ خط پڑھنے کے بعد بدر بن مغیرہ کمرے میں ایلچی کی موجودگی کا احساس کئے بغیر اٹھ کر ٹہلنے لگا۔ خط کے الفاظ مختلف معانی کے ساتھ ذہن میں آرہے تھے۔ وہ تصور میں الحمرا کی چار دیواری دیکھ رہا تھا۔ اندھیری رات میں ایک دریچے سے داخل ہونے کے بعد وہ ربیعہ کے سامنے کھڑا تھا اور محبت کے آنسوؤں میں بھیگی ہوئی مسکراہٹیں اس کا خیر مقدم کر رہی تھیں۔ ربیعہ! میری ربیعہ!!

اس نے اپنے دل میں لطیف اور خوشگوار دھڑکنیں محسوس کیں۔ اسے ابو عبداللہ کے ناپاک ارادوں سے خدشہ ہے۔ اس کا خون کھولنے لگا۔ اور وہ ابو عبداللہ کی طرف سے شادی کا پیام لانے والی لونڈی کے بال نوچنے کے لئے تیار تھی۔ اور وہ مسکرا رہا تھا۔

لیکن تھوڑی دیر کے بعد یہ لطیف جذبات بلند منصوبوں میں دب کر رہ گئے۔ وہ اپنی مہم کے تمام پہلوؤں پر غور کرنے لگا۔ الحمرا میں الجداواڈ کی موجودگی کے باوجود ابو عبداللہ کی بغاوت سے اس کے دل میں الجداواڈ کے متعلق جو شکوک پیدا ہوئے تھے۔ وہ اس خط کو پڑھنے کے بعد

دور ہو چکے تھے۔ "میں آپ کو ایک خطرناک مہم پر بلا رہا ہوں۔ اور کامیابی کا پورا یقین بھی نہیں دلا سکتا۔ الحمراء کے قریب پہونچنے کے بعد آپ کا ہر قدم زندگی اور موت کے درمیان ایک تنگ و تاریک راستے پر ہوگا۔ اس لئے میری ہدایت پر عمل کرنے سے پہلے اچھی طرح سوچ لیجیے۔" ابوداؤد کے یہ الفاظ اس کے کانوں میں گونجنے لگے۔

"میں ضرور جاؤں گا۔ اس کا آخری فیصلہ تھا۔"

(۱۴)

رات کے وقت موسلادھار بارش ہو رہی تھی۔ ابوداؤد اپنے مکان کے اس کمرہ میں جس کا دریچہ دریا کی طرف کھلتا تھا۔ بے قراری کے ساتھ ٹہل رہا تھا۔ ایک حبشی غلام کمرے کے ایک کونے میں بیٹھا ہوا تھا۔ کمرے کی دیوار کے ساتھ ایک گھنٹی لٹک رہی تھی۔ ابوداؤد مایوس سا ہو کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ "وہ شاید آج نہ آئے۔" اس نے حبشی غلام کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔"

ابوداؤد نے کہا: "وہ آگیا؟"

غلام نے جلدی سے اٹھ کر رسیوں کی سیڑھی نیچے لٹکا دی۔ اور تھوڑی دیر کے بعد سیڑھی کے نیچے سرے پر بوجھ محسوس کرتے ہوئے بولا: "وہ اوپر چڑھ رہا ہے۔

چند لمحات اور گذر جانے کے بعد وہ بولا: "میرا خیال ہے کہ اب وہ نصف سے زیادہ پر آگیا ہوگا —— اگر اب رسی کاٹ دی جائے تو ہم اسے کسی اور طریقہ سے قتل کی تکلیف سے بچ جائیں گے۔"

" آؤ۔ نہ لو لو۔ وہ ہم سے زیادہ ہوشیار ہے۔ اس نے خود اوپر

آنے سے پہلے کسی اور کو اوپر بھیجا ہو گا۔

حبشی نے دبی ہوئی آواز میں کہا۔ "تاہم وہ قریب آ جائے گا تو آپ اس کی آواز سے اسے پہچان سکیں گے۔ اور میری تلوار آپ کے اشارے کی منتظر رہے گی۔"

ابوداؤد نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اُسے خاموش رہنے کی ہدایت کی۔ اور دریچے سے سر نکال کر باہر جھانکنے لگا۔ بجلی چمکی اور اسے چند گز کے فاصلے پر ایک نقاب پوش سیڑھی پر چڑھتا ہوا دکھائی دیا۔

اس نے آہستہ سے کہا: "خدا کا شکر ہے کہ آپ آ گئے۔"

نقاب پوش نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ ابوداؤد نے تارہ سے تامل کے بعد پھر کہا۔ "آپ تنہا ہیں یا نیچے کوئی اور بھی ہے۔"

نقاب پوش نے آخری دو تین زینوں پر جلدی جلدی پاؤں رکھنے کے بعد دریچے میں اندر داخل ہو کر اطمینان کا سانس لینے کے بعد کہا۔ "تاریکی میں مجھے محل کا یہ کونا تلاش کرتے ہوئے دیر ہو گئی۔ دریا کا پانی بہت تیز تھا۔"

ابوداؤد نے کہا: "آپ سردی سے آئے ہیں۔ چلیے دوسرے کمرے میں کپڑے بدل لیجیے۔"

بدر بن مغیرہ نے نقاب اتارتے ہوئے کہا۔ "میں ایسے موسم میں پھرنے کا عادی ہوں۔"

ابوداؤد نے کہا: "مجھے یقین تھا کہ آپ ضرور آئیں گے۔"

"آپ نے مجھے فرض کی طرف بلایا تھا۔"

"آئیے یہاں کھڑے رہنا مناسب نہیں ۔"

بدر بن مغیرہ ابوداؤد کے ساتھ ایک کشادہ کمرے میں داخل ہوا۔ جو نہایت قیمتی قالینوں اور کرسیوں سے مزین تھا۔ ابوداؤد نے مغیرہ کو ایک کرسی پر بٹھلاتے ہوئے کہا۔"

"ابوعبداللہ اوپر کے کمرے میں میرے ایک نوکر کے ساتھ شطرنج کھیل رہا ہے ۔ آپ بہت دیر سے پہونچے۔" "لیکن یہ خوش قسمتی ہے کہ شطرنج کے شوق نے اسے گھر جانے سے روک رکھا ہے۔ وہ نوکر قابل اعتماد نہیں۔ لیکن اس میں یہ خوبی ہے کہ وہ ابوعبداللہ کو صبح تک شطرنج میں مصروف رکھ سکتا ہے۔ محل سرا والوں کو یہ اطلاع پہونچ چکی ہے۔ کہ وہ شطرنج کھیلنے میں مصروف ہے اس لئے اگر وہ صبح تک بھی یہاں بیٹھا رہے تو کوئی اسے بلانے کے لئے نہیں آئے گا۔

آپ یہاں بیٹھیں میں کسی بہانے اس نوکر سے نجات حاصل کرنے کے بعد آپ کو اوپر بلالوں گا۔ اور اس کے بعد آپ کو معلوم ہے کہ آپ کو کیا کرنا ہے۔ آپ کے برابر والے کمرے میں وہ چار حبشی جلاد موجود ہوں گے جنہیں بروقت بلایا جاسکتا ہے۔ میں جانتا ہوں۔ آپ اطمینان سے بیٹھیں۔ یہاں آپ کو کسی قسم کا خطرہ نہیں۔"

(۱۳)
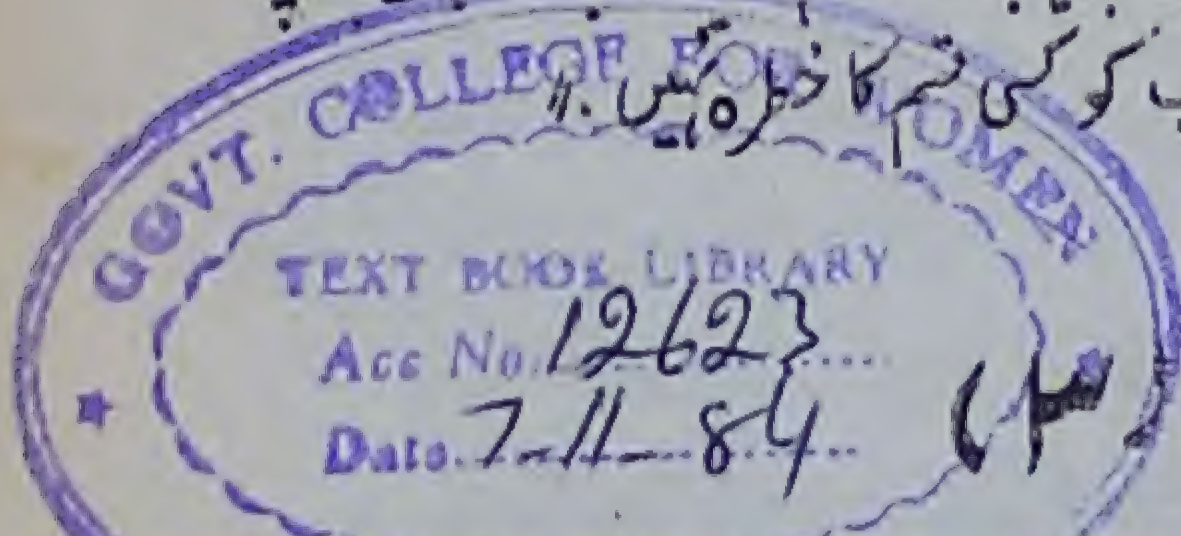
ابوداؤد کمرے سے باہر نکل گیا۔ اور بدر بن مغیرہ کمرے کا جائزہ لینے لگا۔ اچانک اسے ایک طرف سے کسی پاؤں کی آہٹ سنائی دی

اس نے مڑ کر دیکھا اور اضطراری کی حالت میں اٹھ کھڑا ہوا۔ ربیعہ اس کے سامنے کھڑی تھی۔ اور مبہوت سی ہو کر اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

" ربیعہ! اس کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

اور وہ سہمی ہوئی آواز میں بولی۔ " آپ .... آپ یہاں کیوں آ گئے؟"

بدر بن مغیرہ اس کی پریشانی کی وجہ نہ سمجھ سکا۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" کیا آپ کو میرا آنا یہاں ناگوار رہا ہے۔؟"

وہ بے اختیار سی ہو کر آگے بڑھی اور بولی۔ " میں ہر رات ایسے خواب کی تمنا کیا کرتی تھی۔ لیکن کاش یہ خواب ہوتا۔ مگر کسی ناخوشگوار خواب کی تعبیر ہے۔ ایک ہولناک تعبیر ـــــ آپ یہاں سے نکل جائیے۔ خدا کے لئے۔"

بدر بن مغیرہ نے پریشانی کے باوجود مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ یہاں مجھے کوئی خطرہ نہیں۔ تمہیں شاید معلوم نہیں کہ میں تمہارے باپ کی دعوت پر یہاں آیا ہوں۔"

میں جانتی ہوں۔ ایجلا نے مجھے سب کچھ بتا دیا ہے۔ آپ ایک خوفناک سازش کا شکار ہو چکے ہیں۔ ابھی وقت ہے۔ خدا کے لئے جلدی کیجئے۔"

بدر بن مغیرہ نے کہا۔ " کیا ابو عبداللہ اس وقت اوپر کے کمرے میں نہیں۔"

" یہ سب جھوٹ ہے میں دوسرے کمرے میں دروازے کے ساتھ لگ کر آپ کی باتیں سن چکی ہوں۔ اگر ایسے کمرے کے دروازے اندر سے بند نہ ہوتے تو میں جان پر کھیل کر بھی آپ کو خطرہ سے باخبر کر دیتی۔"

"لیکن مجھے یقین نہیں آتا کہ تمہارا باپ......"

"آپ میرے باپ کو مجھ سے زیادہ نہیں جانتے۔ آپکو یاد نہیں جب ہم آپکے پاس سرحدی قلعہ میں ٹھہرے ہوئے تھے تو میں نے آپ سے کہا تھا کہ مجھے خواب دیکھا ہے۔ کہ نصرانیوں نے آپ پر حملہ کر دیا ہے۔"

"مجھے یاد ہے..."

"وہ میرا خواب نہیں تھا۔ مجھے اپنے باپ کی سازش کا علم ہو چکا تھا۔ اور آپ ادبخلا نے مجھے اس سازش سے باخبر کیا ہے۔"

بدر بن مغیرہ نے اپنے چہرہ پر ایک غمگین مسکراہٹ لاتے ہوئے کہا۔ "اگر یہ ایک سازش ہے تو اس قدر مکمل ہوگی کہ اب میرا بھاگنے کی کوشش کرنا بے سود ہے وہاں سے رسیوں کی سیڑھی ہی غائب نہیں ہوگی۔ بلکہ چار دیواری کے نیچے بھی ان کے آدمی پہونچ چکے ہوں گے۔ لیکن ربیعہ! قدرت کو اگر مجھ سے کوئی کام لینا مقصود ہے تو میرا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔"

"وہ آپکے خون کے پیاسے ہیں۔" ربیعہ نے آنکھوں میں آنسو بھرتے ہوئے کہا۔

"مردہ شہیدوں کے خون کے چھینٹوں کے بغیر زندہ نہیں ہوا کرتی۔ لیکن ربیعہ اب شاید بہت تھوڑا وقت باقی ہے۔ میں تم سے بہت کچھ کہنا چاہتا تھا۔"

دور سے چند آدمیوں کے پاؤں کی آہٹ سنائی دی۔ ربیعہ نے بے اختیار آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور ہچکیاں لیتے ہوئے کہا "بہت کچھ کہنے کا وقت نہیں۔ صرف اتنا کہہ دیجئے کہ ربیعہ تم میری ہو۔ اور میں تم سے نفرت نہیں کرتا۔ نہیں نہیں مجھے جدا نہ کیجئے۔ انہیں دیکھ لینے دیجئے۔ وہ شاید ابوعبداللہ کو ساتھ لیکر آرہے ہیں۔ ابوعبداللہ کو دیکھ لینے دیجئے کہ وہ جس کے لئے میں نے غرناطہ کی ملکہ کا تاج ٹھکرایا ہے کون ہے۔ بدر! میرے بدر! میرے آقا!

اگر یہ وقت نہ آتا تو میں شاید عمر بھر تمہیں یہ بتانے کی جرأت نہ کرتی کہ میں تم سے محبت کرتی ہوں۔ تمہارے ساتھ زندہ رہنے کی تمنا کرنا میرے تخیل سے بلند تھا۔ لیکن موت میں تمہارا ساتھ دینے سے مجھے کوئی روک نہیں سکتا۔"

"ربیعہ! میں تمہیں اپنی زندگی سے زیادہ عزیز سمجھتا ہوں۔ خدا کے لئے جاؤ وہ آرہے ہیں۔ تمہیں یہاں دیکھ کر وہ کیا کہیں گے۔"

"وہ کہیں گے کہ مجھے آپ کے ساتھ محبت ہے اور میں کہوں گی کہ اندلس میں بدر بن مغیرہ کے سوا کون ہے جس کے ساتھ ایک مسلمان لڑکی محبت کر سکے۔ وہ کون ہے جس کی تلوار ہسپانیہ کی مظلوم اور بیکس لڑکیوں کی حفاظت کے لئے بے نیام ہوتی ہے۔ وہ کون ہے جس کی نگاہ میں فرشتوں کی سی پاکیزگی ہے۔" کمرے کا دروازہ کھلا اور ابوداؤد اور ابوعبداللہ کے ساتھ آٹھ دس آدمی نیزے تانے ہوئے اندر داخل ہوئے۔ ربیعہ کو وہاں دیکھ کر ابوداؤد نے پریشان سا ہو کر کہا۔ "ربیعہ تم یہاں کیوں کھڑی ہو؟ جاؤ اپنے کمرے میں۔"

"ربیعہ ایک قدم آگے بڑھی اور اپنے باپ کی طرف دیکھ کر غصے سے کانپتی ہوئی آواز میں بولی۔ "کیسے آپ نے ان کے لئے کیا سزا تجویز کی ہے۔ ہم دونوں ایک ہی کشتی میں سوار ہیں۔ اگر یہ غرناطہ کے متعلق نیک خواہشات رکھنے کے مجرم ہیں تو میں بھی مجرم ہوں۔"

ابوداؤد نے کھسیانا ہو کر کہا۔ "ربیعہ کو شاید ابھی دیوانگی جاری کا دورہ پڑا۔ اگر یہ اپنے ہوش میں آنے کے بعد یاد بھی نہیں ہوگا کہ یہ جنون کی حالت میں کیا کچھ کہہ چکی ہے۔"

ربیعہ کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن ابوداؤد نے آگے بڑھ کر اسے بازو سے پکڑ لیا اور کھینچتا ہوا دوسرے کمرے میں لے گیا۔ —— ابوعبداللہ کچھ دیر پریشانی کی حالت میں بدر بن مغیرہ کی طرف دیکھتا رہا بالآخر اس نے سپاہیوں کی طرف اشارہ کیا۔ اور نیزہ تان کر نصف دائرے کی شکل میں اس کی طرف بڑھنے لگے۔ بدر بن مغیرہ نے جلدی سے اپنی تلوار نکالی اور اسے عبداللہ کی طرف پھینکتے ہوئے کہا۔ ایک آدمی کو گرفتار کرنے کیلئے آپ کو اتنے آدمی لانے کی ضرورت نہ تھی!"

ابوعبداللہ کے اشارے سے ایک سپاہی نے تلوار اٹھالی، اور وہ مطمئن سا ہو کر آگے بڑھا اور بولا" مجھے امید نہ تھی کہ تم الحمراء میں داخل ہونے کیلئے اس قدر احمقانہ جرأت کا مظاہرہ کرو گے"

بدر بن مغیرہ نے جواب دیا" اگر دارالحمراء میں عقل سے مراد فریب، دھوکا اور بزدلی ہے تو مجھے اپنی حماقت کا افسوس نہیں ہونا چاہیئے"

ابوعبداللہ نے لاجواب سا ہو کر کہا" میرے خیال میں ایسی باتیں کرنیکے لئے یہ جگہ موزوں نہیں۔ محل کے ایک ایسے کمرے میں جو تمہاری شان کے شایان ہے بہت سے لوگ تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ تم اپنی بھلائی کیلئے میرے سپاہیوں کے حکم کی تعمیل کرو گے"

ابوعبداللہ باہر نکل گیا۔ اور سپاہیوں نے بدر بن مغیرہ کو ایک تنگ گھیرے میں لے لیا۔ ایک سپاہی ہتھکڑیاں لیکر آگے بڑھا اور بدر بن مغیرہ نے کسی تذبذب کے بغیر اپنے ہاتھ آگے بڑھا دیئے"

سپاہیوں کی کڑی نگرانی میں بدر بن مغیرہ قندیلوں کی روشنی میں مختلف برآمدوں سے گزرتا ہوا دارالاسود میں داخل ہوا۔ راستے میں ہر قدم پر چمکتی ہوئی تلواروں کا پہرہ دیکھ کر اس نے محسوس کیا کہ بھاگنے کی کوشش نہ کرنے کے متعلق اس کا فیصلہ صحیح تھا۔

"مجھے چھوڑ دو۔ مجھے چھوڑ دو" ربیعہ نے ابوداؤد کی آہنی گرفت سے آزاد ہونے کی کوشش کرتے ہوئے کہا"

ابوداؤد نے اسے دھکا دیکر بستر پر پھینکتے ہوئے کہا" پگلی لڑکی اگر تمہیں اپنی عزت کا خیال نہیں تو میرے سفید بالوں کا ہی لحاظ کرو۔ تم نے مجھے اس قابل نہیں چھوڑا، کہ میں غرناطہ کے کسی ذلیل ترین آدمی کے سامنے بھی آنکھ اٹھا سکوں"

ربیعہ نے سنبھل کر بیٹھتے ہوئے اپنے باپ کی طرف دیکھا اور اٹھ کر بے اختیار اس کے پاؤں پر گرتے ہوئے چلائی "خدا کیلئے اسکی جان بچائیے۔ اگر میرے لئے نہیں تو میری خاطر کیلئے۔ اپنی بیٹی کے لئے نہیں تو اندلس کی لاکھوں مظلوم بیٹیوں کے لئے میں وعدہ کرتی ہوں کہ میں کبھی اسکا نام نہ لونگی۔ ورنہ میں آگ میں جل جاؤنگی الحمرا کے سب سے اونچے برج پر چڑھ کر چھلانگ لگادوں گی۔"

ابوداؤد اپنے سینے میں پتھر کا دل رکھتا تھا۔ لیکن اس میں انسانیت کی ایک چنگاری روشن تھی۔ اور وہ اپنے ارادوں کے باوجود اس چنگاری کو مسل نہ سکا اس کے دل میں انسانیت کے لطیف نغمے پیدا کرنیوالے تمام تار ٹوٹ چکے تھے لیکن ایک ابھی تک باقی تھا وہ تار جس میں ربیعہ کے آنسو ارتعاش پیدا کر سکتے تھے دنیا کیلئے وہ سفاک انسان تھا۔ ایک ایسا بے رحم سیاستدان تھا جو اپنی معمولی سی خواہش کی تکمیل کیلئے کسی ہچکچاہٹ کے بغیر ہزاروں انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار سکتا تھا لیکن ربیعہ کے لئے وہ ایک باپ ہی تھا۔ اپنی تمام بری خصلتوں کے باوجود اپنے دل میں انسانیت کی سلگتی ہوئی چنگاری کو مسل نہ سکا جسے ربیعہ کی معصوم مسکراہٹوں نے روشن کیا تھا۔

ابوداؤد نے ربیعہ کو دوبارہ دھکا دینے کے لئے ہاتھ اٹھائے لیکن وہ شفقت پدری کے ان سنہری تاروں میں الجھ کر رہ گئے جنہیں توڑ ڈالنا اسکے بس کی بات نہ تھی۔ ربیعہ کے آنسو اس کے پاؤں پر گر رہے۔ اس نے پیچھے ہٹنے کی کوشش کی لیکن وہ اس کی ٹانگوں سے بری طرح چمٹی ہوئی تھی۔ اس نے نیچے جھک کر اس کے سر پر ہاتھ رکھ دیئے اور پھر اسے بازوؤں سے پکڑ کر اوپر اٹھانیکی کوشش کرنے لگا۔

باپ اور بیٹی ایک دوسرے کے سامنے کھڑے تھے ایک لمحہ کیلئے ابوداؤد نے محسوس کیا کہ ربیعہ کی آنکھوں میں چھلکتے ہوئے آنسوؤں کے سامنے اسکی زندگی کی ہر خواہش بے حقیقت ہے۔ اس نے مغموم لہجے میں کہا۔ "ربیعہ! کاش مجھے معلوم ہوتا کہ کسی کیلئے تمہاری دیوانگی اس حد تک پہونچ چکی ہے۔ میں اسے بچانے کی

کوشش کروں گا۔ لیکن ۔ ۔ ۔ ۔"

ربیعہ نے سراپا التجا بن کر کہا "اباجان آپ سب کچھ کر سکتے ہیں۔ اس کی موت غرناطہ کی تباہی کا پیش خیمہ ہوگی ۔"

"مجھے غرناطہ کی پرواہ نہیں۔ میں فقط تمہارے آنسوؤں کی قیمت ادا کرنا چاہتا ہوں۔" ابوداؤد یہ کہہ کر دوسرے کمرے میں داخل ہوا۔ ایک الماری کھول کر اس نے ایک شیشی نکالی اور دوائی کے چند قطرے ایک پیالی میں ڈال کر ربیعہ کے پاس آ کھڑا ہوا اور بولا "لو یہ پی کر لیٹ جاؤ۔ تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں"۔

ربیعہ نے کانپتے ہوئے ہاتھ سے پیالی ہاتھ میں لیکر اپنے باپ کی طرف دیکھا اور کہا "اگر اس کے لئے بھی آپ نے اس قسم کا زہر تجویز کیا ہے تو میں اسے خوشی کے ساتھ قبول کرتی ہوں۔ لیکن کاش آپ اپنے مجروح احساسات کی تسکین کیلئے میری موت کافی سمجھتے، اور اندلس کے مسلمانوں سے ان کا آخری سہارا نہ چھینتے ۔"

ربیعہ نے پیالی اپنے ہونٹوں کے قریب لے جا کر اپنے باپ کی طرف دیکھا۔ اچانک ساتھ والے کمرے سے انجلا نمودار ہوئی۔ اور اس نے چلا کر کہا "ربیعہ خدا کے لئے اسے مت پینا!" اس نے بھاگ کر ربیعہ کے ہاتھ سے پیالی چھیننے کی کوشش کی لیکن ربیعہ نے فوراً ایک گھونٹ بھرنے کے بعد پیالی فرش پر پھینک دی۔ ابوداؤد کے ہونٹوں پر ایک معنی خیز مسکراہٹ تھی۔ انجلا مبہوت سی ہو کر اپنی سوتیلی بہن کی طرف دیکھ رہی تھی اور ربیعہ ایک فاتحانہ انداز میں ان دونوں کی طرف دیکھ رہی تھی ۔"

"ربیعہ تم نے یہ کیا کیا؟" انجلا یہ کہہ کر اس کے ساتھ لپٹ گئی۔ اور پھر اپنے باپ کی طرف دیکھ کر کانپتی ہوئی آواز میں بولی "اس زہر کی ایک پیالی مجھے بھی لا دیجئے۔ ہم دونوں نے ایک ہی ماں کے گھر جنم لیا ہے۔ ہمارا انجام بھی ایک ہی جیسا ہونا چاہیئے۔"

"تم دونوں پاگل ہو گئی ہو۔ میں نے ربیعہ کو خواب آور دوائی دی ہے جب تک

میری کوششوں کا کوئی خوشگوار نتیجہ نہیں نکلتا ربیعہ کا ہوش میں رہنا اس کیلئے تکلیف دہ ہوگا۔" یہ کہتے ہوئے ابوداؤد نے ربیعہ کو بازو سے پکڑ کر بستر پہ بٹھا دیا۔ اور کمرے سے باہر نکل آیا۔ ابھی وہ دس قدم سے زیادہ دور نہیں گیا تھا کہ انیجلا نے بھاگ کر پیچھے سے اس کا دامن پکڑ لیا اور کہا "ابا جان اسے بچائیے۔ ربیعہ اس کے بغیر زندہ نہیں رہے گی۔"

ابوداؤد نے مغموم لہجے میں کہا "انیجلا میں اپنے ہاتھ سے بکھرے ہوئے کانٹے سمیٹنے جا رہا ہوں۔ ڈر ہے کہ حصول مقصد کی بجائے میرے اپنے ہاتھ زخمی نہ ہو جائیں جبتک ربیعہ کو نیند نہ آجائے تم اسے تسلی دیتی رہو کہ وہ بچ جائے گا۔"

"لیکن میں صرف یہ جاننا چاہتی ہوں کہ آپ اسے بچانے میں اپنی تمام طاقت صرف کر دیں گے۔"

ابوداؤد نے بگڑ کر کہا "انیجلا جاؤ مجھے پریشان نہ کرو۔ تم ربیعہ کی بہن ہو۔ لیکن میں اس کا باپ ہوں۔"

انیجلا ربیعہ کے کمرے کی طرف لوٹ آئی۔ وہ بار بار اپنے دل میں کہہ رہی تھی۔ "کاش تم ایک باپ ہوتے۔"

وہ ربیعہ کے بستر پر اس کے ساتھ لیٹ کر بیٹھ گئی۔ ربیعہ کی آنکھوں پر غنودگی طاری ہو رہی تھی۔ اس نے اونگھتے اونگھتے اپنا سر انیجلا کی گود میں رکھ دیا۔ اور بولی۔

"انیجلا! اگر انہیں بچانے کی کوئی امید ہوتی تو مجھے بے ہوشی کی دوائی نہ دی جاتی۔"

انیجلا نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا "مجھے یقین ہے کہ وہ سرحدی عقاب کے متعلق فیصلہ کرنے سے پہلے کئی مرتبہ سوچیں گے۔ ابو عبداللہ کو یقیناً اس بات کا احساس ہوگا کہ اس کے سپاہی غرناطہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے۔"

"اگر ابو عبداللہ کو یہ احساس ہوتا تو وہ اپنے باپ کے خلاف بغاوت ہی کیوں کرتا۔ اسے یہ معلوم ہے کہ وہ بدترین اذیتیں برداشت کرنے کے باوجود بھی غرناطہ کو تخت و تاراج کرنا گوارا نہیں کریں گے۔"

"لیکن غرناطہ کے عوام سرحدی عقاب کے نام پر جان دیتے ہیں وہ معمولی سی سختی بھی برداشت نہیں کریں گے۔۔"

ربیعہ نے کہا "تم نادان ہو۔ عوام کی نگاہوں کے سامنے الحمراء کی بلند دیواریں حائل ہیں۔ الحمراء کے سازالحمراء ہی میں دفن رہیں گے۔۔"

"تاکہ مجھے یقین ہے کہ امراء اپنی جان کے خوف سے سرحدی عقاب کے خلاف ابو عبداللہ کے برے ارادوں کی مخالفت کریں گے۔"

"نہیں بلکہ زیادہ احتمال اس بات کا ہے کہ ابو عبداللہ اپنی جان کے خوف سے ان ملت فروشوں کی خواہشات کی تکمیل کریگا۔ جو فرڈیننڈ کے ساتھ غرناطہ کا سودا کر چکے ہیں۔ فرڈیننڈ کو اگر غرناطہ پر حملہ کرنے سے کوئی بات روکے ہوئے ہے تو وہ سرحدی عقاب کا خوف ہے۔ اس کے قتل کے بعد غداروں کو اس بات کا اطمینان ہے کہ انہیں اس کے ساتھیوں کے انتقام سے بچانے کیلئے فرڈیننڈ کی فوجیں پہنچ جائیں گی!"

انجیلا نے مایوس ہو کر کہا "ربیعہ! اباجان یقیناً اسے بچالیں گے۔ لیکن فرض کرو اگر ان کی کوشش بھی کامیاب نہیں ہوئی تو ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟"

ربیعہ خاموش رہی۔ نیند کے غلبہ سے اس کی آنکھیں بند ہو رہی تھیں۔ انجیلا نے پھر کہا "تمہیں مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔"

ربیعہ نے آنکھیں کھول کر اس کی طرف دیکھا اور اچانک اٹھ کر بیٹھ گئی۔ "انجیلا! میں مایوس نہیں۔ میں ایک ایسی ذات پر ایمان رکھتی ہوں جس نے ابراہیم کو آگ سے

نکالا تھا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ہم اس وقت حرم سرا تک پہونچ سکیں میرا دل گواہی دیتا ہے کہ ملکہ اور ابوعبداللہ کی بیوی ہماری مدد کریں گی۔ میں جانتی ہوں کہ وہ آپکی قدر کرتی ہیں میں حیران ہوں کہ میں نے پہلے یہ کیوں نہ سوچا۔"

اینجلا نے کہا۔ "محل سرا کا پھاٹک اس وقت بند ہو گا۔ لیکن چونکہ ابوعبداللہ اس وقت اپنے دربار میں ہے اس لئے پہریدار اور خواجہ سرا اس کے انتظار میں جاگ رہے ہوں گے میرا ہاتھ بند دروازوں کو کھلوانے کیلئے کافی ہو گا۔ اور دارالحمراء میں سرحدی عقاب کے داخل ہونے کی خبر ایسی نہیں کہ ملکہ اور چھوٹی بیگم بے وقت جگائے جانے پر برہم ہوں چلو۔ یہ بھی خدا کا شکر ہے کہ آپکی جان گہری نیند میں خراٹے لے رہی ہیں۔"

ربیعہ نے بستر سے اٹھ کر اینجلا کے ساتھ دو تین قدم اٹھائے لیکن اسکی آنکھوں کے سامنے تاریکی چھا گئی وہ ڈگمگا کر گرنے کو تھی کہ اینجلا نے سہارا دیکر بستر پر لٹا دیا۔ اور بولی! "تم پر دوائی کا اثر ہو چکا ہے۔ میں جاتی ہوں۔ تم میری کامیابی کیلئے دعا کرو۔"

ربیعہ نے خوابی کی حالت میں اپنا ہار اتار کر اینجلا کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "یہ بھی لے جاؤ۔"

مجاہد اور غدّار

(۱)

ابوداؤد مختلف خیالات کی کشمکش میں الحمراء کے اس ایوان کی طرف جا رہا تھا جہاں اس کے خیال کے مطابق بدر بن مغیرہ اور اس کے ساتھ ہی غرناطہ کی قسمت کا فیصلہ ہونے والا تھا۔

وہ راہ میں چلتے چلتے رک جاتا، اور کسی فیصلہ پر پہونچے بغیر آگے چل دیتا زندگی میں پہلی بار وہ یہ محسوس کر رہا تھا کہ اس کی قوت برداشت جواب دے چکی ہے۔ ایک ساعت قبل وہ اپنے عروج کی آخری بلندی تک پہونچنے کے لئے تمام راستے صاف کر چکا تھا۔ بدر بن مغیرہ کو جام فریب میں لانا اس کی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ اس کے عوض وہ فرڈ یننڈ سے بڑے سے بڑا انعام مانگ سکتا تھا۔ وہ اسکی فوج کیلئے غرناطہ کا راستہ صاف کر چکا تھا۔ چند دن قبل اس نے ابوعبداللہ کو یہ یقین دلایا تھا کہ میں عنقریب سرحدی عقاب کو پایۂ زنجیر آپ کے سامنے پیش کر دونگا۔ تو اس نے یہ کہا تھا، کہ مجھے آپ اگر ہوا میں اڑ کر بھی دکھائیں، تو مجھے اس وعدے پر یقین نہیں آئیگا۔ لیکن آج اس نے ابوعبداللہ اور اس کے تمام ساتھیوں کو اپنی عظمت کے سامنے سر جھکانے پر مجبور کر دیا تھا۔ آج اسے یقین تھا کہ ابوعبداللہ اور اس کے ساتھی اس کے ہاتھ میں کٹھ پتلیاں ہوں گے۔ اور غرناطہ کے تخت و تاج پر قبضہ کرنے کے متعلق اس کے خوابوں کی تعبیر کا وقت آچکا ہے ابوعبداللہ اس کی بساط سیاست کا ایک ایسا مہرہ تھا، جسے وہ ضرورت کے وقت اپنی جگہ سے ہٹا سکتا تھا۔ اسے البترہ پر حملہ کرنے کی ترغیب دیکر وہ فرڈ یننڈ کو کھلے دروازوں سے غرناطہ میں داخل ہونے کا موقع دے سکتا تھا۔

لیکن ربیعہ کا خیال آتے ہی وہ خیالات کی ایک اور رو میں بہنے لگا۔ کیا میری تمام کامیابیاں ربیعہ اور انجیلا کو دنیا بھر میں معزز خواتین بنانے کیلئے نہیں؟ ربیعہ بیگی اس کے ساتھ محبت کرتی ہے۔ کیا وہ اس کی موت کا صدمہ برداشت کر سکے گی؟ کیا ربیعہ کو ہمیشہ کے لئے مغموم بنا کر میں غرناطہ کا سلطان بننے کے باوجود بھی خوش رہ سکوں گا۔؟ کیا کوئی ایسی صورت ہے کہ سرحدی عقاب کی جان بچائی جا سکے کوئی ایسی صورت جس سے میرا مستقبل خطرے میں نہ پڑ لے۔؟

اس کے دماغ میں ان سوالات کا جواب "نہیں" کے سوا کچھ نہ تھا۔ وہ جانتا تھا کہ آج رات بدر بن مغیرہ کی قسمت کا فیصلہ ہو جائے گا۔ اور وہ اپنی امیدوں کے تمام قلعے مسمار کئے بغیر اس کی حمایت میں کچھ نہ کہہ سکے گا۔ اس نے سوچا، "اگر میں اسے بچانے کی کوشش میں کامیاب بھی ہو جاؤں تو بھی میرے لئے اس کے دل میں جو نفرت پیدا ہو چکی ہے وہ دور نہیں ہو سکے گی، وہ ربیعہ کا خاوند بن کر بھی میری خواہش کی مخالفت کرے گا۔ وہ میرے راستے میں ایک ایسی چٹان ہو گی جسے توڑے بغیر میں آگے نہیں بڑھ سکوں گا۔ ربیعہ اس کی رفیقۂ حیات بن کر مجھ سے روز بروز دور ہوتی جائے گی۔ اور ہمارے درمیان ایک ایسی خلیج حائل ہو جائے گی جسے پاٹنا ناممکن ہو جائے گا۔ ربیعہ کو خوش کرنے کے لئے اس کی جان بچانے کے بعد میرے لئے ایک ہی راستہ ہو گا اور وہ یہ کہ اپنی زندگی کی تمام خواہشات سے دستبردار ہو کر کہیں روپوش ہو جاؤں۔ نہیں نہیں۔ مجھ سے یہ نہ ہو سکے گا۔ آخر میں ربیعہ کے متعلق اس قدر پریشان کیوں ہوں؟ اسے چند دن کے لئے صدمہ ہو گا۔ میں اسے سمجھا سکوں گا۔ جب ہسپانیہ میں فرڈیننڈ کے سوا کوئی میرا مدمقابل نہ ہو گا جب سلاطین اور بادشاہ میرے دسترخوان پر بیٹھنے میں فخر محسوس کریں گے۔ اور جب ربیعہ کسی بادشاہ کی ملکہ کی حیثیت میں تخت پر رونق افروز ہو گی۔ تو وہ یقیناً یہ محسوس کرے گی کہ اس کا باپ اس کا دشمن نہ تھا۔"

(۱۲)

دربار کے تمام دروازوں پر پہرے دار کھڑے تھے۔ محل کے داروغہ نے ابوداؤد کا خیر مقدم کیا۔ اور اس کے لئے دروازہ کھول دیا۔ ابوداؤد کو دیکھتے ہی حاضرین دربار تعظیم کے لئے اٹھے۔ وہ ہاتھ کے اشارے سے ان کے خیر مقدم کا جواب دیتا ہوا آگے بڑھا اور تخت کے قریب پہنچ کر ابوعبداللہ کو جھک کر سلام کرنے کے بعد ایک

خالی کرسی پر بیٹھ گیا۔

امراء کی کرسیوں کی دو قطاروں کے درمیان تخت کے سامنے بدر بن مغیرہ کھڑا تھا۔ اس کے ہاتھوں میں بیڑیاں تھیں۔ اور اس کا چہرہ غصّے سے تمتما رہا تھا۔

دبی زبان میں اپنے قریب بیٹھے ہوئے سردار سے سوال کرنے پر ابو داؤد کو معلوم ہوا کہ وہ اپنا بیان ختم کر چکا ہے۔ سردار نے اسے یہ بھی بتایا کہ اس کے الفاظ ہر شخص کے لئے ناقابل برداشت تھے۔ وہ ابو عبداللہ کے متعلق یہ کہہ چکا تھا کہ تم بدطینت بھی ہو اور بے وقوف بھی دونوں صورتوں میں تمہیں قابل رحم سمجھتا ہوں۔"

کچھ دیر بعد دربار میں امراء اور علماء ایک دوسرے سے سرگوشیاں کرتے رہے اور ابو عبداللہ غصّہ حیرت، پریشانی اور تذبذب کی حالت میں بدر بن مغیرہ کی طرف دیکھتا رہا بالآخر وہ بولا" تمہیں ایک بار پھر موقع دیتے ہیں اگر تم ہماری حکمرانی تسلیم کر لو تو تمہیں کچھ عرصہ نظر بند رکھنے کے بعد رہا کر دیا جائے گا۔"

بدر بن مغیرہ نے جواب دیا" میں اس سوال کا جواب دے چکا ہوں میں بزدلوں سے زندگی کی بھیک نہیں مانگتا۔ میں اس شخص کی حکومت تسلیم کرنے سے انکار کرتا ہوں جو اللہ کا باغی ہے۔ جو قوم کا غدار ہے، جو اپنے باپ کا دشمن ہے۔" بدر بن مغیرہ کی نگاہ ابو داؤد پر جا پڑی اور اس نے اپنی آواز کو بلند کرتے ہوئے کہا۔

" ابو عبداللہ! تم نے اپنی آستین میں سانپ پال رکھے ہیں۔ اور تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ صرف تمہارے دشمنوں کو ڈستے رہیں گے، لیکن تم سانپوں کی فطرت سے واقف نہیں وہ کسی کے دوست نہیں ہوتے۔ تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہارے ساتھ جنگ کرنیکا مجرم ہوں۔ لیکن مجھے قسم ہے اس تلوار کی جو بار ہا دشمنانِ اسلام کے خون میں نہا چکی ہے

کہ اگر میرے دل میں تمہارے ساتھ جنگ لڑنے کی خواہش ہوتی۔ تو الحمراء کی دیوار میرے سپاہیوں کا راستہ نہ روک سکتیں۔ میں تمہیں مختلف حیلوں سے راہ راست پر لانا چاہتا تھا۔ اور یہی وجہ ہے کہ میں تمہارے ایک ساتھی کی دعوت پر تمہارے محل میں اکیلا چلا آیا ہوں۔ تم میرے متعلق جو فیصلہ چاہو صادر کر سکتے ہو۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ میں کوئی مجرم ہوں اور تمہیں قاضی تسلیم کرتا ہوں میں نے تمہارے باپ کو بھی اسلئے اپنا سر تسلیم نہیں کیا تھا کہ وہ غرناطہ کا سلطان ہے اور سنگ مرمر کی عمارتوں میں ترنگار کر سیلوں پر بیٹھتا ہے بلکہ اس لئے کہ اس نے اسلام کے بدترین دشمنوں کے خلاف اعلان جہاد کیا تھا۔ اور تم فرڈیننڈ کے ہاتھ میں ایک کھلونا ہو تمہیں یہ خیال کیسے پیدا ہوا کہ میں تمہارے ہاتھ پر بیعت کر لونگا۔"

ابو داؤد نے اپنے قریب بیٹھے ہوئے سردار کے کان میں کچھ کہا۔ اور وہ اٹھ کر بولا "سلطان معظم ابتک مجرم جو کچھ کہہ چکا ہے" اس سے اپنی ذات کو بدترین سزا کا مستحق ثابت کر چکا ہے اس لئے ہماری التجا ہے کہ اسے سزا کا حکم سنا کر دربار برخاست کیا جائے آپکے جاں نثاروں کے لئے مجرم کا یہ گستاخانہ طرز کلام ناقابل برداشت ہے"

باقی سردار اور علماء یکے بعد دیگرے اٹھ اٹھ کر کے تائید کرنے لگے۔

بدر بن مغیرہ نے کہا "بدنصیب ہے وہ شخص جو ایسے لوگوں کو اپنا جان نثار سمجھتا ہو، ابو عبداللہ! یہ قوم کی لاش پر چلنے والے ہیں۔ تم ان کی اعانت پر بھروسہ کر کے اپنے ساتھ غرناطہ کو بھی تباہی کی طرف دھکیل رہے ہو"

ابو عبداللہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اور کانپتی ہوئی آواز میں بولا "میں بدر بن مغیرہ کو سلطنت غرناطہ کا بدترین دشمن ہونیکے جرم میں موت کی سزا دیتا ہوں مجرم کو طلوع آفتاب سے پہلے قتل کیا جائے۔"

بدر بن مغیرہ ایک چٹان کی طرح کھڑا رہا۔ بیت الحمراء کے اس کمرے میں آجتک

ایسا مجرم پیش نہیں ہوا تھا جس نے اس قدر دلفریب اور مرعوب کن تبسم کیساتھ قتل کا حکم سنا ہو۔ اس کی خاموشی زبان حال سے یہ کہہ رہی تھی "میں ہمیشہ موت کے ساتھ کھیلتا ہوں۔ تم مجھے موت کے منہ میں دھکیل سکتے ہو۔ لیکن مجھ سے میری مسکراہٹیں نہیں چھین سکتے۔ یہ تبسم جو میں نے تلواروں کی چھاؤں اور تیروں کی بارش میں سیکھا ہے آخری وقت تک تمہاری بزدلی، سفاکی اور مکاری کا تمسخر اڑاتا رہے گا۔"

(۴)

ابو داؤد نے عزم و استقلال کے اس پیکر استقلال کی طرف دیکھا، اور اسے غرناطہ کا تخت و تاج بے حقیقت نظر آنے لگا۔ اس نے اپنے دل میں سوال کیا "کیا دنیا کی کوئی دولت ایک انسان کو موت سے اس قدر بے نیاز بنا سکتی ہے۔ آخر وہ کون سا جذبہ ہے جس سے سرشار ہو کر یہ لوگ زندگی اور موت میں کوئی فرق محسوس نہیں کرتے۔ یہ نوجوان جلاد کی تلوار کو اس قدر قریب دیکھ کر بھی مسکرا رہا ہے اور زبیدہ دوائی کی پیالی زہر سمجھ کر پی گئی تھی، لیکن کیوں؟ کیا اسلئے کہ یہ موت و حیات کا راز سمجھ گئے ہیں؟ یا اس لئے کہ وہ زندگی کے صحیح راحتوں سے آشنا نہیں ہوئے اور کیا زندگی کی کسی ایسی لذت کو راحت کہا جا سکتا ہے جس پر آٹھوں پہر موت کا خوف سوار رہے۔ میں اندلس کے تخت پر قابض ہو سکتا ہوں۔ لیکن کیا یہ کامیابی موت کے بھیانک چہرے کے سامنے مسکرانا سکھا دے گی؟ نہیں نہیں بلکہ ہر کامیابی کے بعد میرے لئے موت کا چہرہ بھیانک تر ہوتا چلا جائیگا۔ اس نے اپنی زندگی میں پہلی بار یہ محسوس کیا کہ موت پر غالب آنا وہ انسان کی سب سے بڑی کامیابی ہے، یہ اس کی سب سے بڑی فتح ہے اور یہ فتح صرف ان لوگوں کو نصیب ہوتی ہے جو یہ سمجھ لیتے ہیں کہ ان کی موت و حیات صرف خدا کیلئے ہے۔ بدر بن مغیرہ نے میری طرح اپنے لئے نہیں، بلکہ خدا کی راہ پر لڑنا سیکھا ہے۔ خدا اس کیلئے کسی موہوم طاقت کا نام نہیں، بلکہ ایک حقیقت ہے وہ حقیقت جس کا سہارا لیکر لوگ

کے سامنے ایک چٹان کی طرح کھڑا ہے، کاش ابھی موت پر ایسی فتح حاصل کر سکتا،
ابوداؤد کو اپنے خیالات کے تمام محل مٹی کے انبار نظر آنے لگے۔

ابوعبداللہ اپنی مسند سے اٹھ کر عقبی کمرے میں چلا گیا۔ پہریدار بکر بن مغیرہ کو
باہر لے گئے اور دوسرے علماء یکے بعد دیگرے آگے بڑھ کر ابوداؤد کو اسکی شاندار کامیا بی
پر ہدیہ تبریک پیش کرنے لگے۔ لیکن وہ یہ محسوس کر رہا تھا کہ وہ اس کا تمسخر اڑا رہے ہیں
ایک غلام نے آکر کہا، کہ ابوعبداللہ دوسرے کمرے میں آپکا انتظار کر رہے ہیں۔

تھوڑی دیر کے بعد ابوداؤد ایک خوبصورت کمرے میں ابوعبداللہ کے کمرہ میں حاضر
ہوا تھا، بدر بن مغیرہ کے سامنے اسے کمتری کا جو احساس ہوا تھا وہ ابوعبداللہ کی
صحبت میں آہستہ آہستہ دور ہو رہا تھا۔ غرناطہ کا نام نہاد سلطان اسے ایک فوق الفطرت
انسان تسلیم کرتا تھا۔ جب وہ کمرے میں داخل ہوا تو اس نے آگے بڑھ کر ابوداؤد کے
ساتھ مصافحہ کرنیکے بعد اس کے ہاتھ کو جھک کر بوسہ دیا۔ اس کے ساتھ باتیں کرتے
وقت بھی ابوعبداللہ کا لہجہ معمول سے کہیں زیادہ خوشامدانہ تھا۔ جب ابوعبداللہ نے
چند بار یہ کہا، کہ آج سے آپکا ہر اشارہ میرے لئے حکم ہوگا۔ تو ابوداؤد کا احساس
برتری بیدار ہونے لگا اور وہ یہ سوچنے لگا کہ وہ دنیا جس میں تھوڑی دیر قبل میرے
خیالات بھٹک رہے تھے فقط ایک مفروضہ تھی۔ اس روئے زمین پر بہت بڑی اکثریت
ان لوگوں کی ہے جو ابوعبداللہ کی دنیا میں رہتے ہیں، میں اس دنیا میں لاکھوں سے
زیادہ ذہین اور عقلمند ہوں، اور میں ابوعبداللہ جیسے لاکھوں انسانوں کو اپنے اشارہ
پر نچا سکتا ہوں۔ میں اس دنیا میں کامیابی کے راستے صاف کر چکا ہوں۔ میں انہی راستوں
پر چلتا رہوں گا اور ہر نئی کامیابی کے بعد میرا احترام کرنیوالوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا
جائیگا۔ اور مرتے وقت بھی مجھے یہ تلخ احساس نہیں ہوگا کہ میری زندگی کی کوئی حسرت
پوری نہیں ہوئی۔ مجھے بکر بن مغیرہ کے متعلق نہیں سوچنا چاہیے۔ اسکی دنیا میری دنیا

سے مختلف ہے۔ مجھے اسکے متعلق سوچتے ہوئے پریشانی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا میری دنیا وہ ہے جہاں ابوعبداللہ جیسے احمق بستے ہیں، میں ان میں سے لاکھوں کا راہنما اور حکمران بننے کیلئے پیدا ہوا ہوں۔ میں انسانوں کے ریوڑ ہانکنے کے لئے پیدا ہوا ہوں ان خیالات میں اسے ربیعہ کا خیال آیا اور اسے یہ پریشانی ہونے لگی، کہ جب وہ ہوش میں آئے گی تو میں اسے کیا جواب دونگا، ممکن ہے کہ اسکے احساسات کی شدت نے اسے دوائی کے اثر سے بیہوش نہ ہونے دیا ہو۔ اسے کیا جواب دوں گا۔ اور انجلا بھی اسکا ساتھ دینے پر بضد نظر آتی ہے۔ وہ دروازے پر میرا انتظار کر رہی ہوگی۔ وہ مجھے اپنی بہن کے لئے ہمدردی کے آنسوؤں سے پریشان کرے گی۔

ابوداؤد کی طرح ابوعبداللہ کو بھی یہ پریشانی تھی کہ اگر یہ خبر حرم تک پہنچ گئی تو اس کی ماں اور بیوی جنہوں نے موسیٰ کے قید ہونے پر تین دن تک کھانے کو ہاتھ نہیں لگایا تھا۔ آڑے ہاتھوں لیں گی۔

اس نے ابوداؤد سے کہا، میں نے داروغہ کو حکم دیا تھا کہ وہ اسے قتل کرتے ہی مجھے اطلاع دے، میں اس کارروائی کے اختتام تک حرم میں داخل ہونا پسند نہیں کرتا۔

ابوداؤد نے کہا، آپ ربیعہ کے طرزِ عمل پر پریشان ہونگے مجھے اس سے یہ توقع نہ تھی لیکن وہ بہت زیادہ ذکی الحس ہے۔ وہ دوسرے کمرے میں جاکر بیہوش ہوگئی تھی۔ مجھے یقین ہے کہ وہ اسوقت بھی ہوش میں نہ ہوگی۔

ابوعبداللہ نے کچھ سوچ کر کہا، آپ برا نہ مانئے۔ اگر اس نے عالم ہوش میں بھی یہ باتیں کی ہوں۔ تو کم از کم مجھے تعجب نہیں ہونا چاہئے۔ غرناطہ کی ہزاروں لڑکیاں اس کی شجاعت کے گن گاتی ہیں۔ آج میں اسکی صورت دیکھ کر یہ محسوس کر رہا تھا کہ اگر میں خود بھی لڑکی ہوتا تو اس کی مردانہ اداؤں سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا لیکن مجھے امید

ہے کہ ربیعہ اسے بہت جلد بھول جائے گی۔"

ابوداؤد نے موضوع بدلنے کیلئے کہا "دارونغہ اس کی لاش کو ٹھکانے لگانے سے پہلے نہیں آئیگا کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ ہم اتنا دیر شطرنج کے ساتھ دل بہلائیں؟"

ابوعبداللہ بولا "آپ نے میرے دل کی بات کہی۔ لیکن ایک شرط ہے کہ رات کا باقی حصہ یہیں گذارا جائے۔"

ابوداؤد نے جواب دیا "میں دوپہر تک آپ کے ساتھ بیٹھنے کو تیار ہوں۔"

(۴)

بدر بن مغیرہ کو نہایت پیچیدہ اور زمین دوز راستوں سے گزار کر ایک ایسی کوٹھری میں پہونچایا گیا جس کا دروازہ صرف ایسے ہی موقعوں پر کھلتا تھا۔ ان آٹھ سپاہیوں کے علاوہ جو بدر بن مغیرہ کے ساتھ آرہے تھے۔ راستہ میں جگہ جگہ پہریدار کھڑے تھے، کوٹھری کے اندر مشعل جل رہی تھی، اور جلاد اس کا منتظر کھڑا تھا بدر بن مغیرہ کی طرف سے کسی مزاحمت کا سامنا کئے بغیر سپاہیوں نے اس کی کلائیاں ایک آہنی شکنجے میں کس دیں۔

سپاہی دارونغہ کے اشارے سے باہر نکل گئے۔ اور وہ دروازہ بند کر کے بدر بن مغیرہ کی طرف متوجہ ہو کر بولا "یہ ایک رسمی بات ہے لیکن میں آپکو یقین دلاتا ہوں کہ مجھے آپکی موت سے زیادہ کسی کی موت کا افسوس نہیں ہوگا۔ اس لئے اب الحمراء کے دارونغہ کی حیثیت میں نہیں بلکہ آپکے ایک ہمدرد کی حیثیت میں آپ سے یہ پوچھتا ہوں کہ موت سے پہلے کسی ایسی خواہش کا اظہار کرنا چاہتے ہیں جسے پورا کرنا میرے بس میں ہو۔"

بدر بن مغیرہ نے جواب دیا "میں جانتا ہوں کہ تم بے بس ہو۔ میرے یہاں خواہش پوری کرنا شاید تمہارے بس میں ہو۔ اندیشہ کہ کسی دن ابوعبداللہ ابوداؤد دیا اس

کے کسی اور دوست کے حکم سے موت کے گھاٹ اتارنا پڑے۔" اس مقصد کے لئے یہ کوٹھری استعمال نہ کرنا۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ اس کا خون کمرے کے خون کے ساتھ شامل ہو۔"

داروغہ نے کہا، "آپ ربیعہ کو کوئی پیغام دینا چاہتے ہیں؟"

"نہیں۔ ربیعہ کو کوئی پیغام دینے کیلئے مجھے کسی توسط کی ضرورت نہیں، وہ میرے بعد میری روح کا پیغام سن سکے گی۔ تم اپنا کام ختم کر دو۔"

داروغہ نے جلاد کی طرف دیکھا۔ جلاد نے گزشتہ دس برس میں پہلی بار اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھے۔ اس نے داروغہ کے ہاتھ کا اشارہ پاکر برچھا اٹھایا اور داروغہ دوسری طرف منہ پھیر کر اپنے آنسو پونچھنے لگا۔

کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ اور داروغہ نے جلدی سے مڑ کر جلاد کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا، "ٹھہرو!" اور پھر اس نے دروازے کے قریب جا کر زور سے آواز دی "کون ہے؟"

اس کے جواب میں پہریداروں کی سہمی ہوئی آوازیں آئیں۔ "دروازہ کھولو۔!"

اس نے جلدی سے دروازے کی کنڈی کھول دی، اور دروازے پر الحمراء کے ناظم اعلیٰ ابو عبداللہ کی عمر رسیدہ ماں، اسکی بیوی اور انجلا کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ ان کے پیچھے چند خواجہ سرا کھڑے تھے۔

الحمراء کے ناظم اعلیٰ نے اندر جھانکنے کے بعد اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا، "ہم وقت پر پہونچ گئے۔ بیگمات سلطان کے سب سے بڑے دشمن کو اپنی آنکھوں سے قتل ہوتا دیکھنا چاہتی ہیں۔"

داروغہ نے پریشان ہو کر کہا، "بیگمات کی خواہش کی تعمیل میرا فرض ہے لیکن

انہیں ہم لوگوں کو سلطان کے عتاب سے بچانے کا ذمہ لینا پڑے گا۔"

ابو عبداللہ کی ماں نے کمرے میں پاؤں رکھتے ہوئے کہا "تمہیں انعام کی توقع رکھنی چاہیئے، آج ہمارے بیٹے نے ایک بہت بڑے دشمن پر فتح پائی ہے خواجہ سرا! ان تمام سپاہیوں کو جن کی ہوشیاری سے ہمیں اپنے دشمن پر فتح حاصل کرنے کا موقع ملا ہے، ہماری طرف سے انعام دو، اور ان سے میری اور چھوٹی بیگم کی طرف سے یہ درخواست کرو کہ عبداللہ یا کسی اور کو اس جگہ ہماری آمد کا علم نہ ہو، وہ بات بات پر بگڑ جانے کا عادی ہے۔"

ناظم بیگمات اور انیخلا کے اندر داخل ہونے کے بعد داروغہ نے پھر دروازہ بند کر لیا اور کہا "آپ مجرم سے کوئی بات کرنا چاہتی ہیں؟"

ابو عبداللہ کی ماں نے آہستہ سے کہا "کیا تم بھی بدر بن مغیرہ کو مجرم سمجھتے ہو؟"

داروغہ حیران ہو کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔ ابو عبداللہ کی ماں نے اپنا ہار اتار کر اس کے ہاتھ میں تھما دیا اور کہا "یہ تمہارا انعام ہے۔"

ابو عبداللہ کی بیوی نے اس کی تقلید کی، اور کہا اپنے جواہرات سے مرصع کنگن اتار کر حبشی جلاد کو پیش کر دیئے۔ جلاد تذبذب کی حالت میں داروغہ کی طرف دیکھنے لگا۔ اور داروغہ ناظم کی آنکھ کا اشارہ پا کر بولا "ملکۂ عالم آپ حکم دیجیئے ہم کسی انعام کے لالچ کے بغیر اس کی تعمیل کریں گے یہ ہار اور کنگن اپنے پاس رکھیئے۔"

ابو عبداللہ کی ماں نے کہا "اس میں شک نہیں کہ الحمراء کی امارت اور سطوت ایک فسانہ ماضی بن چکی ہے لیکن سلطان کی ماں اور اسکی بیگم اس قدر تہی دست نہیں کہ اپنے وفاداروں کو معمولی انعامات بھی نہ دے سکیں۔ ہمیں یہ احساس نہ دلاؤ کہ ہم غریب ہیں۔ ہم پتھر کے یہ چند ٹکڑے سر جلی عقاب پر نچھاور کرنا چاہتے ہیں۔"

ناظم نے داروغہ سے کہا "اب کیا سوچ رہے ہو، میں نے تمام انتظامات مکمل

کر لئے ہیں۔ انہیں چھوڑ دو۔"

داروغہ نے حبشی کی طرف اشارہ کیا۔ اور اس نے فوراً ابوعبداللہ کی بیوی کے ہاتھ سے کنگن لے لئے۔

بدر بن مغیرہ کا منہ دوسری طرف تھا۔ وہ ان کی باتیں سن چکا تھا۔ اور اس کی آنکھوں میں اس ذات کبریا کے لئے تشکر کے آنسو جمع ہو رہے تھے جو اپنے بندوں کو کسی حالت میں بھی فراموش نہیں کرتی۔

جلاد نے شکنجہ کھول دیا۔

بدر بن مغیرہ اٹھا اور مڑ کر اپنے محسنوں کی طرف دیکھنے لگا۔ ملکہ نے آگے بڑھ کر کہا "بیٹا مجھے اپنی ماں سمجھو۔ ہم نے اپنا فرض ادا کیا ہے۔ لیکن اگر تم اسے ایک نیکی سمجھو تو وقت آنے پر ابوعبداللہ سے انتقام لینے کے بجائے اسے رحم کا حقدار سمجھنا۔"

بدر بن مغیرہ نے کہا "میں اب بھی قابل رحم سمجھتا ہوں میں دیکھ چکا ہوں کہ وہ ملت فروشوں کے ہاتھ میں کس قدر بے بس ہے"!

ابوعبداللہ کی بیوی نے آبدیدہ ہو کر کہا "میں آپ سے وعدہ لینا چاہتی ہوں کہ آپ دل برداشتہ ہو کر اہل غرناطہ سے کنارہ کش نہ ہو جائیں گے۔ صرف غرناطہ ہی نہیں بلکہ اندلس کی ہر مسلمان عورت آپ کو اپنا محسن سمجھتی ہے۔"

بدر بن مغیرہ نے متاثر ہو کر کہا "میری بہن! غرناطہ اسلامیان اندلس کا آخری حصار ہے۔ میں اور میرے ساتھی آخری دم تک اس کی حفاظت کریں گے۔

ملکہ نے کہا "یہ باتوں کا وقت نہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ ابوعبداللہ کا کوئی ساتھی اس طرف نہ آجائے۔ ہم تمہیں اپنی ذمہ داری پر آزاد کر رہے ہیں۔ اور ہمیں یہ اطمینان ہے کہ ہم ابوعبداللہ کے باخبر ہونے پر بھی اس کی نظر عتاب سے محفوظ رہیں گے۔ تاہم محل کے ان ملازموں کے لئے جنہوں نے تمہارے ساتھ وفا کی ہے تمہیں اس وقت

تک روپوش رہنا پڑیگا جب تک کہ ابو عبد اللہ اپنے کئے پر نادم نہیں ہوتا ورنہ تمہارے بجائے ان لوگوں کو روپوش ہونا پڑے گا۔ اور الحمراء پر سلطنت کے غداروں کا پورا تسلط ہو جائے گا۔"

بدر بن مغیرہ نے جواب دیا۔ آپ اطمینان رکھیئے۔ صرف چند قابل اعتماد لوگوں کے سوا کسی کو میری زندگی کا علم نہیں ہو گا، ایک بہت بڑے مقصد کے لئے میرا روپوش رہنا ضروری ہے۔"

ملکہ نے کہا۔ خدا تمہارا حامی اور مددگار ہو۔"

(۵)

انجیلا اب تک خاموشی سے بدر بن مغیرہ کی طرف دیکھ رہی تھی۔ بدر بن مغیرہ اس کی طرف متوجہ ہوا۔ وہ اضطراری عالت میں آگے بڑھی۔ اور جھجکتے ہوئے بولی۔ "آپ ربیعہ کے متعلق پریشان نہ ہوں۔ اس کا یہاں آنا مشکل تھا۔"

ابو عبد اللہ کی بیوی نے کہا۔ ہم انجیلا کے شکر گذار ہیں کہ اس نے ہمیں بر وقت خبردار کیا۔"

بدر بن مغیرہ نے اپنے ہونٹوں پر احسانمندانہ مسکراہٹ لاتے ہوئے کہا۔ "انجیلا تمہارا طبیب یقیناً مجھ سے تمہارے متعلق پوچھے گا۔ اگر اسے کوئی پیغام دینا چاہو تو میں قاصد کا فرض ادا کرنے کے لئے تیار ہوں۔"

ایک ثانیہ کے لئے انجیلا کی رگوں کا تمام خون سمٹ کر اس کے گالوں پر آگیا۔ اس کوٹھری میں داخل ہونے کے بعد اس کی سب سے بڑی پریشانی یہ تھی کہ کاش وہ بشیر بن حسن کے متعلق کچھ کہہ سکتی۔ اسے اس کا تذکرہ چھیڑنے کا موقع ملنے کی امید نہ تھی اور اسے یہ بھی احساس تھا کہ موقع ملنے پر بھی اس کی زبان اس کے دل کی ترجمانی سے قاصر رہے گی۔ لیکن بدر بن مغیرہ نے جیسے اس کے لئے جنت کے بند دروازے کھول دیئے۔

وہ بولی، "وہ میرے محسن ہیں... میری طرف سے انہیں یہ رومال پیش کر دیجئے۔"

اینجلا نے جھکتے ہوئے آگے بڑھ کے سرخ رنگ کا ایک چھوٹا رومال بدر بن مغیرہ کے ہاتھ میں دے دیا۔

بیگمات عورتوں کی ذکاوت حس کے ساتھ بہت کچھ سمجھ چکی تھیں۔ اس لئے وہ خاموش رہیں۔

ناظم کی تجویز پر بدر بن مغیرہ کو ایک تختہ پر جو لاش اٹھانے کے لئے کوہ میں رکھا گیا تھا لٹا دیا گیا۔ اور اس کے اوپر چادر ڈال دی گئی۔

داروغہ نے کوٹھڑی کا دروازہ کھول دیا تینوں خواتین باہر نکل گئیں۔ دروازے سے چند قدم دور خواجہ سرا کے گرد گھیرا ڈالے کھڑے تھے۔ اور وہ انہیں اپنی طرف متوجہ رکھنے کے لئے اشرفیاں بانٹنے میں بخل سے کام لے رہا تھا لیکن بیگمات کو آتے دیکھ کر اس نے جلدی سے تھیلی خالی کر دی۔

ایک ثانیہ کے لئے داروغہ دروازے میں کھڑا رہا جب بیگمات کچھ دور چلی گئیں تو اس نے باہر نکل کر پہریداروں سے کہا، "سلطان کا حکم ہے کہ اس کے قتل کی خبر صرف تمہارے تک محدود رہے۔ بلکہ اور چھوٹی بیگم سلطان کی اجازت کے بغیر یہاں آگئی تھیں۔ اب اگر یہ خبر سلطان تک پہنچ گئی تو وہ بیگمات کو شاید کچھ نہ کہیں لیکن ہماری شامت آسکتی ہے۔"

داروغہ نے چار آدمیوں کو لاش اٹھانے کیلئے اندر بلا لیا۔ اور دوسروں کو جانے کی اجازت دے دی۔

تھوڑی دیر کے بعد یہ چار آدمی اس تختہ کو جس پر بدر بن مغیرہ لیٹا ہوا تھا، اپنے کندھوں پر اٹھا کر کوٹھڑی کے باہر نکلے اور ناظم اعلیٰ اور داروغہ کے پیچھے

نیچے ہیں دیئے ہی پیچ در پیچ راستوں سے گزرنے کے بعد وہ ایک دیوار کے سامنے رک گئے یہاں سے آگے بڑھنے کا کوئی راستہ نظر نہ آتا تھا۔ داروغہ نے ناظم کے ہاتھ میں مشعل دیتے ہوئے دیوار کے ساتھ لگی ہوئی لوہے کی کل گھمائی۔ ایک گڑگڑاہٹ کے ساتھ دیوار میں ایک دراڑ نمودار ہوئی اور یہ دراڑ بڑھتے بڑھتے ایک اچھی خاصی گذرگاہ بن گئی اور اس کے ساتھ بہتے ہوئے پانی کا شور سنائی دینے لگا۔ داروغہ کے اشارے پر ناظم نے جلتی ہوئی مشعل کو ایک طرف رکھ دیا اور اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ سپاہیوں نے ان کی تقلید کی۔ اس دیوار سے باہر کوئی آٹھ دس گز چوڑے اور پانچ گز اونچے چبوترے کے نیچے دریا ٹھاٹھیں مار رہا تھا داروغہ کے اشارے پر سپاہیوں نے تختہ نیچے رکھ دیا۔ ناظم نے داروغہ کے کان میں کچھ کہا۔ وہ سپاہیوں سے مخاطب ہو کر بولا۔ ”تم برسوں سے میرے ساتھی ہو۔ اس لئے تم سے کوئی بات چھپانا میں تمہاری وفاداری کی توہین سمجھتا ہوں۔ میں تم پر ایک بات ضروری راز ظاہر کرنا چاہتا ہوں۔“

داروغہ کو تذبذب میں دیکھ کر ایک سپاہی نے کہا۔ ”آپ پریشان نہ ہوں وہ راز ہم پر ظاہر ہو چکا ہے۔ مرتے دم تک ہمارے سینوں میں محفوظ رہے گا۔ آپ کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ ہم لاش کے بجائے ایک زندہ انسان کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر لائے ہیں۔“

داروغہ تھوڑی دیر خاموش رہا اور ناظم نے اپنی بغل سے اشرفیوں کی ایک تھیلی نکال کر سپاہی کو پیش کرتے ہوئے کہا۔ ”یہ تمہارا اور تمہارے ساتھیوں کا انعام ہے۔“
کچھ دیر پس و پیش کے بعد ناظم اور داروغہ کے اصرار پر اپنے ساتھیوں کی رضامندی دیکھ کر اس سپاہی نے تھیلی لے لی۔

داروغہ نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے سوال کیا۔ ”کیا دوسرے پہریداروں

کو بھی یہ شک تھا کہ ہم ان کی جان بچانا چاہتے ہیں؟"
"نہیں۔ تاہم ان میں سے اکثر کی یہ خواہش تھی کہ کاش ملکہ کو رحم آ جائے۔ مجھے خود بھی ملکہ سے یہ توقع نہ تھی۔ لیکن مقتل کا جائزہ لینے کے بعد میری تسلی ہو گئی۔ وہاں خون کا ایک چھینٹا نہ تھا۔
ناظم نے کہا "اب تک جلاد یہ کمی پورا کر چکا ہو گا۔
تختہ پر سے بدر بن مغیرہ نے چادر اتار کر ایک طرف پھینک دی اور اٹھ کر آگے بڑھتے ہوئے کہا "میرے خیال میں اب مجھے زندوں کی دنیا میں پاؤں رکھنے کے لئے آپ سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔"
داروغہ، ناظم اور سپاہیوں نے یکے بعد دیگرے اس کے ساتھ مصافحہ کیا۔
ناظم نے کہا "دریا کے کنارے سے آگے ہمارا دائرہ عمل ختم ہو جاتا ہے۔ پانی سرد بھی ہے اور تیز بھی۔ اگر آپ کو اپنے بازؤں پر بھروسہ نہ ہو تو ہم کوئی انتظام کریں لیکن وقت بہت تھوڑا ہے۔"
بدر بن مغیرہ نے کہا "آپ فکر نہ کیجئے۔ وہ ذات اقدس جس نے میری گردن سے جلاد کا ہاتھ روک لیا تھا۔ مجھے ان سرکش موجوں سے بھی بچا لے گی۔"
ناظم نے کہا "بہت اچھا خدا حافظ! آج آپ الحمراء میں چور دروازے سے داخل ہوئے تھے اور چور دروازے سے نکل رہے ہیں۔ ہم اس دن کا انتظار کریں گے جب آپ کے لئے الحمراء کا بڑا دروازہ کھلا ہو گا۔"
بدر بن مغیرہ، "خدا حافظ" کہہ کر کنارے کی طرف بڑھا، اور ایک لحظہ تامل کے بعد دریا میں کود پڑا۔

(۱۳)

دریا کے دوسرے کنارے پر تھوڑی دیر سستانے کیلئے بدر بن مغیرہ ایک جگہ

پر بیٹھ گیا۔ آسمان پر بادل چھٹ چکے تھے۔ اور ستارے جگمگا رہے تھے۔ بدر بن مغیرہ اٹھنے کا ارادہ کر رہا تھا کہ اسے کسی کے پاؤں کی آہٹ سنائی دی۔ وہ جلدی سے اٹھ کر دبے پاؤں چلتا ہوا ایک درخت کی آڑ میں کھڑا ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اسے دو آدمی تاریکی میں دریا کے کنارے کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے دکھائی دیئے وہ کچھ سوچ کر درخت کی آڑ سے نکلا، اور دبے پاؤں انکے پیچھے چلنے لگا۔

ان میں سے ایک نے کہا، "اس نے بہت دیر لگائی۔ اب صبح ہونے والی ہے۔"

دوسرے نے کہا، "لیکن اس نے یہ بھی تو کہا تھا، کہ ہم اس کا انتظار نہ کریں ناکامیابی کی صورت میں اسے کافی دیر وہاں رہنا پڑے گا۔"

"مگر اس نے یہ بھی تو کہا تھا۔ کہ اگر حالات نے اجازت دی تو وہ سیڑھی کے راستے سے آدمی اتار کر ہمیں صحیح حالات سے باخبر کرے گا۔"

"ممکن ہے کہ اسے اس بات کا موقع نہ ملا ہو۔ اگر آپ اور انتظار کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں اس جگہ کھڑے رہنا چاہیئے۔"

بدر بن مغیرہ نے آواز دی۔ "منصور!"

وہ دونوں رکے اور مڑ کر بھاگتے ہوئے اس کے ساتھ لپٹ گئے۔ دوسرا بشیر بن حسن تھا۔

اپنے ساتھیوں کی طرف سے سوالات کی بوچھاڑ سے تنگ آ کر بدر بن مغیرہ نے کہا، "چلو یہاں سے نکلیں۔" چلتے چلتے بدر بن مغیرہ نے بشیر بن حسن کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اس کے کان میں کچھ کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی بھیگا ہوا رومال اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

منصور نے ان کی طرف مڑ کر دیکھا۔ اور کہا، "معلوم ہوتا ہے کہ ابھی آپ اپنی رنجی سے واپس نہیں آئے۔"

بدر بن مغیرہ نے چلتے چلتے اختصار کے ساتھ اپنی تمام سرگذشت بیان کر دی
کوئی ایک کوس چلنے کے بعد یہ تینوں ایک گھنے باغ سے گذرتے ہوئے ایک اجڑے
ہوئے مکان میں داخل ہوئے۔ وہاں ان کے پانچ اور ساتھی گھوڑوں کی حفاظت
کر رہے تھے۔

جب یہ سب گھوڑوں پر سوار ہو گئے تو بشیر بن حسن نے کہا ”اب کس
طرف کا ارادہ ہے؟“

بدر بن مغیرہ نے کہا ”میں تھوڑی دور جا کر تم سے جدا ہو جاؤں گا۔ یہ پانچ سپاہی
میں اپنے ساتھ جنگل میں لے جاؤں گا۔ منصور! تم آج صبح ہوتے ہی سلطان کے
سپاہیوں کو مالقہ بھیج دو۔ اور اپنے ساتھیوں کو لے کر وہاں پہنچ جاؤ اور بشیر!
تم مالقہ جاؤ۔ وہاں الزغل اور الزبیری کو تمام واقعات سے آگاہ کرنے کے بعد
یہ بتاؤ کہ کچھ عرصے کے لئے میرے روپوش ہونے میں بہت سی مصلحتیں ہیں۔ ابو عبد اللہ
اور اس کے ساتھی فوراً فرڈیننڈ کے پاس میری موت کی اطلاع پہنچائیں گے۔
اور وہ فوراً حملہ کے لئے تیار ہو جائے گا۔ الزغل کو مشورہ دو کہ فوراً میدان
میں مقابلہ کرنے کے بجائے پیچھے ہٹتا ہوا ہمارے علاقے میں داخل ہو جائے۔
اگر فرڈیننڈ نے تعاقب کیا، تو ہم اسے ایک فیصلہ کن شکست دے سکیں
گے۔ یہ بھی ممکن ہے، کہ وہ ابو عبد اللہ کی رضا مندی سے غرناطہ کو مستقر بنانے کیلئے
مالقا کی طرف بڑھنا چاہیئے۔ اس صورت میں سلطان کی افواج آگے بڑھ کر
اسے سرحد پر روکنے کی کوشش کریں۔ اور معمولی لڑائی کے بعد پیچھے ہٹتی ہوئی
جنگل میں پہنچ جائیں۔ میں وقت آنے پر انکی راہنمائی کیلئے تمہیں بتیجد دوں گا۔
انہیں یہ تاکید کرنا کہ وہ دونوں صورتوں میں مالقہ کی حفاظت کیلئے کم از کم
نصف فوج ضرور چھوڑ دیں۔

سیاہ پوش

(۱)

بدر بن مغیرہ کے قتل کی افواہ اندلس کے طول و عرض میں خشکی کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ ابو عبداللہ کی خواہش تھی کہ یہ خبر غرناطہ کے عوام تک نہ پہنچے لیکن ابوداؤد نے یہ مشورہ دیا کہ یہ خبر مشہور ہونے کے بعد ابوالحسن کے حامی مایوس ہو جائیں گے چنانچہ غرناطہ کے بعض زر خرید خطیبوں کو یہ اجازت مل گئی کہ وہ عوام میں سرحدی عقاب کے قتل کی خبر نشر کریں۔

فرڈیننڈ کے پاس ابوداؤد نے اپنے ایلچی کو یہ پیغام دیا کہ ابوالحسن پر آخری ضرب لگانے کے لئے یہ بہترین موقع ہے۔

ابوعبداللہ اپنے خیال کے مطابق ایک بہت بڑے دشمن سے نجات حاصل کر چکا تھا۔ تاہم ضرب دجار میں سرحدی عقاب کے جانبازوں کی موجودگی اس کے لئے کم پریشانی کا باعث نہ تھی لیکن جب اس نے یہ سنا کہ سرحدی عقاب کے ساتھی غرناطہ کے محاصرہ کا ارادہ ترک کر کے جا رہے ہیں، تو اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ دو تین دن کے بعد اسے یہ خبر ملی کہ وہ مالقہ سے بھی ابوالحسن کا ساتھ چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ تو اس نے محل میں جشن منایا۔ اور ملت فروشوں کو انعامات تقسیم کیے۔

چند دنوں کے بعد اس کے پاس فرڈیننڈ کا ایلچی پہنچا۔ اور اس نے یہ اطلاع دی کہ چند ہفتوں تک ہماری افواج اندلس کے جنوبی ساحل تک پہنچ جائیں گی۔ ہماری فوج کا بیشتر حصہ سرحدی قبائل کی طاقت کچلنے کیلئے شمال

اور مشرق کی طرف سے جبل شیر کی طرف بڑھے گا۔ اور دوسرا لشکر قادس اور شریش سے مشرق کا رخ کریگا۔ یہ دونوں افواج سیرا نویدا کے پہاڑوں میں مل جائیں گی اور اس کے بعد ساحلی علاقہ کے تمام شہروں پر قبضہ کر لیں گی۔ لیکن تم غرناطہ سے نکل کر مالقہ پر حملہ کر دو۔ ہمیں توقع ہے کہ تم اتنی دیر میں مالقہ کو فتح کر لوگے لیکن اگر دشمن کے شدید مدافعت کے باعث جس کی مجھے توقع نہیں تم مالقہ پر فوراً قبضہ نہ کر سکے تو قادس کا حاکم تمہاری مدد کیلئے پہونچ جائے گا۔

ابوعبداللہ اپنے خیال کے مطابق بدر بن مغیرہ کو قتل کر کے فرڈیننڈ کے راستے کے تمام کانٹے صاف کر چکا تھا۔ اسے یقین تھا کہ اس کا حلیف اور سرپرست اس کے کندھوں پر کسی اور جنگ کا بوجھ نہیں ڈالے گا۔ وہ مالقہ پر آندھی کی طرح نازل ہوگا۔ اور اس کے دشمنوں کو نیست و نابود کر لے اور اسے اندلس کا واحد حکمران تسلیم کرنے کے بعد واپس چلا جائیگا۔ اس نے فرڈیننڈ کا پیغام سنکر پریشانی کی حالت میں ابوداؤد سے سوال کیا "کیا فرڈیننڈ کو یہ علم نہیں کہ موجودہ حالت میں میرے لئے محفوظ ترین جگہ الحمراء کی چار دیواری ہے؟ بدر جیسے عقاب کے قتل کے بعد غرناطہ کے عوام میرے خلاف سخت مشتعل ہیں۔ اور فوج کی طرف سے مجھے یہ خدشہ ہے کہ اگر میں نے اپنے باپ پر چڑھائی کی تو ان میں سے بعض میرا ساتھ چھوڑ کر ان کے ساتھ جا ملیں گے۔

ابوداؤد فرڈیننڈ کی مصلحتوں کو سمجھتا تھا۔ اسکو معلوم تھا کہ فرڈیننڈ کو ابوعبداللہ پر پورا اعتبار نہیں اور وہ اس سے مالقہ پر اسلئے حملہ کروانا چاہتا ہے کہ باپ اور بیٹے کے درمیان نفرت کی خلیج اس قدر وسیع ہو جائے کہ انکے درمیان مصالحت کا کوئی امکان نہ رہے۔ چنانچہ اس نے جواب دیا۔ شاید فرڈیننڈ کی یہ خواہش ہے کہ دشمن کی توجہ تین محاذوں پر تقسیم ہو جائے۔ اگر آپ نے جنگ سے پہلوتہی کی تو

ممکن ہے کہ وہ آپ کی اعانت کا ارادہ ہی ترک کر دے، اس لئے آپکو کسی تاخیر کے بغیر مالقہ پر حملہ کر دینا چاہیئے۔ سرحدی عقاب اور اس کے ساتھی دشمن کا سب سے بڑا سہارا تھے سرحدی عقاب مارا جا چکا ہے۔ اور اس کے ساتھی اپنے اپنے گھروں کو جا چکے ہیں۔ اس لئے ممکن ہے کہ آپ فرڈ ینینڈ کی آمد سے پہلے ہی مالقہ فتح کر لیں۔ مالقہ کی فتح کے بعد جنوب کے تمام باغی سردار اور قبائل آپ کی اطاعت قبول کر لیں گے۔ اور فرڈ ینینڈ کا احسان نہیں اٹھانا پڑے گا۔

ابو عبداللہ نے کہا۔ میں مالقہ پر حملہ کرنے کیلئے تیار ہوں لیکن صرف اسی صورت میں جبکہ فرڈ ینینڈ کی افواج سرحدی علاقے میں داخل ہو چکی ہوں "!

ابو داؤد نے کہا۔ اگر حکم ہو تو یہ جواب لکھ بھیجوں؟"

ہاں لیکن اس طرح لکھیئے کہ بادشاہ یہ خیال نہ کرے کہ میں بزدل ہوں۔ میں صرف محتاط رہنا چاہتا ہوں"

(۳)

ابوالحسن مفلوج اور نابینا ہو چکا تھا۔ امراء کے اصرار پر اس نے اپنے بھائی الزغل کو اپنا جانشین بنا دیا۔ فرڈ ینینڈ اپنی لاتعداد فوج کے ساتھ قسطلہ سے نکلا اور قرطبہ کے پاس ڈیرا ڈال کر اندلس میں مسلمانوں کی آخری دفاعی قلعے پر فیصلہ کن ضرب لگانے کی تیاریاں کرنے لگا۔ اس نے مرسیہ۔ اشبیلیہ اور قادس کے عیسائی امراء کو حکم دیا کہ وہ غرناطہ کے جنوب مشرق کے شہروں کو تاخت و تاراج کرتے ہوئے کوہ سیرانویدہ کا رخ کریں، اور باقی فوج کو ایک تجربہ کار جرنیل کی قیادت میں شمال مشرق کے راستے سرحدی قبائل کی سرکوبی کے لئے روانہ کر دیا۔

جب فرڈ ینینڈ کی افواج بدر بن مغیرہ کی آزاد مملکت میں داخل ہوئیں تو انہیں جنگلوں اور بازوؤں سے اکا دکا حملوں کے سوا کسی زبردست مزاحمت کا سامنا نہ

کرنا پڑا عیسائیوں نے اپنے راستے کی بہت سی بستیاں تباہ و برباد کر ڈالیں۔ اور وہ بڑھتے ہوئے حوصلے کے ساتھ سرحدی عقاب کی زمین پر پیش قدمی کرتے رہے۔ ایک دن ان کے سپہ سالار نے ایک ویران قلعہ پر قبضہ کرنے کے بعد اپنے سپاہیوں کے سامنے تقریر کرتے ہوئے کہا، بہادرو! یہ وہ علاقہ ہے جس میں سرحدی عقاب کی اجازت کے بغیر کوئی پرندہ بھی نہیں آسکتا تھا۔ اب ان باغیوں کا رہنما مارا جا چکا ہے اور ان کے حوصلے پست ہو چکے ہیں۔ ہمارے بادشاہ کا خیال تھا کہ ہمیں شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ لیکن یہ لوگ ہمارے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سنکر بھاگ جاتے ہیں۔ ہماری تلواریں دشمن کے خون کی پیاسی ہیں لیکن معلوم ہوتا ہے کہ جبتک ہم مالقہ نہیں پہونچ جاتے انکی یہ پیاس نہیں بجھ سکے گی۔ اسلئے ہمیں راستے میں آرام کئے بغیر آگے بڑھنا چاہیئے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے وہ بھائی جو قادس کی طرف سے مالقہ کا رخ کر رہے ہیں ہم سے سبقت لے جائیں۔"

اگلے دن جب وہ ایک جنگل میں سے گزر رہے تھے۔ انہیں غیر متوقع حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ عقب کی فوج پر اچانک ایک ہزار سواروں نے حملہ کیا۔ اور آن کی آن میں کوئی تین ہزار آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتار کر جنگل میں غائب ہو گئے۔

بدر بن مغیرہ کی سب سے بڑی کامیابی یہ تھی کہ وہ اکا دکا حملے کرتا ہوا دشمن کی فوج کو ان خطرناک گھاٹیوں اور دروں میں لے آیا جن کی ہر چٹان حملہ آور کے لئے ایک ناقابل تسخیر قلعہ بن سکتی تھی۔ عیسائی فوج کے بعض جہاندیدہ افسروں نے اپنے سپہ سالار کو راستہ بدلنے کی ترغیب دی۔ لیکن وہ طاقت کے نشہ میں چور تھا اور اس کے سپاہی جو عام حالات میں ایسی گزرگاہوں پر پھونک پھونک کر قدم رکھتے اپنے سپہ سالار کی طرح یہ سمجھ چکے تھے کہ سرحدی عقاب کے بعد سرکش قبائلیوں کی ہمت جواب دے چکی ہے۔ سیاہ پوش کی قیادت میں ایک ہزار سوار انہیں کافی نقصان

پہونچا چکے تھے۔ اور انہیں یہ گوارا نہ تھا کہ وہ ان سے نپٹے بغیر آگے نکل جائیں۔

ایک شام عیسائی فوج سرحدی شاہسواروں کے تعاقب میں دشوار گزار درے اور تنگ گھاٹیوں کو عبور کرنے کے بعد ایک وادی میں داخل ہوئی سامنے بلند پہاڑ تھے۔ اس لئے سپہ سالار نے فوج کو وادی میں پڑاؤ ڈالنے کا حکم دیا۔ اور کسی غیر متوقع حملے کے پیش نظر اس نے فوج کی چند ٹولیاں اور گرد کی پہاڑیوں پر پہرہ دینے کے لئے روانہ کر دیں۔ سارا دن یلغار کرنے کے بعد تھکی ماندی فوج پیٹ بھر کر کھانے اور جی بھر کر شراب پینے کے بعد سو گئی۔ فوج کا سپہ سالار اور دوسرے افسر بھی ارد گرد کی پہاڑیوں پر پہرہ دینے والوں کو رات کے وقت کسی غیر متوقع حملے کی روک تھام کیلئے کافی سمجھ کر بے خبری کی نیند سو گئے۔ رات کے تیسرے پہر اچانک پہریداروں کی چیخیں سنائی دیں۔ سپہ سالار گھبرا کر اٹھا۔ اور آنکھیں ملتا ہوا خیمے سے باہر نکلا چاروں طرف کہرام مچا ہوا تھا۔ اور ارد گرد بہت سے خیمے جل رہے تھے۔ عیسائی فوجیں تلواریں سنبھال رہی تھیں کہ اچانک تیروں کی بارش شروع ہو گئی۔ آگ کی روشنی میں سینکڑوں سپاہی حملہ آوروں کے تیروں کے شکار ہو گئے۔

سپہ سالار نے فوج کو تاریکی میں پناہ لینے کا حکم دیا۔ سپاہی جلتے ہوئے خیموں سے ایک طرف ہٹنے لگے۔ اچانک چاروں طرف سے اللہ اکبر کے نعرے سنائی دیئے اور آن کی آن میں حملہ آور نیچے اتر کر عیسائیوں کے حواس باختہ لشکر پر ٹوٹ پڑے۔ تاریکی میں عیسائیوں کے کئی سپاہیوں کی تلواریں آپس میں ٹکرا گئیں۔

سپہ سالار نے اس امید پر کہ حملہ آوروں کی تعداد زیادہ نہیں ہو گی۔ فوج کو چاروں طرف بکھیر کر پہاڑوں پر قبضہ کرنے کا حکم دیا۔ لیکن پتھروں اور تیروں کی سخت بارش میں ان کی پیش نہ گئی۔ صبح کے آثار نمودار ہونے تک نصرانیوں کی یہ حالت تھی کہ افسر اپنے سپاہیوں، اور سپاہی اپنے افسر کی خبر نہ تھی وہ درختوں اور پتھروں کی آڑ

میں چھپ چھپ کر جانیں بچانے کی کوشش کر رہے تھے۔ حملہ آوروں عیسائیوں کے بہت سے گھوڑے چھین کر ان پر سوار ہو چکے تھے۔ اور باقی گھوڑے جن کی رسیاں کاٹ دی گئیں تھیں۔ بے تحاشا وادی میں اِدھر اُدھر بھاگ رہے تھے۔ بہت سے سپاہی ان کے پاؤں تلے روندے گئے۔ صبح کی روشنی میں عیسائیوں نے دیکھا کہ حملہ آور ان کے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر ان پر نیزوں سے حملہ کر رہے ہیں۔ نصرانی سپہ سالار کو یہ اُمید تھی کہ حملہ آور صبح کے آثار نمودار ہوتے ہی فرار ہو جائیں گے۔ لیکن ان کا جوش وخروش دیکھ کر اس نے یہ محسوس کیا کہ وہ ایک فیصلہ کن جنگ کے لئے اس وادی کو منتخب کر چکے ہیں۔ میدان میں عیسائیوں کی لاشوں کی تعداد حوصلہ شکن تھی۔ حملہ آوروں کی نسبت اس کی فوج کی تعداد اب بھی پانچ گنا زیادہ تھی۔ لیکن وادی میں سواروں کے پے در پے حملوں سے ان کے پاؤں اُکھڑ چکے تھے۔ سپہ سالار نے مدافعانہ جنگ لڑتے ہوئے پیچھے ہٹنے کا فیصلہ کیا۔ وادی سے نکل کر اس نے ایک تنگ گھاٹی میں پہنچ کر یہ محسوس کیا کہ اب اس کی فوج نیزہ بازوں کی زد سے محفوظ ہو چکی ہے۔ لیکن یہاں بھی اُسے اطمینان کا سانس لینا نصیب نہ ہوا۔ ایک بار پھر نشیب چٹانوں میں چھپے ہوئے مجاہدین کے نعرے سنائی دیئے اور تیروں، پتھروں کی بارش ہونے لگی۔

ایک پتھر سپہ سالار کے سر پر لگا اور وہ گر پڑا۔ اس کی موت کے ساتھ ہی سپاہیوں کے حوصلے ٹوٹ گئے۔ نائب سالار نے فوج کو تیزی کے ساتھ اس گھاٹی سے نکلنے کا حکم دیا۔ تیروں اور پتھروں کی بارش سے نکل کر ایک ہموار وادی میں پہنچ کر اس نے بچی کھچی فوج کا جائزہ لیا۔ پچیس ہزار میں صرف آٹھ ہزار اس کے ساتھ تھے۔ پیچھے سے تعاقب کا خطرہ محسوس کرتے ہوئے اس نے فوج کو دم لینے کی بھی مہلت نہ دی۔

وادی میں دو کوس چلنے کے بعد یہ فوج ایک گنجان جنگل میں داخل ہو رہی تھی کہ اچانک درختوں کی آڑ سے قریباً ایک سو سوار نمودار ہوئے۔ اور انہوں نے پہلے حملے میں ہی عیسائی فوج کو تتر بتر کر دیا۔ ان حملہ آوروں کے آگے آگے سیاہ پوش سوار تھا جس کو زندہ پکڑنے کا شوق عیسائی سپہ سالار کو ان خطرناک مقامات تک لے آیا تھا۔ قریباً دو ہزار سپاہی بھاگ کر جنگل میں جا چھپے اور باقی فوج نے تھوڑی دیر مقابلہ کرنے کے بعد ہتھیار ڈال دیئے۔

(۴)

مالقہ کی حفاظت پر الزیغری کو متعین کر کے الزغل پانچ ہزار جانبازوں کے ساتھ قرطبہ، اشبیلیہ، قادرس اور شمال مغرب کے دوسرے شہروں کی ٹڈی دل فوج کے ساتھ مدافعانہ جنگ لڑتا ہوا پیچھے ہٹتا گیا۔ اور سیرانویدا کے دامن میں پہنچ کر سرحدی عقاب کا انتظار کرنے لگا۔

فرڈیننڈ کو عقاب کی وادی میں اپنے سپہ سالار کی کامیابیوں کے متعلق نہایت حوصلہ افزا خبریں پہنچ رہی تھیں۔ اس نے الزغل کے سپاہیوں کو سیرانویدا کی طرف ہٹنے کی خبر سنی، تو وہ دونوں افواج کو حکم بھیج دیا کہ وہ ساحل کے شہروں کا رخ کرنے کے بجائے الزغل کو دونوں اطراف سے گھیر لیں، اور اس کے ساتھ ہی اس نے غرناطہ میں ابوعبداللہ کو پیغام بھیجا۔ کہ وہ فوراً مالقہ پر حملہ کر دے۔

ابوعبداللہ کو یہ اطلاع مل چکی تھی، کہ مالقہ کی فوج کا بیشتر حصہ الزغل کے ساتھ ہے۔ اور الزیغری بہت تھوڑی فوج کے ساتھ شہر کی حفاظت کر رہا ہے۔ چنانچہ اس نے اپنی فتح کو یقینی سمجھ کر مالقہ پر چڑھائی کر دی۔ فرڈیننڈ کے زرخرید سرداروں کے علاوہ غرناطہ کے بعض ایسے لوگ، بھی اس کی فوج میں شریک ہو گئے۔ جو اندلس میں مسلمانوں کے مستقبل سے مایوس ہو چکے تھے۔ اور صرف زندہ رہنے کے لئے فرڈیننڈ

کو خوش رکھنا چاہتے تھے۔

جس روز ابو عبداللہؒ اپنی فوج کے ساتھ غرناطہ سے نکلا اس نے ایک دن قبل عقاب کی وادی میں فرڈیننڈ کی فوج کا صفایا ہو چکا تھا۔ اور اس نے تین دن بعد سرحدی عقاب کے جانباز، الزغل کے جھنڈے تلے جمع ہو چکے تھے۔ الزغل کی فوج دشمن کی تعداد سے خائف تھی۔ لیکن اس شاندار فتح کی خبر سن کر ان کے حوصلے بڑھ گئے۔ الزغل نے بدر بن مغیرہ اور منصور بن احمد کے ساتھ اپنی قیام گاہ کے ارد گرد تمام چوکیوں کا معائنہ کیا۔ بدر بن مغیرہ کے اپنے آدمیوں کے سوا کسی اور کو یہ علم نہ تھا کہ وہ زندہ ہے۔ سپاہی الزغل کے ساتھ ایک نقاب پوش کو دیکھتے اور یہ سمجھتے کہ بدر بن مغیرہ کے چھن جانے کے بعد قدرت نے انہیں ایک نیا مددگار عطا کیا ہے۔ اس کی قیام گاہ فوج کے پڑاؤ سے کچھ دور تھی۔ اور الزغل کے چند چیدہ چیدہ افسروں کے سوا جو اس راز سے واقف تھے کہ وہ زندہ ہے۔ کسی اور کو وہاں جانیکی اجازت نہ تھی۔

البیکزا کے جنگجو قبائلی جوق در جوق الزغل کے جھنڈے تلے جمع ہو رہے تھے۔ مدت کے بعد انہیں عقاب کی وادی میں مجاہدین کے دوش بدوش لڑنے کا موقع ملا تھا۔ چونکہ منصور بن احمد کو بدر بن مغیرہ کا جانشین سمجھا جاتا تھا اسلئے انہوں نے الزغل سے درخواست کی، کہ ان کی قیادت منصور بن احمد کے سپرد کی جائے منصور بن احمد نے بدر بن مغیرہ کی ہدایات کے مطابق جنگ کے نقشہ کو تیار کیا۔ اور قبائلی مجاہدین کو تمام راستوں پر پھیلا دیا۔ اور انہیں ہدایت کی، کہ جوں جوں عیسائی فوج آگے بڑھتی جائے۔ وہ عقب سے اس کے ہٹنے کے راستوں کی ناکہ بندی کرتے آئیں۔

یہ لشکر عقاب کی وادی پر حملہ کرنے والی فوج کے انجام سے بے خبر تھا۔ پانچ

دن سیرانو یدا کے دامن میں پڑاؤ ڈال کر اس کے سپہ سالار کے پیغام کا انتظار کرتا رہا لیکن قبائلی مجاہدین نے چند بار شبخون مار کر آگے بڑھنے پر مجبور کر دیا۔

تین دن کی پیش قدمی کے دوران میں چند بستیاں جلانے اور چند مردوں اور عورتوں کو قید کرنے کے بعد فرڈیننڈ کا لشکر اس خطرناک علاقے میں داخل ہو چکا تھا جہاں سرحد کے عقاب بے قراری سے اس کا انتظار کر رہے تھے۔

بدر بن مغیرہ نے اپنے چنے ہوئے ایک ہزار جانبازوں کے ساتھ دشمن کے ہراول دستوں پر حملہ کیا اور آن کی آن میں انہیں تتر بتر کر کے پہاڑوں میں روپوش ہو گیا۔ عیسائی سپہ سالار صورت حال کا اندازہ کر رہا تھا کہ اسے عقب سے قبائلیوں کے حملہ کی خبر ملی۔ یہ جگہ باقاعدہ لڑائی لڑنے کے لئے بہت تنگ تھی۔ عیسائی سپہ سالار نے فوج کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ گھاٹی سے آگے ایک ڈھلوان، اور اس سے آگے ایک وادی تھی۔ عقب کی حملہ کی شدت محسوس کرتے ہوئے سپہ سالار نے اس وادی میں اترنے کا فیصلہ کیا۔ اس وادی کا نشیب کوئی دو کوس کے بعد ایک کشادہ جنگل سے ملتا تھا۔ اور اوپر کی طرف اس کا دوسرا پہاڑوں کے درمیان ایک تنگ درہ دکھائی دیتا تھا۔

جنگل میں سپہ سالار قبائلی حملہ آوروں کو بہت خطرناک سمجھتا تھا۔ اور دوسری طرف اسے کسی تنگ درے میں گھر جانے کا خطرہ تھا۔ اس نے فوج کو رکنے کا حکم دیتے ہوئے ہراول کے دستے کو راستہ دیکھنے کیلئے دونوں طرف روانہ کر دیئے خود حملہ آوروں کا انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر میں اس کی فوج کے عقبی دستے بھی پہونچ گئے اور انہوں نے اطلاع دی کہ حملہ آور ان کے جوابی حملوں سے پسپا ہو گئے ہیں۔

ہراول کے جو سپاہی وادی کے نشیب کی طرف گئے تھے۔ جنگل میں داخل ہوتے

ہی تیروں کی بوچھار کا سامنا کرنے کے بعد لوٹ آئے اور انہوں نے واپس آکر اطلاع دی کہ یہ جنگل تیر اندازوں سے بھرا پڑا ہے۔

جو سپاہی وادی کے دوسرے کونے کی طرف گئے تھے۔ انہوں نے ایک پہر کے بعد واپس آکر اطلاع دی کہ تقریباً دس کوس تک دیکھ آئے ہیں۔ وادی کا یہ سرا کہیں تنگ اور کہیں کشادہ ہے۔ دونوں طرف پہاڑیاں کافی بلند ہیں۔ راستے میں ہمیں دشمن کا کوئی سپاہی نہ ملا۔ چند چرواہوں نے بتایا کہ یہ وادی دو دن کی مسافت کے بعد اس زرخیز علاقے سے جا ملتی ہے۔ جہاں سے انسپکٹر را کے قبائل کی بستیاں شروع ہوتی ہیں۔

عیسائی سپہ سالار کو یہ راستہ بھی خطرناک دکھائی دیا لیکن اس وادی میں پڑاؤ ڈالنے کے بعد بھی اسے چاروں اطراف سے گھر جانے کا خطرہ تھا۔ اسے یہ بھی خطرہ تھا۔ اگر حملہ آوروں نے جنگل اور پہاڑوں سے نکل کر اس کے ساتھ باقاعدہ جنگ بھی نہ کی تو بھی وہ شبخون مار کر اسے کافی نقصان پہنچاتے رہیں گے۔ اس کے سامنے سیرانوبیا کے بلند پہاڑ تھے۔ بائیں طرف وہ جنگل تھا جس کو دشمن سے صاف کر کے آگے بڑھنا نا ممکن تھا۔ عقب میں وہ ڈھلوان تھی جس کی طرف لوٹ کر اسے پھر ایک بار ان تنگ گھاٹیوں سے گزرنا پڑتا تھا۔ جنہیں عبور کرتے ہوئے وہ کافی نقصان اٹھا چکا تھا۔ اسے یہ بھی احساس تھا کہ جنگل میں چھپی ہوئی فوج کے دائیں مڑتے ہی پہاڑیوں پر پہنچ کر اس کا راستہ روک لے گی۔ ناچار اس نے دائیں ہاتھ مڑنے کا فیصلہ کیا۔ جب یہ وادی تنگ ہو جاتی، پیادہ فوج کے سپاہی دشمن کے پتھروں اور تیروں سے سواروں کو محفوظ رکھنے کیلئے دونوں کناروں کی پہاڑیوں پر چڑھ جاتے، اور جب یہ وادی کشادہ ہو جاتی تو بلندی کے دشوار گزار راستے چھوڑ کر سواروں کے ساتھ آملتے۔ وہ شام تک اسی طرح چلتے رہے۔ لیکن راستہ میں

ئی حادثہ پیش نہ آیا۔

رات تو ہو گئی لیکن فوج کے سپہ سالار کو پڑاؤ ڈالنے کے لئے کوئی موزوں جگہ نظر نہ آئی۔ رات کی تاریکی میں تھوڑی دیر چلنے کے بعد یہ وادی تنگ اور دونوں طرف کی پہاڑیاں تنگ نظر آنے لگیں۔ تاریکی اس قدر زیادہ تھی، کہ پتھروں میں گھوڑے ٹکرانے لگے۔ بعض افسروں نے سپہ سالار کو مشورہ دیا کہ یہ وادی خدا جانے کہاں ختم ہو۔ ممکن ہے کہ ہم کسی ایسی جگہ پہونچ جائیں، جہاں آگے بڑھنے کیلئے کوئی راستہ نہ ہو، اور وہاں دشمن ہمارا انتظار کر رہا ہو اس لئے بہتر ہے کہ یا تو ہم واپس مڑ جائیں یا گھوڑوں کو وادی میں چھوڑ کر پہاڑیوں پر چڑھ جائیں۔ رات میں اگر ہم پر کوئی غیر متوقع حملہ ہوا تو ہماری حالت اس قدر تشویش ناک نہیں ہوگی۔ صبح کی روشنی میں اگر ہمیں واپس لوٹنا پڑا تو بھی ہمارے پیادہ سپاہی پہاڑوں پر چڑھ کر ہمارے راستے کی حفاظت کر سکیں گے۔

وہ ابھی یہ بحث کر ہی رہے تھے کہ اوپر سے ایک پتھر گرا۔ وہ بدحواس ہو کر تاریکی میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد چند اور پتھر گرے۔ اور زخمی ہونے والوں کی چیخیں سنائی دیں اور اسکے ساتھ ہی پتھروں کی بے تحاشا بارش کا زور ہوتا گیا۔ پتھروں کے شور اور زخمیوں کی چیخوں کے ساتھ گھوڑوں کی ہنہناہٹ نے ایک قیامت برپا کر دی پہاڑیوں کے اوپر حملہ آور اللہ اکبر کے نعرے بلند کر رہے تھے۔

سپہ سالار نے فوج کو تباہی سے بچانے کے لئے حکم دیا کہ وہ گھوڑوں کو چھوڑ کر پہاڑوں پر چڑھ جائیں۔ لیکن اس ہنگامے میں بہت کم سوار اس کا حکم سن سکے اور جنہوں نے اس حکم کی تعمیل کی کوشش کی۔ انہوں نے فوراً ہی یہ محسوس کر لیا کہ ان چٹانوں پر چڑھنا آسان نہیں۔ اکثر سوار وادی کے کسی کشادہ حصے میں پہونچنے

کی نیت سے گھوڑوں کی باگیں موڑ چکے تھے۔

صبح تک یہ فوج اس وادی میں بھٹکتی اور قیامت خیز تباہی کا سامنا کرتی رہی تیس ہزار سپاہیوں میں سے بارہ ہزار پتھروں کا شکار ہو گئے۔ پانچ ہزار پہاڑوں پر چڑھ کر بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوئے۔ باقی فوج واپس اس مقام پر پہونچی تھی جہاں سے اس نے اپنا سفر شروع کیا تھا۔ لیکن انہیں سنبھلنے کا موقع نہ ملا۔ جنگل میں سے تازہ دم سوار نمودار ہوئے۔ ان کے سپہ سالار کے ہاتھ میں غرناطہ کا جھنڈا تھا۔ وہ آن کی آن میں گھوڑے اڑاتے ہوئے ان کے سر پر آپہونچے لیکن انکی تعداد اب بھی ان سے کم تھی انہوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد ایک نقاب پوش کی قیادت میں پانچ ہزار مزید سوار ایک پہاڑی سے اترے۔ ان کے جھنڈے پر عقاب کی تصویر تھی۔ انہوں نے ایک ہی ریلے میں دشمن کی صفیں توڑ کر رکھ دیں۔ میدان میں "اسلام زندہ باد"، "غرناطہ زندہ باد"، "الزغل زندہ باد" اور "مجاہدین سرحد زندہ باد" کے نعرے بلند ہونے لگے۔

فرڈیننڈ کی فوج کے تین ہزار سواروں نے میدان چھوڑ کر جنگل کا رخ کیا اور باقی فوج نے ہتھیار پھینک دیئے۔

قیدیوں میں دو ہزار کے قریب فرڈیننڈ کے نائب اور فوج کے اعلیٰ افسر بھی تھے۔

(۴)

ابوعبداللہ اتمام حجت کے لئے مالقہ کی طرف روانہ ہوا۔ اسے معلوم ہو چکا تھا کہ الزغل مالقہ چھوڑ کر پہاڑوں کی طرف جا چکا ہے۔ اور مالقہ کی حفاظت کیلئے بہت تھوڑی فوج ہے۔ اس کے علاوہ اسے یہ بھی تسلی تھی کہ اگر وہ بہت جلد

شہر پر قبضہ کرنے میں کامیاب نہ ہوا، تو بھی چند دن میں فرڈیننڈ کی افواج پہاڑی قبائل کی سرکوبی سے فارغ ہو کر اس کی مدد کے لیے پہونچ جائیں گی، لیکن الزیغری نے شہر سے باہر نکل کر اس کا مقابلہ کیا۔ الزیغری کی فوج کے مقابلہ میں کہیں زیادہ جوش و خروش تھا۔ جب افواج آمنے سامنے ہوئیں تو الزیغری نے اپنی فوج کے سامنے ایک پرجوش تقریر کرتے ہوئے کہا۔

„دشمن کی تعداد تم سے زیادہ ہے، لیکن یاد رکھو کہ غدار کبھی بہادر نہیں ہوتے۔ آج تمہاری جنگ بقا کے لئے ہے۔ اگر میدان میں تمہارے پاؤں اکھڑ گئے۔ تو مالقہ پر ابوعبداللہ کے ہاتھوں سے فرڈیننڈ کا جھنڈا نصب ہو گا۔ خدا کی اعانت پر بھروسہ کرو۔ یہ ملت فروش اور یہ کرائے کے سپاہی تمہارے مقابلہ میں نہیں ٹھہر سکتے۔ ابوعبداللہ کا سب سے بڑا سہارا فرڈیننڈ ہے۔ لیکن تم یہ خوش خبری سن چکے ہو کہ عقاب کی وادی میں اسکی آدھی فوج مجاہدین کی مٹھی بھر جماعت کے ہاتھوں تباہ و برباد ہو چکی ہے انشاءاللہ آج یا کل تم یہ بھی سن لوگے کہ سیرانو یدا میں اس کی باقی فوج کا بھی یہی حشر ہوا ہے۔ لحاظہ آگے بڑھو۔ آج کے دن خدا نے فتح کے لئے جس گروہ کو منتخب کیا ہے۔ وہ تمہارے سوا کوئی نہیں۔

ابوعبداللہ اور اس کے بیشتر ساتھی شہر کے محاصرہ کی خواہش لیکر آئے تھے۔ الزغری جیسے سرفروش کے ساتھ کھلے میدان میں نبرد آزما ہونا اسکی خواہش کے عین خلاف تھا وہ شش و پنج میں تھے کہ الزیغری کی فوج کا ایک سوار بھاگتا ہوا میدان میں آیا۔ اور اس نے بلند آواز میں کہا۔

مسلمان صرف حق کے لئے لڑتا ہے۔ اگر تم میں کوئی یہ سمجھتا ہے کہ وہ حق پر ہے تو میں اسے مقابلہ کی دعوت دیتا ہوں۔ اگر تمہارے دل یہ گواہی دیتے ہیں کہ تم حق پر نہیں ہو تو یقین کرو کہ تم ہمارے سامنے نہیں ٹھہر سکو گے۔ تم فرڈینینڈ کی مدد کے بھروسہ پہ آئے ہو۔ لیکن یقین کرو کہ اس کا سپاہی بھی تمہاری مدد کیلئے نہیں آئیگا عقاب کی وادی میں اسکی آدھی فوج تباہ ہو چکی ہے۔ اور سیرا نوایدا میں باقی اس کی فوج ہمارے سالار اعظم کے گھیرے میں آچکی ہے۔ لیکن ابو عبداللہ اس کے باوجود اگر تم لڑنا چاہتے ہو تو میدان میں آجاؤ شاید تمہارا انجام ان گمراہ لوگوں کو راہ راست پر لا سکے"۔

ابو عبداللہ نے اپنے سپاہیوں کی طرف دیکھا اور انکے چہروں پر مایوسی دیکھ کر کہا، "جھوٹ ہے۔ تم اس کی باتوں پر نہ آؤ۔ فرڈینینڈ کو کوئی طاقت شکست نہیں دے سکتی"۔

ابو عبداللہ کے ایک اشارے پر ایک بربری سردار گھوڑے کو ایڑ لگا کر آگے بڑھا۔ مالقہ کے مجاہد نے نیزہ بلند کیا، اور گھوڑے کو ایک چکر دیکر اس پر حملہ کر دیا آن کی آن میں ابو عبداللہ کی فوج بربری سردار کو زمین پر تڑپتا دیکھ رہی تھی۔ الزیغری کی فوج اس کے اشارے کی منتظر تھی۔ الزیغری نے نیزہ بلند کرتے ہوئے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ اور مالقہ کے مجاہدین آندھی کی طرح ابو عبداللہ کی فوج پر ٹوٹ پڑے۔

ایک ساعت کے بعد ملت فروشوں کا لشکر میدان میں چار سو لاشیں چھوڑ کر غرناطہ کا رخ کر رہا تھا۔ الزیغری نے تھوڑی دور ان کا تعاقب کیا لیکن ہاتھ کو غیر محفوظ سمجھ کر لوٹ آیا۔

ابو عبداللہ کے غرناطہ پہنچنے سے پہلے اہل شہر کو سیرا نویدا اور عقاب کی وادی میں مسلمانوں کی شاندار فتح کی خبر مل چکی تھی۔ بازاروں اور گلیوں میں جشن فتح منایا جا رہا تھا۔ بعض لوگ مساجد میں جمع ہو کر غرناطہ کے وازی عمر کی دعائیں مانگ رہے تھے اور بعض چوراہوں میں جمع ہو کر غرناطہ کے شعراء سے سرحدی جانبازوں، اور قبائلی مجاہدین کی شان میں قصائد سن رہے تھے۔

ابو عبداللہ کے الحمراء میں داخل ہونے سے تھوڑی دیر بعد سارے شہر میں اس کی شکست کی خبر مشہور ہو گئی۔ اور لوگ محل کے دروازے کے سامنے جمع ہونے لگے۔ پہریداروں نے دروازہ بند کر دیا۔

محل میں داخل ہوتے ہی ابو عبداللہ کو اس کے نائب سلطنت نے یہ بتایا کہ میں نے دونوں محاذوں پر عیسائی شکست کی تصدیق کر چکا ہوں۔ فرڈیننڈ کی فوج کے چند شکست خوردہ سپاہی بھٹکتے ہوئے غرناطہ کے پاس کی ایک بستی میں پہنچ گئے تھے۔ بستی کا سردار انہیں میرے پاس لے آیا۔ ان میں سے ایک وہ تھا جس کی فوج عقاب کی وادی میں تباہ ہو چکی تھی اور باقی وہ تھے جو سیرا نویدا میں الزغل کے حملے سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ غرناطہ کی بہت سی چوکیوں کے محافظوں کی طرف سے بھی میرے پاس اس قسم کی اطلاعات پہنچی ہیں۔ کہ انہوں نے میدان سے بھاگے ہوئے عیسائیوں کی ٹولیاں دیکھی ہیں۔ اہل شہر میں ان خبروں سے کافی جوش و خروش پیدا ہو گیا ہے۔ اور طلباء نے مفتی اعظم کے علاوہ آپ کے چند وفادار سرداروں کو قتل کر دیا ہے۔ اور آپ کے ساتھ مہم پر جانے والے چند سپاہیوں کے گھروں کو آگ لگا دی ہے۔

ابو عبداللہ نے تازہ صورت حال پر غور کرنے کے لئے امراء کو دارالاسود میں جمع ہونے کا حکم دیا۔ اور خود دوسرے کمرے میں بیٹھ کر ایک غلام کو حکم دیا، کہ وہ

ابو داؤد کو بلا لائے غلام ابو داؤد کو بلانے چلا گیا، تو ابو عبداللہ اٹھ کر کمرے میں ٹہلنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد غلام نے واپس آکر یہ اطلاع دی کہ ابو داؤد کہیں جا چکے ہیں۔

ابو عبداللہ نے پریشان ہو کر سوال کیا: کہاں؟"

غلام نے جواب دیا۔ اس بات کا صرف داروغہ کو علم ہے، اور وہ شرف باریابی کی اجازت چاہتا ہے۔"

ابو عبداللہ نے کہا "اسے جلدی بلاؤ۔"

تھوڑی دیر کے بعد الحمراء کا داروغہ کمرے میں داخل ہوا، اور ابو عبداللہ کے سامنے سر جھکا کر کھڑا ہو گیا۔

ابو عبداللہ نے سوال کیا: تمہیں معلوم ہے ابو داؤد کہاں گیا ہے؟"

داروغہ نے جواب دیا "اس نے صرف یہ بتایا تھا کہ وہ آپ کے حکم کی تعمیل میں کہیں جا رہا ہے۔"

"وہ غرناطہ سے کہیں باہر گیا ہے؟"

"وہ یہاں سے بگھی پر روانہ ہوا تھا۔ اپنا ضروری ساز و سامان بھی ساتھ لے گیا ہے۔"

جاؤ اس کے گھر سے پتہ کرو۔ نہیں میں خود جاتا ہوں۔" ابو عبداللہ دروازے کی طرف بڑھا۔ لیکن داروغہ نے کہا "اس کا مکان خالی ہے۔"

"کیا کہا؟"

وہ سب جا چکے ہیں۔"

ابو عبداللہ نے نہایت بدحواسی میں داروغہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "وہ کب گئے؟"

"آج دوپہر کے وقت۔"

"تم نے انہیں روکا کیوں نہیں؟"

"آپ کے حکم کے بغیر میں یہ جرأت کیسے کر سکتا تھا۔"

"ان کے پاس کوئی ایلچی آیا؟"

"نہیں! لیکن معلوم ہوتا تھا کہ وہ عیسائیوں کی شکست کی خبر سن کر بہت ہی پریشان تھے۔"

"کیا میرے لئے وہ کوئی پیغام چھوڑ گئے؟"

"نہیں وہ کہتے تھے کہ وہ آپ کے حکم کی تعمیل میں کہیں جا رہے ہیں۔ الحمراء کے دروازے پر چونکہ لوگوں کا ہجوم تھا۔ اس لئے انہیں عقبی دروازے سے باہر نکلنا پڑا۔ وہ یہ بھی نہیں چاہتے تھے کہ باہر کوئی انہیں دیکھ کر پہچان سکے۔ اسلئے انہوں نے ایک راکشی تاجر کا لباس پہن رکھا تھا۔

ابو عبداللہ نے داروغہ کو رخصت کیا۔ اور تھوڑی دیر تنہائی میں سوچنے کے بعد امراء کے کمرے میں داخل ہوا۔

(۵)

ابو عبداللہ کے ساتھی شکست خوردہ ذہنیت کے وہ لوگ تھے جنہوں نے آنیوالی جنگوں میں مسلمانوں کی شکست یقینی سمجھ کر اپنا مستقبل عیسائیوں کیساتھ وابستہ کر دیا تھا۔ ابوداؤد انہیں یقین دلا چکا تھا، کہ فرڈیننڈ وقت آنے پر انہیں غداری کا صلہ ضرور دیگا۔ لیکن فرڈیننڈ کی شکست اور ابوداؤد کے اچانک غائب ہو جانے سے ان کی پریشانی کی کوئی حد نہ رہی۔

جب ابو عبداللہ دارالاسود میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ وہاں بہت سی کرسیاں خالی ہیں۔ پوچھنے پر اسے پتہ چلا کہ بعض امراء عیسائیوں کی شکست کی خبر

سنتے ہی روپوش ہوگئے ہیں۔ ممکن ہے کہ الزغل کے ساتھ جا ملے ہوں، اور چند غرناطہ کے مظاہرین کے ساتھ مل گئے ہیں۔"

ابوعبداللہ نے حاضرین سے مخاطب ہو کر پوچھا" اب آپ کی کیا رائے ہے؟"

تمام سردار ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ بالآخر ایک سردار نے اٹھ کر کہا "وہ سلطان المعظم! الزغل کی افواج عنقریب غرناطہ کے دروازے پر کھڑی ہونگی۔ عوام کے جوش وخروش کی حالت یہ ہے کہ اگر الحمراء کی حفاظت کیلئے ناقابل تسخیر اور آہنی دروازے نہ ہوں۔ تو آج وہ ہم میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑیں گے۔ جن لوگوں پر ہمیں زیادہ بھروسہ تھا۔ وہ انکی رہنمائی کر رہے ہیں۔ ہماری فوج مالقہ کی شکست کے بعد الزغل سے جنگ کرنے کی ہمت نہیں رکھتی۔ اگر وہ غرناطہ پر قابض ہوگیا تو صرف سرکشی عقاب کے بدلے میں وہ سب کو پھانسی پر لٹکا دیگا۔ ہمارے لئے صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ کہ غرناطہ چھوڑ کر فرڈنینڈ کی پناہ میں چلے جائیں وہ اپنی شکست کا بدلہ ضرور لے گا۔ مجھے یقین ہے کہ فرڈنینڈ نے اس مہم پر بہت تھوڑی فوج بھیجی ہے۔ اور وہ اس شکست پر خاموش نہ بیٹھے گا بسردست غرناطہ ہمارے لئے محفوظ ہے۔ اگر یہ محفوظ ہوتا تو ابوداؤد اچانک اس طرح روپوش نہ ہوتا۔ اب ہمارے سامنے سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ ہم الزغل کے انتقام سے کس طرح محفوظ رہ سکتے ہیں۔"

دوسرے امراء نے یکے بعد دیگرے اس تجویز کی حمایت کی۔ ابوعبداللہ سر جھکا کر دیر تک سوچتا رہا۔ بالآخر اس نے کہا" اگر آپ کی یہی رائے ہے تو میں اس کی مخالفت نہیں کروں گا۔"

سردار نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا" تو بہتر یہ ہے کہ ہم بہت جلد یہاں سے نکل جائیں۔ میرے خیال میں رات کا وقت بہتر رہے گا لیکن آج مشتعل

ہجوم الحمراء کے گرد گھیرا ڈالے ہوئے ہے۔ اس لئے کل رات تک ہمیں تیار رہنا چاہیئے ۔"

ابو عبداللہ نے مجلس برخاست کی اور وزیر اعظم کو تھوڑی دیر کیلئے ٹھہرنے کا حکم دیا۔ کچھ دیر یہ دونوں اپنے مستقبل کے متعلق مختلف تجاویز پر غور و خوض کرتے رہے۔

ابو عبداللہ نے کہا، "کیا آپکو یقین ہے کہ فرڈ یننڈ اس قدر نقصان اٹھانے کے باوجود مجھے میرا کھویا ہوا تخت و تاج واپس دلانے کیلئے ایک اور جنگ کے لئے تیار ہو جائے گا۔ کیا وہ ایک شکست خوردہ اور کمزور دوست کیلئے جنگ کرنے کے بجائے میرے چچا کو ایک طاقتور دشمن سمجھ کر اس کی طرف مصالحت کی ہاتھ نہیں بڑھائیگا؟ فرض کرو۔ اگر میرے والد اور چچا کے ساتھ مصالحت کی خواہش میں اس نے مجھے اور میرے ساتھ آپکو ان کے حوالے کر دیا تو؟"

وزیر نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا، "اس بات کا فیصلہ مستقبل کے واقعات کرینگے۔ کہ ہمارا فیصلہ صحیح تھا یا غلط بہر حال ہم اپنا مستقبل فرڈ یننڈ کے ساتھ وابستہ کر چکے ہیں اب ہمارے لئے اس کے سوا کوئی راستہ نہیں کہ ہم اسکے پاس پہنچ جائیں ابو داؤد وہاں پہنچ چکا ہے۔ اور اس کی زندگی میں اگر فرڈ یننڈ الزغل یا آپکے والد کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھائے۔ تو یہ ایک معجزہ ہوگا۔ آپ پریشان نہ ہوں جبتک فرڈ یننڈ اپنی گزشتہ شکستوں کا انتقام نہیں لیتا اسے ہماری ضرورت رہے گی۔

الحمراء کا داروغہ کمرے میں داخل ہوا۔ اور اس نے آگے بڑھ کر ادب سے سلام کرنے کے بعد کہا، "شمالی مغربی سرحد کا ناظم اعلیٰ شرف باریابی کی اجازت چاہتا ہے۔

ابوعبداللہ نے داروغہ کی طرف دیکھا اور جھنجھلا کر بولا "تمہیں معلوم نہیں کہ ہم اس وقت وزیر اعظم سے باتیں کر رہے ہیں۔"

داروغہ نے کہا "سلطان معظم! میں نے اسے روکنے کی کوشش کی لیکن وہ ملاقات پر مصر ہے۔ وہ کوئی اہم خبر لے کر آیا ہے۔"

وزیر نے کہا "لیکن وہ اس وقت الحمراء میں کیونکر داخل ہوا؟"

داروغہ نے کہا "آج شام سلطان معظم کی آمد سے تھوڑی دیر قبل شہر کی ایک معزز خاتون جنہیں ملکۂ عالیہ نے ہر وقت الحمراء میں آنے جانے کی اجازت دے رکھی ہے۔ ملکۂ عالیہ کے پاس اس کا کوئی پیغام لیکر آئی تھیں اور ملکہ عالیہ نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں اسے محل میں بلاؤں۔"

ابوعبداللہ نے پوچھا "ملکہ اس سے مل چکی ہیں؟"

"ہاں اور انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کے لئے ملاقات کی اجازت حاصل کر لوں۔"

ابوعبداللہ نے پوچھا "وہ اس وقت کہاں ہے؟"

وہ باہر دروازے پر کھڑا ہے۔ وہ اس بات پر مصر تھا کہ میں اسے امراء کی مجلس میں ہی حضور کی خدمت میں پیش کر دوں لیکن میں نے اسے بڑی مشکل سے روک رکھا ہے۔ وہ سخت پریشان ہے۔"

ابوعبداللہ نے کہا "اگر وہ یہ خبر لیکر آیا ہے کہ فرڈیننڈ کی افواج کو شکست ہو چکی ہے تو اسے کہدو کہ ہم اس سے نہیں مل سکتے۔"

سلطان معظم! وہ زخمی ہے اور ملکۂ عالیہ کا یہ ارشاد ہے کہ اس کا آپ سے ملنا اشد ضروری ہے۔"

ابوعبداللہ نے کہا "اچھا بلاؤ اسے۔"

داروغہ سلام کرکے باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک قومی ہیکل نوجوان کمرے میں داخل ہوا۔ اس کی پیشانی پر سفید پٹی بندھی ہوئی تھی۔ اور گلے میں بندھے ہوئے رومال کے ساتھ وہ اپنے بائیں بازو کو سہارا دیئے ہوئے تھا۔

"سلطان معظم!" اس نے ادب سے سلام کرنے کے بعد کہا۔ "میں اس وقت آپ کے آرام میں دخل ہونے کی گستاخی پر معذرت چاہتا ہوں۔ لیکن میرے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہونا ضروری تھا۔"

ابوعبداللہ نے کہا۔ "تم زخمی ہو؟"

اس نے بےپروائی سے جواب دیا۔ "یہ زخم معمولی ہیں میں آپکی خدمت میں ایک افسوسناک خبر لے کر آیا ہوں۔"

ابوعبداللہ نے کہا۔ "اگر تم یہ خبر لیکر آئے ہو کہ میرا چچا غرناطہ پر حملہ کرنے والا ہے۔ یا فرڈیننڈ کی فوج میدان چھوڑ کر بھاگ گئی ہے تو تم ہماری معلومات میں اضافہ نہیں کر سکو گے۔

"سلطان معظم! میں صرف اپنے علاقے کے متعلق کچھ کہنے آیا ہوں۔"

"وہاں لوگوں نے ہمارے خلاف بغاوت کر دی ہوگی۔ ہمیں ایسی خبروں سے بھی اب کوئی دلچسپی نہیں۔ تمہارے علاقے کے باغی ہمارے خلاف غرناطہ کے باغیوں سے زیادہ پرجوش نعرے لگاتے ہونگے۔

"نہیں میں باغیوں کی نمائندگی کرنے کے لئے نہیں آیا۔ حضور کے کانوں تک مظلوموں کی آواز پہنچانے آیا ہوں۔ عیسائیوں کی شکست کھا کر بھاگنے والی فوج نے انتقامی جذبہ کے تحت سرحد پر تباہی مچا رہی ہے۔ انہوں نے ہماری پندرہ بستیاں جلا ڈالی ہیں۔ لوگوں کے مال و متاع کے علاوہ چالیس کے قریب نوجوان لڑکیاں چھین کر لے گئے ہیں۔ سرحد پار کی بہت سی چوکیوں کے عیسائی

سپاہی بھی ہمارے علاقے میں داخل ہوگئے ہیں۔ میرے پاس کل پانچ سو سپاہی تھے جن میں سے تین سو کے قریب مارے جا چکے ہیں۔ حملہ آوروں کی تعداد میں ہر گھڑی اضافہ ہو رہا ہے۔ وہ عورتوں اور بوڑھوں میں سے ہر ایک کو موت کے گھاٹ اتار رہے ہیں۔ انہوں نے اعلان کئے بغیر ہمارے خلاف جنگ شروع کر دی ہے۔ سرحد کا علاقہ خالی ہو رہا ہے۔ اگر ہم نے اس وحشت اور بربریت کے طوفان کو فوراً نہ روکا تو دو تین دن میں کئی ہزار پناہ گزیں اپنے گھر بار چھوڑ کر غرناطہ پہونچ جائیں گے۔"

ابو عبداللہ نے کہا "ان حالات میں تم مجھ سے کیا توقع رکھ سکتے ہو؟"

نوجوان نے قدرے جوش کے ساتھ کہا "میں اپنی طرف سے کچھ نہ کہوں گا میں سلطان معظم کے کانوں تک اپنی قوم کی بیٹیوں کی آواز پہونچا چکا ہوں جن کی عصمت لٹ رہی ہے۔ جن کے کمسن بچے ان کے سامنے قتل کئے جا رہے ہیں اگر سلطان معظم مجھ سے یہ پوچھتے ہیں کہ وہ کیا چاہتی ہیں تو میں یہ جواب دونگا کہ ہمیں ان ڈاکوؤں اور لٹیروں کے خلاف فوراً اعلان جنگ کر دینا چاہیئے۔"

ابو عبداللہ نے کہا "ہمارے لئے اس وقت سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ مشتعل لوگوں کو الحمراء سے کس طرح دور رکھا جائے۔ اگر تمہیں ہماری مشکلات کا اندازہ نہیں تو خود جا کر دروازے کے سامنے جمع ہونے والے لوگوں کو دیکھ آؤ۔"

"میں انہیں دیکھ چکا ہوں اور یہاں بھی ان کی آواز میرے کانوں تک پہونچ رہی ہے۔ وہ سب یہ کہہ رہے ہیں کہ نصرانی ہمارے دشمن ہیں۔ انہوں نے ہسپانیہ میں اپنی مسلم رعایا پر عرصہ حیات تنگ کر رکھا ہے، اور اب وہ مملکت غرناطہ میں بھی یہ کھیل کھیلنا چاہتے ہیں۔"

ابو عبداللہ نے کہا "تمہارے کان کس قدر تیز ہیں۔ لیکن تم یہ نہیں سن سکتے

کہ ابو عبداللہ تمہارا غدار ہے۔ الحمراء کی اینٹ سے اینٹ بجا دو۔،،

ناظم نے کہا: میں سب کچھ سن چکا ہوں۔ لیکن میں صرف یہ جانتا ہوں کہ وہ ہمارے ہیں۔ وہ آپکو اپنا محافظ اور نگہبان سمجھتے ہیں۔ وہ یہ چاہتے ہیں، کہ انکا سلطان ان کا محافظ اور نگراں آنے والے خطرات کے مقابلہ کے لئے ان کی راہنمائی کرے اگر وہ آپ کو غیر سمجھتے تو الحمراء کے دروازے پر اس طرح جمع نہ ہوتے وہ مشتعل ہیں لیکن آپ کے چند الفاظ ان کا جوش و خروش ٹھنڈا کر سکتے ہیں۔ نہیں بلکہ ان کے جوش کا رخ دوسری طرف پھیر سکتے ہیں مجھے یقین ہے کہ اگر انہیں سرحدی بھائیوں کی مصیبت کا علم ہو جائے اور آپ انکے سامنے یہ اعلان کردیں کہ نصرانیوں کو اس ظلم کی سزا دی جائے گی تو ان میں سے ہر شخص آپ کے جھنڈے تلے لڑنا اپنے لئے باعث فخر سمجھے گا۔ ورنہ ....،،

ابو عبداللہ نے ناظم کو تذبذب میں دیکھ کر سوال کیا: ورنہ کیا؟،،

ناظم نے جواب دیا: ورنہ آپ جانتے ہیں کہ وہ اپنی تمام توقعات الزغل سے وابستہ کرنے میں حق بجانب ہوں گے۔،،

ابو عبداللہ نے کہا: وہ اپنی توقعات الزغل سے وابستہ کر چکے ہیں۔،،

،، لیکن سرحدی نصرانیوں کے طرز عمل نے یہ واضح کر دیا ہے کہ مسلمانوں کے متعلق ان کے کیا ارادے ہیں۔ اس کے بعد یہ ضروری ہے کہ ہم ایک ہو جائیں اگر اسی وقت آپ فوج کو سرحد کے حملہ آوروں کی سرکوبی کا حکم دیں تو آپ دیکھیں گے کہ ہر سپاہی کے بدلے ہمیں غرناطہ کے عوام سے دس رضاکار مل جائیں گے یہ ہماری تمام گزشتہ غلطیوں کا کفارہ ہو گا، اور مجھے یقین ہے کہ آپ کے چچا اپنی تمام رنجشوں کو بھول جائیں گے۔،،

وزیر نے ابو عبداللہ کو متاثر ہوتا دیکھ کر کہا: سلطان معظم کے کسی فعل کو

غلطی کہنا جرم ہے، اور تم فوج کے ایک ذمہ دار افسر ہو۔
" اگر مجھے اپنی ذمہ داری کا احساس نہ ہوتا تو شاید یہ باتیں میرے منہ سے نہ نکلتیں۔"
ابو عبداللہ نے کہا۔ اس وقت ہم کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے۔ تم جا کر آرام کرو۔ ہم کل سوچیں گے۔
ناظم نے کہا: سلطان معظم میں فوراً سرحد پر پہنچنا چاہتا ہوں۔ اس وقت تک ہماری کئی بستیاں تباہ ہو چکی ہوں گی۔ اگر آپ صبح تک کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے تو مجھے کم از کم فوج کے پانچ سو سوار دے دیجئے۔ مجھے یقین ہے کہ میں طلوع آفتاب سے پہلے کم از کم دو ہزار رضاکار تیار کر لوں گا۔ لوگوں کو صرف یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ آپ عیسائیوں کے مظالم برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں۔"
وزیر نے کہا: ہم فرڈیننڈ کے ساتھ دوستی کا معاہدہ کر چکے ہیں۔"
" اگر مجھے یہ معلوم نہ ہوتا تو میں سلطان معظم سے پوچھے بغیر رضاکاروں کی ایک فوج لے کر چلا جاتا۔"
وزیر نے کہا: ہم علی الصباح فرڈیننڈ کے پاس اپنا ایلچی بھیج کر احتجاج کریں گے مجھے یقین ہے کہ ہماری سرحد پر عیسائیوں کا یہ حملہ اسکی مرضی اور علم کے بغیر ہے۔"
ناظم نے جواب دیا: بکری کا احتجاج بھیڑیئے کی خصلت نہیں بدل سکتا۔"
ابو عبداللہ نے بگڑ کر کہا۔ تم جا سکتے ہو اگر ہمیں کسی وقت تمہارے مشوروں کی ضرورت ہوئی تو ہم تمہیں بلائیں گے۔ اس وقت ہمیں آرام کی ضرورت ہے۔"
" تو کیا سلطان معظم کا یہ حکم ہے کہ ہم ان بیکس لوگوں کو انکے حال پر چھوڑ دیں؟"
ابو عبداللہ نے تلخ ہو کر کہا: ہم نے ابھی تک تمہیں کوئی حکم نہیں دیا۔ تم صبح تک انتظار کرو۔ کل تک تم ہمارے مہمان ہو۔" ابو عبداللہ نے تالی بجائی الحمراء کا داروغہ

کمرے میں داخل ہوا۔ ابو عبداللہ نے کہا "انہیں مہمان خانے میں لے جاؤ۔"

ناظم سرحد نے پریشانی اور اضطراب کی حالت میں وزیر اور سلطان کی طرف دیکھا، اور کچھ کہے بغیر باہر نکل گیا۔

ایک کروٹ

(۱)

وزیر اعظم کو رخصت کرنے کے بعد ابو عبداللہ انتہائی پریشانی کی حالت میں حرم سرا میں داخل ہوا۔ جب اپنی بیگم کے کمرے کی طرف بڑھا تو ایک کنیز نے ادب سے سلام کرنے کے بعد کہا "ملکۂ عالیہ اور حضور کی والدہ الحمرا کے بڑے دروازے کے برج پر تشریف فرما ہیں۔ انہیں اطلاع ملی تھی کہ حضور دیر تک مصروف رہیں گے وہ ابھی وہاں گئی ہیں۔"

ابو عبداللہ تھوڑی دیر تذبذب کی حالت میں کھڑا رہا۔ اور پھر بولا "وہ مظاہرین کی آوازیں یہاں بیٹھ کر بھی سن سکتی تھیں۔" ابو عبداللہ کے الفاظ میں تلخی سے زیادہ بے بسی تھی۔

کنیز نے کہا "اگر حضور کا حکم ہو تو انہیں حضور کی آمد کی اطلاع دی جائے۔"

ابو عبداللہ نے جواب دیا "نہیں ہم خود وہاں جاتے ہیں۔"

ابو عبداللہ گہری سوچ میں سر جھکائے حرم سرا سے باہر نکلا۔ دروازے کے پہریدار حسب معمول اس کے پیچھے پیچھے چل دیئے۔ لیکن اس نے مڑ کر ان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "ہم تخلیہ چاہتے ہیں۔"

پہریدار لوٹ گئے۔ ابو عبداللہ سنگ مرمر کی روش پر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا بڑے دروازے کی طرف بڑھا۔

باہر مظاہرین کے نعرے اسے زیادہ صاف طور پر سنائی دینے لگے۔ برج کی سیڑھیوں کے قریب پہونچکر وہ رُکا۔ اور تذبذب کی حالت میں دیر تک وہاں کھڑا رہا۔ وہ اپنی بیوی کو اپنی زندگی کے ایک تلخ اور اہم فیصلے سے آگاہ کرنے جارہا تھا اور ابھی تک اسے خود بھی یقین نہیں تھا کہ وہ اپنے فیصلے پر کہاں تک چل سکے گا۔ اس کی زندگی کے بہت تھوڑے لمحات ایسے تھے جو اس نے الحمراء کی چاردیواری سے باہر گزارے تھے۔ یہی اس کی دنیا اور یہی اس کے لئے جنت تھی۔ اور اب حالات اسے اس جنت کو خیرباد کہنے پر مجبور کر رہے تھے۔ اس نے اپنے دل میں کہا "کیا یہ ممکن ہے کہ میں جیتے جی الحمراء کو چھوڑ دوں ۔ کیا یہ ممکن ہے کہ میرے لئے الحمراء کے دروازے ایک بادشاہ ہونے کے بعد ہمیشہ کیلئے بند ہو جائیں۔ مجھے اس مقصد کیلئے فرڈیننڈ سے مدد لینا پڑے گی۔ اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ اور وہ خوشی سے میری مدد کرے گا۔ لیکن اب مجھے صرف اپنے چچا اور باپ کے خلاف ہی نہیں۔ بلکہ اپنی باغی رعایا کے خلاف بھی فرڈیننڈ کی تلوار کا سہارا لینا پڑے گا۔ لیکن ان شکستوں کے بعد فرڈیننڈ صرف میرے لئے ایک ایسی جنگ کے لئے تیار ہو جائے گا۔ جس کے نتائج اس کے لئے بھی خطرناک ہو سکتے ہیں۔ کیا اس کی آخری شکست میری اور میرے ساتھیوں کی عبرتناک تباہی کا باعث نہ ہوگی؟ اور اگر اسے فتح بھی حاصل ہوئی تو کیا وہ مجھے اپنے فتح کے انعامات کا حقدار تسلیم کرے گا؟"

وہ خود ہی ان سوالات کا جواب دے رہا تھا۔ "ابو عبداللہ اگر غرناطہ کے آسمان پر ایک منحوس ستارہ ہو۔ فرڈیننڈ کے ہاتھوں سے اپنے لئے غرناطہ کے بند دروازے کھلوانے کا یہ مطلب ہوگا کہ غرناطہ کے مسلمانوں کی تمام قوت درحقیقت کچل دی جائے۔ الحمراء کے دروازے پر مسلمانوں کی لاشوں کے انبار لگا دیئے جائیں۔ یہ لوگ جو اس وقت نعرے لگا رہے ہیں تمہارے اس تخت کا احترام نہیں کریں گے۔ جو تمہیں فرڈیننڈ

کی مدد سے حاصل ہو گا۔ وہ تخت جس کے نیچے مسلمانوں کی لاشیں تڑپ رہی ہوں گی۔ وہ تمہیں ہمیشہ غدار کہیں گے۔ لیکن اب میرے سامنے صرف اپنی جان بچانے کا مسئلہ ہے۔ میں یہاں ایک یا دو دن سے زیادہ نہیں رہ سکتا۔ میرا چچا غرناطہ پر حملہ کرے گا۔ یہ مشتعل لوگ اس کا ساتھ دیں گے۔ اور پھر وہ میرے مفلوج باپ کو کٹھ پتلی بنا کر غرناطہ پر حکومت کریگا۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ اس مقصد کے حصول کے بعد وہ فرڈیننڈ سے صلح کر لے۔ کیا فرڈیننڈ صرف میرے لئے اس کی دوستی کا ہاتھ ٹھکرا دے گا۔ کیا وہ اپنے مفاد کی خاطر مجھے الزغل کے سپرد نہیں کر دے گا۔ کیا میں نے اپنی خواہشات پر اپنے باپ تک کو قربان نہیں کیا؟ کیا مالقہ کی معمولی فوج سے شکست کھانے کے بعد فرڈیننڈ کے دل میں کیا وقعت ہو گی؟"

اس قسم کے پریشان کن خیالات کا رخ بدلنے کے لئے وہ ابوداؤد کی جادو بیانی کا سہارا لیا کرتا ہے۔ ابوداؤد کی موجودگی میں اس نے کبھی زیادہ سوچنے کی ضرورت محسوس نہ کی تھی۔ اب تک اس نے جو غلطیاں کی تھیں، وہ زیادہ تر اس لئے تھیں کہ ابوداؤد نے اسے ان غلطیوں کے بھیانک پہلوؤں پر غور کرنے کا موقع نہیں دیا تھا۔ اسے ذرا سنجیدہ دیکھا تو فوراً کہہ دیتا۔ "تاجدار اندلس کو اپنے دماغ ایسے خیالات کو جگہ نہیں دینی چاہئے۔ بادشاہوں کو ایسے مراحل سے گزرنا ہی پڑتا ہے۔ ایک حکمران کا دل بہت مضبوط ہونا چاہئے۔" وہ ابوداؤد ہی تھا جس نے اس کی زندگی کی پرسکون کشتی کے ساتھ بادبان باندھ کر اسے حوادث کے سمندر کی طرف دھکیلا تھا۔ اور وہ ابوداؤد ہی تھا جو ہر نئے بھنور پر اسے تسلی دیا کرتا تھا۔ اور اب یہ کشتی اس خطرناک چٹان کے قریب پہنچ چکی تھی، جسے ابوداؤد نے آج تک اپنے شاگرد کی نگاہوں سے اوجھل رکھا تھا۔

ابو عبداللہ آہستہ آہستہ پیچ دار سیڑھیوں میں سے گزرتا ہوا اوپر پہونچا۔

برج کی گیلری میں اس کی والدہ اور بیوی کے علاوہ چند اور خواتین کھڑی نیچے جھانک رہی تھیں۔ مظاہرین کی چیخ و پکار کے باعث کسی کو عبداللہ کے پاؤں کی آہٹ سنائی نہ دی۔ وہ کچھ دیر گنبد کے نیچے خاموش کھڑا رہا۔ نیچے دروازے کے سامنے وسیع دالان میں عوام کا بے پناہ ہجوم یہ نعرے لگا رہا تھا: "ابوعبداللہ غدار ہے۔" "ابوعبداللہ قوم فروش ہے۔" "ابوعبداللہ کو پھانسی پر لٹکا دو۔" "الحمراء جلا دو۔"

بعض لوگوں کے ہاتھوں میں مشعلیں تھیں اور بعض اپنے نیزے اور تلواریں بلند کر رہے تھے۔ ابوعبداللہ نے اپنے دل سے سوال کیا۔ "کیا فرڈیننڈ کی مدد سے میں ان لوگوں پر حکومت کر سکوں گا؟" "ہرگز نہیں۔" اس نے خود ہی جواب دیا۔ "یہ لیکن ممکن ہے کہ فرڈیننڈ میرے لئے غرناطہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دے اور غرناطہ کے ہر چوراہے پر ان لوگوں کی لاشوں کا انبار لگا دے، لیکن یہ ممکن نہیں کہ وہ انہیں میری اطاعت پر مجبور کر دے۔ کیا میرے ہاتھوں غرناطہ کی تباہی مقدر ہو چکی ہے؟" وہ اس خیال سے کپکپا اٹھا۔ وہ اپنے آپ سے کہہ رہا تھا: "ابوعبداللہ! تمہارے لئے اب ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ کہ تم اس تخت و تاج سے ہمیشہ کے لئے دست بردار ہو جاؤ۔ تم اندلس کی سرزمین سے روپوش ہو جاؤ۔ لیکن تم کہاں جاؤ گے؟ فرڈیننڈ کے پاس نہیں، وہاں جانے کا یہ مطلب ہوگا کہ تم اس کے ہاتھوں غرناطہ کو تباہ کر دینے کا عزم رکھتے ہو۔ وہ تمہیں ہمیشہ اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرتا رہے گا۔ تم اس کی خواہشات کی تکمیل سے انکار نہیں کر سکو گے۔ اور اس کی سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ اندلس کو مسلمانوں کے وجود سے پاک کیا جائے۔ تم بھیڑوں کی گلہ بانی کے لئے ایک بھیڑیے کی مدد چاہتے ہو۔ تم فرڈیننڈ کے پاس نہیں جاؤ گے۔ آج تک تم اس کے آلۂ کار تھے، اور وہ ابوداؤد بھی شاید اسی کا آلۂ کار تھا۔ اور تم نے شاید اس شخص کے اشاروں پر ناچنے کی حماقت کی، جو فرڈیننڈ کا معمولی نوکر تھا: اور تمہیں اس پر بھروسہ تھا۔ لیکن جب

قت آیا تو وہ تمہارا ساتھ چھوڑ کر بھاگ گیا۔ تم اس کے ہاتھ میں ایک کھلونا تھے اس
نے تمہیں تمہارے باپ کے خلاف اکسایا۔ اور تم نے اپنے بہترین دوست کو قید میں ڈال دیا۔ اس
نے تمہارا سر حد کا عتاب کے قتل کا مشورہ دیا۔ اور تم نے اندلس کے مسلمانوں
ان کے بہترین دوستوں کو مجرم کر کے پھر آمادہ ہو گئے۔ اس نے تمہارے ہاتھ میں مشعل دی
اور تم اپنے گھروں میں آگ لگانے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس نے تم سے وہ جرم
سرزد کروائے جو تمہارے دشمنوں کے گمان میں بھی نہ تھے۔ اور جب سزا کا وقت آیا تو
وہ تمہیں غرناطہ کی عوام کی عدالت کے سامنے چھوڑ کر بھاگ گیا۔"

ابو عبداللہ کی ماں نے جواب دیا۔ غرناطہ کے غدار کی ماں صرف یہ سوچ رہی تھی،
کہ اس نے اپنے بیٹے کو ہمیشہ اپنے سینہ سے دودھ پلایا تھا۔ اور وہ یہ بھی سوچ رہی
تھی کہ کاش وہ عوام کے ہجوم کے سامنے جا کر انہیں بتا سکتی کہ وہ ایک ایسی ماں کا بیٹا
ہے جس کے بھائی اور جس کا شوہر اس کی عصمت کی قسم کھا سکتے ہیں۔"

اگر برج کا گنبد ٹوٹ کر اس کے سر پر آ گرتا تو بھی شاید عبداللہ اس قدر بوجھ
محسوس نہ کرتا۔ اس نے انتہائی بے حسی کی حالت میں اپنی ماں کی طرف دیکھا اور کہا۔ امی!!
آج میرا اپنا مقدمہ آپ کی عدالت میں پیش کرتا ہوں۔ میرے لئے سزا تجویز کیجئے۔ مجھے
کہیے کہ میں ابھی برج سے چھلانگ لگا دوں۔ مجھے کہیے کہ میں اپنے ہاتھوں سے اپنا گلا
گھونٹ ڈالوں۔"

اولوالعزم ماں کو بیٹے کے یہ الفاظ متاثر نہ کر سکے۔ اس نے کہا۔ "تم صرف اس لئے
پریشان ہو رہے ہو کہ مائیں صرف رحم کی التجائیں سن سکتی ہیں۔ انصاف کے تقاضے پورے نہیں کر
سکتیں۔ ابو عبداللہ تم نے جس درخت کی آبیاری کی تھی وہ خاردار تھا۔ کاش! تمہاری
آنکھیں کانٹوں سے تمہارا دامن چھلنی ہو سکتی، تم اپنی غلطیوں سے نادم نہیں۔ ان کے
نتیجے سے بدحواس ہو۔ تم چاہتے ہو کہ میں تسلی دیدوں۔ لیکن آج تمہاری ماں کو تسلی دینے

کے لئے الفاظ نہیں ملتے۔" یہاں تک کہہ کر ابو عبداللہ کی ماں کی آواز بیٹھ گئی۔
اور اس کی آنکھوں میں آنسو جمع ہونے لگے۔"

ابو عبداللہ نے آبدیدہ ہو کر کہا! امی اب میرے لئے نجات کا کوئی راستہ نہیں میں کل تک یہاں سے چلا جاؤں گا۔ اور پھر کوئی میری صورت نہ دیکھے گا۔ اب میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں۔ عائشہ! بتاؤ کیا تم میرا ساتھ دینا چاہتی ہو۔"

عائشہ ایک لمحہ کے لئے خاموش رہی۔ اور پھر ایک قدم آگے بڑھ کر بولی۔ "آپ ہماری قوم کے دشمن کے پاس پناہ لینا چاہتے ہو لیکن میں فرڈیننڈ کے محل میں رہنے کے بجائے غرناطہ کے قبرستان میں دفن ہونے کو ترجیح دوں گی۔"

ابو عبداللہ کے ہونٹوں پر ایک دردناک مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ اور اس نے اپنے آنسو چھپانے کے لئے منہ پھیر لیا۔ پیچھے سے اب نعروں کے بجائے کسی کی تقریر سنائی دے رہی تھی۔ ابو عبداللہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا گیلری کی طرف بڑھا اور جھک کر نیچے دیکھنے لگا۔ چند مشعل برداروں کے درمیان ایک تنو مند نوجوان کھڑا تقریر کر رہا تھا۔ اور لوگ اس کے ہاتھ کے اشاروں پر اپنی اپنی جگہ بیٹھ رہے تھے۔ اس کی آواز میں رعب اور کشش تھی۔ اور عبداللہ نے غور سے دیکھنے پر اسے پہچان لیا۔ یہ وہی ناظم سرحد تھا جو تھوڑی دیر قبل اس کے دربار سے مایوس ہو کر نکلا تھا۔

(۲)

سرحد کا ناظم بلند آواز میں تقریر کر رہا تھا۔

"تم جس ابو عبداللہ کے خلاف نعرے لگا رہے ہو۔ وہ مر چکا، وہ اس دن مر چکا تھا۔ جب اس نے اپنے باپ سے غداری کر کے غرناطہ کے تخت و تاج پر قبضہ کیا تھا۔ الحمرا میں اس کی لاش دیکھ آیا ہوں۔ تمہارے نعرے اس میں زندگی کی حرارت پیدا

نہیں کر سکتے۔ ایک مردہ لاش کو جابک رسید کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ کاش تم اس وقت آنکھیں کھولتے جب تمہارے بعض سرداروں نے اس لاش کو غرناطہ کے تخت پر بٹھا دیا تھا آج وہ نصرانی جنہیں خوش کرنے کے لئے ابو عبداللہ نے مالقہ پر حملہ کیا تھا ہماری سرحدی بستیوں کو تباہ و برباد کر رہے ہیں۔ اور تم یہ محسوس کر رہے ہو کہ ابو عبداللہ بے حس ہے۔ لیکن تمہیں اس وقت اس کی بے حسی کا احساس نہ ہوا۔ جب اس نے اپنے باپ کے خلاف بغاوت کی تھی تم نے نااہل کو غرناطہ کے تخت پر قابض ہوتے دیکھا اور خاموش رہے۔ ابو عبداللہ نے اپنا مستقبل ہماری قوم کے دشمنوں کے ساتھ وابستہ کر دیا تھا۔ لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ اس قومی گناہ میں تم بھی اس کے ساتھ شریک ہو۔ تمہاری بے حسی اور تمہاری مجرمانہ غفلت کے باعث غرناطہ کی حکومت ایسے شخص کے ہاتھ میں آ گئی جو فرڈ ننینڈ کے ہاتھوں میں ایک کھلونا ہے اگر تم ابو عبداللہ کو یہ احساس دلا سکتے کہ تم زندہ ہو اور تم اپنے مستقبل کے متعلق آنکھیں بند نہیں کر و گے۔ مجھے افسوس ہے کہ تم اس جگہ جمع ہو کر ابو عبداللہ کی بے حسی کا ماتم کر رہے ہو۔ اور تمہاری اپنی بے حسی کا یہ عالم ہے کہ اس وقت سرحد پر عیسائی حملہ آور ہماری بستیاں تباہ کر رہے ہیں۔ وہاں عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کا قتل عام جاری ہے۔ ہزاروں گھر جلائے گئے اور سینکڑوں عورتوں کی عصمت لوٹی گئی ہے میں تمہارے پاس ان کی فریاد لے کر آیا ہوں۔ اور تم سے پوچھتا ہوں کہ میں تمہاری بیکس بہنوں کو تمہاری طرف سے یہ جواب دوں کہ تمہاری عصمت کے رکھوالے اس وقت الحمراء کے دروازے پر کھڑے ابو عبداللہ کو گالیاں دینے کا مقدس فریضہ ادا کر رہے ہیں۔ میں تمہیں ابو عبداللہ کو برا بھلا کہنے سے منع نہیں کرتا۔ شاید فرصت کے وقت میں اس کے خلاف تم سے زیادہ بلند آواز میں نعرے لگاؤں۔ لیکن اب نعرے لگانے کا وقت نہیں عمل کا وقت ہے۔

میرے دوستو! قوم کا راہنما قوم کے کردار کا آئینہ ہوا کرتا ہے۔ اگر تم یہ کہتے ہو کہ ابوعبداللہ بے حس ہے تو تم اس قوم کے متعلق کیا کہو گے۔ جس نے اسے حکمراں تسلیم کیا ہے۔ ابوعبداللہ بزدل ہے اور اس پر نصرانیوں کے خوف کا بھوت سوار ہے۔ لیکن کیا درست نہیں کہ جب تک سرحد کے جانبازوں اور الزغل کے مجاہدین نے تم پر یہ بات ثابت نہیں کیا کہ "مسلمان کا لوہا آج بھی ہر لوہے کو کاٹتا ہے۔ تم بھی ابوعبداللہ کی طرح نصرانیوں سے خائف تھے اور اس سے قبل جب تک ابوالحسن نے زبردستی تمہیں میدان جنگ کی طرف گھسیٹا تھا تم نصرانیوں کے باج گزار رہ کر ذلت کی زندگی گذارنے پر قانع تھے۔؟

یاد رکھو! جب مستقبل کا مورخ یہ لکھے گا کہ ابوعبداللہ ایک غلط اندیش اور پست ہمت انسان تھا۔ تو اسے یہ بھی لکھنا پڑے گا کہ ابوعبداللہ کی قوم میں ذلیل انسانوں کا ایک بہت بڑا گروہ ایسا بھی تھا جس نے اپنے مخلص بہادر اور دانشمند حکمراں سے غداری کرکے اس کے نالائق اور بزدل بیٹے کو اپنا امیر، راہنما تسلیم کر لیا۔ میرے دوستو! ابوعبداللہ سزا ہے، تمہاری بداعمالیوں کی۔ ابوعبداللہ تمہارے ان اکابر کے ہاتھ میں ایک کھلونا ہے۔ جو فرڈیننڈ کی غلامی کے طوقِ لعنت کو اپنا زیور سمجھتے ہیں۔

ابوعبداللہ تمہارے جسم پر ایک ناسور ہے، اور ناسور ہمیشہ اس جسم میں پیدا ہوتا ہے جس میں خون گندہ ہو چکا ہو۔ جس درخت میں قوت نہ ہو اس پر جنگل کی بیکار بیلیں قبضہ جما لیتی ہیں۔ جب تک تم اپنے جسم میں صالح خون پیدا نہیں کرتے تمہارے جسم میں اپنے ناسور ظاہر ہوتے رہیں گے۔

یاد رکھو! اگر تمہارے دلوں میں زندہ رہنے کی خواہش ہے اور تم اپنی عزت اور آزادی کی قیمت ادا کرنا چاہتے ہو تو ابو عبداللہ کی زندگی کی سرگزشت ایک انفرادی حادثہ بن جائے گی۔ مورخ یہ لکھیں گے کہ آزاد مزاج اور بدنیت شہزادے نے ایک قوم کو اس کے دشمن کے پاس فروخت کرنے کی کوشش کی۔ لیکن اسے ذلت کے سوا کچھ نصیب نہ ہوا لیکن اگر تم اپنی آزادی کی قیمت ادا کرنا نہیں چاہتے تو مستقبل کے مورخ لکھیں گے کہ وہ قوم ذلیل تھی۔ اور اس کا انجام وہی ہوا جو ہونا چاہیے تھا۔ مٹنے والی قوموں کی سب سے زیادہ افسوسناک خصوصیت یہ ہوا کرتی ہے کہ وہ حقائق کی تلخیوں کو نعروں میں چھپایا کرتی ہیں۔ اپنی اجتماعی ذمہ داریوں کا سارا بوجھ کسی نااہل فرد پر ڈال دیتی ہیں۔ ذرا غور کرو تم یہ سمجھتے ہو کہ دشمن کے سامنے سینہ سپر ہونے کے بجائے ابو عبداللہ کو برا بھلا کہنا تو آسان ہے۔ تم یہ سمجھتے ہو کہ دشمن کے قلعوں کے دروازے توڑنے کے بجائے الحمراء کا دروازہ توڑنا آسان ہے۔ تم یہاں اس لئے جمع نہیں ہوئے کہ تمہارا اس اس جگہ جمع ہونا ضروری تھا۔ نہیں۔ بلکہ تم یہاں اس لئے جمع ہو کر دشمن کے مقابلے میں جنگ کی کلغیاں اٹھانے کی بجائے یہاں کھڑے ہو کر شور مچانا آسان ہے اور یہ بات ابو عبداللہ کو بھی معلوم ہے کہ چند نعرے لگانے کے بعد تمہارا جوش و خروش ٹھنڈا ہو جائے گا۔ اور تم اپنے گھروں کو واپس چلے جاؤ گے۔ وہ جانتا ہے کہ تم وہ سیلاب نہیں جو اپنے سامنے آنے والی رکاوٹوں کو خس و خاشاک کی طرح بہالے جاتا ہے۔ وہ یہ سمجھتا ہے کہ تمہاری مثال جوہڑ کے پانی کی سی ہے جس میں پتھر پھینکنے سے ایک ہلکا سا تموج پیدا ہوتا ہے اور تھوڑی دیر کے بعد وہی موت کا سا سکوت

طاری ہو جاتا ہے۔

میں یہ نہیں کہتا کہ ابو عبداللہ کے خلاف نعرے نہ لگاؤ لیکن میں یہ کہتا ہوں، اس وقت تمہارے گھر جل رہے ہیں۔ تمہاری بہنوں اور بیٹیوں کی عصمت لٹ رہی ہے۔ اور وہ یہ پوچھ رہی ہیں کہ تم اس قوم کے بیٹے ہو جو انسانیت کے محافظ بن کر اٹھی تھی۔ کیا تم ہی وہ غیرت مند ہو جن کی تلواریں ظلم کے ہاتھ کاٹنے کے لئے بلند ہوتی تھیں۔؟ تمہاری مائیں یہ سوال کرتی ہیں کہ ہمارے جواں مرد بیٹے کہاں ہیں؟ تمہاری بہنیں یہ سوال کرتی ہیں کہ اس وقت جب ظلم کے ہاتھ ہماری عصمت کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ ہمارے غیور بھائی کہاں ہیں؟ اور تمہارے بوڑھے یہ پوچھتے ہیں کہ ہماری سفید داڑھیوں کی لاج رکھنے والوں کو کیا ہو گیا۔

کیا میں ان کے پاس تمہاری طرف سے یہ جواب لے جاؤں کہ تمہاری عزت آزادی اور عصمت کے نگہبان اس وقت تمہارے نالائق حکمران کے خلاف نعرے لگانے میں مصروف ہیں۔ اور انہیں تمہاری طرف توجہ دینے کی فرصت نہیں؟ ـــــ خاموش کیوں ہو گئے ـــ؟"

" بولو ـــ!"

ایک نوجوان جذبات سے مغلوب ہو کر آگے بڑھا اور اس نے مقرر کے قریب پہنچ کر بلند آواز میں کہا، " آپ میدان کی طرف ہماری رہنمائی کریں۔ ہم میں سے کوئی ایسا بے غیرت نہیں ہے جو آپ کا ساتھ دے گا۔ دوسروں نے اس کی تقلید کی۔ تھوڑی دیر میں چاروں طرف سے یہ آوازیں آنے لگیں، " ہم تیار ہیں۔"، "ہم تیار ہیں؟ ہم دشمن سے انتقام لیں گے!"

سرحد کے ناظم کا نام ابو قاسم تھا۔ اس سے قبل اسے کبھی اس بات کا احساس

نہ ہوا تھا کہ اس کی زبان میں اس قدر تاثیر ہے لوگوں کا جوش و خروش دیکھ کر اس نے ہاتھ اٹھائے اور آسمان کی طرف دیکھنے لگا۔ چند لمحات قبل لوگوں کو اپنے الفاظ سے مسحور کر دینے والا مقرر خاموش کھڑا رہا۔ اس کی آنکھوں میں تشکر کے آنسو جمع ہو رہے تھے۔ اس کے ہونٹ کانپ رہے تھے۔ وہ انتہائی کوشش کے بعد یہ فقرہ کہہ سکا۔ "میرے اللہ میری قوم کو فتح دے۔" لوگوں نے بلند آواز میں "آمین" کہا۔

تھوڑی دیر کے بعد ابوالحسن پھر سنبھل چکا تھا۔ اس نے عوام سے مخاطب ہو کر کہا "تم میں سے جو مسلح ہیں وہ قطاریں باندھ کر کھڑے ہو جائیں۔ جو مسلح نہیں وہ فوراً اپنے ہتھیار لے کر پہنچ جائیں میں ہر دستے میں حرف نوجوان کو ترجیح دوں گا۔ جو بڑی عمر کے ہیں۔ انہیں ضرورت کے وقت بلا لیا جائے گا۔ آپ وقت ضائع نہ کریں۔ ہمیں بہت جلد کوچ کرنا ہے۔

(۳)

تیسرے پہر الحمرا کے دروازے کے سامنے پانچ ہزار مسلح رضا کار قطار باندھے کھڑے تھے۔ اور ابوالحسن گھوڑے پر سوار ان کی صفوں کا معائنہ کر رہا تھا۔ دروازے کے اوپر عبداللہ، اس کی بیوی اور والدہ برج میں کھڑے یہ تمام واقعات دیکھ رہے تھے۔ ابو عبداللہ کی نگاہیں ایک تکلیف دہ احساس کی ترجمانی کر رہی تھیں۔

جب ابوالحسن کی تقریر کے اختتام پر اس کی ماں نے یہ کہا کہ بیٹا! تم تھکے ہوئے ہو جاؤ آرام کرو۔" تو ابو عبداللہ ضبط نہ کر سکا۔ اس نے سراپا التجا بن کر کہا امی مجھے معاف کر دو۔ اور اب بتاؤ مجھے کیا کرنا چاہئے۔"

بہادر ماں نے اپنے بیٹے کی طرف متوجہ ہونے کی بجائے اپنی بہو کی طرف دیکھا اور کہا عائشہ اپنے کنگن اتار کر اپنے شوہر کو پیش کردو۔ تم غرناطہ کی ملکہ ہو، جب سلطان غیر حاضر ہو تو ملکہ سلطنت کا بوجھ اٹھایا کرتی ہے الحمرا کا دروازہ کھول دو۔ اور اپنی رعایا سے کہو کہ میرے شوہر کی ماں نے اسے دودھ پلانے میں بخل سے کام لیا ہے اور اس کے باپ نے بھی اسے مردوں کے کھیل نہ سکھائے۔ لیکن غرناطہ کی ملکہ نیزوں کی بارش میں تمہارا ساتھ دے گی۔،،

عائشہ نے اپنے شوہر کی طرف دیکھا اور پھر اپنی ساس سے مخاطب ہو کر کہا "امی میں اپنے شوہر کو کنگن پیش نہیں کر سکتی۔ لیکن اگر یہ مجھے اپنی تلوار پیش کرنا چاہیں تو میں حاضر ہوں۔،،

ابو عبداللہ کی قوت برداشت جواب دے چکی تھی۔ اس نے بلند آواز میں کہا،، عائشہ خدا کے لئے خاموش رہو۔،،

ابو عبداللہ کی والدہ نے کہا "ہاں عائشہ! میرا بیٹا بہت حساس ہے پریشان نہ کرو۔،،

ابو عبداللہ نے انتہائی کرب کی حالت میں اپنی ماں اور عائشہ کی طرف دیکھا اور کچھ کہے بغیر تیزی سے قدم اٹھاتا ہوا سیڑھیوں کی طرف بڑھا۔ جب تک سیڑھیوں سے اترنے کی آہٹ سنائی دیتی رہی ساس اور بہو خاموشی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتی رہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد عائشہ نے کہا "امی۔ اگر واقعی آپ کی اجازت ہو تو ان مجاہدوں کا ساتھ دینے کے لئے تیار ہوں۔،،

ابو عبداللہ کی ماں نے کہا "بیٹی ان باتوں کے بعد میرا دل گواہی دیتا

ہے۔ کہ ابو عبداللہ ہمیں مایوس نہیں کرے گا۔ لیکن قدرت نے ہماری قسمت میں ذلت کے سوا کچھ نہیں لکھا۔ تو ہمیں عزت کی موت میں تمہارا ساتھ دوں گی، دعا کرو کہ خدا ابو عبداللہ کے ڈگمگاتے ہوئے پاؤں کو صحیح راستے پر ڈال دے۔"

ساس اور بہو کچھ دیر باتیں کرنے کے بعد باہر کی گیلری میں کھڑے ہو کر دروازے کے سامنے قطار در قطار کھڑے ہونے والے مجاہدین کی طرف دیکھنے لگیں ابو محسن نے رضا کاروں کی صفوں کا معائنہ کے بعد محل کے دروازے کے سامنے گھوڑا روکا۔ اور کچھ دیر سوچنے کے بعد بلند آواز میں کہا۔

" مجاہدین کچھ دن قبل یہ خیال کر رہا تھا کہ ہم اپنے زوال کی اس منزل تک پہنچ چکے ہیں۔ جہاں سے قوم کوئی دوبارہ نہیں اٹھا کرتی لیکن الزغل اور سرحد کے مجاہدین کی شاندار فتوحات نے میری امیدوں کو بدل دیا۔ تھوڑی دیر قبل جب میں آپ کے سامنے کھڑا تھا تو مجھے معلوم نہ تھا ... مجھے کیا کہنا چاہئے۔ تاہم میں نے آپ سے کچھ کہنا ضروری سمجھا اور خدا معلوم میں کیا کچھ کہہ چکا ہوں۔ مجھے اس بات کا اعتراف ہے کہ میں تقریر کے فن سے ناآشنا ہوں لیکن آپ کا یہ جذبہ اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ زندہ ہیں۔ اور کوچ کرنے سے پہلے میں الحمراء کے آہنی دروازوں کے پیچھے آرام کی نیند سونے والے ابو عبداللہ تک یہ پیغام پہنچانا چاہتا ہوں۔ کہ اے عبداللہ میری قوم زندہ ہے تم اسے فرڈیننڈ کا غلام نہیں بنا سکتے۔ تم وہ بدنصیب ہو جس نے اپنی غیور قوم کا ساتھ چھوڑ کر اپنا مستقبل ایک ذلیل دشمن کے ساتھ وابستہ کر دیا۔ ابو عبداللہ تمہاری قوم بہت فیاض ہے اگر اب بھی تم راہ راست پر آجاؤ تو وہ تمہاری تمام گذشتہ

خطائیں معاف کر دے گی۔ اُٹھو، پیشتر اس کے کہ تمہارے لئے بخشش کے تمام دروازے بند ہو جائیں اپنی قوم سے معافی مانگ لو ورنہ یاد رکھو! تم زیادہ دیر اس محل میں آرام کی نیند نہیں سو سکو گے جس کی تعمیر میں قوم کے نوجوانوں کا خون اور ہڈیاں صرف ہوئی ہیں تم اپنے جھوٹے وقار کی خاطر قوم کی عزت اور آزادی فروخت نہ کرو۔ خدا کی قوم جو عزت دے سکتی ہے وہ کوئی اور نہیں دے سکتا۔ اور جسے قوم گرانا چاہتی ہے اسے کوئی نہیں اٹھا سکتا۔ غرناطہ کے لوگو! تم گواہ رہنا کہ ہم ابو عبداللہ کے محل کے آہنی دروازوں پر دستک دے کر جا رہے ہیں۔"

ابوالحسن کچھ اور کہنا چاہتا تھا کہ اچانک الحمرا کا دروازہ کھلا اور چند سپاہی ہاتھوں میں مشعلیں اٹھائے نمودار ہوئے۔ ان کے پیچھے پیادہ سپاہیوں کا ایک دستہ تھا۔ اور ان کے پیچھے بیس سوار تھے۔ سب سے آخر میں سفید گھوڑے پر ایک سوار نمودار ہوا۔ اور اس کے سر پر سفید عمامہ تھا۔ اور اس کے ہاتھ میں غرناطہ کا شاہی جھنڈا تھا قلعہ سے باہر نکلنے والے باقی سوار اور پیادہ سپاہی اس کے دائیں بائیں دو قطاریں بنا کر کھڑے ہو گئے۔ اس نے دروازے سے باہر نکل کر گھوڑا روکا۔ تھوڑی دیر کے لئے جھجکا اور بالآخر ایک فیصلہ کن انداز میں اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر ابوالحسن کی طرف بڑھا۔ یہ ابو عبداللہ تھا! اس نے کہا! ابوالحسن! میرے متعلق تم نے جو کچھ کہا وہ سب درست تھا۔ لیکن ایک بات غلط تھی۔ اپنے محل کے آہنی دروازے بند کر کے کوئی حکمراں آرام کی نیند نہیں سو سکتا۔ میں قوم کی عدالت کے سامنے حاضر ہوں۔ میں قوم سے رحم کی درخواست نہیں کرتا۔ صرف یہ چاہتا ہوں کہ مجھے اپنی غلطیوں کی تلافی کا موقع دیا جائے تم اس فوج کے سالار ہو۔ اگر تمہیں اعتراض نہ ہو تو میں بھی ان رضا کاروں کی جماعت میں شامل ہونا چاہتا ہوں۔ میں آج سے غرناطہ کے تخت کا دعویدار

نہیں، میرا چچا اور میرے والد غرناطہ پہنچ کر میرے لئے جو سزا تجویز کریں گے میں خوشی کے ساتھ ـــــ قبول کروں گا۔

ایک لحظ کے لئے مجمع پر سکوت طاری ہو گیا اور پھر حاضرین دبی آواز میں ایک دوسرے سے کچھ کہہ رہے تھے۔ ابو محسن سکتہ کے عالم میں ابو عبداللہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ابو عبداللہ نے نحیف آواز میں کہا: "ابو محسن میں جانتا ہوں کہ میرا جرم ناقابل معافی ہے میں قوم کی عدالت کے سامنے کھڑا ہوں۔ میری قوم سے کہو کر میری بوٹیاں نوچ ڈالیں میں قوم سے رحم کی التجا نہیں کرتا۔ لیکن اگر تم اپنے ساتھ لے چلو تو ممکن ہے کہ میرے خون کے چند قطرے میرے دامن کی سیاہی کو دھو سکیں۔"

ابو محسن نے حاضرین کی طرف ..... دیکھا اور پھر ابو عبداللہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا آپ کی قوم تشکر کے آنسوؤں سے آپ کے دامن کی سیاہی دھو رہی ہے۔"

تھوڑی دیر بعد پانچ ہزار سپاہی شہر کے مغربی دروازے سے باہر نکل رہے تھے۔ ابو عبداللہ اور ابو محسن سب سے آگے تھے۔ شہر سے تھوڑی دور باہر اس فوج نے صبح کی نماز ادا کی۔ دوبارہ کوچ کرنے سے پہلے ابو محسن نے ابو عبداللہ کو علیحدہ لے جا کر کہا: "میں نے سنا ہے کہ ابو موسیٰ آپ کی قید میں ہے اگر یہ درست ہے تو . . . اس فوج کی قیادت کے لئے اس سے زیادہ موزوں اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اگر آپ کو ابھی تک یہ خیال نہیں آیا تو اب بھی ہم زیادہ دور نہیں آئے

ابو عبداللہ نے انتہائی پریشانی کی حالت میں ابو محسن کی طرف دیکھا اور کہا: "ابو موسیٰ الحمراء میں نہیں ـــــ اور میں جنگ سے واپس آنے سے قبل اس کے متعلق شاید کسی سوال کا جواب نہ دے سکوں ـــــ بہرحال تم تسلی رکھو!

کہ ابو موسیٰ زندہ ہے۔ اور میں وقت آنے پر اس کے سامنے پیش ہو کر کہوں گا۔ کہ ابو موسیٰ! تمہارا مجرم تمہارے سامنے کھڑا ہے میرے لئے سزا تجویز کرو۔ اور مجھے یقین ہے کہ اس وقت نامۂ اعمال اس قدر سیاہ نہیں ہو گا۔ اس وقت اگر وہ مجھ سے دو زخ کبھی ہوتا تو بھی مجھے اس کے سامنے جانے کی ہمت نہ پڑتی۔ میں چاہتا ہوں کہ جب میں اس کے سامنے جاؤں تو میرا دامن خون سے تر اور میرا چہرہ زخموں سے داغدار ہو۔ اور مجھ میں فقط یہ آخری الفاظ کہنے کی ہمت ہو۔ ابو موسیٰ تمہارا مجرم اب ایک بڑی عدالت کے سامنے جا رہا ہے کیا تم اس کا گناہ معاف نہیں کر دو گے۔"

ابو محسن، ابو عبداللہ کے الفاظ سے زیادہ اس کی آواز سے متاثر ہو رہا تھا۔ تھوڑی دیر سر جھکا کر سوچنے کے بعد ابو عبداللہ نے ابو محسن کی طرف دیکھا اور کہا تم میرے دل کا حال سمجھ سکتے ہو۔ لیکن مجھے ڈر ہے کہ اگر ان لوگوں نے مجھ سے ابو موسیٰ کے متعلق پوچھا تو شاید میرا کوئی بیان ان کی تسلی نہ کر سکے۔"

ابو محسن نے کہا۔ آپ تسلی رکھیں۔ اس وقت یہ لوگ فقط یہ جانتے ہیں کہ آپ ان کے ساتھ ہیں۔ وہ اس سے زیادہ سوچنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔"

(۴)

الزغل نے اپنی شاندار فتوحات کے بعد مالقہ میں ڈیرے ڈال کر اپنی توجہ کو از سر نو منظم کیا۔ اور غرناطہ کا رخ کرنے سے قبل اپنے بھتیجے ابو عبداللہ کو یہ پیغام بھیجا کہ ابھی تک تمہارے لئے توبہ کا دروازہ بند نہیں۔ اب تمہیں یقین ہو گیا ہو گا کہ تم نے عیسائیوں کے ساتھ جو امیدیں وابستہ کی تھیں وہ پوری نہیں ہو سکتیں۔ ہم کھلے دروازوں سے غرناطہ میں داخل ہونا چاہتے ہیں لیکن اگر تم نے مزاحمت کی تو یقین رکھو کہ الحمرا کے آہنی دروازے ہمارے راستے میں حائل نہیں ہو سکتے۔

الزغل کے ایلچی نے واپس آکر بتایا کہ غرناطہ میں ان کے استقبال کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ اور عبداللہ سرحد پر حملہ آوروں کے مقابلے کے لیے روانہ ہو چکا ہے ایلچی نے الزغل کو ابو محسن کی بیوی کا خط پیش کر دیا۔ اور کہا "ملکہ عالیہ نے یہ خط سلطان معظم کی خدمت میں بھیجا ہے۔"

الزغل ایلچی سے چند سوالات پوچھنے کے بعد اٹھا اور سیدھا ابو محسن کے پاس پہنچا۔ بوڑھا سلطان بستر علالت پر زندگی کی آخری گھڑیاں گذار رہا تھا اس کی بینائی جواب دے چکی تھی! اپنے بیٹے کے متعلق غیر متوقع خبر سن کر وہ بستر سے اٹھ بیٹھا۔ کیا درست ہے؟ یہ ممکن ہے؟ وہ اپنے بھائی سے بار بار پوچھ رہا تھا، "نہیں نہیں۔ تم ایلچی کو بلاؤ۔ مجھے یقین نہیں آتا۔"

الزغل نے کہا۔ "ملکہ نے یہ خط بھیجا ہے۔"

ابوالحسن نے بیقرار سا ہو کر "کیا لکھا ہے ملکہ نے، مجھے پڑھ کر سناؤ۔ الزغل نے خط کھول کر پڑھا۔ مختصر سی تحریر کا مفہوم یہ تھا۔

"میرے آقا! میری ممتا نے مجھے عبداللہ سے مایوس نہ ہونے دیا۔ اور میں نے الحمرا میں ٹھہرنا ضروری سمجھا۔ قدرت نے میری دعاؤں کو اس وقت شرف قبولیت بخشا۔ جب میں چاروں طرف سے مایوس ہو چکی تھی ابوعبداللہ دشمن کے مقابلے کے لیے روانہ ہو چکا ہے۔ اور اگر میری ممتا مجھے دھوکہ نہیں دیتی تو اس کا مقصد اپنی غلطیوں کی تلافی کے سوا اور کچھ نہیں غرناطہ آپ کے لیے چشم براہ اگر آپ فوراً نہ پہنچ سکیں تو الزغل کو بھیج دیں مجھے ڈر ہے کہ سرفروشوں کے علاوہ ابوعبداللہ کے ساتھ وہ لوگ بھی جا چکے ہیں۔ جن کی غداریوں کے باعث ہمیں یہ دن دیکھنے نصیب ہوئے۔ منافقین کا یہ گروہ آخری وقت تک ابوعبداللہ کو

بہکانے کی کوشش کرے گا۔ اس لئے ابو عبد اللہ کی آمد سے قبل
غرناطہ پر قبضہ کر لینا ضروری ہے۔"

اگلی صبح الزغل نے فوج کو کوچ کی تیاری کا حکم دیا۔ بدر ابن مغیرہ اور اس کے جانباز عیسائیوں کو شکست دینے کے بعد انہیں شمال اور مشرق کی سرحدوں سے دور رکھنے کے لئے عقابوں کے مسکن میں پہنچ چکے تھے۔ بشیر ابن حسن کو علاج کے لئے مالقہ ٹھہرنا پڑا۔

اپنی علالت کے باوجود ابوالحسن غرناطہ پہنچنے پر مصر تھا۔ الزغل کو مجبوراً بگھی پر اس کے سفر کا انتظام کرنا پڑا۔ مالقہ کی حفاظت المریزی کے سپرد کی گئی۔

الزغل کی فوج فتح اور کامرانی کے پرچم لہراتی ہوئی غرناطہ میں داخل ہوئی۔ شہر کے دروازے سے لے کر الحمرا کے دروازے تک الزغل کے گھوڑے کے سامنے پھولوں کی سیج بچھی ہوئی تھی۔ ابوالحسن علالت کے باعث معمولی رفتار سے ایک بگھی پر سفر کرنے کی وجہ سے ابھی غرناطہ سے چند منازل دور تھا۔ تاہم لوگ "الزغل زندہ باد" کے ساتھ ساتھ "سلطان ابوالحسن زندہ باد" کے نعرے بھی لگا رہے تھے۔"

لوگوں کے جوش و خروش کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ شمال مغرب کی سرحد سے ابو عبد اللہ کی شاندار فتوحات کی خبریں سن چکے تھے۔ محاذ جنگ سے غرناطہ میں خبریں لانے والے لوگ انہیں بتا چکے تھے کہ ابو عبد اللہ سرحد کو سلح آوروں سے پاک کرنے کے بعد دشمن کے علاقہ میں داخل ہو چکا ہے۔ اور چند قلعوں پر قبضہ کر چکا ہے۔

الزغل کو یقین تھا کہ تازہ شکست کے بعد فرڈیننڈ کی فوج ایک لمبی تیاری کے بغیر کسی وسیع پیمانے پر نقل و حرکت نہیں کر سکتی۔ اس لئے اس نے ابو عبد اللہ

کے پاس پیغام بھیجا کہ میں چند دنوں تک فوج کو از سرِ نو منظم کر کے تمہاری مدد کے لئے پہنچ جاؤں گا۔ فی الحال تم دشمن کے علاقہ میں پیش قدمی کرنے کی بجائے سرحد کے کسی محفوظ مقام پر پڑاؤ ڈال کر دشمن کے ساتھ معمولی چھیڑ چھاڑ رکھو۔ ..... نیاض چچا نے اپنے بھتیجے کو یہ بھی لکھا کہ تم اپنی گذشتہ خطاؤں کا کفارہ ادا کر چکے ہو۔ اور جب تم واپس آؤ گے تو اپنے والد اور چچا کو غرناطہ کے عوام سے کم فیاض نہ پاؤ گے ـــــ : ابو موسیٰ لاپتہ ہے ہمارا خیال تھا کہ وہ تمہارے ساتھ ہوگا۔ لیکن محاذ سے آنے والے لوگوں نے ہمارے اس خیال کی تصدیق نہیں کی۔ وہ کہاں ہے؟ غرناطہ کے لوگ اس کے متعلق بے چین ہیں۔

(۵)

چار دن کے بعد غرناطہ میں کہرام مچا ہوا تھا۔ طلوعِ آفتاب کے ساتھ ہی غرناطہ کے لوگوں کو یہ المناک خبر ملی کہ ابو عبداللہ دشمن کے ہاتھوں شکست کھا کر گرفتار ہو چکا تھا۔ اور غروبِ آفتاب تک غرناطہ کے لوگوں کو اس خبر کی بہت سی تفصیلات معلوم ہو چکی تھیں۔

غرناطہ میں الزغل کی آمد سے خوف زدہ ہو کر چند غدار سردار اور ان کے ساتھی ابو عبداللہ کے ساتھ روانہ ہو چکے تھے باقی غداروں نے بھی جب یہ دیکھا کہ غرناطہ کے لوگوں پر ان کی اس تبدیلی کا ایک خوشگوار ردعمل ہوا ہے تو وہ بھی غرناطہ چھوڑ کر ابو عبداللہ کے پاس پہنچ گئے۔

ان غداروں کی کوشش یہ تھی کہ وہ کسی طرح ابو عبداللہ کو ساتھ لیکر فرڈیننڈ کی پناہ میں چلے جائیں۔ لیکن انہوں نے یہ دیکھا کہ تازہ فتوحات نے ابو عبداللہ کی ذہنیت میں ایک غیر متوقع تبدیلی پیدا کر دی ہے تو انہوں نے ایک

سازش کی۔ ایک شام ابوعبداللہ فرڈ یننڈ کے ایک قلعے پر قبضہ کر چکا تھا۔ اس کی فوج کے دو جاسوس جو ان غداروں کے آلہ کار تھے کے بعد دیگرے ان کے پاس پہنچے۔ ایک نے اسے اطلاع دی کہ کوئی ڈیڑھ ہزار نصرانیوں کی ایک فوج مغرب کی طرف سے اس قلعے کا رخ کر رہی ہے۔ دوسرے نے اسے خبر دی کہ اس نے شمال کی طرف نصرانیوں کے دو ہزار سپاہیوں کو دیکھا ہے۔ اور ان کا رخ اس قلعے کی طرف ہے۔ یہ اطلاعات سننے کے بعد جب ابوعبداللہ نے مجلس شوریٰ بلائی تو منافقین نے یک زبان ہو کر یہ کہا کہ ہمیں ان لوگوں کو قلعہ کا محاصرہ کرنے کا موقع نہیں دینا چاہئے ممکن ہے کہ فوج آگے بڑھ کر ہمارے رسد و کمک کے راستے کاٹ دے۔ ایک دو دن کے بعد ایک بڑی فوج آ کر قلعہ پر حملہ کر دے۔

ابو محسن نے رات کے وقت قلعہ سے نکل کر دشمن پر حملے کرنے کی تجویز کی مخالفت کی۔ اس نے کہا "اگر بالفرض محال دشمن ہمیں نرغے میں لے بھی لے تو بھی ہم کم از کم تین ہفتے قلعہ بند ہو کر دشمن کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ اس دوران میں ہمیں غرناطہ سے کمک مل جائے گی۔" لیکن غداروں نے ابوعبداللہ کے جذبات کو اکسایا اور اس نے رات ہوتے ہی فوج کی تیاری کا حکم دیا۔ فوج کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ایک حصہ ابو محسن کی قیادت میں مغرب کی طرف چل پڑا۔ غداروں کی بہت بڑی اکثریت ابوعبداللہ کے ہمراہ تھی۔

ابو محسن نے اپنے جاسوس کی راہ نمائی میں رات کے وقت مغرب کی طرف کوئی بیس کوس علاقہ چھان مارا۔ لیکن دشمن کا کوئی سراغ نہ ملا۔ تنگ آ کر اس نے جاسوس کو گرفتار کر لیا۔ تیسرے روز اس نے تھکے ہوئے گھوڑے کی باگ موڑی اور واپس قلعے کا رخ کیا۔ صبح کے وقت جب ابو محسن قلعے سے چار کوس دور رہ گیا تو اس نے ان سپاہیوں کا ایک گروہ دکھائی دیا۔ جو ابوعبداللہ کے ساتھ رات کے

دقت گئے تھے۔

ابو محسن کا ماتھا ٹھنکا۔ وہ فوج کو رکنے کا اشارہ کر کے اپنا گھوڑا بھگا کر آگے بڑھا جب وہ اس کے قریب پہنچا تو ایک نوجوان نے جس کی قبا پر خون کے نشان تھے اس کے سوالات کا انتظار کیے بغیر کہا "ہمیں شکست ہوئی۔ یہ ایک سازش تھی۔ ہماری فوج میں غدار ہم سے زیادہ تھے۔ جاسوس نے ہمیں ایک ایسے مقام پر پہنچا دیا جو چاروں طرف سے دشمن کے تیروں کے زد میں تھا۔ اور منافقین نے دشمن کا نعرہ سنتے ہی ابو عبداللہ سے کہا کہ ہم نرغہ میں آ چکے ہیں۔ اب لڑائی بے سود ہے۔ جب ہم نے ہتھیار ڈالنے سے انکار کیا تو وہ ایک طرف ہو گئے، جب دشمن نے گھات سے نکل کر ہم پر حملہ کیا تو کچھ دیر وہ خاموش کھڑے رہے اور پھر دشمن کے ساتھ شامل ہو کر ٹوٹ پڑے۔ آن کی آن میں ہمارے اٹھو نوجوان قتل ہو گئے اور ہمارے لیے بھاگنے کے سوا کوئی راستہ نہ تھا۔"

ابو محسن نے کہا: "ابو عبداللہ ....؟"

نوجوان نے جواب دیا، "لڑائی کے وقت وہ ہمارے ساتھ تھا۔ چند آدمیوں نے اسے گرتا ہوا دیکھا تھا۔ میرے خیال میں اسے گرفتار کر لیا گیا ہے۔ یہ ایک سازش تھی ۔۔۔ کاش! ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے ساتھ منافقین کی اتنی بڑی تعداد شامل ہو چکی ہے۔"

ابو محسن نے کہا: "ہمیں بھی دھوکا دیا ہے۔ ٹھہرو! میں اس جاسوس سے پوچھتا ہوں"

ابو محسن نے فوج کے قریب واپس پہنچ کر ادھر ادھر دیکھنے کے بعد پوچھا۔ "

"وہ جاسوس کہاں گیا؟"

سپاہیوں نے ادھر ادھر دیکھنے اور ایک دوسرے سے سوال کرنے کے بعد جواب دیا۔ "اسے صبح کی نماز کے بعد کسی نے نہیں دیکھا۔"

ابوالحسن نے مایوس ہو کر کہا۔" اب ہمارے لئے اپنی سرحد کا رخ کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔"

فوج کی شکست اور عبداللہ کے لاپتہ ہوجانے کی خبر ابوالحسن کی زندگی کے ٹمٹماتے ہوئے چراغ کے لئے ہوا کا آخری جھونکا ثابت ہوئی۔ غرناطہ پر پھر ایک بار ادبار کے بادل چھا گئے۔ اگلے دن ایک درویش نے ابوالحسن کا جنازہ دیکھ کر کہا۔" غرناطہ کے آسمان نے کئی بادشاہوں اور کئی شہنشاہوں کے جنازے دیکھے ہیں۔ لیکن اس مجاہد کی لحد میں غرناطہ کے مستقبل کی ہزاروں امیدیں بھی سو جائیں گی۔

ان واقعات کے بعد اندلس میں ہلال و صلیب کی جنگ کچھ عرصہ کے لئے سرد پڑ گئی۔ ربیع الثانی سن ۸۹۰ھ میں فرڈیننڈ نے ایک لشکرِ جرار کے ساتھ صوبہ مالقہ پر یورش کی۔ اس کی پیش قدمی اس قدر اچانک تھی کہ الزغل اپنی مجموعی قوت مدافعت بروئے کار نہ لا سکا۔ تاہم لبقران اور زنارہ کے قلعوں پر قبضہ کرنے کی کوشش میں عیسائیوں کو بھاری نقصانات اٹھانے پڑے اور انہیں آگے بڑھنے کی ہمت نہ ہوئی۔ فرڈیننڈ کی فوج نے پسپا ہوتے ہوئے سرحد کے اہم قلعے منبل پر حملہ کیا۔ لیکن انہیں ناکامی ہوئی۔ الزغل نے دشمن کو شکست دینے کے بعد جوابی حملہ کیا۔ اور ان کے بہت سے سازو سامان پر قبضہ کر لیا۔

الزغل کو اس بات کا احساس تھا کہ جب تک وہ خود فرڈیننڈ کی ملکیت میں داخل ہو کر اسے ایک فیصلہ کن شکست نہیں دیتا۔ عیسائیوں کے حملے جاری رہیں گے۔ لیکن ایک بڑی جنگ کی تیاری کے لئے وقت ضرورت تھی۔ جنوب مشرق اور شمال مشرق کی سرحدوں پر سرحدی عقاب کا پہرا تھا۔ اور اس طرف سے اسے پوری تسلی تھی۔ جنوب میں مالقہ کی حفاظت کے لئے الزیغری جیسا تجربہ کار جرنیل موجود تھا۔ ایک بڑی مہم کے لئے تمام وسائل کو بروئے کار لانے کے لئے الزغل کا مرکز میں رہنا ضروری تھا

اس لیے اس نے شمال مغرب کی سرحد کی حفاظت کے لیے ابوالحسن کو منتخب کیا۔ اور خود غرناطہ پہنچ کر تیاریوں میں مصروف ہو گیا۔

ابو عبداللہ دشمن کے قیدی کی حیثیت سے قسطلہ پہنچا۔ اسے یقین تھا کہ فرڈیننڈ اس کے لیے بدترین سزا تجویز کرے گا۔ لیکن جب پہریدار اسے محل کے سامنے لائے تو فرڈیننڈ اس کا ولی عہد اور امرائے سلطان محل کے دروازے پر کھڑے تھے فرڈیننڈ نے چند قدم آگے بڑھ کر ابو عبداللہ کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا... ابو عبداللہ نے اضطراری حالت میں اس کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا۔

فرڈیننڈ ابو عبداللہ کی بغل میں ہاتھ ڈالے محل کے اندر داخل ہوا ملاقات کے کمرے کے دروازے کے سامنے چند خواتین کے درمیان ملکہ ازابیلا کھڑی تھی فرڈیننڈ نے اس کے قریب پہنچ کر کہا" ملکہ! یہ میرا وہ بیٹا ہے جسے دیکھنے کیلئے تم مدت سے بیقرار تھیں۔ ابو عبداللہ کا چہرہ ابھی تک یہ ظاہر کر رہا ہے کہ یہ اپنے کو ہمارا قیدی سمجھتا ہے تم اسے یقین دلاؤ کہ یہ ہمارا وہ مہمان ہے جس کا راستہ ہم ایک مدت سے دیکھ رہے تھے۔"

فرڈیننڈ نے اپنے امرا کی طرف دیکھا اور کہا" تم کیا دیکھ رہے ہو۔ غرناطہ کے بادشاہ کی تعظیم کرو۔ یہ ہمارے مہمان ہیں۔ اور امرا نے عبداللہ کی تعظیم میں سر جھکا دیے۔

ملکہ ازابیلا نے کہا" ہمارے سپاہیوں نے راستے میں انہیں تکلیف تو نہیں دی؟"

فرڈیننڈ نے جواب دیا" ہماری طرف سے انہیں ہدایت تھی کہ ہمارے دوست کا بال بیکا نہ ہوگا۔ لیکن اگر ہمیں یہ پتہ چلا کہ راستے میں انہیں کوئی تکلیف ہوئی ہے تو ہم انہیں بدترین سزا دیں گے۔

امراء دروازے سے کچھ دور کھڑے رہے۔ اور ملکہ ازبیلا اور ولی عہد ابو عبداللہ کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئے۔ جب وہ چاروں ایک نصف دائرے میں کرسیوں پر بیٹھ گئے، تو فرڈیننڈ نے کہا "آپ کے تمام ساتھیوں کو شاہی مہمان خانے میں جگہ دی گئی ہے۔ اور آپ کے لئے ہم نے اپنے محل کے اندر بہترین کمرے منتخب کئے ہیں۔"

ابو عبداللہ نے بیتاب سا ہو کر کہا "ایسی دل جوئی شاید فرڈیننڈ کی شان کے شایاں نہیں۔ میں اپنی سزا کا حکم سننے کے لئے تیار ہوں۔"

فرڈیننڈ نے کہا "ہم ایک بار دوستی کا ہاتھ بڑھا کر واپس نہیں کھینچا کرتے اور ہم یہ جانتے ہیں کہ آپ نے جو کچھ کیا، مجبوری کی حالت میں کیا۔ ہماری بات پر یقین کیجئے کہ آپ کے علاقہ پر ہمارے سپاہیوں کا حملہ ہمارے احکام کی خلاف ورزی تھا۔ وہ اپنی شکست سے بوکھلائے ہوئے تھے۔ اور آپ یہ سمجھتے ہوں گے کہ ہم نے آپ کے ساتھ بدعہدی کی ہے۔ اس صورت میں آپ ان کے ساتھ لڑتے۔ ایک انتقامی جذبے کے ماتحت ہمارے علاقے پر حملہ کرنے میں بھی حق بجانب تھے ہمیں اگر کوئی افسوس ہے تو صرف اس بات کا ہے کہ ہمارے چند بدقسمت آدمیوں کی افسوسناک حرکت نے ہمارے اس حلیف کو ہم سے بدظن کر دیا ہے۔ جسے ہم اپنا بیٹا سمجھتے تھے ــــ ہم ان لوگوں کے لئے بدترین سزائیں تجویز کر چکے ہیں۔"

ابو عبداللہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے اپنے میزبانوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔ فرڈیننڈ نے کہا۔ "آپ کو ابھی تک ہماری باتوں پر یقین نہیں آیا۔ شاید ایک شخص آپ کی تسلی کر سکے۔"

فرڈیننڈ ولی عہد کی طرف متوجہ ہوا۔ شہزادے کسی کو حکم دیا کہ ابوداؤد کو بلا لائیے"۔ ــ "ابوداؤد؟" ابو عبداللہ نے چونک کر کہا۔

فرڈیننڈ نے جواب دیا، "ہاں وہ ہمارے پاس پہنچ چکا ہے اور اس کا یہ مطالبہ ہے کہ ہم آپ کو آپ کی کھوئی ہوئی سلطنت واپس دلانے کے لئے فوراً کوئی قدم اٹھائیں۔ لیکن اب اس مقصد کے لئے ایک لمبی تیاری کی ضرورت ہے۔"

ابو عبداللہ کے دل میں ابو داؤد کے متعلق بہت کچھ شکوک پیدا ہو چکے تھے لیکن ہر کمزور انسان ایک طاقتور انسان کو اپنا آخری سہارا فرض کر لیتا ہے۔

ابو عبداللہ نے ابو داؤد کو اپنی کشتی کا ملاح منتخب کیا تھا۔ اس کے روپوش کرڈالا تھا۔ اس تلخ احساس کے باوجود کہ اس کی زندگی کی تمام تلخیاں ابو داؤد کی پیدا کردہ تھیں۔ ابو عبداللہ کو اب بھی یہ یقین تھا کہ ابو داؤد سے ہم کلام ہوتے ہی اسے ذہنی کوفت سے نجات مل جائے گی۔ فرڈیننڈ کی مسکراہٹوں نے اس کے دل میں وہ خطرناک عزائم جنہیں وہ غرناطہ سے نکلتے وقت ہمیشہ کے لئے خیرباد کہہ چکا تھا پھر ایک بار پیدا کر دیے تھے۔ وہ فرڈیننڈ کا آلۂ کار بننے سے گھبراتا تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ احساس بھی تھا کہ فرڈیننڈ کی مسکراہٹیں کسی نہ کسی دن اسے پھر ان ٹھکرائی ہوئی راہوں پر دھکیل دے گی۔ ابو داؤد کے الفاظ اس ضمیر کی آواز کو دبا لیں گے۔ الغرض ایک کمزور آدمی میں منافقت کے سوا ئے جذبات پھر پیدا ہو رہے تھے۔ اور وہ اپنے ضمیر کو لوریاں دینے کے لئے ایک بڑے منافق کے سہارے کی ضرورت محسوس کر رہا تھا۔ ابو عبداللہ اپنے دل میں کہہ رہا تھا، "میں اس بے ایمان سے کہوں گا۔ کہ تم نے مجھے رسوا کیا۔ تم نے مجھے اپنی قوم کا غدار بنایا۔ میں بے وقوف تھا۔ لیکن اب میری آنکھیں کھل گئی ہیں۔ اب مجھے دھوکہ نہیں دے سکتا۔ تم مجھے تباہی کے راستے کی طرف مت دھکیلو۔ مجھے غرناطہ کے تخت کی ضرورت نہیں۔ لیکن نہیں شاید میں اپنے مقدر کے خلاف جنگ نہ کر سکوں۔ شاید میری تقدیر کے ستارے میری مرضی کے خلاف مجھے غرناطہ لے جائیں، اور میں فرڈیننڈ کا آلۂ کار

بننے پر مجبور ہو جاؤں نہیں نہیں۔ میں ابو داؤد سے کہوں گا کہ خدا کے لئے مجھ پر رحم کرو مجھے غلط راستے نہ بتاؤ۔ میں قوم فروشوں کی جماعت میں نام لکھوانا نہیں چاہتا لیکن فرڈیننڈ نے یہ کہا کہ وہ مجھے اپنی قوم کا آزاد حکمراں دیکھنا چاہتا ہے۔ میں ابو داؤد سے کہوں گا کہ وہ میرے سامنے فرڈیننڈ کے جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کی کوشش نہ کرے۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ میں ان لوگوں کے سامنے جذبات کا اظہار کروں۔ میں انہیں غلط فہمیوں میں مبتلا رکھوں گا۔ اور یہاں سے موقع ملتے ہی فرار ہو جاؤں گا۔۔ ابو داؤد کمرے میں داخل ہوا اور عبداللہ نے محسوس کیا کہ وہ کسی بھیانک خواب سے بیدار ہوا ہے۔ ابو عبداللہ غیر ارادی طور پر اٹھ کھڑا ہو گیا۔ ابو داؤد نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا اس کے چہرے کی مسکراہٹ اپنے شاگرد سے یہ کہہ رہی تھی "مجھ سے چھپ کر کہاں جاؤ گے بیٹا۔ میں تمہارے دل کا حال جانتا ہوں۔"

الزغل کی مایوسی

(۱)

بدر بن مغیرہ ایک پہاڑی قلعہ میں مقیم تھا۔ ایک شام وہ قلعہ کے صحن میں کھڑا اپنے گرد جمع ہونے والے سپاہی اور افسروں کو ہدایات دے رہا تھا کہ ایک سرپٹ سوار قلعے کے اندر داخل ہوا۔ بدر بن مغیرہ سے چند قدم کے فاصلے پر اس نے باگیں کھینچ کر گھوڑا روکا۔ بدر بن مغیرہ نے دو تین قدم آگے بڑھ کر کہا "لیث معلوم ہوتا ہے تم کوئی اچھی خبر نہیں لائے۔"

لیث بن حسن نے گھوڑے سے اتر کر بدر بن مغیرہ سے مصافحہ کیا۔ بولا "میں ایک ایسی خبر لایا ہوں جسے غرناطہ کے لوگ اچھی سمجھتے ہیں، لیکن میں اس

کے متعلق بہت پریشانی ہوں۔ منصور کہاں ہے؟"

"وہ ابھی نماز پڑھ کر اپنے کمرے میں گیا ہے۔ آج اسکی باری ہے وہ تیاری کر رہا ہوگا۔ چلو اس کے پاس چلتے ہیں۔" یہ کہہ کر بدر بن مغیرہ سپاہیوں کی طرف متوجہ ہوا۔ "تمہیں عشاء کی نماز کے بعد ہدایات مل جائیں گی۔

اور بشیر سیڑھیوں پر چڑھنے کے بعد دوسری منزل کے ایک کمرے میں داخل ہوا۔ کمرے میں شمع جل رہی تھی اور منصور زرہ بکتر پہنے ایک کرسی پر پاؤں رکھ کر موزے کے تسمے باندھ رہا تھا۔ بشیر بن حسن کو دیکھ کر اس نے آگے بڑھ کر مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ "بشیر! یہ بہت اچھا ہوا کہ تم آ گئے۔ میں ابھی یہ سوچ رہا تھا کہ اگر آج رات میں زخمی ہو جاؤں تو میرا علاج کون کریگا؟"

بشیر بن حسن نے کہا قسطلہ کے اسلحہ خانے میں ابھی تک وہ تلوار نہیں جو منصور کو زخمی کر سکے۔"

تینوں کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ منصور نے بشیر بن حسن سے سوال کیا۔ اہل غرناطہ ہمارے نقاب پوش کے متعلق بہت پریشان ہوں گے۔"

"ہاں اب غرناطہ کی ہر محفل میں سرحدی عقاب کی جگہ سرحدی نقاب پوش نے لی ہے۔"

تو انہیں ابھی تک بدر کی موت کا یقین ہے۔

"فوج کے بعض افسروں کو شک ہے کہ یہ ادریس ہے اور ابھی بہت سے لوگ مجھ سے کرید کرید کر پوچھتے تھے۔ ادریس جواب نہ دیتا خاموش ہو جاتا تھا کہ مجاہد ہمیشہ زندہ رہتا ہے۔"

بدر نے کہا "اچھا اب وہ غیر لسانی (؟) کے متعلق غرناطہ کے لوگ خوش تھے اور تم پریشان ہو۔"

بشیر نے کہا: "ابو عبداللہ فرڈیننڈ سے فرار ہو کر غرناطہ پہنچ چکا ہے۔ اور الزغل نے یہ اعلان کیا ہے کہ وہ بیرونی خطرات سے نجات حاصل کرتے ہی غرناطہ کا تخت اپنے بھتیجے کے حوالے کر دے گا۔ سردست اسے لوشہ کا حاکم مقرر کیا گیا ہے۔"

بدر بن مغیرہ نے کہا: "کیا صحیح ہے، الزغل ایسی غلطی نہیں کر سکتا۔"

بشیر نے جواب دیا: "اگر یہ غلطی ہے تو الزغل اس کا ارتکاب کر چکا ہے میں ابوالحسن سے ملا تھا وہ کہتا تھا کہ سرحد پر حملہ کرنے سے پہلے وہ فرڈیننڈ کی پناہ لینے کے لئے تیاریاں کر رہا تھا۔ حالات کی مجبوری نے اسے رضاکاروں کی صف میں لا کر کھڑا کیا تھا۔ میں اس کی نیت پر شک نہیں کرتا۔ لیکن وہ ایک متلون مزاج جوان ہے۔ موجودہ حالات میں اسے کوئی ذمہ داری سونپنا خطرے سے خالی نہیں اس کے علاوہ ابوداؤد کے متعلق یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ فرڈیننڈ کے پاس پہنچ چکا ہے وہ ایک ایسا آدمی ہے۔ جو ابو عبداللہ کو ہر بڑے سے بڑے کام پر آمادہ کر سکتا ہے۔"

بدر بن مغیرہ نے پوچھا: "اور غرناطہ کے لوگ اس پر خوش ہیں۔؟"

"ہاں! ان کی نگاہوں میں عبداللہ کے دامن کی سیاہی ڈھل گئی ہے۔ البتہ ایسے بھی ہیں۔ جو بے چین ہیں لیکن وہ بھی کسی عمل مخالفت کے لئے تیار نہیں۔"

"کیا موسیٰ کے متعلق ان کی بے چینی دور ہو چکی ہے؟"

"ابو عبداللہ نے اس کے متعلق یہ مشہور کر دیا ہے کہ وہ اس کی قید سے فرار ہو گیا تھا۔ الزغل کے سامنے اس نے چند گواہ پیش کر دئیے تھے۔"

"اور الزغل نے اس بات پر یقین کر لیا؟"

"میں نے انہیں کہا تھا کہ اگر وہ فرار ہوتا تو یقیناً آپ کے پاس آتا لیکن

الزغل نے کہا، موسیٰ بے حد غیور تھا۔ ابو عبداللہ اس کا بچپن کا دوست تھا، یہ ممکن ہے کہ ابو عبداللہ کی بدسلوکی کے بعد اس نے غرناطہ میں کسی کو منہ دکھانا گوارا نہ کیا ہو۔ شاید وہ مراکش چلا گیا ہو۔ قرطبہ کے اس خاندان کے بہت سے افراد مراکش ہجرت کر چکے ہیں۔ میں اس کی تلاش کر رہا ہوں اور اگر مجھے یہ معلوم ہو کہ ابو عبداللہ نے میرے ساتھ جھوٹ بولا ہے۔ تو میں اسے کسی نیک سلوک کا مستحق نہیں سمجھوں گا۔"

بدر بن مغیرہ نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا۔ "منصور! تم غرناطہ جانے کے لئے تیار ہو جاؤ۔"

منصور نے جواب دیا۔ "لیکن میں تو حملہ کی تیاری کر چکا ہوں۔ اور سرحد پار سپاہی میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔"

"تمہاری جگہ میں چلا جاؤں گا۔"

"لیکن آپ کو آرام کی ضرورت ہے۔ آپ کل ساری رات دورے پر تھے"

"تمہارا غرناطہ پہنچنا ضروری ہے۔ الزغل کے پاس میرا خط لے جاؤ، اسے ہماری طرف سے غیر مبہم الفاظ میں کہہ دو کہ ہماری جنگ کسی سلطان، امیر یا بادشاہ کے لئے نہ تھی۔ ہماری قربانیوں کا مقصد صرف یہ تھا کہ ہم غرناطہ کو اپنا دفاعی مورچہ بنا کر اپنے منتشر شیرازے کو اکٹھا کریں اور باقی اندلس کے مظلوم اور بے کس مسلمانوں کو نصرانیوں کی غلامی سے نجات دلائیں۔ ابوالحسن اور اس کے بعد ہم نے الزغل کو اپنا امیر صرف اسی مقصد کے لئے تسلیم کیا تھا لیکن ابو عبداللہ کو آزمایا جا چکا ہے۔ ایک چچا کی حیثیت میں الزغل کو یہ حق ہے کہ وہ اپنے نالائق بھتیجے کی ہر خطا معاف کر دے۔ لیکن اسے یہ حق نہیں دیا جا سکتا کہ وہ قوم سے یہ کہے کہ یہ ملت فروش توبہ کر چکا ہے اس لئے تم اسے

اپنا حاکم تسلیم کر لو۔ الزغل سے کہو کہ اگر عبداللہ خلوص دل سے تائب ہو چکا ہے تو بھی وہ ایک بے جان لاش ہے۔ اور وہ اس لاش کو اس قوم کے کندھوں پر نہ لادے جو موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا ہے۔ وہ اپنی زندگی میں اپنا فرض پورا کرے اور اپنے بعد امیر کا انتخاب ان لوگوں پر چھوڑ دے جو غرناطہ کی آزادی اور مسلمانوں کے ناموس کے لیے اپنی جانیں پیش کر چکے ہیں مجھے ابو عبداللہ سے پرخاش نہیں۔ اس نے مجھے دھوکہ دے کر قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔ میں اسے معاف کر سکتا ہوں۔ لیکن میں قوم کی امانت اس کے سپرد کرنے کے خلاف ہوں۔ جو اسے ایک بار دھوکا دے چکا ہے۔ اگر ابو عبداللہ نے سرحد سے چند حملہ آوروں کو نکال کر تبدیلی قلب کا ثبوت دیا ہے تو اس کا زیادہ سے زیادہ صلہ یہ ہو سکتا تھا کہ اس کی گذشتہ خطاؤں کو سزا نہ دی جائے۔ لیکن اسے لونتہ کا حاکم بنانا اور غرناطہ کے تخت کا وارث تسلیم کرنا ایک ایسا انعام ہے جس کا وہ کسی صورت میں مستحق نہیں۔"

منصور نے کہا "میں جانتا ہوں۔ الزغل کیا جواب دے گا وہ یہ کہے گا اگر میں ابو عبداللہ کے ساتھ فیاضانہ برتاؤ نہ کرتا تو لوگ یہ کہتے کہ میری جدوجہد ذاتی اقتدار کے لئے تھی۔ اس کے علاوہ میں انتشار سے ڈرتا ہوں۔ ابو عبداللہ کے حامی غرناطہ میں خانہ جنگی شروع کرا دیں گے۔"

بدر بن مغیرہ نے کہا۔ "ابو عبداللہ کے ساتھ اس سے زیادہ فیاضانہ برتاؤ کیا ہو سکتا ہے کہ اس کے گلے میں پھندا ڈال کر غرناطہ کے بازاروں میں نہیں گھسیٹا گیا۔ الزغل سے کہو کہ وہ ایسے لوگوں کی رائے کو کوئی وقعت نہ دے جن کی خود فریبی کا یہ عالم ہے کہ وہ آزمائے ہوئے غداروں سے تعمیر ملت کا کام لینا چاہتے ہیں۔ اور اتحاد کا یہ مطلب نہیں کہ تھوڑے

اور گدھے کو ایک ہی بگھی میں جوت دیا جائے۔ اگر پچاس سپاہی اپنے کندھوں پر پچاس لاشیں اٹھا لیں تو وہ سپاہی نہیں بن سکتا۔ خانہ جنگی کو رد کرنے کا یہ طریقہ نہیں کہ اہل آدمیوں کے ہاتھ میں اقتدار سونپ دیا جائے بلکہ اس کا علاج یہ ہے کہ ایک ایسی رائے عامہ پیدا کر دی جائے کہ نا اہل لوگ اقتدار کی کرسیوں کی طرف دیکھنے کی جرأت نہ کریں۔ جو قوم زندہ رہنا چاہتی ہو غداروں کی سرکوبی کرتی ہے انہیں رسوتیں دے کر خوش نہیں کرتی۔"

منصور نے کہا "آپ خط لکھیں میں غرناطہ جانے کے لئے تیار ہوں۔"

(۲)

چند دن بعد منصور الزغل کی طرف سے بدر بن مغیرہ کے خط کا یہ جواب لایا،

"میرے عزیز تمہارا خط مجھے اس وقت ملا جب ابو عبداللہ ہم پر آخری ضرب لگا چکا تھا۔ ابو عبداللہ نے نوشہ دشمن کے حوالے کر دیا ہے۔ فرڈیننڈ کے آٹھ ہزار سپاہی اس شہر میں داخل ہو چکے ہیں۔ میری ہمت بری نہ تھی۔ لیکن شاید قدرت سیاسی غلطیاں معاف نہیں کرتی۔ تمہارے سامنے اور قوم کے سامنے میرے پاس ندامت کے آنسوؤں کے سوا کچھ نہیں۔"

نوشہ پر نصرانیوں کا قبضہ ہمارے سینہ پر خنجر سے کم نہیں۔ شاید غرناطہ کے دن جا چکے ہیں۔ اگر تم میرے پاس ہوتے تو شاید میں اتنی بڑی غلطی نہ کرتا۔ اور اب ایک دل شکستہ بوڑھا تمہاری اعانت کا محتاج ہے اپنے لئے نہیں غرناطہ کے لئے غرناطہ کے تخت اور تاج کی حفاظت کے لئے نہیں۔ مسلمانوں کی عزت اور ناموس کی حفاظت کے لئے۔

اپنی اعانت کے لئے میں تمہیں ابھی غرناطہ نہیں بلاتا۔ تم غرناطہ کی آخری امید ہو

تم اس ڈوبتی ہوئی کشتی کا آخری سہارا ہو۔ اور میں تمہیں شر سے محفوظ دیکھنا چاہتا ہوں۔ عقاب کی وادی ہمارا آخری حصار ہے تم اگر سرحد پر اپنے حملے زیادہ تیز کر دو تو دشمن کو توجہ دو محاذوں پر منقسم ہو جائے گی۔ اور میں لوشہ پر دوبارہ قبضہ کرنے کی کوشش کروں گا۔

میرے خیال میں فرڈیننڈ کے نزدیک عقاب کی وادی کی اہمیت غرناطہ سے کم نہیں۔ بہت ممکن ہے کہ وہ غرناطہ پر حملہ کرنے سے پہلے تمہارے علاقے پر حملہ کرے اس لئے اپنی تیاریوں کو تیز کر دو۔ میرے بیٹے اہم سے خفا ہو کر کہیں ہمت نہ ہار بیٹھنا۔ اگر تم مایوس ہو گئے تو مجھے ڈر ہے کہ اندلس میں مسلمانوں کی امید کے چراغ طلوع کو سے پہلے ہی گل ہو جائیں گے۔"

بدر بن مغیرہ بشیر اور منصور ایک انتہائی مغموم فضا میں کچھ دیر الزغل کے مکتوب کی روشنی میں غرناطہ اور اندلس کے مسلمانوں کے مستقبل پر تبصرہ کرتے رہے اس کے بعد منصور بن احمد نے اپنی جیب سے ایک اور خط نکال کر بدر بن مغیرہ کو پیش کرتے ہوئے کہا۔ "یہ خط مجھے ابو عبداللہ کی بیوی نے دیا تھا۔ اور اس نے مجھ سے یہ درخواست کی تھی کہ جب تک آپ کے دل سے لوشہ کے نکل جانے کا اضطراب دور نہ ہو جائے میں یہ خط پیش نہ کروں۔ انہوں نے یہ خدشہ بھی ظاہر کیا تھا کہ آپ اس غلط فہمی میں آ کر میں نے اپنے شوہر کی وکالت کی ہو گی کہیں اس خط کو پڑھنے سے پہلے نہ پھاڑ ڈالیں۔"

بدر بن مغیرہ نے منصور سے خط لے کر بشیر کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔ "تم پڑھو۔"

بشیر نے خط کھول کر پڑھنا شروع کیا۔

"میرے قابل فخر بھائی! میں نے چچا کی اجازت سے آپ کا مکتوب پڑھ

لیا تھا۔ اور چچا آپ کے مکتوب کا جواب بھی مجھے دکھا چکے ہیں۔ انہوں نے سارا گناہ اپنے سر لے لیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس فتویٰ گناہ میں زیادہ حصہ میرا ہے۔ اگر میں چچا کو یہ یقین نہ دلاتی کہ میرا شوہر خلوص دل سے تائب ہو چکا ہے۔ تو وہ یقیناً اس پر اعتماد کرنے سے قبل اسے اچھی طرح آزما کر دیکھتے ملکہ نے اپنے بیٹے کی سفارش کی میں نے ان کی تائید کی۔ آداب آپ کی، خدا قسم یہ مکتوب اس لئے لکھ رہی ہوں کہ کہیں آپ کو چچا کی نیت پر شبہ نہ ہو جائے۔

میں اندلس میں آپ کی لاکھوں بہنوں میں سے ایک ہوں۔ جن کے ناموس حفاظت کے لئے آپ نے تلوار اٹھائی ہے اور یقین کیجئے کہ مجھے الحمرا کی چاردیواری کی نسبت آپ کی تلوار پر زیادہ بھروسہ ہے۔ کیا آپکی ایک بہن ندامت کے آنسو بہانے کے بعد آپ سے یہ توقع رکھ سکتی ہے کہ آپ اس کی پہلی اور آخری غلطی معاف کر دیں گے اور خدا شاہد ہے کہ جب میں آپ کو بھائی کہتی ہوں تو میں یہ محسوس کرتی ہوں کہ میرا اور آپ کا رشتہ خون کے رشتہ سے زیادہ مضبوط ہے۔

آپ کی بہن ۔۔۔ عائشہ ،،

بدر بن مغیرہ نے منصور کی طرف متوجہ ہو کر سوال کیا۔ ،، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ابو عبداللہ کی بیوی ابھی تک غرناطہ میں ہے ،،

" ہاں ابو عبداللہ اسے اپنے ساتھ لے جانے پر مصر تھا۔ لیکن اسکی ماں نے کہا کہ جب تک جنگ کا خطرہ باقی ہے۔ میری بہو کو الحمرا سے باہر نہیں جانا چاہیے۔ ،،

(۳۰)

لوشہ میں عیسائیوں کی پندرہ ہزار فوج جمع ہو چکی تھی۔ ابو عبداللہ نے غرناطہ کے مختلف شہروں میں اپنے جاسوس بھیج دیے اور فرڈیننڈ کی عطا کردہ دولت سے منافقین کی ضمیر خریدنے کی مہم شروع کر دی۔ جو لوگ پہلے ہی اپنی توقعات فرڈیننڈ کے ساتھ وابستہ کر چکے تھے اب زیادہ پر امید ہو گئے۔ اور ابو عبداللہ کی قوت میں آئے دن اضافہ ہونے لگا۔

اس کے علاوہ عافیت پسندوں کی وہ جماعت جو ہر قیمت پر امن چاہتی تھی۔ عوام میں یہ تبلیغ کرنے لگی کہ اگر غرناطہ کے مسلمانوں نے عیسائیوں کے ساتھ جنگ جاری رکھی تو اس کی سزا وہ باقی اندلس کے مسلمانوں کو دیتے رہیں گے۔ اندلس عیسائیوں اور مسلمانوں کا مشترکہ وطن ہے اور عیسائی چونکہ قوت اور تعداد میں زیادہ ہیں اس لیے ہمیں ان کی سرپرستی تسلیم کر لینی چاہیے۔ وہ یقیناً اپنے ہم وطنوں پر ظلم نہیں کریں گے۔ یہ مسلمانوں کا وہم ہے کہ اگر انہوں نے عیسائیوں کی حکومت تسلیم کر لی۔ تو وہ انہیں نگل جائیں گے۔ اگر مسلمان کے دل میں ایمان ہے تو انہیں کسی سے خطرہ نہیں۔

ابو عبداللہ کے متعلق یہ لوگ عوام کو یہ سمجھاتے تھے کہ وہ فرڈیننڈ کے ساتھ مصالحت کر کے اندلس کے باقی مسلمانوں کو تباہی سے بچانا چاہتا ہے۔ فرڈیننڈ نے ہماری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا ہے اور ابو عبداللہ جانتا ہے کہ اگر ہم نے اس وقت اس کی دوستی کا ہاتھ ٹھکرا دیا تو کل وہ ایک فاتح کی حیثیت میں ہمارے ساتھ نیک سلوک نہیں کرے گا۔

عیسائیوں کی فوج کے ساتھ ابو داؤد بھی لوشہ پہنچ چکا تھا۔ اس نے چند دن حالات کا مطالعہ کرنے کے بعد فرڈیننڈ کو لکھا کہ اب غرناطہ پر فیصلہ کن ضرب

لگانے کا موقع ہے۔ فرڈینینڈ نے بذاتِ خود لوشہ پہنچ کر فوج کی قیادت سنبھال لی۔ اور اچانک البیرہ اور مِنتبلی کے قلعے فتح کرنے کے بعد صخرہ کا محاصرہ کر لیا۔ الزغل اپنی ایک تہائی فوج غرناطہ میں چھوڑ کر صخرہ کی طرف بڑھا۔ اور شہر سے چند میل دور ڈال دیا۔ چند دن فریقین میں معمولی جھڑپیں ہوتی رہیں۔ اہل شہر قلعہ بند ہو کر لڑتے رہے۔ اور الزغل دشمن کے عقب سے معمولی حملوں پر اکتفا کرتا رہا۔ شمال مغرب میں بدر ابن مغیرہ نے اچانک ایک وسیع پیمانے پر پیش قدمی شروع کر دی۔ اور اس کے ساتھ ہی فرڈینینڈ کو اطلاع ملی کہ شاہ فرانس نے زبردست لشکر کے ساتھ نیمیز کی طرف پیش قدمی شروع کر دی ہے۔ فرڈینینڈ نے مجبوراً صخرہ کا محاصرہ اٹھا لیا اور دس ہزار فوج کو شمالی مشرق کی طرف پیش قدمی کرنے والے مجاہدین کو روکنے کے لیے بھیج دیا۔ لوشہ، البیرہ، اور منتبل کی حفاظت کے لیے جس قدر فوج کی ضرورت تھی وہ زیادہ اس نے ابو عبداللہ کے پاس چھوڑ دی۔ اور خود شاہ فرانس کے حملے کے خطرے کی روک تھام کے لیے واپس چلا گیا۔

(۴)

شاہ فرانس سے صلح کرنے کے لیے فرڈینینڈ نے پادریوں کا ایک وفد اس کے پاس بھیجا۔ اور اسے اس بات کا احساس دلایا کہ غرناطہ اور ہسپانیہ کی جنگ ہلال و صلیب کی جنگ ہے۔ اور اس نازک موقع پر صلیب کے دو علمبرداروں کی لڑائی سے مسلمان فائدہ اٹھائیں گے۔ قسطلہ اور فرانس کے لشپیا نے ایک دوسرے سے بغل گیر ہو کر دو بادشاہوں کو مصافحہ کرنے پر مجبور کر دیا۔ فرانس کے بادشاہ نے مسلمانوں کے خلاف جنگ کے ثواب میں حصہ دار بننے کے لیے اپنے دو ہزار سوار اور بیس بحری جہاز فرڈینینڈ کے سپرد کر دیے۔

فرڈیننڈ کو مدت سے اس بات کا احساس تھا کہ جب تک وہ مالقہ پر قبضہ نہیں کر لیتا غرناطہ کی قوت نہیں ٹوٹے گی۔ مالقہ غرناطہ کی اہم ترین بندرگاہ تھی۔ اور اس پر قبضہ کرنے کے بعد وہ غرناطہ کے تمام ساحلی علاقے پر قابض ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں وہ المیرہ کی بندرگاہ کے سوا اندلس اور مراکش کے درمیان تمام راستے کاٹ سکتا تھا۔ اور مسلمانوں کی اس امید کو خاک میں ملا سکتا تھا کہ اسلامی دنیا ان کی پشت پر ہے۔ اسے یقین تھا کہ مالقہ چھن جانے کے بعد غرناطہ کے مسلمان یہ محسوس کریں گے کہ وہ عیسائیوں کے رحم و کرم پر ہیں مالقہ سے کوہ سیرانویدا کے سرکش قبائل کی سرکوبی کر سکتا ہے۔ فرانس کے بیس جہاز مل جانے کے باعث اس کا بحری بیڑہ کافی مضبوط ہو چکا تھا۔ اس نے ابو عبداللہ کو لکھا کہ میری فوج اچانک مالقہ پر حملہ کرے گی۔ اور مالقہ کی اہمیت کے پیش نظر الزغل فوراً غرناطہ چھوڑ کر وہاں پہنچنے کی کوشش کرے گا۔ تم کسی مزاحمت کے بغیر غرناطہ پر قبضہ کر سکو گے۔"

چند دنوں کے بعد فرڈیننڈ کا بحری بیڑہ مالقہ کی طرف روانہ ہو چکا تھا اور وہ خود بھی پیادہ فوج کے ساتھ جنوب مغرب سے ایک لمبا چکر کاٹنے کے بعد مالقہ کا رخ کر رہا تھا۔ مالقہ پر بحری حملہ اس قدر غیر متوقع تھا کہ نصرانی فوج نے معمولی مزاحمت کے بغیر ساحل پر اتر کر شہر کا محاصرہ کر لیا۔

الزغل کی ساری توجہ لوشہ کی طرف تھی۔ اسے اچانک مالقہ کے محاصرے کی خبر ملی۔ تو اس نے غرناطہ کے مٹھی بھر سپاہیوں کی محافظت میں چھوڑ کر مالقہ کا رخ کیا۔ لیکن ابھی وہ مالقہ سے ایک منزل دور ہی تھا کہ اسے یہ اطلاع ملی کہ ابو عبداللہ آٹھ ہزار فوج کے ساتھ غرناطہ کا رخ کر رہا ہے۔ وہ مایوسی کی حالت میں اپنی فوج کا بیشتر حصہ مالقہ کی طرف روانہ کر کے غرناطہ لوٹ آیا۔ لیکن اس کے پہنچنے سے پہلے غداروں کی جماعت ابو عبداللہ کے لئے شہر کے دروازے

یہ بھی ہو چکی تھی۔ اور الحمرا پر ابو عبداللہ کا جھنڈا لہرا رہا تھا۔ الزغل نے شکستہ دل ہو کر پھر مالقہ کا رخ کیا۔ لیکن دغاباز بھتیجے نے اس کی فوج کی معمولی تعداد سے باخبر ہوتے ہی اس پر عقب سے حملہ کر دیا تھا۔ الزغل کے سپاہی بہادری سے لڑے لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ ان کی تلواریں فقط نصرانیوں کے ساتھ ہی نہیں بلکہ اپنے بھائیوں کی تلواروں کے ساتھ بھی ٹکرا رہی ہیں۔ تو دیر تک ثابت قدم نہ رہ سکے۔ الزغل نے شکست کھا کر البیکرا کے علاقے میں پناہ لی۔ اگلے دن اسے یہ خبر ملی کہ مالقہ کے راستے میں اس کی باقی فوج فرڈیننڈ کے ہاتھوں شکست کھا چکی ہے۔ اور مالقہ اس پر میدان خشکی اور سمندر کے تمام راستے بند ہو چکے ہیں۔ البیکرا کے جنگجو قبائل کی ایک مختصر سی فوج منظم کرنے کے بعد الزغل نے شبلہ کو اپنا مستقر بنا لیا۔ مالقہ میں الزغری نے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ لیکن ایک ماہ تک رسد و کمک نہ ملنے کے باعث لوگ بے بس ہو گئے۔ الزغل نے چند بار پہاڑیوں سے نکل کر مالقہ کی طرف پیش قدمی کی لیکن میدان میں فرڈیننڈ کے لشکر جرار کے سامنے اس کی پیش نہ گئی۔

بدر بن مغیرہ نے بھی اپنے حملوں کا رخ شمال مشرق کی بجائے جنوب مشرق کی طرف منتقل کر دیا۔ لیکن فرڈیننڈ کی ٹڈی دل فوج کو معمولی نقصانات بدحواس نہ کر سکے۔ اور فرڈیننڈ نے اپنے گذشتہ تلخ تجربات کے پیش نظر اپنی فوج کو آگے بڑھ کر اس کے حملوں کا جواب دینے کی اجازت نہ دی۔

(۵)

اہل مالقہ کی حالت نازک ہو چکی تھی۔ بھوک سے مرتے ہوئے لوگ ہتھیار ڈالنے پر آمادہ ہو رہے تھے۔ لیکن الزغری نے ہمت نہ ہاری۔ صلح پسندوں کے سامنے اس کا ایک ہی جواب تھا۔ "دشمن میری لاش کو روندے بغیر شہر میں داخل نہیں ہو سکتا۔"

جب سپاہی حوصلہ ہار دیتے تو اس کی تقریریں ان کی روح تازہ کر دیتیں۔ لیکن جب مالقہ کے ہر افق پر تاریکی کے سوا کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ تو شہری آبادی کی طرف فوج میں پھوٹ پڑ گئی۔ چند غداروں نے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ فرڈیننڈ سے ساز باز کر کے شہر کے دروازے کھول دیئے۔ اور الزیغری کو گرفتار کر کے دشمن کے حوالے کر دیا۔

فرڈیننڈ کے حکم سے الزیغری کو بدترین اذیتیں دے کر قتل کیا گیا۔ اور اس کے بعد اہل مالقہ نے وحشت اور بربریت کا وہ دور دیکھا جو ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ فرڈیننڈ کی فوج کے سپاہیوں نے فتح کے نشہ کے بعد شراب کے نشہ میں مدہوش ہو کر مالقہ میں قیامت بپا کر دی۔ عورتوں کو گھروں سے گھسیٹ کر بازار میں لایا گیا۔ انہیں سور کا گوشت کھانے اور شراب پینے پر مجبور کیا۔ اور انہیں بہ نوک شمشیر یہ سمجھایا گیا کہ فاتح کے ہر حکم کی تعمیل مفتوح پر فرض ہے جن مردوں نے اپنی غیرت کا مظاہرہ کیا انہیں زندہ جلانے کی سزا دی گئی۔ اور جب وہ لوگ جنہوں نے الزیغری سے غداری کر کے دشمن کے لیے شہر کے دروازے کھول تھے۔ فرڈیننڈ کے پاس شکایت لے کر گئے۔ تو اس نے جواب دیا۔ مالقہ اندلس کا دروازہ ہے میں اسے دشمن کے وجود سے پاک دیکھنا چاہتا ہوں۔ اگر تمہارے لیے میری فوج کا سلوک ناقابل برداشت ہے تو تم شہر چھوڑ کر جا سکتے ہو۔ اگر تم میں سے کوئی مراکش جانا چاہے تو میرے جہاز موجود ہیں۔

مالقہ چھن جانے کے بعد غرناطہ کی سلطنت کا تمام مغربی حصہ عیسائیوں کے قبضہ میں آ گیا۔ اور جنوب میں مالقہ کے آس پاس ساحلی علاقہ کے شہر بھی ان کے قبضہ میں چلے گئے۔

الزغل کی مختصر سی سلطنت شمال میں جیان سے لے کر جنوب میں المیریہ

ب تھی۔ مالقہ کی بندرگاہ چھن جانیکے بعد امریہ کی بندرگاہ مسلمانوں کے لئے شہ رگ کی حیثیت رکھتی تھی۔ اس کے علاوہ گاڈز اور بیغہ الزغل کے قبضہ میں تھے۔ اپنے وسائل کے لحاظ سے یہ مختصر سلطنت کافی خوش حال تھی۔ البکسرا کی وادیاں جو سیرانویدا کی برفی چوٹیوں کی ندیوں سے سیراب ہوتی تھیں۔ اس علاقہ میں میوہ جات کی پیداوار سارے اندلس سے زیادہ تھی۔ اور باقی علاقہ جو زیادہ پہاڑی تھا لوگ اپنی ضرورت سے زیادہ مویشی پالتے تھے۔ اور دفاعی اعتبار سے بھی اس علاقے کے جنگل اور پہاڑ کافی محفوظ تھے۔

فرڈیننڈ نے چند دنوں کی تیاری کے بعد بیغہ پر حملہ کیا اور شہر کو محاصرہ میں لے لیا۔ لیکن پہاڑی قبائل نے نیچے اتر کر چاروں اطراف سے جنگ و جدال شروع کر دی۔ بیغہ کی اہمیت محسوس کرتے ہوئے بدر بن مغیرہ اپنی سرحد کی حفاظت منصور بن احمد کے سپرد کرتے ہوئے دو ہزار جانبازوں کے ساتھ یلغار کرتا ہوا بیغہ پہنچا۔ اور پہلے شبخون میں اس نے فرڈیننڈ کے پانچ ہزار سپاہیوں کو تہ تیغ کر دیا۔ اگلی رات اس نے دوبارہ عقب سے حملہ کیا۔ اور الزغل نے شہر سے نکلکر اس پر دھاوا بول دیا۔ صبح کے وقت فرڈیننڈ نے محاصرہ اٹھا لیا۔ اور واپس مالقہ چلا گیا۔

مالقہ میں ایک سال کی تیاری کے بعد پھر فرڈیننڈ نے بیغہ پر چڑھائی کی لیکن اس دفعہ اس نے شہر پر حملہ کرنے کی بجائے ارد گرد کے تمام علاقے میں تباہی مچادی۔ کسانوں کے مویشی چھین لئے اور ان کی فصلیں اور باغات برباد کر دیے۔ قبائلیوں کے غیر متوقع ردِ عمل کو تھام کے لئے اس نے بیغہ کے ہر راستے پر مورچے بنا دیئے۔ بدر بن مغیرہ کے جانبازوں اور قبائلیوں کے اچانک حملے فرڈیننڈ کو کافی نقصان پہونچاتے رہے۔ لیکن وہ اہل بیغہ کی کوئی مدد نہ کر سکے۔

چھ ماہ کے طویل محاصرے کے بعد اہل ہیغہ نے سخت قحط میں مبتلا ہو کر اطاعت کر لی
فرڈیننڈ نے ہیغہ کو اپنا مستقر بنا کر الیکیدا کے تمام قلعے ایک ایک کر کے
الزغل سے چھین لیے۔

(۶)

بشیر بن حسن۔ بدر بن مغیرہ کے زخمی بازو پر پٹی باندھ رہا تھا۔ منصور کمرے میں داخل ہوا۔

بدر بن مغیرہ نے سوال کیا۔ "منصور! تم ابھی تک گئے نہیں؟"

منصور نے جواب دیا۔ "میں قلعے سے نکلا ہی تھا کہ وہ مل گئے۔"

"الزغل خود یہاں آ گیا ہے؟"

"ہاں میں یہاں ملاقات کے کمرے میں بٹھا آیا ہوں۔"

"ان کے ساتھ اور کون ہے؟"

"ان کے ساتھ ابوالحسن ہے وہ اپنے ساتھ چند سپاہی بھی لائے تھے لیکن ہمارے آدمیوں نے انہیں پل کے پار روک دیا۔"

"انہوں نے شکایت تو نہیں کی؟"

"وہ اس بات پر پریشان تھے۔ لیکن میں نے یہ کہہ کر انہیں تسلی کر دی ہے کہ ایک عام حکم تھا اور چونکہ آپ کی آمد غیر متوقع ہے۔ اس لئے سپاہیوں کو اس بارے میں کوئی خاص ہدایت نہیں دی گئی تھی۔"

بدر بن مغیرہ نے کہا۔ "تم نے انہیں بتایا کہ تم میرا خط لے کر ان کے پاس جا رہے تھے!"

"ہاں میں نے خط پیش بھی کر دیا تھا۔ لیکن انہوں نے پڑھے بغیر مجھے واپس دے دیا۔ وہ یہ کہتے تھے کہ اتنی دور آنے کے بعد میں زبانی بات کرنا مناسب

جانتا ہوں۔"

"تم نے انہیں بتایا نہیں کہ ملاقات کی صورت میں میرا جواب وہی ہوگا جو میں نے خط میں لکھ دیا ہے۔"

"وہ اس قدر مغموم اور پریشان ہیں کہ میں نے ایسی بات کرنا مناسب نہیں سمجھا۔"

بدر نے کہا، "میں اس ملاقات سے بچنا چاہتا ہوں۔ بہر حال اب یہ ایک مجبوری ہے، لیکن تم دونوں میرے ساتھ رہو۔ اگر میں اپنے فرض سے کوتاہی کروں تو میری اصلاح کر دینا۔"

تھوڑی دیر کے بعد بدر بن مغیرہ، بشیر اور منصور اس پہاڑی قلعہ کے ایک کشادہ کمرے میں الزغل اور ابوالحسن سے معانقہ کر رہے تھے۔ جب وہ رسمی مزاج پرسی کے بعد کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ تو الزغل نے تھوڑی دیر سر جھکا کر سوچنے کے بعد کہا۔ "آپ کو معلوم ہوگا کہ میں کیوں آیا ہوں۔ میں آپ کے جواب کا انتظار نہ کر سکا۔ آپ کی صورت بتا رہی ہے کہ آپ مجھ سے خفا ہیں۔ میں اپنی صفائی پیش کرنے کی نیت سے نہیں آیا مجھے افسوس ہے کہ حالات نے مجھے آپ سے مشورہ لینے کا موقع نہ دیا۔ آپ سمجھتے ہوں گے کہ میں نے بزدلی کی لیکن خدا شاہد ہے کہ مجھے اپنی جان بچانے کی فکر نہ تھی۔ میں اس وقت بھی اپنے آپ کو زندوں میں شمار نہیں کرتا۔ میں آپ کو یہ بتانے آیا ہوں کہ میں نے تلوار اس وقت پھینکی ہے جبکہ میرے بازو کٹ چکے تھے۔ کاش مجھے چند برس پہلے یہ احساس ہوتا کہ دریا کا پانی روکنے کے لیے ریت کا بند کام نہیں دیتا۔ میرے اندازے غلط تھے۔ اور مجھ جیسے غلط اندیش آدمی کو قوم کی قیادت کا حق نہ تھا۔ اور تمہارے سامنے میرے پاس ندامت کے آنسوؤں کے سوا اور کچھ نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ تم مجھے معاف نہیں کرو گے۔

ابو عبداللہ پر اعتماد کر لیا گناہ تھا جس کے لئے میں خود اپنے کو معاف کرنے کے لئے تیار نہیں۔ میرا ضمیر ہمیشہ مجھے ملامت کرتا رہے گا۔ میں نے فرڈیننڈ کی اطاعت اس وقت قبول کی ہے جب مجھے اس بات پر یقین ہو گیا کہ اب مزید قربانیاں بے سود ہیں۔ ہماری پیٹرا اکھڑ چکی ہے۔ اور دشمن ہمیں چاروں طرف سے گھیر چکا ہے۔ قوم کا ایک بڑا حصہ دشمن کی غلامی پر قانع ہو چکا ہے۔ اور جو حریت پسند تھے وہ بھی یہ محسوس کر رہے ہیں کہ اب ان کی قوت مدافعت جواب دے چکی ہے۔ میرے لئے دو ہی راستے تھے۔ ایک یہ کہ فرڈیننڈ کی غلامی قبول کر کے رہے سہے مسلمانوں کو تباہی سے بچا لوں۔ دوسرا یہ کہ میں ایک ایسی جنگ جاری رکھوں جس کا انجام شکست کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔ اس صورت میں مر کر بھی اپنے نام کو داغدار ہونے سے بچا لیتا۔ لیکن میں نے یہ محسوس کیا کہ میرا یہ فعل اندلس اور غرناطہ کے مفتوحہ علاقوں کے مسلمانوں کے حال اور مستقبل سے آنکھیں بند کرنے کے مترادف ہوگا۔ میرا ساتھ دینے والے مسلمانوں کی ایک مٹھی بھر جماعت فقط چند برس آزاد رہ سکے گی۔ لیکن باقی لاکھوں مسلمان جن کی آزادی چھن چکی ہے دشمن کے انتقام کی آگ میں بھسم ہو جائیں گے۔ ممکن ہے امن قائم ہو جانے کے بعد وہ پھر کبھی اٹھ کھڑے ہوں اور قدرت ان کی راہنمائی کے لئے کسی بہتر انسان کو بھیج دے بہر حال اپنے متعلق مجھے یقین ہے کہ میں اگر اس انتشار کی حالت میں انہیں لڑاتا رہا تو ان کی تباہی کے دن قریب تر آتے جائیں گے۔ میری قوم کی رگوں میں صرف خون کے چند قطرے باقی ہیں جب بہہ جائیں تو ان کے پاس بھی میری طرح ندامت کے آنسوؤں کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔"

یہاں تک کہہ کر الزغل نے بدر بن مغیرہ کی طرف دیکھا وہ خاموش تھا۔ تھوڑی دیر سوچنے کے بعد الزغل نے کہا "لیکن تم یہ نہ سمجھئے کہ میں آپ سے

اور آپ کے جانبازوں سے بھی مایوس ہو چکا ہوں۔ آپ غرناطہ اور اندلس کے مسلمانوں کی آخری امید ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ کسی دن یہ وادی ہماری قوم کا آخری قلعہ ہو گی۔ لیکن اس وقت ضروری ہے کہ آپ کو تیاری کا موقع دینے کے لیے نصرانیوں کے سیلاب کو اس وادی سے دور رکھا جائے۔ اور اس مقصد کے لئے ــــ" الزغل یہاں تک کہہ کر خاموش ہو گیا۔

بدر نے کہا "ہاں ہاں کہیے آپ خاموش کیوں ہو گئے۔؟"

الزغل نے جھجکتے ہوئے کہا "میں فرڈیننڈ کو یقین دلا چکا ہوں کہ آپ کو صرف میں نے میدان میں گھسیٹا تھا۔ اب اگر وہ اس علاقے کی آزادی تسلیم کرے تو آپ غرناطہ کے لوگوں کے ساتھ کوئی سروکار نہیں رکھیں گے۔"

بدر نے پوچھا "آپ نے اسے یہ تو نہیں بتایا کہ میں زندہ ہوں۔"

"نہیں۔ میں نے اسے یقین دلا دیا تھا کہ آپ کا جانشین میری ہدایات پر عمل کرے گا۔"

"تو آپ ہمارے پاس فرڈیننڈ کی دوستی کا پیغام لے کر آئے ہیں؟"

"خدا کے لیے اس بارے میں آپ میری نیت کے متعلق کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں۔ میرا مقصد صرف یہ کہ آپ کو تیاری کا موقع دیا جائے۔ میں آپ کے پاس فرڈیننڈ کا خط لے کر آیا ہوں۔"

الزغل نے یہ کہتے ہوئے اپنی قبا کی جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک کاغذ نکال کر بدر بن مغیرہ کو پیش کیا۔

"بدر بن مغیرہ نے کاغذ بشیر کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا "تم پڑھو۔"

"سلطان الزغل کی سفارش پر ہم منصور بن احمد اور اس کے ساتھیوں کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتے ہیں۔ ایک طویل جنگ کے بعد ہم اندلس

عوام کی فلاح کے لئے عیسائیوں اور مسلمانوں میں صلح اور امن کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ اور ہم یہ امید کرتے ہیں کہ ہمارا ایک بہادر دشمن ہماری طرف سے ایک نہایت فیاضانہ پیش کش کے بعد قیام امن کے لئے ہمارا ساتھ دے گا۔ سمجھوتہ کے لئے ہماری پیش کش یہ ہے کہ :-

(۱) کوہ تدمیرا اور جبل الشلیر کے درمیان وہ علاقہ جسے عقاب کی وادی کے نام سے پکارا جاتا ہے آزاد اور خود مختار ہوگا۔ اور اس علاقہ کے باشندوں کو یہ حق ہوگا کہ وہ منصور بن احمد یا جسے وہ چاہیں اپنا حکمراں بنالیں۔

(۲) بیرونی حملے کی مدافعت کے لئے ہم اس علاقے کے حکمراں کی مدد کریں گے۔

اس انتہائی فیضانہ پیش کش کے بعد ہم صرف یہ مطالبہ کرتے ہیں۔ ہماری شمالی اور مشرقی سرحدات کے وہ قلعے جن پر اب تک منصور بن احمد کا قبضہ ہے ہمیں واپس کر دئیے جائیں۔ اور آئندہ کے لئے ہمیں اس بات کا یقین دلایا جائے کہ منصور بن احمد یا اس کے جانشین ہماری سلطنت کی سرحدوں پر حملے نہیں کریں گے۔ اس کے علاوہ وہ غرناطہ اور اندلس کی سلطنتوں کے معاملات میں جن کے حکمراں اب ہمارے حلیف بن چکے ہیں۔ مداخلت نہیں کریں گے اور ہمارے خلاف کسی باغی کو مدد نہیں دیں گے۔ خواہ وہ عیسائی ہو یا مسلمان،،

فرڈیننڈ کا مکتوب ختم کرنیکے بعد بشیر نے بدر بن مغیرہ کی طرف دیکھا۔ اور باقی تمام کی نگاہیں بھی اس کے چہرے پر مرکوز ہو کر رہ گئیں۔ بدر بن مغیرہ نے گردن اٹھا کر اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا اور کہا۔ منصور بن احمد اس کے متعلق کچھ

کہنا چاہتے ہو؟"

منصور نے بشیر کی طرف دیکھا اور پھر بدر کی طرف متوجہ ہو کر جواب دیا "اگر آپ کا مطلب یہ ہے کہ میں مسلمانانِ اندلس کی امیدوں کے جنازے کو کندھا دینے کے لئے تیار ہوں یا نہیں تو میرا جواب نفی میں ہے۔"

بدر نے کہا "اور بشیر تم؟"

بشیر نے جواب دیا "اگر مجھے اس بات کا یقین بھی ہو جائے کہ میری قوم کا سفینہ ڈوب رہا ہے تو بھی میں اسے چھوڑ کر تنکوں کا سہارا لینا گوارا نہیں کروں گا۔"

بدر بن مغیرہ نے الزغل کی طرف دیکھا اور کہا "فرڈیننڈ کو یقین ہے کہ ہم تھک چکے ہیں اور ہم پر نیند کا غلبہ ہو رہا ہے۔ ہمارا گلا گھونٹنے سے پہلے وہ ہمیں سلانا ضروری سمجھتا ہے۔ اور ہمیں لوریاں دینے کے لئے اس نے اس شخص کو منتخب کیا ہے جس نے غرناطہ کو جھنجوڑ جھنجوڑ کر خواب غفلت سے جگایا تھا اس کی نیا خانہ پیش کش ایک خواب آور دوائی ہے اور اس دوائی کو ہمارے حلق میں ٹھونسنے کے لئے اس نے اس شخص کے ہاتھ منتخب کئے ہیں، جو کل تک غرناطہ کا بازوئے شمشیر زن تھا۔ آج غرناطہ کی آخری امید ہمیں مایوسی کے آخری گڑھے کی طرف ڈھکیل رہی ہے ہمارے بزرگ ہمارے محسن اور ہمارے راہنما کی نگاہ میں ہماری جانیں بہت قیمتی ہیں اس لئے آپ ہمیں مشورہ دینے کے لئے آئے ہیں کہ ہمیں ذلیل رہ کر بھی زندگی کے ساتھ نہیں چھوڑنا چاہئے۔"

سلطان الزغل! آپ کہتے ہیں کہ دشمن کے ساتھ مصالحت کر کے ہمیں تیاری کا موقع مل جائے گا۔ لیکن آپ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ دشمن، ہم پر آخری ضرب لگانے کے لئے خود تیاری کی ضرورت محسوس کرتا ہے عمل کی دنیا میں طاقتور اور کمزور کے معاہدوں کے کوئی معنی نہیں۔ ایسے معاہدے کمزور کو پابند سلاسل

بنا دیتے ہیں اور طاقتور کو اپنی تلوار تیز کرنے کا موقع دیتے ہیں۔ اور اگر ہم طاقتور نہیں تو اپنے دشمن کی طرف سے نیک خواہشات کا اظہار ہماری بقا کے لئے کافی نہیں۔ ہماری عزت ہماری آزادی اور ہماری بقا کی ضامن فقط ہماری تلوار ہے۔ اور ہماری تلوار ہماری فتح یا موت سے پہلے نیام میں نہیں جائے گی۔ کیا ہم اس دشمن کا اعتبار کریں جس نے مالقہ کی فتح کے بعد مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ ساحل کا علاقہ خالی کر دیں۔ کیا آپ ہمیں اس شخص کی تحریر پر اعتبار کرنے کا مشورہ دیتے ہیں۔ جس کے ہاتھ ہماری قوم کے بچوں اور عورتوں کے خون سے رنگے ہوئے ہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ جب مالقہ کی گلیوں میں مسلمان لڑکیوں کی عصمت دری ہو رہی تھی۔ تو وہ فیاض اور رحمدل حکمران کہاں سو رہا تھا۔ اگر آپ خود فریبی میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ تو خدا کے لئے ہمیں خود فریبی میں مبتلا نہ کیجئے۔ آپ کو اس بات کی پریشانی ہے کہ ہماری قربانیاں بے مقصد ثابت ہوں گی لیکن میں آپ کو بتاتا ہوں کہ قربانی بذات خود ایک مقصد ہے۔ اگر ہمارے مقدر میں عزت کی زندگی نہیں تو عزت کی موت کا راستہ بند نہیں ہوا۔"

بدر بن مغیرہ جوش کی حالت میں کرسی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ کسی قوم کی رگوں کا خون بہنے سے ختم نہیں ہوتا۔ یہ صرف اس صورت میں خشک ہوتا ہے جب وہ ذلت کی زندگی قبول کر لیتی ہے۔ فرڈیننڈ سے کہہ دیجئے کہ ہم اپنی آزادی کی قیمت ادا کرنا جانتے ہیں۔ لیکن وادی کا رخ کرنے کے بعد اسے ان چٹانوں سے واسطہ پڑے گا۔ جو گذشتہ صدیوں میں کئی طوفانوں کا مقابلہ کر چکی ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ آپ کو ہمدردی کا جذبہ یہاں تک کھینچ لایا ہے۔ آپ یہ نہیں چاہتے کہ ہم اس راستے پر بڑھتے چلے جائیں۔ جس میں کانٹوں کے سوا کچھ نہیں۔ لیکن یہ پاؤں ان کانٹوں کے عادی ہو چکے ہیں۔ یہ جسم پھولوں کی سیجوں سے آشنا نہیں۔ اگر آپ کو اس بات

کا افسوس ہے کہ آپ کی راہنمائی میں ہماری تمام قربانیاں رائیگاں گئیں۔ تو ہمیں بھی اس بات کا افسوس ہے کہ وہ شخص الحمرا میں سنگ مرمر کے مکانوں میں رہنے اور مخملیں بستروں پر سونے کا عادی تھا۔ بڑھاپے کے ایام میں ہمارے ساتھ جنگ کی صعوبتیں جھیلتا رہا۔ ابو عبداللہ کو غرناطہ کا تخت اور آپ کو اندلس کی سلطنت مبارک ہو۔ آپ ہماری فکر نہ کریں ہم نے تلواروں کے سائے میں آنکھ کھولی تھی اور تیروں کی بارش میں سو جائیں گے۔"

وہ آنسو جنہیں الزغل روکنے کی کوشش کر رہا تھا۔ بے اختیار ابل پڑا اس کے کانپتے ہوئے ہونٹوں سے دردمیں ڈوبی ہوئی آواز نکلی "بدر! بدر! اپنے گرے ہوئے رفیق کو غیر ضروری ٹھوکر نہ لگاؤ۔ تم مجھے اس ندامت و خجالت کی حالت میں دوبارہ نہیں دیکھو گے۔ میں افریقہ جارہا ہوں آپ کو مجھ جیسے کمزور انسان کی ضرورت نہیں اور باقی قوم ابو عبداللہ پر قناعت کر چکی ہے۔ اندلس میں اگر مسلمانوں کا کوئی مستقبل ہے تو اس کے امین آپ ہیں۔ اندلس کے وہ لوگ جو آپ کے نقش قدم پر چلنا چاہتے ہیں۔ آپ کے پاس پہنچ جائیں گے۔ میرے پاس کچھ سونا اور جواہرات ہیں ہیں قوم کی یہ امانت آپ کے پاس بھیج دوں گا۔ رخصت ہونے سے پہلے یہ کہوں گا کہ آپ کو میرے آنسوؤں سے غلط فہمی نہ ہو۔ یہ ندامت کے آنسو تھے۔ اور ابو الحسن تمہارا مقام بھی یہ وادی ہے۔"

"الزغل یہاں تک کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا اب میں جانا چاہتا ہوں۔"

بدر نے کہا "آپ تھکے ہوئے ہیں۔ کل تک آرام کیجئے۔"

"نہیں میں آج ہی جانا چاہتا ہوں"

شام کے وقت بدر اور اسکے ساتھی ایک ندی کے پل پر الزغل کو خدا حافظ کہہ رہے تھے

طریف بن مالک

(۱)

ابو عبداللہ کو جب اپنے چچا کے متعلق یہ اطلاع ملی کہ وہ اندرکس چھوڑ کر افریقہ روانہ ہو گیا ہے تو اس نے فرڈیننڈ کو مالقہ میں مبارک باد کا پیغام بھیجا۔ اور غرناطہ میں جشن منانے کا حکم دیا۔

رات کے وقت الحمرا کے در و دیوار قندیلوں کی روشنی میں جگمگا رہے تھے محل کے ایک کشادہ کمرے میں ابو عبداللہ کی طرف سے اپنے وفادار سرداروں اور ارکان سلطنت کی دعوت کا اہتمام تھا۔ طعام کے بعد ناچ اور راگ شروع ہوا۔ شراب کے دور چلے اور جب یہ محفل اپنے شباب پر تھی تو ابو عبداللہ شراب کے نشہ میں جھومتا ہوا اٹھا اور بولا۔ "تم میں سے بعض یہ کہا کرتے تھے کہ میں بدنصیب ہوں۔ آج سے مجھے کوئی بدنصیب نہ کہے۔ میں غرناطہ کا بادشاہ ہوں۔ شہنشاہ فرڈیننڈ میرا دوست ہے اور میرے دشمن ختم ہو چکے ہیں۔ میں بادشاہ ہوں۔ فرڈیننڈ کے وعدے سچے ہیں۔ مجھے غرناطہ کے تمام علاقے واپس مل جائیں گے تم خاموش کیوں ہو گئے ؟ ہنسو، گاؤ اور یہ شراب جی بھر کر پیو۔ میں تمہارے لئے الحمرا کے محل میں شراب کی ایک ندی بنواؤں گا۔ البکسرا کے باغات کے تمام انگوروں سے شراب بنائی جائے گی۔ ہم نے اہل شہر کو بھی جشن چراغاں منانے کا حکم دیا تھا۔ لیکن ہم نے سنا ہے کہ شر پسندوں نے گلیوں اور بازاروں کے چراغ بجھا دیے ہیں۔ یہ ان لوگوں کی وجہ سے ہو رہا ہے جو باہر سے آکر غرناطہ میں یہ مشہور کر رہے ہیں کہ عیسائیوں نے ان پر بہت مظالم کئے ہیں۔ میں کہتا ہوں یہ جھوٹ ہے

آئندہ ایسے لوگوں کو شہر میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جائیگی نرڈینینڈ اعظم کے خلاف کوئی نعرہ برداشت نہیں جائے گا۔ وہ ہمارا محسن ہے آج الحمرا میں جو کچھ تم دیکھ رہے ہو۔ یہ سب اسی کی بدولت ہے۔"

باقی شہر کی حالت الحمرا سے بہت مختلف تھی۔ شام کے وقت سرکاری حکم سے شہر کے کوچوں اور گلیوں میں جو چراغ جلائے گئے تھے وہ ابو عبداللہ کے خلاف مظاہرہ کرنے والے عوام نے زبردستی بجھا دیئے تھے۔ مظاہرین رات بھر گلیوں کوچوں اور چوراہوں میں جمع ہو کر غدار ان قوم کے خلاف نعرے لگاتے رہے۔ شہر میں ابو عبداللہ کے جن حامیوں نے اپنے گھروں میں چراغاں کیا ان کے مکانوں پر خشت باری کی گئی۔ علماء کا ایک بااثر گروہ مظاہرین کے ساتھ تھا اور جن نام و نہاد علماء نے اپنی مساجد میں جلسے کر کے ابو عبداللہ کی درازی عمر کے لئے دعائیں مانگیں نوجوان طلباء نے مساجد کے اندر گھس کر زدو کوب کرنے سے دریغ نہ کیا۔ مردوں کی طرح خواتین کا ایک جلوس بھی رات بھر شہر میں چکر لگاتا رہا۔ اور اس جلوس میں غرناطہ کی خواتین کے علاوہ پناہ گزین عورتیں بھی شریک تھیں۔ جن کے آنسو اہل غرناطہ کو مالقہ اور بسیغہ میں عیسائیوں کے مظالم کی داستان سنا چکے تھے۔

ابو عبداللہ نے تین دن جشن منایا۔ تین دن الحمرا کی دیواریں حکومت کے عشرت پسند اہلکاروں کے قہقہوں اور رعایا کی آہوں کے درمیان حد فاصل کا کام دیتی رہیں۔ تین دن الحمرا میں ارغوانی شراب کے جام چھلکے اور غرناطہ کے عوام کی آنکھوں سے خون کے آنسو بہتے رہے۔ اور چوتھے روز ابو عبداللہ ـــــــ

فرڈینینڈ کا مکتوب پڑھ رہا تھا۔

"ہمیں معلوم ہوا ہے کہ غرناطہ میں ہماری رعایا ہم سے خوش نہیں اور شہر میں ہمارے باغی جمع ہو رہے ہیں۔ ہم مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان آئندہ کسی امکانات ختم کرنے کے لئے یہ ضروری سمجھتے ہیں، کہ غرناطہ ہمارے حوالے کر دو۔ اس خط کے جواب میں ہم صرف یہ سننا چاہتے ہیں کہ ہماری فوج کے لئے غرناطہ کے دروازے بند نہیں کیے جائیں گے۔ بصورت دیگر ہم قوت کے استعمال پر مجبور ہوں گے۔ غرناطہ پہنچ کر ہم تمہارے مستقبل کے متعلق کوئی فیصلہ کریں گے۔ اگر تمہیں ہماری طرف سے فیاضانہ برتاؤ کی خواہش ہے تو غیر مشروط اطاعت ضروری ہے۔"

ابو عبداللہ کی طرح ارکان سلطنت کی آنکھوں سے شراب کا خمار اتر چکا تھا۔ سب پھٹی پھٹی آنکھوں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے الحمراء کی درو دیوار پر مایوسی کی گھٹائیں چھا رہی تھیں۔

ابو عبداللہ نے فرڈینینڈ کے ایلچی کی طرف دیکھا اور نحیف آواز میں کہا۔ "دو دن تک شہنشاہ فرڈینینڈ کو ہماری طرف سے جواب مل جائے گا۔"

ایلچی آداب بجا لانے کے بعد باہر نکل گیا۔ کچھ دیر سلطان اپنے امراء اور امراء اپنے سلطان کی طرف خاموشی کی حالت میں دیکھتے رہے۔ بالآخر ایک بربری سردار نے اٹھ کر کہا۔ "اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے ساتھ وہی سلوک ہونے والا ہے جو مالقہ کے مسلمانوں کے ساتھ ہو چکا ہے۔"

ابو عبداللہ کا نیا وزیر طریف بن مالک بربری قبائل کا سب سے بڑا سردار تھا۔

اس نے اٹھ کر جواب دیا "فرڈیننڈ کو یقیناً ہمارے متعلق کوئی غلط فہمی ہوئی ہے اور ہمیں یقین ہے کہ یہ غلط فہمی دور ہو جائے گی۔ اگر آپ کا مشورہ ہو تو میں خود اس کے پاس جانے کے لئے تیار ہوں"

دوسرے سردار نے اٹھ کر کہا "فرڈیننڈ نے ہمارے لئے صرف دو ہی راستے چھوڑے ہیں۔ ایک یہ کہ ہم اس کے حکم کی تعمیل کریں، اور اپنے گھروں میں ان وحشیوں کا استقبال کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ جن کا اولین مقصد ہماری بہو بیٹیوں کی بے حرمتی کرنا ہے۔ دوسرا یہ کہ ہم ایک باعزت موت کے لئے تیار ہو جائیں"

ایک اور سردار نے اٹھ کر کہا "جنگ ہمارے لئے خودکشی اور صلح ہمارے لئے موت کے مترادف ہے"

ابو عبداللہ کو اچانک ایک خیال آیا، اور اس نے قدرے پُر امید ہو کر کہا "طریف! تم ابو داؤد کے پاس جاؤ۔ اس وقت اس کے سوا ہمیں کوئی صحیح راستہ نہیں بتا سکتا۔ اگر فرڈیننڈ کو ہمارے متعلق کوئی غلط فہمی ہوئی ہے تو وہ یقیناً ایسی غلط فہمی کا ازالہ کر سکے گا۔ فرڈیننڈ اسے لوشہ کا حاکم بنا چکا ہے۔ تم فوراً اسکے پاس جاؤ!"

تھوڑی دیر کے بعد طریف لوشہ کا رخ کر رہا تھا۔

(۳)

ابو داؤد نے طریف بن مالک کو دیکھتے ہی پہچان لیا لیکن طریف کی توقع کے خلاف اس نے کسی گرمجوشی سے خیر مقدم کرنے کے بجائے اپنی کرسی سے اٹھ کر مصافحہ تک بھی نہ کیا۔ فقط اپنے سامنے خالی کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

طریف نے کرسی پر بیٹھ کر جھجکتے ہوئے کہا "مجھے ابو عبداللہ نے آپ کے پاس بھیجا ہے"

ابو داؤد نے جواب دیا "مجھے معلوم ہے، آپ مجھ سے مشورہ لینے آئے ہیں"

"تو آپ کو معلوم ہے کہ فرڈیننڈ نے ہمارے ساتھ عہد شکنی کی ہے۔"

ابوداؤد نے جواب دیا "میں ایک گورنر کی حیثیت میں اپنے بادشاہ کے خلاف کوئی بات سننے کے لئے تیار نہیں۔ اور میں ابوعبداللہ کو بھی یہ مشورہ نہیں دے سکتا کہ وہ اپنے شہنشاہ کے حکم سے سرتابی کرے۔"

"لیکن میں یہ سمجھ کر آیا ہوں کہ آپ ایک مسلمان ہیں، آپ غرناطہ کے خیرخواہ ہیں اور لوشہ کے گورنر ہونے کی حیثیت میں بھی آپ غرناطہ کی حکومت کے ایک رکن ہیں یہ شہر ہمارا ہے۔ میں آپ سے پوچھنے آیا ہوں کہ ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔"

ابوداؤد نے جواب دیا "طاقت ور کے سامنے کمزور کی اطاعت ہمیشہ غیر مشروط ہوتی ہے۔ ابوعبداللہ کو میرا مشورہ یہی ہے کہ وہ اپنے آپ کو فرڈیننڈ کے رحم و کرم پر چھوڑ دے۔"

"لیکن آپ نے میرے سامنے کئی بار ابوعبداللہ کو یقین دلایا تھا کہ فرڈیننڈ ہمارے ساتھ دھوکا نہیں کرے گا۔ وہ ہمارا خیرخواہ ہے۔ اسے اپنی سلطنت وسیع کرنے کا لالچ نہیں۔ وہ الزغل کو شکست دینے کے بعد غرناطہ کی تمام سلطنت ابوعبداللہ کے حوالے کر دے گا۔ اب وہ وعدے کیا ہوئے۔ افسوس آپ لوشہ کی گورنری کے شوق میں یہ بھول گئے کہ آپ مسلمان قوم کے ایک فرد ہیں، اگر غرناطہ میں عیسائیوں کی فوجیں داخل ہو گئیں تو ہمارا انجام مالقہ کے لوگوں سے بھی بُرا ہوگا۔"

ابوداؤد نے پھر اسی بے پروائی سے جواب دیا "میں نے ابوعبداللہ اور فرڈیننڈ کے درمیان ایک ایلچی کے فرائض سرانجام دیئے ہیں۔"

"نہیں۔ آپ نے ابوعبداللہ کو فرڈیننڈ کے جھوٹے وعدوں پر اعتماد کرنے کی ترغیب دی تھی۔"

ابوداؤد نے جواب دیا "کیا ابوعبداللہ کی طرح میں بھی غلطی نہیں کر سکتا۔

یا اس وقت آپ سب میرے ہمنوا رہتے۔؟ اگر آپ تباہی سے بچنا چاہتے ہیں۔ کیا اللہ یہ چاہتا نہیں ہے کہ ابو عبداللہ کی بجائے کوئی زیادہ دوراندیش آدمی اہل غرناطہ کی قیادت سنبھال لے؟ نصرانیوں کے انتقام سے بچنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ آپ کا کوئی راہنما انہیں غرناطہ کے لوگوں کی طرف سے کامل وفاداری کا یقین دلائے۔"

طریف نے کہا۔ "اگر آپ کو غرناطہ کے لوگ راہنمائی کیلئے بلائیں، تو آپ اس خدمت کے لئے تیار ہوں گے؟"

"جب میں یہ محسوس کروں گا کہ میں ان کی کوئی خدمت کر سکتا ہوں، تو میں بلائے بھی چلا آؤں گا۔"

"لیکن میں نے سنا ہے کہ آپ کے زیر سایہ لوشہ کے مسلمان بھی اپنے آپ کو زندگی کے بجائے موت سے زیادہ قریب سمجھتے ہیں۔"

"اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ انہوں نے ابھی تک خلوص دل سے مجھے اپنا راہنما تسلیم نہیں کیا۔ اور میں پوری تسلی کے ساتھ ان کی طرف سے فرڈیننڈ کے ساتھ کوئی بات نہیں کر سکتا۔"

طریف نے اٹھ کر کہا۔ "تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک غرناطہ کے تمام شہروں کے مسلمان متفق ہو کر فرڈیننڈ کے کسی ادنیٰ جاسوس کو اپنا قائد نہیں لیتے اس وقت تک ان کی نجات ممکن نہیں۔"

طریف کی توقع کے خلاف ابوداؤد نے اطمینان سے جواب دیا۔ "ایسے موقعوں پر جذباتی باتوں سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ میں فرڈیننڈ کا جاسوس سہی لیکن تم نے اس کی خدمت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اپنے دل کو ٹٹول کر دیکھو، کیا تم یہ محسوس نہیں کرتے کہ اگر ہم ابو عبداللہ کی جگہ ہوتے تو اہل غرناطہ کیلئے بہتر ہوتا۔"

"نہیں میں ابو عبداللہ کے ساتھ غداری نہیں کر سکتا۔"

”بہت اچھا یونہی سہی۔ لیکن اس کی وجہ یہ نہیں کہ آپ ابو عبداللہ کو غرناطہ کا بہترین راہنما سمجھتے ہیں، بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ وزیر اعظم کے منصب تک پہونچنے کے لئے ایسے آدمی کو سلطان بنانا ضروری سمجھتے تھے۔ اگر آپکو یہ اطمینان ہوتا کہ آپ ابوالحسن اور الزغل جیسے حکمرانوں کی موجودگی میں بھی اس منصب تک پہونچ سکتے ہیں، تو آپ ان کے ساتھ غداری نہ کرتے۔ اور اپنے دعویٰ کے ثبوت کیلئے میں صرف یہ کہنا کافی سمجھتا ہوں کہ موسیٰ جیسے آدمی کو آپ نے صرف اسلئے قتل کرادیا کہ اس کی موجودگی میں آپ کا کسی عہدے تک پہونچنا بھی محال تھا۔ ورنہ کون نہیں جانتا کہ وہ غرناطہ کا بہترین راہنما بن سکتا تھا۔ میرے دوست ہم دونوں کے سامنے اپنے اپنے مقاصد تھے۔ تم اپنے مقاصد کی تکمیل کیلئے ابو عبداللہ کے آلۂ کار بنے اور میں اپنے مقاصد کے لئے فرڈیننڈ کا آلۂ کار بنا۔ اور اب بھی آپ کو اہل غرناطہ کی تباہی کا خطرہ نہیں، آپ کو صرف اس بات کا اندیشہ ہے کہ اگر ابو عبداللہ کا تخت چھن گیا تو آپ کی وزارت . . . . بھی چھن جائے گی۔“

طریف نے کھسیانہ ہو کر کہا ”تم شیطان ہو۔“

ابوداؤد کے چہرے پر پہلی بار مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ ”ایک چھوٹا شیطان ایک بڑے شیطان کی عظمت کا اعتراف کر رہا ہے!“ اور پھر اس نے سنجیدہ ہو کر کہا ”طریف تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ تمہاری منزل مقصود غرناطہ کی وزارت ہے لیکن اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ اس کیلئے ابو عبداللہ کا بادشاہ رہنا ضروری ہے۔ تو یہ تمہاری غلطی ہے۔ ابھی مجھے یہ معلوم نہیں کہ فرڈیننڈ نے غرناطہ کی مسند کے لئے کس کو منتخب کیا ہے لیکن وقت آنے پر میں اسے بتا سکوں گا۔ کہ وزارت کے عہدے کیلئے تم سے زیادہ موزوں آدمی کوئی نہیں۔ تم ڈوبتی ہوئی کشتی کا سہارا لینے کی بجائے اس ملاح کا سہارا کیوں نہیں لیتے جس کے اشاروں پر ایسی کشتیاں ڈوبتی اور تیرتی رہی ہیں۔

تم جانتے ہو کہ اب کسی شخص کے لئے غرناطہ کا بادشاہ یا وزیر بننے کیلئے فرڈیننڈ کی رضامندی کی ضرورت ہے۔ اگر تم چاہو تو وزارت کیلئے اس کی رضامندی حاصل کرنا مشکل نہیں۔ میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ جو شخص موسیٰ کے قتل پر نادم نہیں ابوعبداللہ جیسے احمق کو فرڈیننڈ کے حوالے کر دینے پر کیونکر پشیمان ہوگا۔"

طریف نے کہا" جب میں غدار تھا تو مجھے اس بات کا احساس تک نہ تھا کہ نصرانی اس قدر بد عہد اور سفاک ہیں۔ اب اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ مالقہ میں انہوں نے میری قوم کے ساتھ جو سلوک کیا ہے۔ میں اسے فراموش کر سکتا ہوں تو یہ غلط ہے"

"تم پھر جذبات میں آگئے۔ مالقہ میں الزغل کی بجائے اگر فوراً ہتھیار ڈال دیتا تو عیسائی مسلمانوں کے ساتھ یقیناً یہ سلوک نہ کرتے۔"

طریف نے کہا" اچھا میں جاتا ہوں۔"

ابوداؤد نے اٹھ کر مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا" خدا حافظ!"

لیکن اچانک طریف کے دل میں کوئی خیال آیا اور اسکا ہاتھ ابوداؤد کے ہاتھ کی طرف بڑھتے بڑھتے رک گیا۔ اس نے کہا" نہیں۔ آج سے شاید ہمارے راستے مختلف ہوں۔"

ابوداؤد نے اطمینان کے ساتھ اپنی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا" تمہاری مرضی لیکن میں جانتا ہوں کہ تم ایک لمبا چکر کاٹنے کے بعد مجھ سے آملو گے۔ اگر تم اپنے آپ کو دھوکا نہیں دینا چاہتے تو تمہارے لئے ابوعبداللہ کے پاس جانیکے بجائے فرڈیننڈ کے پاس جانا بہتر ہوگا۔"

طریف دروازے کے قریب پہنچ کر رکا اور مڑ کر ایک ثانیہ کیلئے ابوداؤد کی طرف دیکھنے کے بعد باہر نکل گیا۔

ابوداؤد نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد تالی بجائی۔ ایک نوکر کمرے میں داخل

ہوا۔ اور ادب سے سر جھکا کر اس کے حکم کا انتظار کرنے لگا۔ ابو داؤد نے کہا۔"
تم کوتوال کے پاس جاؤ اور اسے کہو کہ مجھے فوراً چار مستعد سمجھ دار اور دلیر آدمیوں کی
ضرورت ہے۔"

نوکر چلا گیا۔ اور ابو داؤد قلم اٹھا کر لکھنے میں مصروف ہو گیا۔ تھوڑی دیر
کے بعد چار نصرانی جو لباس سے فوجی افسر معلوم ہوتے تھے اس کے کمرے میں داخل
ہوئے ابو داؤد اپنی تحریر پر نظر ثانی کرنے کے بعد انکی طرف متوجہ ہوا۔ غرناطہ کا ایلچی
ہمارے مہمان خانے میں ٹھہرا ہوا ہے۔ اور اب وہ کوچ کی تیاری کر رہا ہو گا۔ تم کو
اسکا اسوقت تک پیچھا کرنا ہے جبتک تمہیں یہ معلوم نہ ہو جائے کہ اس کا رخ غرناطہ
کی طرف ہے یا مالقہ کی طرف اگر وہ مالقہ کا رخ کرے تو یہ سمجھ لو کہ ہمارے شہنشاہ کا
دوست ہے۔ اس صورت میں تم میں سے صرف ایک آدمی کو شہنشاہ معظم کی خدمت
میں میرا مکتوب پہنچانے کیلئے مالقہ جانا پڑے گا۔ اور اگر وہ غرناطہ کا رخ کرے تو یہ
سمجھ لینا کہ ہماری سلطنت کیلئے اس کا وجود خطرناک ہے۔ اس صورت میں تمہارا
یہ فرض ہو گا کہ تم اپنی جان پر کھیل کر بھی اسے غرناطہ جانے سے روکو اسکے ساتھ
صرف پانچ آدمی ہیں۔ تم دو تین اچھے تیر انداز اپنے ساتھ لیتے جاؤ۔ میں یہ چاہتا ہوں
کہ اس کے ساتھی اس وقت باخبر ہوں، جب تیر اس کے سینے میں پیوست ہو چکا
ہو۔ اگر کوئی مجبوری نہ ہو تو اس کے باقی ساتھیوں پر حملہ نہ کیا جائے۔ اس کے بعد
تم میں سے ایک آدمی مالقہ پہونچ جائے۔ اور شہنشاہ کی خدمت میں میرا خط پیش
کرنے کے علاوہ باقی واقعات زبانی عرض کر دے۔ اب جاؤ، اگر طریف روانہ بھی
ہو چکا ہے تو وہ زیادہ دور نہیں گیا ہو گا۔"

(۳)

توشہ سے نکلنے کے بعد طریف نے کئی کوس تک اپنے ساتھیوں میں سے کسی کے

ساتھ بات نہ کی۔ رات کے وقت اس نے راستے کی ایک بستی کی چھوٹی سی سرائے میں قیام کیا، سرائے کا مالک ایک سرکشی مسلمان تھا۔ طریف نے گھوڑے سے اترتے ہی کہا، "ہم سے زیادہ ہمارے گھوڑوں کو خوراک کی اور آرام کی ضرورت ہے۔ ہم پچھلے پہر یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔"

سرائے کے مالک نے کہا، "آپ معزز آدمی معلوم ہوتے ہیں، سرائے کے بہترین کمرے میں نصرانی فوج کے دو افسر ٹھہرے ہوئے ہیں۔ اگر آپ کو اعتراض نہ ہو تو آپ کے لئے میں اپنے گھر کا ایک کمرہ خالی کر سکتا ہوں۔ آپ کے نوکروں کو سرائے میں جگہ مل جائے گی۔"

طریف نے جواب دیا، "میں صرف آرام چاہتا ہوں۔"

سرائے کے مالک نے کہا، "مجھے یہ بھی ڈر ہے کہ سرائے میں آپ آرام کی نیند نہیں سو سکیں گے، وہ فوجی تھوڑی دیر میں بستی کے ایک عیسائی کے گھر سے شراب پی کر آجائیں گے، اور رات بھر نہ خود سوئیں گے اور نہ کسی کو سونے دیں گے۔ میرے گھر اور سرائے کے درمیان صرف ایک دیوار حائل ہے۔ شور تو آپکو وہاں بھی سنائی دے گا۔ لیکن وہ رات کے وقت شراب کے نشے میں آپکا دروازہ نہیں توڑیں گے۔

طریف نے کہا، "بہت اچھا میں تمہارا مہمان ہوں۔"

کھانا کھانے کے بعد طریف بستر پر لیٹنے کا ارادہ کر رہا تھا کہ اسے سرائے کی طرف سے شور سنائی دیا۔ غور سے سننے کے بعد اسے کسی عورت کی چیخیں سنائی دیں اس نے سرائے کے مالک کو آواز دی۔ سرائے کا مالک برابر کے کمرے سے نکل کر اس کے کمرے میں داخل ہوا۔ اور اس نے طریف کے سوال کا انتظار کئے بغیر کہا "معلوم ہوتا ہے کہ آج وہ پھر کوئی شکار پکڑ لائے ہیں۔"

"تمہارا مطلب ہے کہ وہ زبردستی لوگوں کی لڑکیاں پکڑ لاتے ہیں؟"

سرائے کے مالک نے جواب دیا: "ہاں ایک فاتح قوم اپنے غلاموں سے اس قسم کے حقوق منوا لیا کرتی ہے"۔

"اور لوگ مزاحمت نہیں کرتے؟"

"اس بستی میں مسلمانوں کی آبادی بہت تھوڑی ہے۔ اور ہر ایک اپنا گھر بچانے کی فکر میں دوسرے کا گھر جلتا دیکھ کر خاموش رہتا ہے"۔

"کیا ان کی غیرت جواب دے چکی ہے؟"

"معلوم ہوتا ہے کہ آپ کسی اور ملک سے آئے ہیں جس قوم کا سلطان بزدل ہو اور امراء غدار ہوں۔ اس کیلئے غیرت کے لفظ کے کوئی معنی نہیں ہو سکتے"۔

طریف نے اپنی تلوار اٹھاتے ہوئے کہا: "میرے دوست! میں ایک مدت سے بھٹک رہا تھا، آج تم نے مجھے راستہ دکھایا ہے"۔

طریف بھاگتا ہوا مکان سے نکل کر سرائے میں داخل ہوا۔ عورت کی چیخیں اوپر کی منزل کے کمرے سے آ رہی تھیں۔ طریف کے ساتھی شش و پنج کی حالت میں برآمدے میں کھڑے تھے۔

"بزدلو! کیا سوچ رہے ہو۔؟" طریف یہ کہہ کر بھاگتا ہوا سیڑھیوں پر چڑھا گیلری کے آخری سرے پر کمرے کا دروازہ بند تھا۔ لیکن ایک دریچہ کھلا تھا جس سے روشنی باہر آ رہی تھی۔

"مجھ پر رحم کرو۔ مجھے چھوڑ دو۔ مجھے جانے دو۔"

طریف نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا، اور وہ ایک دلخراش منظر کی تاب نہ لا سکا۔ اس نے پوری قوت کے ساتھ دھکا دیکر دروازہ توڑ دیا شراب کے نشے میں مدہوش سپاہی عورت کو چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہوئے لیکن آنکھ جھپکنے کی دیر میں طریف کی تلوار ایک کی گردن اڑانے کے بعد دوسرے کے آر پار ہو چکی

تھی۔ دہشت زدہ لڑکی ایک لمحہ کے لئے بے حس و حرکت زمین پر پڑی رہی۔ پھر اس نے عریاں جسم کی طرف دیکھا، اور اٹھ کر چیخیں مارتی ہوئی کمرے کے باہر نکل گئی اتنی دیر میں طریف کے ساتھی تلواریں لیکر اوپر چڑھ رہے تھے۔ لڑکی نے انہیں دیکھتے ہی ایک جگر دوز چیخ کے ساتھ گیلری سے نیچے چھلانگ لگادی طریف بھاگتا ہوا نیچے اترا۔ سرائے کا مالک نیچے کھڑا تھا۔ طریف نے اپنی قبا اتار کر لڑکی کے عریاں جسم پر ڈال دی۔ سرائے کے مالک نے جھک کر اس کی نبض پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا، یہ زندگی کی قید سے آزاد ہو چکی ہے۔"

طریف نے اپنے ساتھیوں سے کہا، گھوڑوں پر زینیں ڈالو۔ ہم ابھی کوچ کریں گے۔ اور پھر وہ سرائے کے مالک کی طرف متوجہ ہوا۔ اگر تم سے کوئی پوچھے کہ ان بدمعاشوں کا قاتل کون تھا تو کہہ دینا کہ غرناطہ کے غدار وزیر کو اپنی قوم کی ایک لڑکی کی مظلومیت نے پھر ایک بار مسلمان بنادیا تھا۔"

تھوڑی دیر کے بعد جب یہ لوگ باہر نکل رہے تھے۔ آٹھ سوار سرائے کے سامنے رکے۔ ان میں سے ایک نے گھوڑا آگے بڑھا کر غور سے طریف کی طرف دیکھا اور کہا، اس وقت آپ کہاں جارہے ہیں؟"

طریف نے ترش لہجے میں جواب دیا، تم کون ہو؟"

"ہم سپاہی ہیں۔ خیال تھا کہ رات یہاں قیام کریں گے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ یہاں آپ کو بھی جگہ نہیں ملی!"

"بہت جگہ ہے اور ایک کمرہ تو ہم نے ابھی خالی کیا ہے۔"

یہ کہہ کر طریف نے گھوڑے کو ایڑ لگادی۔ تھوڑی دور جاکر طریف کے ایک ساتھی نے جو دوسروں کی نسبتاً اس کے ساتھ زیادہ بے تکلف تھا۔ اپنا گھوڑا اس کے قریب کرتے ہوئے کہا، کیا آپ اس واقعہ کے بعد مالقہ جانا مناسب

سمجھتے ہیں؟"

"تمہیں مالقہ جانے کے لئے کس نے کہا ہے؟"

"آپ نے کہا تھا کہ شاید ہمیں مالقہ جانا پڑے۔"

"نہیں ہم غرناطہ جا رہے ہیں۔"

تھوڑی دیر کے بعد طریف نے اپنے ساتھی سے کہا: "حسن! تم نے اکثر یہ سوچا ہوگا کہ میں غرناطہ کا سب سے بڑا اسیر دار ہوں۔"

حسن نے پریشان ہو کر کہا: "آپ میرے آقا ہیں۔"

"نہیں حسن میں جانتا ہوں۔ تمہاری مجبوریاں تمہیں اپنے دل کی بات کہنے کی اجازت نہیں دیتیں۔ تم زندگی کی تلخ راہوں میں بھی میرا ساتھ دینے پر مجبور تھے لیکن فرض کرو کہ میں آج سے صحیح راستہ اختیار کرتا ہوں۔ تو تم اپنے لئے کیا فرق محسوس کرو گے؟"

حسن نے جھجکتے ہوئے جواب دیا: "میرے آقا! ضمیر کے بوجھ کے نیچے دب کر اور اس بوجھ سے آزاد ہو کر چلنے میں بڑا فرق ہے۔"

طریف نے کہا: "حسن! نصرانی ہمارے بدترین دشمن ہیں۔"

"میرے آقا! اگر یہ گستاخی نہ ہو تو میں کہوں گا کہ ہم نے خود اپنے ساتھ دشمنی کی ہے۔ ایک شخص کو اپنا قاتل تسلیم کر لینے کے بعد اس سے یہ مطالبہ نہیں کیا جا سکتا کہ تم مجھے اس طریقہ سے قتل کرو۔ اور اس طریقے سے قتل نہ کرو۔ اور ہماری حالت تو یہ ہے کہ ہم اپنے ہاتھ پاؤں باندھ کر اس کے سامنے کھڑے ہو گئے ہیں۔ اور ہم نے اپنا خنجر بھی اس کے ہاتھ میں دے دیا ہے۔ اب یہ اس کی مرضی ہے کہ وہ ہمیں آہستہ آہستہ ذبح کرتا ہے یا ہماری شہ رگ فوراً کاٹ ڈالتا ہے۔"

طریف نے جوش میں آکر کہا، "نہیں ہمارے خنجر ابھی تک ہمارے ہاتھوں میں ہیں۔ ہم لڑیں گے۔ اگر عزت کی زندگی نہیں تو عزت کی موت کا راستہ ہمارے لئے بند نہیں ہوا۔"

"خدا آپ کو ہمت دے۔ لیکن مجھے ڈر ہے کہ ابو عبداللہ آپ کا ساتھ نہیں دے گا۔"

"وہ ہمارا ساتھ دینے پر مجبور ہے۔"

تھوڑی دیر کے بعد چونک کر حسن نے کہا، "ہمارے پیچھے کوئی آرہا ہے۔"

طریف کے اشارے سے اس کے ساتھیوں نے گھوڑے روک لئے۔ دور سے سرپٹ بھاگتے ہوئے گھوڑوں کی ٹاپ سنائی دے رہی تھی۔

حسن نے کہا، "یہ وہی سپاہی ہوں گے جو ہمیں سرائے کے دروازے پر ملے تھے۔ سرائے کے مالک نے اپنی جان بچانے کے لئے انہیں بتا دیا ہوگا کہ افسرانی فوج کے دو افسروں کا قاتل کون ہے اور آپ نے بھی سرائے کے مالک سے اپنا راز پوشیدہ نہیں رکھا۔ وہ یقیناً تعاقب میں آرہے ہیں۔"

طریف نے کہا، "یہ دیر سے ہمارا پیچھا کر رہے ہیں۔ قرطبہ سے نکلتے ہی ہم نے انہیں دیکھا تھا۔ راستے میں بھی میں نے انہیں دو تین بار دیکھا ہے۔ تم سب ایک طرف ہٹ کر درختوں کی آڑ میں کھڑے ہو جاؤ۔"

طریف کی قیادت میں اس کے ساتھی راستہ چھوڑ کر گھنے درختوں کی آڑ میں کھڑے ہو گئے۔

سوار گزر گئے اور طریف اور اس کے ساتھی درختوں کی آڑ سے نکل کر گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔

(۳۴)

پچھلے پہر چاند کی دھندلی روشنی میں یہ لوگ کشادہ سڑک چھوڑ کر ایک پگڈنڈی سے گزر رہے تھے۔ طریف اپنے گھوڑے پر سر جھکائے بیٹھا تھا۔ جوں جوں منزل مقصود قریب آرہی تھی اس کا ذہنی اضطراب بڑھ رہا تھا۔ وہ اس منزل سے گزر چکا تھا۔ جب ایک انسان یہ سوچتا ہے کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیئے جب ابو داؤد سے ملاقات کے بعد وہ گوشہ سے نکلا تھا، تو اس کے پاؤں ڈگمگا رہے تھے وہ کبھی سوچتا کہ میں غرناطہ جاؤں گا۔ اور ابو عبداللہ سے کہونگا ہم نے اپنے آپ کو دھوکا دیا ہے۔ اب ہمارے لئے جنگ کے سوا کوئی راستہ نہیں۔ وہ سیلاب جس کے بند ہم نے خود توڑ تھے، اب ہمارے گھروں کا رخ کر رہا ہے۔ جب فرڈیننڈ کی افواج غرناطہ میں داخل ہو جائیں گی، تو نہ تم بادشاہ ہوگے اور نہ میں وزیر رہوں گا۔ وہ شاید ہمیں عام انسانوں کی طرح زندہ رہنے کا بھی حق نہ دے لیکن کیا ہم اس قابل ہیں کہ دشمن کے ساتھ لڑ سکیں، اس دشمن کے ساتھ جس کیلئے ہم نے اپنے مضبوط ترین قلعوں کے دروازے کھول دیئے۔ وہ ہماری تمام کمزوریوں سے واقف ہے۔ اب ہم اسے دھمکی بھی نہیں دے سکتے۔"

پھر وہ یہ سوچتا، کیا یہ ہو سکتا ہے کہ فرڈیننڈ اس قدر ذلیل ثابت ہو۔ اگر میں اس کے پاس جاؤں اور میں اسے یہ کہوں کہ ہم تمہارے لئے قوم کی نظروں میں ذلیل ہوئے۔ ہم نے تم پر اعتبار کیا۔ اور تمہارے لئے ابوالحسن اور الزغل سے لڑائی کی۔ ہمیں یقین تھا کہ تمہارے سائے میں ہم امن کی زندگی بسر کر سکیں گے۔ ہم نے اندلس میں امن کے لئے اپنی سلطنت کا بیشتر حصہ تمہارے حوالے کر دیا۔ اور اب تم غرناطہ بھی ہم سے چھیننا چاہتے ہو۔ تم اندلس کے شہنشاہ ہو یہ عہد شکنی تمہاری شان کے شایان نہیں۔ دنیا کیا کہے گی۔ مورخ کیا لکھیں گے کیا تم

اس بات سے انکار کر سکتے ہو کہ اگر ہم تمہارا ساتھ نہ دیتے تو اندلس میں کوئی طاقت ایسی نہ تھی، جو ابوالحسن کی فتوحات کے سیلاب کو روک سکتی اگر کسی نے تمہارے خلاف آواز اٹھائی، تو ہم نے اس کا گلا گھونٹنے سے دریغ نہ کیا۔ اگر کسی نے تم سے سرکشی کی تو ہم نے اسے ذبح کر کے تمہارے قدموں میں ڈال دیا۔ کیا ہماری خدمات کا یہی صلہ ہے کہ غرناطہ کے دروازے ان بھیڑیوں کے لئے کھول دئیے جائیں۔ جو مالقہ میں انسانیت کا دامن تار تار کر چکے ہیں؟ آخر ہم نے کیا جرم کیا ہے؟ نہیں نہیں اب ان باتوں سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اب فرڈیننڈ کو ہماری ضرورت نہیں اب اسے ابوالحسن اور الزغل سے کوئی خطرہ نہیں۔ اب اس کے لئے وہ قوم بے ضرر بن چکی ہے، جس نے صدیوں تک اندلس کے میدانوں میں اقبال کے پرچم لہرائے ہیں فرڈیننڈ نے تیروں کی بارش میں پتھروں کی آڑ لی تھی اب اس کے ساتھ لڑنے والوں کی کمانیں ٹوٹ چکی ہیں، اور وہ ان پتھروں کی ضرورت محسوس نہیں کرتا ابوعبداللہ، میں، اور میرے ساتھی وہ پتھر ہیں۔ جن کے مورچے میں بیٹھ کر فرڈیننڈ نے جنگ جیتی ہے۔ اب وہ ہماری ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ پھر اس کے دل میں خیال آیا۔ لیکن ابوداؤد بھی تو ہماری طرح اس کے مورچے کا پتھر تھا اور اس نے اسے توشہ کا گورنر بنا دیا ہے۔ طریف نے خود ہی اس سوال کا جواب دیا۔ نہیں وہ اسے ابھی تک کارآمد سمجھتا ہے۔ فرڈیننڈ اپنے ہار ماننے والے دشمن کو موت کے گھاٹ اتارنا چاہتا ہے، اور ابوداؤد پتھر کی حیثیت میں بھی اس کی تلوار تیز کرنے کے کام آسکتا ہے۔ فرڈیننڈ چاہتا ہے کہ اس کے دشمن کی زندگی میں زندگی کے خون کا ایک قطرہ بھی باقی نہ رہے، اور ابوداؤد اسے بتا سکتا ہے کہ اسے کون سی رگ کاٹنی چاہیئے۔ شاید وہ دن بھی آجائے جب ابوداؤد یہ محسوس کرے کہ اب ہماری طرح اسے اس کی ضرورت بھی نہیں رہی لیکن ابھی

اسے اس کی ضرورت ہے۔ ابوداؤد نے مجھے یقین دلایا ہے کہ میں ابوعبداللہ کیساتھ غداری کر کے فرڈیننڈ کو خوش کر سکتا ہوں لیکن یہ دھوکا ہے کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ فرڈیننڈ نے ابوعبداللہ کے خلاف جو فیصلہ کیا ہے اس میں ابوداؤد کا مشورہ شامل ہو۔ اور اگر ابوداؤد ابوعبداللہ کو فریب دے سکتا ہے، تو کیا مجھے فریب نہیں دے گا۔ میں مالقہ نہیں جاؤں گا۔ میں غرناطہ جاؤں گا لیکن غرناطہ پہونچ کر کیا کر سکتا ہوں۔ موسیٰ میری قید میں ہے میں اسے رہا کرنے کا خطرہ مول لے سکتا ہوں۔ میں اس کے پاؤں پر گر کر کہوں گا۔ موسیٰ! قوم کو تمہاری ضرورت ہے۔ لیکن اب موسیٰ کیا کرے گا۔۔۔؟"

اور طریف کیلئے یہ ذہنی کشمکش ناقابل برداشت ہو جاتی، وہ اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہو کر کوئی بات چھیڑ دیتا۔ بستی کی سرائے میں پہونچنے سے قبل اسے معلوم نہ تھا کہ اس کی منزل مقصود کیا ہے۔ اس کا ایک قدم غرناطہ اور دوسرا مالقہ کی طرف۔ ایک ہی منزل تھی۔ ایک مظلوم کی لڑکی کی المناک موت کا حادثہ اس کی اونگھتی ہوئی ضمیر کیلئے آخری جھٹکا تھا۔ اس کے ڈگمگاتے ہوئے پاؤں سنبھل چکے تھے۔ قوم کی ایک بے کس لڑکی کی جگہ دوزخ پیچوں نے غرناطہ کے وزیر اعظم کو ان لوگوں کی صف میں لا کھڑا کیا تھا جنہیں حالات فتح شکست سے بے نیاز ہو کر لڑنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ طریف کے سامنے اب صرف ایک ہی راستہ ہے۔

جب صبح کے آثار نمودار ہو رہے تھے اس نے ایک ندی کے کنارے گھوڑا روکا، اور اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھ کر کہا۔ "اب نماز کا وقت ہے۔"

ندی سے وضو کرنے کے بعد طریف اور اس کے ساتھی قبلہ رو کھڑے ہو گئے اور جب نماز کے بعد طریف نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو الفاظ کی بجائے اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ طریف نے اپنا چہرہ ہاتھوں میں چھپا لیا۔ انتہائی

کوشش کے بعد اس کے منہ سے یہ الفاظ نکلے:۔

"میرے مولا! ہم عزت کی زندگی کے راستے سے بہت دور جا چکے ہیں۔ اب شاید ہمارے آنسو ہمارے دامن کی سیاہی نہ دھو سکیں۔ ہم نے تیرے احکام سے بغاوت اور تیری رحمت سے انکار کیا۔ اور اب جبکہ ہمارے سامنے ذلت اور رسوائی کے سوا کچھ نہیں۔ ہم اس قابل بھی نہیں کہ عزت نہیں عزت کا لفظ ہم جیسے انسانوں کے لئے نہیں۔ ہم اس قابل بھی نہیں کہ عزت کی موت کا تصور کر سکیں، ہم فقط اپنی ضمیر کی عذاب سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ہمارے لئے زندگی کا ہر لمحہ موت سے کہیں زیادہ تلخ ہے۔ اب تیری زمین کے لئے ہمارا بوجھ ناقابل برداشت ہو چکا ہے"۔

یہ دعا جو آنسوؤں کے ساتھ شروع ہوئی تھی، آنسوؤں کے ساتھ ختم ہوئی طریف اور اس کے ساتھی اٹھ کر پھر گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔

ندی عبور کرنے اور گنجان درختوں میں سے گزرنے کے بعد طریف کو غرناطہ کی مساجد کے مینار اور الحمرا کے گنبد دکھائی دے رہے تھے۔ اس نے افق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا، "وہ دیکھو! غرناطہ ہمارا غرناطہ جو اندلس میں ہمارا آخری قلعہ ہے۔ ہم اس کی حفاظت کریں گے۔ ہمیں خدا کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہئے اگر غرناطہ کی دس لاکھ آبادی میں سے ایک لاکھ نوجوان زندہ رہنے کا عہد کر لیں تو انہیں کون مٹا سکتا ہے۔ کیا سرحدی عقابوں کی مٹھی بھر جماعت نے بار بار فرڈیننڈ کی ٹڈی دل افواج کے دانت کھٹے نہیں کئے۔ کیا طارق کے ایک ہزار جانبازوں نے راڈرک کی سطوت کے ایوانوں کی اینٹ سے اینٹ نہیں بجا دی تھی جب ہم ہزاروں کی تعداد میں تھے تو ہم نے دشمن کی بڑی سے بڑی طاقت کو شکست دی اور آج ہماری تعداد لاکھوں میں ہے۔ کیا ہم ہمیشہ کیلئے فرڈیننڈ کی غلامی کی ذلت قبول

کرلیں گے کیا ہمارے پاس وہ تلواریں نہیں جو ہمارے خلاف۔

طریف اپنا فقرہ پورا نہ کرسکا۔ درختوں کی آڑ سے ایک تیر سنسناتا ہوا آیا۔ اور طریف کی پسلی میں پیوست ہوگیا۔ وہ اُف کہہ کر ایک طرف جھکا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ایک اور تیر اس کی پیٹھ میں لگا۔ طریف کے ساتھیوں نے گھوڑوں کی باگیں موڑ لیں۔ لیکن اتنی دیر میں چند تیر اور آئے اور طریف کا ایک اور ساتھی زخمی ہوگیا اور اس کے ساتھ ہی درختوں کے عقب میں گھوڑوں کی ٹاپ سنائی دی۔

طریف نے بلند آواز میں کہا "حسن! ان کے تعاقب کے لیے مت جاؤ۔ میرا بہت سا کام باقی ہے"۔

طریف نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگادی، اور اس کے ساتھی جو غصے کی حالت میں ہونٹ کاٹ رہے تھے اس کے پیچھے ہو لیے۔ تھوڑی دور آگے جاکر حسن نے اپنا گھوڑا طریف کے قریب لاتے ہوئے کہا۔ "ذرا گھوڑا روکیے، میں یہ تیر نکال نکال دوں"۔

"نہیں میرے یہ لمحات بہت قیمتی ہیں۔ اب وقت ضائع نہ کرو"۔

"آپ اس حالت میں زیادہ دور نہیں جاسکتے۔ کم از کم مجھے اپنے زخم دیکھ لینے دیجیے"۔ یہ کہتے ہوئے حسن نے ہاتھ بڑھا کر طریف کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور دوسرے ہاتھ سے اپنے گھوڑے کی باگ کھینچ لی۔

طریف نے گھوڑے سے اترتے ہوئے کہا "تم بہت ضدی ہو حسن!" وہ گھوڑے کے ساتھ اپنا سینہ لگا کر کھڑا ہوگیا، اور زین کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر بولا "جلدی کرو"۔

حسن نے جلدی سے اپنا عمامہ اتار کر اپنے ایک ساتھی سے کہا "اسے دو حصوں میں پھاڑ ڈالو"۔

دو آدمیوں نے گھوڑوں سے اتر کر طریف کو سہارا دینے کی کوشش کی۔ لیکن اس نے جھنجھلا کر کہا۔ "میں ٹھیک ہوں۔ حسن جلدی کرو۔"

حسن نے اچانک ایک تیر نکال کر پھینک دیا۔ لیکن دوسرا تیر نکالتے وقت طریف بیہوش ہو چکا تھا۔ دونوں زخموں پر پٹیاں باندھنے کے بعد طریف کو اس کے ساتھیوں نے زمین پر لٹا دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد طریف نے ہوش میں آکر آنکھیں کھولیں۔ اور پانی کے چند گھونٹ پینے کے بعد اٹھنے کی کوشش کی لیکن حسن نے کہا۔ "اس حالت میں گھوڑے پر سفر کرنا ٹھیک نہ ہوگا۔ کیا یہ بہتر نہیں کہ ہم آپکو پاس کی بستی میں چھوڑ کر غرناطہ سے کوئی جراح لے آئیں؟"

طریف نے اٹھ کر فیصلہ کن انداز میں جواب دیا۔ "نہیں میں فقط اپنا آخری فرض پورا کرنے کے لئے زندہ ہوں۔"

طریف گھوڑے پر سوار ہوا لیکن کوئی آدھ میل دور جانے کے بعد حسن نے محسوس کیا کہ اسے گھوڑے کی زین پر جم کر بیٹھنا مشکل ہے۔ وہ کبھی ایک طرف کو اور کبھی دوسری طرف جھک جاتا ہے گھوڑے کی باگ پر اس کی گرفت ڈھیلی ہو رہی ہے حسن اپنا گھوڑا قریب لے گیا۔ اور طریف کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے گھوڑے پر ڈال لیا۔

طریف نے کراہتے ہوئے کہا۔ "مجھے موسیٰ کے پاس لے چلو!"

(۵)

غرناطہ سے باہر سرسبز باغات میں سے گزرنے کے بعد حسن نے ایک پرانے حویلی کی چار دیواری کے آہنی پھاٹک کے سامنے گھوڑا روکا۔ ایک حبشی غلام نے پھاٹک کی سلاخوں سے جھانک کر باہر دیکھا۔

حسن نے کہا۔ "دروازہ کھولو۔ جلدی کرو۔"

حبشی نے حسن اور اس کے ساتھیوں کو پہچانتے ہی دروازہ کھول دیا۔ مکان کی ڈیوڑھی عبور کرنے کے بعد حسن کشادہ صحن میں داخل ہوا۔ اتنی دیر میں چند غلام اور نوکر جمع ہو گئے۔ اور وہ حسن کے اشارے سے طریف کو گھوڑے سے اتار کر ایک کمرے میں لے گئے۔ طریف بے ہوش تھا۔ حسن نے نوکروں سے مخاطب ہو کر کہا یعقوب کو فوراً بلاؤ۔"

ایک حبشی بھاگ کر باہر نکلا۔ لیکن جلد ہی واپس آ کر بولا: "وہ آ رہا ہے۔"

ایک ادھیڑ عمر لیکن خوبصورت ہیکل آدمی اندر داخل ہوا طریف کو بے ہوشی کی حالت میں بستر پر دیکھ کر اس نے جواب طلب نگاہوں سے حسن کی طرف دیکھا۔

حسن نے کہا "یعقوب! آقا کا حکم ہے کہ موسیٰ کو فوراً قید سے نکال کر یہاں لے آؤ۔"

یعقوب نے تذبذب اور پریشانی کی حالت میں پہلے حسن اور پھر اس کے ساتھیوں کی طرف دیکھا۔ اس کی خاموش نگاہیں اس غیر متوقع حکم کے خلاف احتجاج کر رہی تھیں۔

حسن نے کہا "یعقوب وقت ضائع نہ کرو جلدی کرو۔"

یعقوب نے قدرے جرأت سے کام لیتے ہوئے کہا "لیکن آقا بے ہوش ہیں اور جب تک وہ خود مجھے حکم نہ دیں۔۔۔۔"

حسن نے گرج کر کہا "آقا کی طرف سے میں تمہیں حکم دیتا ہوں جلدی کرو۔"

"لیکن وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

"شیر لومڑیوں پہ ہاتھ نہیں اٹھایا کرتے چلو میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔"

تھوڑی دیر کے بعد حسن، یعقوب اور ایک غلام اس مکان کے دوسرے سرے پر ایک تنگ برآمدے میں سے گزرتے ہوئے ایک کوٹھڑی کے آہنی دروازے کے

سامنے رکے۔ بربر حانیے دروازے کا تالا کھولا۔ کوٹھری کے ایک سرے پر پتھر کی تنگ سیڑھی نیچے کی طرف اترتی تھی۔ کوئی بیس سیڑھیاں نیچے اُترنے کے بعد یہ لوگ ایک آہنی سلاخوں والے دروازے کے سامنے رکے، یعقوب نے دروازہ کھولا اندر سخت اندھیرا تھا۔ یعقوب نے دروازے کے پاس دیوار کے ساتھ ایک لوہے کی چرخی کو گھمایا۔ اور سامنے کی دیوار میں چھت کے قریب ایک چھوٹا سا روزن کھل گیا۔ اور کمرے میں دھندلی سی روشنی آگئی، یہ کمرہ خالی تھا۔ اور اس کے دائیں ہاتھ ایک شخص یہ اسیر والی کوٹھری کی آہنی سلاخوں کے ساتھ کھڑا اپنی تنہائی میں مخل ہونے والوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔ یہ موسیٰ بن غسّان تھا۔ سطوت و جبروت کا پیکر مجسم جس کا مرجھایا ہوا چہرہ بھی دیکھنے والوں کے دل ہلا دینے کے لئے کافی تھا۔

حسن نے ایک قدم آگے بڑھ کر کہا۔ "ہم طریف ابن مالک کے حکم سے آپ کو قید سے نکالنے آئے ہیں۔"

موسیٰ خاموشی سے حسن کی طرف دیکھتا رہا۔ حسن نے پھر کہا۔ "وہ زخمی ہے اور اس کی آخری خواہش یہ ہے کہ آپ اسے پاؤں پر گرنے کا موقع دیں۔ ہم اسے بیہوشی کی حالت میں یہاں لائے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ آپ اسے معاف نہیں کریں گے لیکن وہ توبہ کر چکا ہے۔ اور اب تھوڑی دیر میں شاید اس کا معاملہ خدا کے سامنے ہوگا ہم سب آپ کے مجرم ہیں اور اگر آپ سزا دینا چاہیں تو ہماری طرف سے سرتابی نہیں ہوگی۔

حسن کے اشارے سے یعقوب نے ڈرتے ڈرتے دروازہ کھول دیا۔ موسیٰ کوٹھری سے باہر نکل کر ایک لمحہ کے لئے خاموش کھڑا رہا۔ اور پھر بولا۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا۔ طریف ابو عبداللہ کے لئے ہر گناہ کر سکتا تھا پھر اس پر یہ عتاب کیسے نازل ہوا۔"

حسن نے جواب دیا " طریف کو فرڈینینڈ کے آدمیوں نے زخمی کیا ہے۔ آپ تمام حالات سے باخبر ہونے کے بعد اسے شاید قابل معافی سمجھیں لیکن اب اسکی زندگی کا چراغ ٹمٹمار ہا ہے۔ وہ آپ کا منتظر ہے، وہ آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہے "

موسیٰ نے کہا " چلو!"

(۶)

طریف نے درد سے کراہتے ہوئے کہا " جلدی کرو۔ مجھے موسیٰ کے پاس لے چلو۔"

اس کے ایک ساتھی نے کہا " حسن موسیٰ کو لینے گیا ہے۔ وہ آہی رہے ہونگے "

طریف نے آنکھیں کھول کر ادھر ادھر دیکھا، اور اٹھ کر بستر پر بیٹھتے ہوئے کہا " میں اس حالت میں اسے نہیں دیکھنا چاہتا۔ مجھے اس کی کوٹھری کے سامنے لے چلو میں اس قابل نہیں کہ وہ میرے پاس آئے۔ جلدی کرو "

طریف نے اپنے پاؤں بستر سے نیچے لٹکا دیئے۔ دو آدمیوں نے اسے سہارا دیا جب اسے دروازے سے باہر نکالا گیا۔ تو ایک حبشی غلام نے کہا " وہ آرہے ہیں "

طریف نے کہا " مجھے چھوڑ دو۔ مجھے سہارے کی ضرورت نہیں۔ نوکروں نے اپنی مرضی کے خلاف اس کے حکم کی تعمیل کی۔ طریف نے چند قدم اٹھائے برآمدے کے دوسرے سرے پر اسے موسیٰ دکھائی دیا۔ اس کی نگاہوں کے سامنے اندھیرا آگیا۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا آگے بڑھا اور برآمدے کے ساتھ ستون کے ساتھ لپٹ کر کھڑا ہو گیا موسیٰ اسکے قریب پہونچ کر رکا اور تذبذب کی حالت میں اسکی طرف دیکھنے لگا طریف کے کانپتے ہوئے ہونٹوں سے درد میں ڈوبی ہوئی آواز نکلی " موسیٰ! تمہارا مجرم موت کے دروازے پر دستک دے رہا ہے۔ لیکن اس سے پہلے اس سے پہلے ......"

طریف ستون کا سہارا چھوڑ کر ایک قدم آگے بڑھا اور بے اختیار موسیٰ کے پاؤں پر گر پڑا۔ موسیٰ ایک ثانیہ کے لئے بے حس و حرکت کھڑا رہا۔ پھر اس نے پیچھے ہٹنے کی کوشش کی۔ لیکن اس کے پاؤں طریف کے بازوؤں کی گرفت میں تھے بیہوشی کی حالت میں بھی یہ گرفت کافی مضبوط تھی۔ اچانک موسیٰ نے محسوس کیا۔ کہ اس کے پاؤں بھیگ رہے ہیں۔ طریف اس کے پاؤں پر آنسوؤں کی پونجی لٹا رہا تھا۔ نہیں یہ آنسو نہ تھے۔ موسیٰ کے دل پر چھرکہ لگا، وہ زندگی کی تمام تلخیوں کو بھول چکا تھا۔ اس نے جھک کر طریف کو اٹھایا۔ آنسوؤں کی بجائے اس کے منہ سے خون کی دھار بہہ رہی تھی۔ موسیٰ اسے اٹھا کر اندر لے گیا۔ اسے بستر پر لٹا کر ہوش میں لانے کی کوشش کی۔ لیکن تھکا ہوا مسافر اپنی آخری منزل پر پہونچ کر دم توڑ چکا تھا۔

موسیٰ نے انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اور ضبط کی کوشش کے باوجود اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔ یہ آنسو طریف کے چہرے پر گر رہے۔ ابو موسیٰ نے اس کا سر اپنی گود سے اٹھا کر تکیے پر رکھ دیا اور بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "طریف! تم ہمارے تھے!!"

نئے ولولے

(۱)

موسیٰ مدت کے بعد پھر ایک بار اس ندی کے پل کے قریب کھڑا تھا جس کے دوسرے کنارے سے سرحدی عقاب کی آزاد مملکت شروع ہوتی تھی۔ پل کے پاس اسی درخت کے ساتھ لکڑی کا ایک تختہ لٹک رہا تھا۔ لیکن اس پر لکھی ہوئی تحریر اس تحریر سے مختلف تھی جسے موسیٰ نے شاہین کی وادی میں پہلی بار داخل

ہوتے وقت پڑھا تھا۔ اس تحریر کے الفاظ یہ تھے۔

"اس ندی کے پار سرحدی عقاب کی مملکت ہے کسی ایسے شخص کو جو غدار ابوعبداللہ کی بادشاہت تسلیم کرچکا ہو۔ اس وادی میں داخل ہونے کی اجازت نہیں۔ نصرانیوں کے مظالم سے پناہ لینے والے مسلمان کو اس وادی میں داخل ہونے کی اجازت ہے لیکن دشمن کے جاسوس کی سزا موت ہے۔"

عصر کی نماز کا وقت ہوچکا تھا۔ موسیٰ نے گھوڑے سے اترکر اسے ایک درخت کے ساتھ باندھ دیا، اور ندی کے پانی سے وضو کرنیکے بعد سرسبز گھاس پر نماز کے لئے کھڑا ہوگیا۔ کوئی پچیس کے لگ بھگ مسلح نوجوان درختوں کی آڑ سے نمودار ہوئے اور موسیٰ کے قریب جمع ہوگئے۔ موسیٰ نماز سے فارغ ہوکر اٹھا، اور ان کی طرف متوجہ ہوکر بولا۔ "میں تمہارے امیر سے ملنا چاہتا ہوں۔۔۔ میرا نام موسیٰ ہے۔"

"موسیٰ! آپ؟" ایک نوجوان نے آگے بڑھ کر اسے غور کے ساتھ دیکھتے ہوئے کہا۔ "آپ زندہ تھے؟ لیکن اتنی دیر آپ کہاں رہے؟" نوجوان کی پریشانی مسرت میں تبدیل ہورہی تھی۔

موسیٰ نے کہا۔ "اپنے امیر سے کہو کہ میں ان کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت چاہتا ہوں۔ میں یہاں ٹھہرکر ان کے حکم کا انتظار کروں گا۔"

نوجوان نے جواب دیا۔ "غرناطہ کے شیرِ کو عقاب کی وادی میں داخل ہونے کے لئے اجازت کی ضرورت نہیں۔"

یہ نوجوان مجاہدین کے اس گروہ کا سالار تھا۔ اس کے اشارے پر ایک سپاہی موسیٰ کا گھوڑا کھول لایا۔ نوجوان نے موسیٰ سے مخاطب ہوکر کہا۔ "آپ سوا

ہو جائیں۔ ہمارے گھوڑے ندی کے پار کھڑے ہیں!"

ندی عبور کرنے کے بعد نوجوان اور اس کے پانچ اور سپاہی اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر موسیٰ کے ساتھ ہو لئے، اور باقی پھر درختوں کی آڑ میں روپوش ہو گئے جنگل اور پہاڑ کے تنگ و تاریک راستوں پر سے گزرنے کے بعد آدھی رات کے قریب وہ ایک قلعے کے دروازے کے سامنے پہنچے، موسیٰ کی توقع کے خلاف قلعے کا دروازہ کھلا تھا، اور باہر چند آدمی کھڑے ان کا انتظار کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک کے ہاتھ میں مشعل تھی۔ ابو موسیٰ کا گھوڑا دروازے کے قریب پہنچا تو ایک شخص نے آگے بڑھ کر اس کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی۔ موسیٰ گھوڑے سے اترا، اور مشعل کی دھندلی روشنی میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا کون؟ بشیر!"

بشیر بے اختیار اس کے گلے لپٹ گیا۔ جذبات کے ہیجان میں بشیر بار بار یہ الفاظ دہرا رہا تھا۔ "آپ کہاں تھے؟ آپ نے اپنے متعلق ہمیں اتنی دیر بے خبر کیوں رکھا؟ کیا یہ ایک خواب تو نہیں؟"

بشیر کی گرفت سے علیٰحدہ ہونے کے بعد موسیٰ دوسرے آدمیوں کی طرف متوجہ ہوا۔ ایک سیاہ پوش نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ موسیٰ نے اس کے ساتھ مصافحہ کرتے ہوئے بشیر کی طرف دیکھا اور بشیر نے کہا، "یہ منصور بن احمد ہیں!"

منصور کے ساتھ مصافحہ کرنے کے بعد موسیٰ کی نظر ابوالحسن پر جا پڑی۔ ابوالحسن بے حس و حرکت کھڑا اپنے سالار کی طرف دیکھ رہا تھا موسیٰ نے اس کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا، "ابوالحسن! تم مجھے نہیں پہچانتے؟"

ابوالحسن نے فرطِ عقیدت سے موسیٰ کا ہاتھ اپنے ہونٹوں کے ساتھ لگا لیا۔ وہ قلعہ کے اندر داخل ہوئے۔ ایک وسیع کمرے میں دسترخوان بچھا ہوا تھا۔

موسیٰ نے کہا۔" آپ نے ابھی تک کھانا نہیں کھایا؟"

بشیر نے جواب دیا۔" ہم آپ کا انتظار کر رہے تھے۔"

" تو دروازے پر بھی میرا ہی انتظار ہو رہا تھا۔ لیکن آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ میں آرہا ہوں؟"

منصور نے جواب دیا۔" جب آپ ہماری سرحد سے چار کوس کے فاصلے پر تھے تو ہمیں معلوم ہو چکا تھا کہ ایک مہمان آرہا ہے۔ اور مغرب کی نماز سے تھوڑی دیر بعد ہمیں یہ اطلاع مل گئی تھی کہ ہمارا مہمان کون ہے؟"

دستر خوان پر بیٹھنے کے بعد موسیٰ کی آنکھوں کے سامنے وہ منظر آگیا۔ جب وہ الزغل کے ساتھ پہلی بار عقاب کی وادی میں داخل ہوا تھا۔ وہ جنگل کی اس دعوت کا تصور کر رہا تھا جس میں ان کا میزبان بدر بن مغیرہ تھا آج جب بدر بن مغیرہ کی بجائے منصور بن احمد نے اس کے ہاتھ دھلائے تو اسے اچانک اس محفل میں اجنبیت کا احساس ہوا۔ اس کے دل پر ایک ٹھیس سی لگی۔ بشیر کی بے تکلفی اور منصور کے چہرے کے ایثار خلوص کے باوجود اس محفل میں ایک تنہائی سی محسوس کر رہا تھا۔ اس نے بدر بن مغیرہ کا ذکر چھیڑنا چاہا۔ لیکن وہ بول نہ سکا میزبان اس بات کا انتظار کر رہے تھے کہ ان کا مہمان کھانے کی طرف ہاتھ بڑھائے۔

بشیر نے کہا۔" شروع کیجئے۔"

موسیٰ نے غیر ارادی طور پر ایک لقمہ اٹھایا۔ لیکن اس کی بھوک مر چکی تھی اس کا ہاتھ منہ تک پہونچتے پہونچتے رک گیا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے آنسوؤں کے پردے حائل ہونے لگے اس کے منہ سے درد کی گہرائیوں میں ڈوبی ہوئی آواز نکلی۔ بدر! بدر! اور اس نے اٹھایا ہوا لقمہ پھر دستر خوان پر رکھ دیا۔

میزبان انتہائی پریشانی کی حالت میں اس کی طرف دیکھ رہے تھے موسیٰ

نے اپنا چہرہ آستین میں چھپا لیا۔ وہ مجاہد جس کے سامنے شیروں کے دل دہل جاتے تھے۔ جس نے ساری عمر طوفانوں سے لڑنا اور بجلیوں سے کھیلنا سیکھا تھا۔ جو موت کے بھیانک چہرے کے سامنے قہقہہ لگانے کی جرأت رکھتا تھا۔ اس بھری محفل میں رو رہا تھا۔ اس معصوم بچے کی طرح جس کا عزیز ترین کھلونا ٹوٹ چکا ہو۔

"معاف کیجئے مجھے بھوک نہ تھی۔" موسیٰ بھرائی ہوئی آواز میں یہ کہہ کر اٹھا اور کمرے کے باہر نکل گیا۔

میزبانوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ منصور نے کہا۔ "تھوڑی دیر انتظار کرو۔ میں ابھی آتا ہوں۔ بشیر! تم میرے ساتھ آ سکتے ہو۔"

موسیٰ صحن میں کھڑا آسمان کے جگمگاتے ہوئے ستاروں کی طرف دیکھ رہا تھا۔ "بدر۔ بدر۔ ہا!" اس نے ہچکی لیتے ہوئے کہا۔

منصور نے آگے بڑھ کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "یہ مایوسی غرناطہ کے مجاہد اعظم کی شان کے شایان نہیں۔ غرناطہ کا انجام بہت المناک ہے لیکن ہمیں ہمت نہیں ہارنی چاہیئے۔"

ابو موسیٰ نے مڑ کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ میں اس وقت غرناطہ کے متعلق نہیں سوچتا۔ منصور! تم نہیں جانتے۔ ٹوٹی ہوئی دیواریں پھر کھڑی کی جا سکتی ہیں قلعے دوبارہ تعمیر کئے جا سکتے ہیں۔ اور قوم کی مردم شماری میں بھی اضافہ کیا جا سکتا ہے۔ لیکن وہ مسیحا جو مردہ قوم کی رگوں میں ایمان کی حرارت پیدا کرتے ہیں، بار بار پیدا نہیں ہوتے۔ بدر ہماری قوم کا مسیحا تھا لیکن ہم نے اسے تختہ دار پر لٹکا دیا۔ وہ اس مردہ قوم کی رگوں میں زندگی کے خون کا آخری قطرہ تھا۔ وہ ہماری تلوار تھی جو ٹوٹ گئی۔ وہ ہمارا بازو تھا جو کٹ گیا۔ وہ ایک آفتاب تھا جو غروب ہو چکا ہے، اور ہم تاریکی میں بھٹک رہے ہیں۔"

(۱۳)

قلعے سے باہر گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سنائی دی۔ منصور نے بشیر کی طرف دیکھا اور بشیر اس کا اشارہ سمجھ کر قلعے کے دروازہ کی طرف چل دیا۔

منصور نے موسیٰ سے کہا "آپ تھکے ہوئے ہیں چلئے اندر بیٹھیں"۔

ابو موسیٰ کچھ کہے بغیر منصور کے ساتھ چل دیا۔ پتھر کی سیڑھیاں چڑھنے کے بعد وہ بالائی منزل کے ایک کمرے میں داخل ہوئے۔ اندر شمعیں جل رہی تھیں۔ منصور کے اشارے سے موسیٰ ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ منصور نے اس کے قریب دوسری کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا "اگر قدرت ایک معجزہ کر سکتی ہے تو وہ دوسرا معجزہ بھی کر سکتی ہے۔ ہم آپ کے متعلق ناامید ہو چکے تھے۔ آج جب ہمیں آپ کی آمد کی اطلاع ملی تو ہم یہ سمجھتے تھے کہ ہمارے آدمیوں کو دھوکا ہوا ہے۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ جس طرح ہمیں موسیٰ مل گیا ہے۔ اسی طرح آپ کو بدر بن مغیرہ مل جائے؟ کیا آپ کی طرح وہ روپوش نہیں ہو سکتا؟"

موسیٰ نے قدرے پر امید ہو کر منصور کی طرف دیکھا لیکن پھر مایوس سا ہو کر کہنے لگا۔ "حالات نے تمہیں بھی میری طرح شاعر بنا دیا ہے۔ ابو موسیٰ ہر شخص کو شاعر بنا دیتا ہے۔ میں سارا راستہ اپنے دل کو یہ جھوٹی تسلیاں دیتا آیا تھا کہ بدر بن مغیرہ زندہ ہے۔ ممکن ہے کہ وہ شخص جسے ابو عبداللہ نے قتل کیا ہو کوئی اور ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ قتل ہونے کی بجائے میری طرح قید میں ہو۔ اور تمہارے دسترخوان پر بیٹھتے وقت بھی میری نگاہیں دروازے پر لگی ہوئی تھیں۔ میں قدرت کے معجزے کا انتظار کر رہا تھا۔ اور جب تم نے مجھے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھانے کیلئے کہا تو امید کا ٹمٹماتا ہوا چراغ بجھ گیا۔ یہ حقیقت میرے لئے ناقابل برداشت تھی۔ کہ اس محفل میں بدر بن مغیرہ کی جگہ خالی ہو چکی ہے۔ اگر میں آتے ہی اس کا ذکر چھیڑ دیتا تو مجھ سے

دستر خوان پر بچوں کی سی حرکت سرزد نہ ہوتی۔ لیکن میں اسے مردہ نہیں بلکہ زندہ سمجھ کر اس کا انتظار کر رہا تھا۔ اپنے منہ سے کچھ کہنے کی بجائے میں آپ کی زبان سے کچھ سننا چاہتا تھا۔ منصور! میں زندگی اور موت کے مفہوم سے ناآشنا نہیں۔ مرنے والوں کی یاد نے مجھے کبھی نہیں ستایا۔ خواب میں بھی میں نے انہیں اس دنیا کی بجائے ہمیشہ کسی اور دنیا میں دیکھا ہے۔ ہماری دوستی کا زمانہ ہمیشہ میں نے پہاڑوں، جنگلوں اور جنگ کے میدانوں میں دیکھا ہے۔ ہماری دوستی کا زمانہ بہت مختصر تھا، لیکن اس کے باوجود میں یہ محسوس کرتا ہوں، اس دنیا میں وہ مجھ سے قریب تر ہی نہیں بلکہ وہ میرے وجود کا ایک حصہ تھا!"

دروازے سے باہر کسی کے پاؤں کی آہٹ سنائی دی۔ منصور نے اپنے چہرے پر ایک معنی خیز مسکراہٹ لاتے ہوئے کہا "کیا آپ بدر بن مغیرہ سے ابھی ملنا چاہتے ہیں؟"

ایک لمحہ کے لئے موسیٰ مبہوت سا ہو کر منصور کی طرف دیکھتا رہا۔ باہر سے پاؤں کی آہٹ پا کر وہ دروازے کی طرف متوجہ ہوا۔ اور اچانک اس کی تمام حیات سمٹ کر آنکھوں میں آگئی۔ بدر بن مغیرہ سر سے پاؤں تک لوہے میں غرق اس کے سامنے تھا۔

ایک ثانیہ کیلئے موسیٰ بے حس و حرکت کرسی پر بیٹھا رہا۔ آہستہ آہستہ اس کے دل کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں۔ اس کے ہونٹ کپکپائے، وہ چلایا "بدر! بدر!"

بدر نے ایک قدم آگے بڑھ کر ہاتھ پھیلا دیئے۔ موسیٰ اٹھا اور اس کے ساتھ لپٹ گیا۔ وہ کہہ رہا تھا "بدر! تم زندہ ہو۔ میرے دل نے مجھے دھوکا نہیں دیا میرے دوست۔ میرے رفیق! میرے بازو!"

بدر کی آنکھوں میں آنسو چھلک رہے تھے لیکن وہ خاموش تھا۔ اور جب وہ ایک دوسرے کے سامنے بیٹھ گئے۔ تو موسیٰ منصور کی طرف متوجہ ہوا "تم دونوں بہت ظالم

ہو۔ تم نے مجھے یہاں آتے ہی کیوں نہ بتایا؟"

منصور نے جواب دیا: "کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ اتنی دیر روپوش رہنے کے بعد کسی سزا کے مستحق نہ تھے، بدر سے پوچھئے وہ آپ کے لئے کس قدر بے قرار تھا تاہم ہماری نیت یہ نہ تھی کہ آپ کو پریشان کیا جائے۔ بدر ابھی باہر سے آیا ہے۔ اگر ہم آپ کو پہلے بتا دیتے تو آپ کے لئے انتظار کے چند لمحات بھی ناقابل برداشت ہوتے۔"

بشیر نے کمرے میں داخل ہو کر کہا: "دستر خوان پر آپ کا انتظار ہو رہا ہے۔ آیئے!"

بدر نے موسیٰ کی طرف دیکھا اور کہا: "آپ چلیں۔ میں لباس تبدیل کر کے آتا ہوں۔"

(۳)

کھانا کھانے کے بعد بدر بن مغیرہ، موسیٰ، بشیر، منصور اور محسن پھر اسی کمرے میں آ گئے۔ اور دیر تک باتیں کرتے رہے۔ موسیٰ طویل سفر کے بعد یہاں پہنچا تھا، اور بدر بھی اپنی ایک دور افتادہ چوکی سے اس قلعے تک پہنچنے میں تین گھوڑے تبدیل کر چکا تھا۔ لیکن اس غیر متوقع ملاقات کے بعد کسی کو نیند یا تھکاوٹ کا احساس نہ تھا۔ دونوں نے اپنی اپنی سرگزشت سنائی۔ اس کے بعد حال اور مستقبل کے متعلق بحث ہوئی۔

موسیٰ نے ابوالحسن سے چند سوالات پوچھنے کے بعد کہا: "میں قید سے رہا ہونے کے بعد ایک تاجر کا بھیس بدل کر غرناطہ گیا تھا۔ وہاں میں نے صرف دو دن قیام کیا، اور ان دنوں اپنے عوام کے متعلق میں نے جو رائے قائم کی ہے وہ یہ ہے کہ اب وہ ذلت کی موت سے بچنے کے لئے ہمارا ساتھ دیں گے۔ فرڈیننڈ کے متعلق اب کسی کو

غلط فہمی نہ ہو)۔ دوسرے شہروں سے قریباً چار لاکھ مہاجرین غرناطہ میں داخل ہو چکے ہیں۔ اور ان کی مظلومیت کی داستانیں سن کر غرناطہ کے ہر باشندے کو یقین ہو چکا ہے۔ کہ اگر ابو عبداللہ نے فرڈیننڈ کی افواج کے لئے شہر کے دروازے کھول دیئے تو ان کا انجام مالقہ اور دوسرے شہروں کے مسلمانوں سے مختلف نہ ہوگا۔ رضا کاروں کے دستے شہر کے دروازوں پر پہرے دے رہے ہیں۔ الحمراء کے دروازے پر ابو عبداللہ کے خلاف غضب ناک مظاہرے ہوتے ہیں مجھے یقین ہے کہ اگر ابو عبداللہ نے عوام کے جذبات کا احترام نہ کیا تو فوج عوام کا ساتھ دے گی۔ اور غداروں کی جماعت بھی اب یہ محسوس کر رہی ہے کہ انہیں اپنے محل فرڈیننڈ کے سپاہیوں کے لئے خالی کرنے پڑیں گے۔ پہلے انہیں یقین تھا کہ وہ ابو عبداللہ کی حکومت اور فرڈیننڈ کی سرپرستی سے فائدہ اٹھا کر عوام کو دونوں ہاتھوں سے لوٹیں گے۔ لیکن اب ان پر یہ خوف طاری ہو رہا ہے۔ کہ اگر غرناطہ فرڈیننڈ کے ہاتھ قبضہ میں چلا گیا۔ تو انہیں اپنے سے زیادہ خطرناک اور بے رحم ڈاکوؤں سے واسطہ پڑے گا۔ ملکہ بیٹا کے ایک ساتھی نے ابو عبداللہ کو اس کا آخری پیغام پہنچا دیا ہے۔ ابو عبداللہ اور اس کے ساتھی یہ محسوس کر رہے ہیں کہ اگر فرڈیننڈ کے آدمی ہمارے جیسے آدمی کو قتل کر سکتے ہیں تو ان میں سے کسی کو بھی اپنے متعلق غلط فہمی نہیں ہونی چاہیئے۔ مجھے یقین ہے کہ فرڈیننڈ غرناطہ پر حملہ کرنے میں تاخیر نہیں کرے گا۔ وقت تنگ ہے اور ہمیں ابھی بہت کچھ کرنا ہے"۔

بدر نے کہا۔ "فرڈیننڈ کی افواج مالقہ سے روانہ ہو چکی ہیں۔ مجھے آج دوپہر کے وقت یہ اطلاع مل گئی تھی"۔

موسیٰ نے چونک کر کہا۔ "اگر یہ صحیح ہے تو میرا فوراً غرناطہ پہنچنا ضروری ہے"۔

بدر بن مغیرہ نے کہا۔ "مجھے تعجب ہے کہ آپ ابھی تک غرناطہ کے لوگوں کے متعلق

غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔"

موسیٰ نے کہا "جب میں سمجھتا تھا کہ اہل غرناطہ عزت کی زندگی کے حصول کے لئے ہمارا ساتھ دیں گے تو یہ ایک خوش فہمی تھی۔ لیکن اب وہ ذلت کی موت سے بچنا چاہتے ہیں۔ اور مجھے یقین ہے کہ جب ان کے سامنے موت کے سوا کوئی راستہ نہ ہوگا تو وہ ذلت کی موت پر عزت کی موت کو ترجیح دیں گے۔ فرڈیننڈ کے خلاف ہماری یہ پہلی جنگ ہوگی جس میں شاید قوم کے پرانے غدار اور عافیت پسند لوگ بھی ہمارا ساتھ دیں گے۔"

بدر بن مغیرہ نے کہا "اور اس جہاد کے لئے آپ پھر ابوعبداللہ کے مقدس ہاتھ پر بیعت کریں گے؟"

موسیٰ نے پریشان ہو کر کہا "میں ابوعبداللہ کے لئے نہیں، غرناطہ کے لئے آپ کے پاس آیا ہوں۔ ہوسکتا ہے کہ اہل غرناطہ کے متعلق مجھے غلط فہمی ہو لیکن آپ کے متعلق غلط فہمی نہیں۔ اگر میں یہاں نہ بھی آتا تو بھی آپ اہل غرناطہ کی مدد کے لئے پہنچتے۔"

بدر بن مغیرہ ایک لمحہ کے لئے خاموش رہا، اور پھر اٹھ کر کھڑکی کے قریب جا کر باہر جھانکنے لگا۔ اس کی پیٹھ موسیٰ کی طرف تھی۔

موسیٰ نے کہا "بدر! اگر مجھے یقین نہ ہوتا کہ ہم ان حالات میں بھی غرناطہ کی چاردیواری کی حفاظت کر سکتے ہیں تو میں ایک گمنام سپاہی کی حیثیت میں تمہارے مجاہدین کی جماعت میں شامل ہو جاتا۔ لیکن مجھے یہ یقین ہے، کہ ہم تمہاری مدد کے ساتھ یہ جنگ جیت سکتے ہیں۔ غرناطہ سے اس وقت بھی ایک لاکھ سے زیادہ رضاکار بھرتی کئے جا سکتے ہیں۔"

بدر بن مغیرہ نے اچانک مڑ کر موسیٰ کی طرف دیکھا اور کہا "موسیٰ! تم جانتے ہو

کہ میں غرناطہ کو بچانے کے لئے بڑی سے بڑی قربانی سے دریغ نہیں کروں گا لیکن گزشتہ واقعات نے مجھے یہ سوچنے پر مجبور کر دیا ہے کہ کیا ہم غرناطہ کو بچا سکتے ہیں۔ کیا غرناطہ کے لئے ہماری گزشتہ قربانیاں کسی کام آ سکیں گی اور اب بھی اگر ہم غرناطہ کو اپنا دفاعی مورچہ بنائیں تو کیا ہماری مزید قربانیاں رائیگاں نہ جائیں گی؟ ہم کب تک ان کی گرتی ہوئی دیواروں کو سہارا دیں گے، جن کی بنیادیں ہل چکی ہیں اور ہمارا خون کب تک اس درخت کی آبیاری کرتا رہے گا جس کی جڑوں کو کیڑے لگے ہوئے ہیں۔ میری باتیں، ذرا تلخ ہیں لیکن اب حقیقت کے بھیانک چہرے کو الفاظ کے حسین پردوں میں چھپانے کی کوشش بے سود ہے۔ میں یہ ماننے کے لئے تیار ہوں کہ غرناطہ کے عوام اپنی غلطیوں کو محسوس کر رہے ہیں۔ ان کے دلوں میں مدافعت کا جذبہ ابھر رہا ہے، اور شاید وہ لڑیں گے بھی لیکن بدقسمتی سے آج بھی ان کا امیر ابوعبداللہ ہے اور آج بھی وہی لوگ برسرِ اقتدار ہیں۔ جن کی غداریوں کے باعث ہماری شاندار فتوحات شکستوں میں تبدیل ہو کر رہ گئیں۔ اہل غرناطہ کے کندھوں پر لاشوں کا بوجھ ہے جنہیں آج سے کئی برس قبل دفن کر دینا ضروری تھا۔ تم کہتے ہو کہ لوگ الحمراء کے دروازے پر شب و روز مظاہرے کرتے ہیں لیکن کیا ان مظاہروں سے ان کا مقصد یہ نہیں کہ ابوعبداللہ اپنے محل سے نکل کر انکی راہنمائی کرے۔ میں ان لوگوں کے متعلق کیا کہوں جو میدان جنگ میں راہنمائی کیلئے ایک بوسیدہ لاش اٹھا کر اپنے کندھوں پر رکھ لیں۔ موسیٰ! الحمراء کی تعمیر میں ہمارے اسلاف کا خون اور پسینہ صرف ہوا ہے لیکن اگر آج اسکی دیواریں ابوعبداللہ جیسے غداروں کو پناہ دیتی ہیں، تو خدا کیلئے اہل غرناطہ سے کہو کہ وہ ان دیواروں کو گرا دیں اگر الحمراء کے دروازے انکے ہاتھوں کو قوم کے غداروں کی شہ رگ تک پہنچنے سے روکتے ہیں تو ان دروازوں کو توڑ ڈالو۔ اگر مردوں نے اقتدار کی

کرسیاں سنبھال رکھی ہیں، تو انہیں کرسیوں سمیت دفن کر دو۔"

"آپ کو غلط فہمی نہ ہو۔ ہماری تلواریں کسی بادشاہ کیلئے بے نیام نہیں ہوئی تھیں ہمیں غرناطہ کے نام نہاد شاہی خاندان سے کوئی دلچسپی نہ تھا۔ ابوالحسن کی دعوت پر ہم نے لبیک کہا۔ کہ اس نے قوم کو دشمن کی غلامی سے نجات دلانے کا عہد کیا تھا۔ ہم نے الزغل کی قیادت اس لئے قبول کی کہ وہ قوم کی آزادی کے لئے میدان جنگ میں کودا تھا۔ لیکن ہماری ناکامیوں کا باعث صرف یہ تھا کہ انہوں نے میدان میں جانے سے پہلے غرناطہ کو منافقین کے وجود سے پاک کرنے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ الزغل کو موقع ملا۔ لیکن اس نے اپنے بھتیجے کو تختہ دار پر لٹکانے کی بجائے اسے لوشہ کا حاکم بنا دیا۔ اور اس نے یہ شہر فرڈیننڈ کے حوالے کر دیا۔

"ابوالحسن سے پوچھیے۔ اسے اہل غرناطہ کی راہنمائی کا موقع ملا تھا۔ لیکن اس نے وہی غلطی کی۔ اس نے رضا کاروں کی فوج تیار کی۔ اور ابوعبداللہ کو اپنا راہنما بنا لیا۔ لیکن ابوعبداللہ کے ساتھ غدار بھی میدان میں پہنچ گئے اور اسکی فتوحات شکست میں تبدیل ہو گئیں۔"

"موسیٰ! اگر تم جہاد کی دعوت لے کر آئے ہو۔ تو یہاں سے مایوس ہو کر نہیں جاؤ گے۔ لیکن کیا یہ ضروری ہے کہ ان تمام واقعات کے بعد بھی ہم ابوعبداللہ اور اس کے ساتھیوں کے تابوت اٹھائے پھریں۔ آپ اطمینان رکھیں۔ ہم سیلاب کے سامنے آنکھیں بند کرنے والوں میں سے نہیں۔ لیکن تنکوں کی کشتی پر بیٹھنے کی بجائے ہم اپنے بازوؤں پر بھروسہ کریں گے۔ ہم ریت کی دیواروں کی پناہ لیکر اپنے آپ کو دھوکا نہیں دیں گے۔"

"تم کہتے ہو کہ اب ابوعبداللہ اور اس کے ساتھی اپنا مفاد خطرے میں دیکھ کر عوام کا ساتھ دیں گے لیکن اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ کل اگر فرڈیننڈ انہیں یہ یقین

دلادے کہ تمہارا مفاد خطرے میں نہیں۔ میں تمہیں عوام کے کندھوں پر سوار رہنے اور قوم کا خون چوسنے کی اجازت دیتا ہوں تو وہ قوم کا ساتھ چھوڑ دینگے۔ جب تک یہ لوگ زندہ ہیں غرناطہ کی زندگی خطرے میں ہے، اور میں ان کی غیر طبعی زندگی میں اضافہ نہیں کرنا چاہتا۔ میں جو کچھ کہنا چاہتا تھا کہہ چکا ہوں۔ اسکے باوجود اگر تم حکم دیتے ہو، تو میں حاضر ہوں، اور میرے تمام سپاہی حاضر ہیں۔"

بدر بن مغیرہ امیر اپنی کرسی پر بیٹھ گیا، موسیٰ کچھ دیر سر جھکا کر سوچتا رہا۔ بالآخر اس نے کہا۔ "آپ کو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ فرڈیننڈ حملہ کرنے والا ہے۔ اور خدا شاہد ہے کہ اس وقت میرے سامنے صرف یہ سوال ہے کہ اندلس کے مسلمانوں کے اس آخری حصار کو بچایا جائے۔ ہمارے لئے یہ وقت ابوعبداللہ کے متعلق سوچنے کا نہیں۔ وقت آنے پر ہم ان سب غداروں کے ساتھ نپٹ لیں گے کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ میرے دل میں ان لوگوں کے لئے کوئی رحم ہو سکتا ہے جن کے باعث ہماری قوم کی ہزاروں بیٹیوں کی عصمت لٹ چکی ہے لیکن اب ایک طرف دشمن ہمارے سینے پر شمشیرہ تانے کھڑا ہے اور دوسری طرف یہ مجرم ہیں۔ اگر ہم ان کی طرف متوجہ ہو جائیں تو دشمن کا وار خالی نہیں جائے گا۔ اگر خدانخواستہ فرڈیننڈ نے غرناطہ فتح کر لیا تو ہم ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائیں گے۔ بدر میرے سامنے اس وقت کئی لاکھ عورتوں کی عصمت بچانے کا سوال ہے اگر ہم نے نصرانیوں کو پسپا کر دیا تو ان منافقین کیلئے صرف دو ہی راستے ہوں گے یا تو یہ قوم کے پیچھے لگ جائیں گے۔ اور یا تو قوم کے پاؤں تلے کچلے جائیں گے۔ میں صبح ہوتے ہی غرناطہ چلا جاؤں گا۔ اگر فرڈیننڈ کا رخ غرناطہ کی طرف ہے تو چند دن تک آپ کو اہل غرناطہ کی قوت مدافعت کا حال معلوم ہو جائے گا اگر مجھے مایوسی ہوئی تو میں یہ سمجھ لوں گا کہ غرناطہ کی بجائے یہ جنگل اور پہاڑ ہمارا آخری حصار ہیں۔ میں آپ کے پاس چلا

آؤں گا اور وہ لوگ میرے ساتھ ہوں گے جو دشمن کے ساتھ آخری دم تک لڑنے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔"

بدر نے کہا "یہ آپ کو معلوم ہے کہ جب آپ دشمن کے خلاف تلوار اٹھائیں گے تو ہماری تلواریں نیاموں میں نہیں رہ سکیں گی۔ اگر اہل غرناطہ سے کوئی گروہ آخری دم تک لڑنے کا فیصلہ کر چکا ہو تو آپ انہیں یہاں آنے کا مشورہ نہ دیں۔ وہ صرف مایوسی کے وقت یہاں آئیں گے۔ اور یہاں مایوس ہونیوالوں کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ وہ اگر اپنی جگہ پر ڈٹے رہے تو صرف ہم ہی نہیں، بلکہ دنیا کے ہر گوشے کے مسلمان ان کی مدد کے لیے پہونچیں گے، ابو عبداللہ اور اس کے ساتھیوں کے متعلق میں یہ کہوں گا کہ اگر حالات آپ کو ان کے خلاف کسی فوری اقدامات کی اجازت بھی دیں تو ان پر کڑی نگرانی ضروری ہے۔"

موسیٰ نے کہا "اگر آپ کو اعتراض نہ ہو تو میں ابوالحسن کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہوں۔"

"ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ آپ ہم میں سے جس کو چاہیں اپنے ساتھ لے جا سکتے ہیں۔"

صبح کی نماز کے بعد بدر بن مغیرہ اور اس کے ساتھی موسیٰ اور ابوالحسن کو الوداع کہہ رہے تھے۔

(۲۴)

فرڈیننڈ نے غرناطہ کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ اس کی ٹڈی دل فوج نے بار بار شہر پناہ پر حملے کئے۔ لیکن ہر بار تیروں کی بارش میں انہیں پیچھے ہٹنا پڑا۔ تاہم فرڈیننڈ اور اس کے سپاہی طاقت کے نشے میں چور تھے۔ انہوں نے معمولی نقصانات کی پرواہ نہ کی، اور شہر کا محاصرہ جاری رکھا۔ ارد گرد کی بستیوں کے لوگ نصرانیوں

ـں قدمی کی خبر سنتے ہی شہر میں پناہ لے چکے تھے۔ فرڈیننڈ کے سپاہیوں نے ان کے
ر بلقات ہرباد اور فصلیں تباہ کر ڈالیں۔

اہل شہر کی قیادت موسیٰ کے سپرد تھی، اور اس کی روح پرور تقریروں سے
رناطہ میں ایک نئی زندگی آ چکی تھی۔ قوم کے افراد کی طرح ابوعبداللہ اور اس
ساتھی بھی اسے اپنا راہنما تسلیم کر چکے تھے، اور قوم ان کے گزشتہ گناہ بھول
تھی۔ علماء اپنے شاگردوں اور عقیدت مندوں اور سردار اپنے اپنے قبائل کی
سے فرڈیننڈ کے خلاف اعلان جہاد کر چکے تھے۔ نوجوانوں کے جوش و خروش
عالم تھا کہ وہ دو بااثر سرداروں کو فرڈیننڈ کے جاسوس ہونے کے جرم میں
ی دے چکے تھے۔

فرڈیننڈ کو یقین تھا کہ سامان رسد ختم ہو جانے پر اہل شہر خود بخود ہتھیار
ڈال دیں گے۔ لیکن ایک دن جب طلوع آفتاب سے تھوڑا دیر قبل فرڈیننڈ کی
نیند سے بیدار ہو رہی تھی، شہر کے تمام دروازے کھل گئے اور مسلمانوں نے
نکل کر حملہ کر دیا۔ یہ حملہ فرڈیننڈ کی توقع کے خلاف تھا۔ آن کی آن میں مسلمان
تا چار ہزار نصرانیوں کو موت کے گھاٹ اتار چکے تھے۔ اتنی دیر میں فرڈیننڈ کے تیر
بندوقوں میں جمع کر بیٹھ گئے، اور اس کی پیادہ اور سوار فوج کو منظم ہونے کا
ل گیا۔ موسیٰ نے ایک ہزار جانباز سواروں کے ساتھ شہر کے مغربی دروازے
ہ کر حملہ کیا اور دشمن کی کئی صفیں درہم برہم کر ڈالیں اور تیر اندازوں کے
ـورچوں پر قبضہ کر لیا۔

جنوبی دروازے سے ابوعبداللہ نمودار ہوا، اور دشمن کی فوج کے سپاہی یہ کہنے
بور ہو گئے کہ غرناطہ کا کٹھ پتلی بادشاہ ابھی تک نیزہ بازی اور شہسواری میں
اسلاف کی روایات نہیں بھولا۔

دوپہر تک فرڈینینڈ کی فوج ہر محاذ سے پیچھے ہٹتی رہی۔ لیکن تیسرے پہر وہ تیر اندازی کی آخری خندق کے پیچھے اپنی سوار اور پیادہ افواج منظم کر چکے تھے اور ... کے حملہ آوروں کے لئے آگے بڑھنا ممکن نہ تھا۔ فریقین کی صفوں کے درمیان ... پرواز حد فاصل بن چکی تھی۔ ابو موسیٰ کے پاس پیادہ فوج کی کمی نہ تھی۔ لیکن اس ... عام حملے کا حکم نہ دیا۔ اس کے تیر انداز شہر کے پناہ کے ارد گرد مورچے بنا چکے ... اس کے سوار چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں آگے بڑھ کر حملہ کرتے اور دشمن کو نقصان پہنچانے کے بعد واپس آجاتے۔

فرڈینینڈ بھاری نقصان اٹھانے کے باوجود اس صورت حال سے پریشان نہ تھا اسے یقین ہو چکا تھا کہ فاقہ کشی نے مسلمانوں کو شہر سے باہر آکر لڑنے پر مجبور کر دیا ہے۔ اور ایک دو دن میں ان کی رہی سہی ہمت جواب دے جائے گی۔ اس لئے اس نے جوابی حملہ کرنے کے بجائے اپنے سپاہیوں کو فقط مدافعت کی جنگ لڑنے کا حکم دیا۔

ظہر کی نماز کے بعد موسیٰ نے شہر کے چاروں طرف اپنی فوج کی صفیں در... کیں اور سالاروں کو حکم دیا کہ وہ آخری حملے کے لئے تیار رہیں۔ وقت آنے ... شہر پناہ کے ہر برج سے نقیب انہیں آواز دیں گے اور وہ آواز سنتے ہی دشمن ... پر حملہ کر دیں۔

تجربہ کار لوگ اس حملہ کے نتائج کے متعلق پر امید نہ تھے، بلکہ وہ اس ج... کو خود کشی کے مترادف سمجھتے تھے۔ دشمن کے تیر اندازوں کے مورچوں پر سیدھ... حملہ بہت خطرناک تھا۔ اور اس کے علاوہ فرڈینینڈ کے سواروں کی تعداد مو... کے سواروں سے کم از کم آٹھ گنا تھی۔ اور پیادہ فوج جس پر موسیٰ کی طاق... کا دارومدار تھا اس حملے پر زیادہ کام نہیں دے سکتی تھی۔ لیکن عوام ...

سی پر اعتماد تھا۔ اور اس کے اشارے پر آگ میں کود نے کے لئے بھی
یار تھے۔

فوج کو ہدایت دینے کے بعد موسیٰ شہر کے دروازے میں داخل ہوا۔ اور
گھوڑے سے اتر کر فصیل پر چڑھ گیا۔ باری باری ہر دروازے کے برج پر کھڑے
ہو کر اس نے افق کی طرف نگاہ دوڑائی۔ ڈھلتے ہوئے سائے اسکی مایوسی میں
اضافہ کرنے لگے۔ وہ فصیل پر بھاگتا ہوا ایک دروازے کے برج سے اتر کر دوسرے
دروازے پر پہنچتا ہے، اور پہریداروں سے پوچھتا ہے "ابھی تک تمہیں کچھ نظر نہیں
آیا۔؟" اور جب پہریدار نفی میں جواب دیتے تو اطمینان کے لئے خود
افق کی طرف دیکھتا۔

دوسری طرف فرڈیننڈ قسطلہ کے بشپ سے کہہ رہا تھا "مقدس باپ آپ
دعا کریں کہ دشمن ہم پر حملہ کرنے کا ارادہ ملتوی نہ کرے۔ اگر آپ کی دعا قبول
ہوئی تو یہ جنگ آج ہی ختم ہو جائے گی"۔ اور بشپ مریم مقدس کی مورتی کے سامنے
گھٹنے ٹیک کر دعا کر رہا تھا

(۵)

موسیٰ تیسری بار شہر کے شمالی دروازے کے برج کی سیڑھیوں پر چڑھ رہا
تھا کہ اوپر سے پہریدار نے آواز دی "افق پر گرد دکھائی دے رہی ہے شاید کوئی
فوج آ رہی ہے"۔

موسیٰ بھاگتا ہوا برج پر پہنچا۔ اور افق کی طرف دیکھ کر چلایا "وہ آگئے وہ
ہمارے عقاب آگئے!! آج خدا نے ہمیں فتح دی ہے"۔

اور جب گرد کے بادلوں پر سوار دکھائی دینے لگے تو موسیٰ کی آنکھوں سے
تشکر کے آنسو ابل پڑے۔ اس نے برج سے نیچے دیکھتے ہوئے بلند آواز میں

کہا، ہوشیار!"

اور فصیل پر کھڑے ہونے والے نقیبوں نے آن کی آن میں امیر غسان کی آواز سپاہیوں کے کانوں تک پہونچا دی۔ سواروں نے نیزے تان لئے اور پیادوں نے تلواریں سونت لیں۔

موسیٰ نے "بزن" کہا، اور فصیل کے ہر کونے سے "بزن" کی آواز گونجی موسیٰ بھاگتا ہوا باہر نکلا اور پھر اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔

دوسری طرف فرڈیننڈ نے قسطلہ کے بشپ سے کہا "مقدس پاپ۔ آپ کی دعا قبول ہوئی۔ موت کو دشمن کے دروازے پر دستک دینے کی ضرورت نہیں اب وہ خود موت کی آغوش کی طرف بڑھ رہا ہے!"

ڈوبتے ہوئے سورج کی آخری نگاہیں ہلال اور صلیب کے علمبرداروں کا ایک معرکہ دیکھ رہی تھیں۔ اہل غرناطہ تیروں کی بارش میں آگے بڑھے۔ فرڈیننڈ نے سواروں کو حملے کا حکم دیا اور گھمسان کی جنگ ہونے لگی۔

موسیٰ، ابوعبداللہ اور ابوالحسن شہر کے تین اطراف سے سواروں کے دستوں کی راہنمائی کر رہے تھے۔ اور پیادہ فوج تیراندازوں کے مورچوں پر یورش کر رہی تھی۔ موسیٰ شمالی دروازے کی طرف دشمن کی صفوں کو توڑتا ہوا آگے نکل گیا۔ فرڈیننڈ گھوڑا بھگا کر آگے بڑھا اور بلند آواز میں چلایا "اس دستے کے ایک سوار کو بھی واپس شہر تک پہونچنے کا موقع نہ دو۔ تعاقب مت کرو۔ وہ واپس آئیں گے!"

موسیٰ پانچ سو سواروں کے ساتھ دشمن کی صفوں سے گزرنے کے بعد ایک باغ کے گھنے درختوں کے پیچھے غائب ہو گیا۔ اور فرڈیننڈ کے تیرانداز اسکی واپسی کا انتظار کرنے لگے لیکن موسیٰ شہر کی دوسری طرف اس کی فوج کے

عقب میں جا نکلا۔ اور اس کے ساتھ ہی شمال سے ایک نئی فوج نمودار ہوئی۔ وہ فوج جس کا موسیٰ اور ابوالحسن کے سوا کسی کو علم نہ تھا۔

سرحدی عقاب کے مجاہد اہل غرناطہ کی مدد کے لئے پہونچ چکے تھے۔ بدر بن مغیرہ نے دشمن کے عقب میں تین ہزار سواروں کے ساتھ حملہ کیا اور آن کی آن میں دشمن کی صفیں روند ڈالیں۔ فرڈیننڈ نے بدحواس ہو کر فوج کو دائیں طرف ہٹنے کا حکم دیا لیکن اتنی دیر میں موسیٰ عقب سے حملہ کر چکا تھا۔ اب فرڈیننڈ کی فوج کے سامنے بدر بن مغیرہ کے سوار تھے اور پیچھے موسیٰ کے جانباز تھے۔ تیسری طرف فرڈیننڈ کی فوج ابو عبداللہ کے سواروں کو پیچھے ہٹا چکی تھی۔ لیکن یہاں بھی نصرانیوں کو ایک غیر متوقع مصیبت کا سامنا کرنا پڑا۔ ان کے عقب سے اچانک دو ہزار سوار نمودار ہوئے اور شام کے دھندلکے میں انہوں نے یہ خیال کیا، کہ ان کیلئے کمک پہونچ گئی ہے۔ لیکن جب باہر سے آنے والوں نے یہ خیال اللہ اکبر کے نعروں کے ساتھ حملہ کر دیا، تو نصرانی انتشار کی حالت میں بائیں طرف ہٹنے لگے عبداللہ کی قیادت میں وہ سوار جو شہر کی طرف پسپا ہو رہے تھے، انہوں نے نئی صورتحال کی تبدیلی محسوس کرتے ہی پلٹ کر حملہ کر دیا۔ اب فرڈیننڈ کی تمام فوج ہر طرف سے سمٹ کر شہر کے ایک طرف جمع ہو چکی تھی۔ ان کے دائیں، اور بائیں بازوؤں پر بدر بن مغیرہ اور منصور بن احمد کے سوار تھے۔ عقب میں موسیٰ کے جانباز اور سامنے غرناطہ کی باقی فوج ابوعبداللہ اور ابوالحسن کی قیادت میں لڑ رہی تھی چوتھی طرف شہر پناہ کا وہ حصہ جس کے ساتھ دریا بہتا تھا، پرسکون تھا۔

بارہویں رات کے چاند کی روشنی کے باعث جنگ کی تیزی میں کوئی فرق نہ آیا۔ فوج آہستہ آہستہ پیچھے ہٹ رہی تھی، اور اب موسیٰ کے ساتھ عقب سے حملہ کرنے والے مٹھی بھر جانباز ان کا راستہ روکنے کے لئے ناکافی تھے۔

منصور گھوڑا دوڑا کر دشمن کی فوج کے گرد ایک چکر کاٹنے کے بعد عقب میں پہونچا اور اس نے موسیٰ سے کہا "آپ اپنے دستے کو یہاں سے فوراً ہٹا لیں"۔
موسیٰ نے کہا "لیکن میرے خیال میں یہ بہتر ہوگا کہ میں یہاں سے ہٹنے کی بجائے اپنی فوج کا ایک حصہ یہاں منتقل کر لوں۔ وہ دائیں بائیں چکر کاٹ کر یہاں پہونچ سکتے ہیں۔ اگر ہم انہیں دھکیل کر شہر کی طرف لے جائیں، تو وہ شہر پناہ پر ہمارے تیراندازوں کی زد میں آجائیں گے۔
"لیکن اگر وہ شہر میں داخل ہو گئے تو؟"
"میں دروازے بند کرنے کا حکم دے چکا ہوں"۔
"آپ کی یہ تجویز بری نہ تھی۔ لیکن شہر کی پیادہ فوج کو اتنی جلدی عقب میں نہیں لایا جا سکتا۔ دشمن کے سواروں کی تعداد ہم سے بہت زیادہ ہے اور اگر دائیں یا بائیں طرف کترا کر نکلنا چاہیں تو ہم سخت نقصان اٹھائے بغیر نہیں رہ سکیں گے۔ یہ بحث کا وقت نہیں۔ اگر آپ نے تاخیر سے کام لیا تو دشمن کو ہماری ایک نہایت اہم چال کا علم ہو جائے گا"۔
موسیٰ نے کہا "بہت اچھا، اگر آپ کی تجویز کے ساتھ بدر بن مغیرہ کو اتفاق ہے تو مجھے یہاں سے فوج ہٹانے پر اعتراض نہیں"۔
"ہم دونوں ایک ہی دماغ کے ساتھ سوچتے ہیں۔ آپ یہ محاذ چھوڑ کر دوسری طرف پہونچ جائیں۔ لیکن فوراً ورنہ دشمن چوکنا ہو جائیگا۔ آپ تھوڑی دور پسپا ہونے جائیں، اور پھر دشمن کے لئے پیچھے ہٹنے کا میدان خالی کر دیں"۔
یہ جنگ ایک فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہو چکی تھی۔ نصرانی تین اطراف سے دب کر پیچھے ہٹ رہے تھے۔ یہ حالت دیکھ کر فرڈیننڈ اپنے ان حفاظتی دستوں کو میدان میں لانے پر مجبور ہو گیا جو میدان جنگ سے باہر خیموں کی حفاظت کر رہے تھے نصرانیوں

کے اکھڑتے ہوئے پاؤں پھر ایک بار جم گئے۔

اچانک میدان جنگ سے کچھ دور ایک گھنے باغ کے درختوں کی آڑ سے سرحدی مجاہدین کا ایک تازہ دم دستہ نمودار ہوا۔ یہ سوار جن کی تعداد ایک سو کے لگ بھگ تھی، اپنے ہاتھوں میں جلتی ہوئی مشعلیں لئے ہوئے تھے۔ اور ان کا رخ میدان جنگ کی بجائے فرڈیننڈ کی فوج کے پڑاؤ کی طرف تھا۔ پڑاؤ سے حفاظتی دستوں کا بیشتر حصہ میدان میں آچکا تھا۔ فرڈیننڈ کے رہے سہے سپاہیوں نے خیموں اور رسد کے ذخیروں کو بچانے کی کوشش کی لیکن برق رفتار سوار ایک طرف سے پڑاؤ میں داخل ہوئے اور خیموں کو آگ لگاتے ہوئے دوسری طرف نکل گئے محافظ فوج ابھی سنبھلنے نہ پائی تھی کہ مشعل برداروں کا ایک اور دستہ عقب سے نمودار ہوا۔

ایک خیمے میں قسطلہ کا بشپ اور اس کے ساتھی کوئی تیس راہب مریم عذرا کے مجسمے کے سامنے گھٹنے ٹیک کر صلیب کی فتح کیلئے دعائیں مانگ رہے تھے، باہر سے پہرہ داروں نے شور مچانا شروع کیا: "مقدس باپ! خیمے کو آگ لگ چکی ہے۔"

خیموں کے علاوہ سوکھی گھاس کے ایک بہت بڑے ذخیرے کو آگ لگ جانے کے باعث روشنی میدان جنگ تک پہنچ رہی تھی۔ نصرانی فوج کے سپاہی اپنے سالاروں اور سالار اپنے سپہ سالار کے حکم کا انتظار کئے بغیر خیموں کی طرف متوجہ ہوتے۔ اور اس کے ساتھ ہی بدر بن مغیرہ کے تمام سوار ان پر ٹوٹ پڑے۔

پسپا ہونے والی فوج کے لئے اپنے پڑاؤ میں چاروں طرف جلتے ہوئے خیموں کے درمیان کوئی جائے پناہ نہ تھی۔ آگ کی روشنی میں تعاقب کرنے والے انہیں گھیر گھیر کر موت کے گھاٹ اتار رہے تھے۔ بدحواس گھوڑے خیموں کی رسیوں میں الجھ کر گر رہے تھے۔

فرڈیننڈ نے پسپائی کا بگل بجانے کا حکم دیا اور اس کی رہی سہی فوج پڑاؤ میں جلتے ہوئے خیموں کو چھوڑ کر بھاگ کھڑی ہوئی۔ موسیٰ نے پیادہ فوج کو سامان رسد

کے ذخیروں کو بچانے اور سواروں کو اپنے ساتھ تعاقب جاری رکھنے کا حکم دیا۔

بدر بن مغیرہ اور منصور بن احمد نے دشمن کو دائیں اور بائیں طرف سے گھیر رکھا تھا اور غرناطہ کے سوار ان کے پیچھے تھے۔ فرڈیننڈ کی فوج کے لئے فقط سامنے کا راستہ کھلا تھا۔ اور کوئی تین کوس بھاگتے ہوئے دشمن کا تعاقب کرنے کے بعد بدر بن مغیرہ نے موسیٰ کے قریب پہنچ کر بلند آواز میں کہا: "یہاں سے تھوڑے فاصلے پر ایک ندی ہے، اپنے دستوں کو روک دیجئے۔ دشمن ہمارے آخری وار کی زد میں آچکا ہے۔ تیر انداز سواروں کو آگے کر دیجئے۔ دشمن بہت جلد واپس آئے گا۔"

موسیٰ نے فوج کو رکنے کا حکم دیا۔ وہ یہ سمجھ چکا تھا کہ بدر بن مغیرہ نے اہل غرناطہ کو مصلحتاً اپنی تجاویز سے آگاہ نہیں کیا۔ وہ یہ بھی اندازہ لگا چکا تھا کہ ندی کے پاس پہنچ کر دشمن کیلئے بدر بن مغیرہ کے ترکش کے آخری تیر کس قدر خطرناک اور جگر دوز ثابت ہونگے۔

فرڈیننڈ نے یہ سمجھ کر کہ دشمن ان کا تعاقب چھوڑ چکا ہے۔ ندی سے کچھ فاصلے پر گھوڑا روکا اپنے منتشر شیرازے کو جمع کیا۔ لیکن دائیں اور بائیں بازو سے دشمن کے سواروں کی آہٹ پا کر اس نے فوج کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ ندی کے کنارے پہونچکر شکست خوردہ فوج کو ایک نئی پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔ پل ٹوٹا ہوا تھا۔ اور آس پاس ان سپاہیوں کی لاشیں بکھری ہوئی تھیں، جنہیں فرڈیننڈ نے اس پل کی حفاظت پر متعین کر رکھا تھا۔

اہل قسطلہ کو پہلی بار یہ احساس ہوا کہ شاید ندی کے پار ایک نئی مصیبت انکا انتظار کر رہی ہے۔ لیکن فرڈیننڈ کے لئے سوچنے کا وقت نہ تھا۔ اس نے فوج کو ندی عبور کرنے کا حکم دیا۔ ندی کا پاٹ زیادہ نہ تھا۔ پانی بھی مشکل سے سواروں کی رکابوں تک پہونچتا تھا۔ لیکن کنارے ذرا بلند تھے۔

جوں ہی اگلی صف کے سواروں کے گھوڑے پانی میں کود کر بہتے ہوئے پانی کے

ایک دھیمے راگ نے ایک ہنگامے کی صورت اختیار کر لی۔ دوسرے کنارے اللہ اکبر، کی صدا بلند ہوئی اور اس کے ساتھ ہی درختوں کی آڑ سے تیروں کی بارش ہونے لگی۔

سوار زخمی ہو ہو کر پانی میں گر رہے تھے اور گھوڑے بدحواس ہو کر ادھر ادھر بھاگ رہے تھے۔ اہل قسطلہ پھر ایک بار قیامت کا سامنا کر رہے تھے۔ باقی جو ابھی تک ندی سے باہر تھے۔ انہوں نے اپنے گھوڑوں کی باگیں روک لیں اور پیچھے ہٹنے لگے اور ندی میں جو بچ گئے وہ واپس مڑنے لگے اتنی دیر میں دائیں اور بائیں بازو سے تعاقب کرنے والے سوار ان کے سر پر پہنچ چکے تھے۔ اب صرف عقب خالی تھا۔ لیکن جب وہ پیچھے مڑے تو تھوڑی دور جانے کے بعد موسیٰ کے تیر اندازوں کی زد میں آچکے تھے۔ تیروں کی زد سے گزرنے کے بعد انکے سامنے تبرہ بازوں کی دیوار کھڑی تھی۔ منصور بن احمد دایاں بازو چھوڑ کر غرناطہ کے سواروں کے ساتھ مل چکا تھا۔ اہل قسطلہ دائیں طرف مڑے اب ان کی کوشش یہ تھی کہ ندی کے ساتھ ساتھ جنوب کی طرف بڑھتے جائیں اور کسی محفوظ مقام سے ندی عبور کر لیں۔ لیکن ندی کے دوسرے کنارے اب سواروں کا ایک دستہ ان کے ساتھ ساتھ بڑھ رہا تھا۔ اور بھاگتے ہوئے تیر بھی برسائے جا رہے تھے۔ ان حالات میں فرڈیننڈ جس آخری تباہی کے تصور سے کانپ رہا تھا۔ وہ اس کے سامنے تھی۔ جنوب کی طرف دریائے نیل عبور کرنے کے سوا اس کیلئے کوئی راستہ نہ تھا۔ یہ ندی جس کے کنارے کے ساتھ ساتھ اس کی فوج کا تعاقب ہو رہا تھا۔ اسی دریا سے نکلی تھی۔ عقب اور بائیں ہاتھ سے تعاقب کرنے والے انہیں بری طرح ندی کی طرف دھکیل رہے تھے۔ ندی کے دوسرے کنارے سے تیر اندازوں کا دستہ جو تازہ دم گھوڑوں پر سوار تھا ان پر لگاتار تیروں کی بارش کر رہا تھا۔

دریا کے قریب پہنچتے پہنچتے فرڈیننڈ کی فوج کے لئے بے شمار گھوڑے اپنے سواروں کے بوجھ سے نجات حاصل کر چکے تھے۔ مجاہدین تیروں کے بجائے تلواروں

سے ان کا قتل عام کر رہے تھے۔ مجاہدوں کے بازو شل ہو چکے تھے لیکن فتح کی خوشی میں ہر شخص دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کر رہا تھا۔ بدر بن مغیرہ کو اپنے دائیں ہاتھ غرناطہ کا ایک سوار دکھائی دیا۔ چاند کی روشنی میں اس کی زرہ اور خود چمک رہے تھے لیکن بدر بن مغیرہ کو جس چیز نے اسکی طرف متوجہ کیا۔ وہ اس کا خوبصورت گھوڑا تھا یہ سوار دشمن کے چند سپاہیوں کو موت کے گھاٹ اتار کر آگے نکل گیا۔ قسطلہ کے ایک سوار نے اس کے نیزے سے زخمی ہو کر اپنا گھوڑا موڑ کر اس پر حملہ کیا۔ غرناطہ کے سوار نے اپنی تلوار سے اس کا وار روکا لیکن اتنی دیر میں پیچھے سے قسطلہ کا ایک اور سپاہی اسے نیزے سے زخمی کر کے آگے نکل گیا۔ اس سوار نے زخمی ہونے کے باوجود اپنا گھوڑا نہ روکا اور یکے بعد دیگرے دو اور آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

بدر بن مغیرہ کے منہ سے بے اختیار تحسین کے الفاظ نکل گئے، اور اس نے قریب پہونچ کر کہا "میں تمہاری بہادری پر خوش ہوں۔ لیکن دشمن کے بیچ میں گھسنے کی ضرورت نہیں۔"

تھوڑی دیر کے بعد جب دوسری دفعہ بدر بن مغیرہ کی نگاہ غرناطہ کے اس سوار پر پڑی تو وہ نڈھال سا ہو کر اپنی زین پر جھکا ہوا تھا۔

بدر بن مغیرہ نے گھوڑا آگے بڑھا کر کہا "تم زخمی ہو" سوار کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی، اور اس نے ہتھے پر سر ٹیک دیا۔ بدر بن مغیرہ نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے اپنے گھوڑے پر ڈال لیا۔

آدھی رات کے وقت فرڈیننڈ کی رہی سہی فوج دریا عبور کر رہی تھی اور مجاہدین ان پر تیروں کی بارش کر رہے تھے۔ یہ فرڈیننڈ کی زندگی کی سب سے بڑی شکست تھی۔

(۱۸)

اس عظیم الشان فتح کے بعد موسیٰ گھوڑے سے اترا اور دیر تک سر بسجود رہا۔ اس کے ہونٹوں سے بار بار یہی دعا نکل رہی تھی "اے غفور و رحیم! ہم اس قابل نہ تھے۔

یہ تیرا انعام ہے۔ یہ تیری رحمت ہے۔" اور پھر اس نے اٹھ کر اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا بدر بن مغیرہ چند قدم کے فاصلے پر بشیر کو آوازیں دے رہا تھا۔ موسیٰ نے بھاگ کر اس کے گھوڑے کی باگ پکڑلی اور اس کا ہاتھ کھینچ کر ہونٹوں سے لگالیا۔ اور کہنے لگا۔ بدر! اپنا خود اتار دو۔ اہل غرناطہ اس فرشتے کی صورت دیکھنے کیلئے بے قرار ہیں جو اپنے ساتھ خدا کی ہزاروں رحمتیں لے کر آیا ہے۔"

بدر نے جواب دیا۔" اس وقت صرف وہ صورتیں دیکھنے کے قابل ہیں۔ جن کی پیشانی پر شہادت کا خون چمک رہا ہے۔ اس فتح کے بعد مجھے اپنے آپ کو ظاہر کرنے پر اعتراض نہیں۔ لیکن ابھی لوگوں کی توجہ میری طرف مبذول نہ کیجئے۔ فرڈیننڈ کی پیادہ فوج ابھی تک اس علاقے میں بکھری ہوئی ہے۔ ہمیں انہیں نکل جانے کا موقع نہیں دینا چاہیئے۔" یہ کہتے ہوتے بدر بن مغیرہ نے اپنے خود کا نقاب اوپر اٹھادیا۔

موسیٰ نے کہا۔" انشاءاللہ ان میں سے بہت کم بچ سکیں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ ہمارے گھوڑے ذرا تازہ دم ہو لیں۔"

اتنی دیر میں ابوالحسن، منصور اور فوج کے دوسرے افسران انکے گرد جمع ہو گئے بدر بن مغیرہ نے کہا۔" منصور! آج تم میری تلوار اور میرے گھوڑے کے حقدار ہو مجھے یقین نہ تھا کہ تم اس زمین کے نشیب و فراز سے اس قدر واقف ہو مجھے تم پر فخر ہے۔"

بہادر سالار کیلئے اپنے محبوب قائد کے یہ الفاظ ایک بہت بڑا انعام تھا۔

بدر بن مغیرہ نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا۔" بشیر ابھی تک نہیں آیا۔ خدا کرے وہ بچ گیا ہو۔!"

"کون؟ بشیر!" موسیٰ نے چونک کر سوال کیا۔

"نہیں۔ میں ندی کے پار آپ کی فوج کے ایک زخمی کو چھوڑ آیا تھا۔ میں نے بشیر کو اس کی مرہم پٹی کے لئے بھیجا ہے۔ اس کا سفید گھوڑا نہایت خوبصورت تھا۔ اور لباس

سے بھی وہ آپ کی فوج کا کوئی بڑا افسر معلوم ہوتا تھا۔ وہ بہادر ضرور ہے۔ لیکن بہت زیادہ جوشیلا ہے۔ میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں۔ میرے خیال میں وہ بہت طرح زخمی ہوا ہے۔"

ایک سوار نے آگے بڑھ کر موسیٰ سے کہا، "سلطان کا کوئی پتہ نہیں چلتا۔ بعض آدمیوں نے ان کا خالی گھوڑا دیکھا ہے۔"

بدر بن مغیرہ کے چہرے پر قدرے اضطراب کے آثار نمودار ہوئے۔ اور اس نے کہا، "میرا خیال ہے کہ غرناطہ کے سپاہی اب لاشوں کے بوجھ سے نجات حاصل کر چکے ہونگے اگر سلطان سے مراد ابوعبداللہ ہے تو مجھے ڈر ہے کہ وہ پھر ایکبار غرناطہ پہونچ کر سپاہیوں کے لئے شہر کے دروازے بند کرنے کا حکم نہ دے چکا ہو۔"

منصور نے کہا، "میں نے اسے دیکھا ہے۔ لیکن آپ سے یہ سن کر حیران ہوں کہ مجھے اپنی مرضی کے خلاف اسے دو تین مرتبہ داد دینی پڑی۔ جب ابوالحسن نے بتایا کہ یہ ابوعبداللہ ہے تو مجھے یقین نہیں آتا تھا۔"

موسیٰ نے کہا، "میں شہر کی بجائے اسے میدان میں بے ضرر سمجھ کر اپنے ساتھ لے آیا تھا۔"

بدر کچھ کہنا چاہتا تھا کہ بشیر گھوڑا بھگاتا ہوا اس کے قریب پہونچا۔ اور بولا، "وہ آپ سے ملنے کے لئے بے قرار ہے۔"

بدر نے سوال کیا، "کیا حالت ہے اس کی؟"

"پسلی میں زخم ہے۔ لیکن انشاءاللہ بچ جائے گا۔"

(۷)

زخمی زیتون کے درخت کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھا ہوا تھا۔ چند سپاہی اس کے گرد کھڑے تھے بدر بن مغیرہ اور اس کے ساتھیوں کو دیکھ کر سپاہی ایک طرف ہٹ گئے بدر گھوڑے سے اتر کر زخمی کے قریب پہونچا۔ پہلی نگاہ میں بدر بن مغیرہ اسے پہچان نہ

سکا لیکن جب اس نے زمین پر ایک زانو ٹیک کر غور سے اس کی طرف دیکھا تو اپنے رگ و ریشے میں ایک کپکپی سی محسوس کرنے کے بعد کھڑا ہو گیا۔ زخمی نے گردن اوپر اٹھائی اور نحیف آواز میں کہا۔ "آج آپ نے ایک ایسے آدمی کی جان بچائی ہے جسے زندہ رہنے کا کوئی حق نہ تھا۔ میں آپ کا مجرم ہوں۔ میں آپ کا قاتل ہوں۔ میں اپنے گناہوں پر نادم ہوں اور آپکو یہ حق ہے کہ آپ میرے لئے بدترین سزا تجویز کریں!"

بدر بن مغیرہ خاموش کھڑا اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کے سامنے ابو عبداللہ تھا۔ وہ ابو عبداللہ جس کی آتش فروشی کی داستان اندلس کے ہر مجاہد کے دل پر نقش تھی۔ جسے بھول جانا یا معاف کر دینا بدر بن مغیرہ جیسے انسان کے بس کی بات نہ تھی۔ وہ اپنے دل میں کہہ رہا تھا "کاش! اس خوشی کے موقع پر میں تمہاری صورت نہ دیکھتا"!

موسیٰ، بشیر، ابو الحسن اور منصور، بدر بن مغیرہ کے پیچھے کھڑے خاموشی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ بدر بن مغیرہ کے چہرے سے اسکے تاثرات کا اندازہ لگانا مشکل نہ تھا۔

ابو عبداللہ اچانک لڑکھڑاتا ہوا اور ایک قدم آگے بڑھ کر بدر بن مغیرہ کی طرف دیکھنے لگا۔ اس کے کانپتے ہوئے ہونٹوں سے درد میں ڈوبی ہوئی آواز نکلی "تم مجھے قتل کیوں نہیں کر دیتے۔ میرے گناہوں کا بوجھ اب میرے لئے ناقابل برداشت ہو چکا ہے"!

ابو عبداللہ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ بدر بن مغیرہ ایک چٹان کی طرح کھڑا تھا ابو عبداللہ نے پھر کہا "میں زندگی کے عذاب سے نجات حاصل کر چکا تھا۔ دشمن کے گھوڑے میری لاش روند نے کو تھے۔ لیکن تم نے مجھ پر ظلم کیا۔ خدا کیلئے مجھے قتل کر دو۔ اس زمین کے لئے یہ بوجھ ناقابل برداشت ہو چکا ہے" وہ رو رہا تھا۔

بدر بن مغیرہ کے دل میں ابو عبداللہ جیسے غدار کیلئے رحم کی کوئی گنجائش نہ تھی۔ لیکن مجاہد انتہائی غصے کی حالت میں گرے ہوئے دشمن پر وار کرنے کا عادی نہ تھا۔ اس نے کہا۔ "ابو عبداللہ! تمہارے آنسو مجھے متاثر نہیں کر سکتے۔ لیکن تمہاری قبا پر خون کے نشان ہیں۔ میدان جنگ میں تمہارا خون قوم کے شہیدوں کے ساتھ مل چکا ہے میں تم پر ہاتھ نہیں اٹھا سکتا۔ جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے میں تمہیں معاف کرتا ہوں۔ لیکن قوم کے مجرم کو صرف قوم ہی معاف کر سکتی ہے میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اہل غرناطہ حماقت کی حد تک فیاض ہیں۔ وہ تمہارے دامن پر خون کے نشان دیکھ کر تمہارے ماضی کی داستانیں بھول جائیں گے، وہ تمہیں دیکھتے ہی "سلطان ابو عبداللہ زندہ باد" کے نعرے لگائیں گے۔ لیکن ابو عبداللہ خدا کے لئے ایسی فیاض اور سادہ دل قوم کو دوبارہ دھوکا دینے کی کوشش نہ کرنا۔ میری بات پر یقین کرو کہ اگر اس میدان کی بجائے الحمراء کے ایوانوں میں ہماری ملاقات ہوتی تو میری تلوار شاید تمہیں بولنے کا موقع بھی نہ دیتی۔ میں اہل غرناطہ کے احتجاج کے باوجود اس شخص کا سر قلم کئے بغیر نہ رہتا جس نے تاج پہننے کے شوق میں دشمن کے ہاتھ قوم کی بیٹیوں کی عصمت فروخت کی۔ لیکن اس وقت تم قوم کے سپاہی ہو۔ تمہاری تلوار دشمن کے خون میں نہا چکی ہے اور تمہارے خون کے چند قطرے شاید تمہارے ماضی کی سیاہی دھو ڈالیں!"

ابو عبداللہ کی قوت جواب دے چکی تھی۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے ہٹا۔ اور درخت کا سہارا لے کر بولا۔ "تم بہت فیاض ہو۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ سمندر کا تمام پانی بھی میرے دامن کی سیاہی دھونے کے لئے کافی نہیں۔ کاش! تم مجھے موت کی آغوش سے چھیننے کی کوشش نہ کرتے!" اس نے نڈھال سا ہو کر آنکھیں بند کر لیں۔ وہ گرنے کو تھا کہ بشیر نے آگے بڑھ کر اسے سہارا دیا اور آہستہ سے اسے زمین پر لٹا دیا۔

بدر بن مغیرہ نے گھوڑے کی رکاب میں پاؤں رکھتے ہوئے کہا۔ "بشیر! کی حفاظت تمہارے ذمہ ہے۔ ہمارا بہت سا کام باقی ہے۔" موسیٰ، منصور، اور ابوالحسن بھی گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔

فرڈیننڈ کی پیادہ فوج جو سواروں سے پیچھے رہ گئی تھی، انتہائی انتشار کی حالت میں ادھر ادھر بھاگ رہی تھی۔ اور سواروں کے دستے انہیں گھیر گھیر کر موت کے گھاٹ اتار رہے تھے۔ جو باغات اور فصلوں میں چھپنے کی کوشش کر رہے تھے۔ انکا کھوج لگانے کے لئے غرناطہ کی پیادہ فوج کے دستے پہنچ چکے تھے۔ بھاگتے ہوئے دشمن پر آخری ضرب لگانے کیلئے شہر کے بوڑھے اور کمسن لڑکے بھی میدان میں نکل آئے تھے طلوع آفتاب سے پہلے میدان صاف ہو چکا تھا۔ قدم قدم پہ دشمن کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ قیدیوں کی تعداد پانچ ہزار کے لگ بھگ تھی اور ہلاک ہونے والے چار گنا زیادہ تھے۔

(۸)

فاتح لشکر نے دریائے زنیل کے کنارے صبح کی نماز ادا کی۔ موسیٰ کے اصرار پر بدر بن مغیرہ نے امامت کے فرائض ادا کیئے۔ نماز کے بعد اس کی مختصر سی دعا یہ تھی:۔

"اے جزا و سزا کے مالک! ہمیں اپنے اسلاف کا ایمان عطا کر ہمارا سر تیرے سوا کسی کے سامنے نہ جھکے، اور ہمارا دل تیرے سوا کسی سے مرعوب نہ ہو۔ ہمیں اپنی اطاعت کے لئے جینے کی توفیق دے اور اپنے پیارے نبی کے دین کا بول بالا کرنے کیلئے مرنے کی ہمت عطا کر۔ آمین۔"

دعا کے بعد بدر بن مغیرہ تھوڑی دیر خاموش کھڑا رہا۔ عقاب کی وادی کے مجاہد فخر کے ساتھ اپنے راہنما کی طرف دیکھ رہے تھے، اور اہل غرناطہ کی خاموش نگاہیں اپنے محسن کے لئے عقیدت، محبت اور تشکر کے جذبات کا اظہار کر رہی تھیں بدر بن مغیرہ نے کہا:۔

میرے بزرگو اور بھائیو! تمہیں یہ شاندار فتح مبارک ہو لیکن کہیں یہ نہ سمجھ لینا کہ اس جنگ کے بعد تم مستقبل کے خطرات سے نجات حاصل کر چکے ہو تم نے دشمن کو فقط غرناطہ کی چار دیواری سے پیچھے ہٹایا ہے لیکن تمہاری سلطنت کا بیشتر حصہ ابھی تک دشمنوں کے قبضہ میں ہے اور یہ کھوئی ہوئی سلطنت دوبارہ حاصل کرنیکے بعد بھی تمہارا کام ختم نہیں ہوتا۔ جبتک تم سارے اندلس پر قابض نہیں ہوتے تم اطمینان کا سانس نہیں لے سکتے اگر تم اس فتح کے بعد سو گئے تو یاد رکھو کہ قدرت سونے والوں کو بار بار نہیں جگاتی۔ جب تک وہ کسی قوم میں زندگی کی علامات دیکھتی ہے، تو وہ اسے جھنجھوڑتی ہے لیکن جب وہ مایوس ہو جاتی ہے تو اسے لوریاں دیکر موت کی نیند سلا دیتی ہے اندلس کے مظلوم مسلمان تمہارے ان حکمرانوں کے اعمال کی سزا بھگت رہے ہیں جو اندلس کی عظیم الشان سلطنت گنوانے کے بعد غرناطہ کی چپہ بھر زمین کو اپنے لئے کافی سمجھ کر آرام کی نیند سو گئے تھے صدیوں تک اندلس کے مظلوم مسلمان اس بات کا انتظار کرتے رہے کہ غرناطہ سے انکے بھائی ان کی مدد کے لئے آئیں گے۔ لیکن تم سوتے رہے۔ اندلس میں تمہارے بھائی ظلم اور استبداد کی چکی میں پستے رہے وحشت اور بربریت کا ہاتھ تمہاری قوم کی بیٹیوں کی عصمت اور ناموس کے دامن کو تار تار کرتا رہا۔ لیکن تم سوتے رہے۔ تمہاری غیرت کو جوش نہ آیا ان کے ہونٹوں سے فریاد نکلتی رہی ان کی آنکھوں سے آنسو بہتے رہے لیکن تم ٹس سے مس نہ ہوئے۔ تم مسرت کے نغموں سے دل بہلاتے رہے۔

الوالحسن اپنے اسلاف کی کوتاہیوں کی تلافی کرنے کیلئے اٹھا لیکن رباب کی میٹھی تانوں میں سونے والوں کو تلوار کی جھنکار ناگوار محسوس ہوئی اور تم نے اس مرد مجاہد کے ہاتھ باندھ دیئے۔

تم اس وقت بیدار ہوئے جب سیلاب تمہارے گھروں کے دروازوں تک پہنچ چکا تھا۔ تمہارے امراء نے پہلی بار یہ محسوس کیا کہ عوام کی جھونپڑیوں کے علاوہ ان کے محل بھی خطرے میں ہیں میں اسے بھی خدا کی رحمت سمجھتا ہوں لیکن یاد رکھو! تمہاری یہ فتح منزل کی طرف پہلا قدم ہے منزل ابھی دور ہے تمہارے راستے میں ابھی سینکڑوں ایسی خندقیں ہیں جنہیں تم کو اپنی کوششوں سے پاٹنا ہے۔ تم نے اپنی زندگی کے تاریک افق پر ابھی ہلکی سی روشنی دیکھی ہے اگر تم جاگتے رہے تو صبح دور نہیں۔ لیکن خدانخواستہ اگر تم پھر سو گئے تو تمہاری یہ فتح ڈوبتے ہوئے سورج کی آخری روشنی ہو گی۔

میں دشمن سے مرعوب نہیں لیکن تمہیں اس کے متعلق غلط فہمی نہیں ہونی چاہیئے۔ اس کے وسائل لامحدود ہیں۔ اس کی افواج کی تعداد ہم سے کہیں زیادہ ہے۔ فرانس، روم اور یورپ کے دوسرے عیسائی ممالک اس کی پشت پر ہیں وہ ہمیں مٹانے کے لئے ایک جھنڈے تلے جمع ہو گئے ہیں۔ اور اس کے برعکس اشبیلیہ اور مالقہ چھن جانے کے بعد ہم باقی اسلامی ممالک سے کٹ چکے ہیں۔ دشمن نے ہمیں چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے۔ لیکن ان سب باتوں کے باوجود اگر مجھے اس بات کا اطمینان ہو کہ تم اب اپنی گزشتہ غلطیوں کا اعادہ نہیں کرو گے۔ تو دنیا کی کوئی طاقت تمہیں مغلوب نہیں کر سکتی اگر تم نے اپنے سے ماضی سے سبق نہ سیکھا۔ اگر تم دشمن کی متحدہ طاقت کا مقابلہ کرنے کیلئے ایک ہو جانے کی بجائے ان منافقین کے اشاروں پر چل کر آپس میں لڑتے رہے۔ جو تم میں نسلی منافرت پھیلاتے ہیں، تو

یاد رکھو! جس طرح باقی اندلس میں تمہارے بھائی اپنے بزرگوں کی غلطیوں کی سزا بھگت رہے ہیں اسی طرح غرناطہ میں تمہاری آیندہ آنے والی نسلیں تمہارے گناہوں کا بوجھ اٹھائیں گی۔

دشمن کی چالوں سے خبردار رہو، اور دشمن سے زیادہ اپنے غداروں سے خبردار رہو۔ اس میں شک نہیں۔ کہ اس لڑائی میں ان میں سے اکثر نے تمہارا ساتھ دیا ہے۔ اور بعض کے دامن کی سیاہی ان کے خون سے دھل چکی ہے۔ لیکن یہ ممکن ہے کہ مشکل کے وقت یہ لوگ پھر ایک بار تمہیں دھوکا دیے جائیں ان لوگوں پر کڑی نگرانی رکھو اور انہیں اپنی غلطیوں کو دہرانے کا موقع نہ دو۔ یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ تم اپنے اندر ایک ایسا اجتماعی کردار اور اجتماعی ضمیر پیدا کر سکو جس میں غداروں اور ملت فروشوں کے لئے رحم کی کوئی گنجائش نہ ہو۔

یہ پہلی جنگ ہے جس میں ابوعبداللہ نے شاید خلوص دل سے قوم کا ساتھ دیا ہے، اور میں یہ دعا کرتا ہوں، کہ وہ آئندہ بھی قوم کا ساتھ دینے پر تیار ہے لیکن تم اسے یقین دلادو کہ وہ آئندہ قوم کو دھوکا دینے میں کامیاب نہیں ہوگا۔

دشمن اس شکست کے بعد خاموش نہیں بیٹھے گا۔ وہ ایک بہت بڑی قوت کے ساتھ دوبارہ حملہ کریگا اور تمہیں آج ہی اس کے مقابلے کی تیاری شروع کر دینی چاہیئے۔ یہ تمہاری خوش قسمتی ہے کہ قدرت نے تمہیں موسیٰ جیسا رہنما دیا ہے۔

"مجھے بہت جلد واپس پہونچنا ہے۔ ممکن ہے کہ دشمن ہمارے علاقے کا رُخ کرے۔ لیکن میں وعدہ کرتا ہوں کہ جب میری ضرورت ہوگی۔ تم مجھے اپنے پاس موجود پاؤ گے"۔

تبریز بن مغیرہ کی تقریر کے بعد موسیٰ نے اٹھ کر تقریر کی۔

"مسلمانو! آج سے چار سو سال قبل جب کہ نصرانیوں نے ہمارے انتشار سے فائدہ اٹھا کر ہماری سلطنت کے بیشتر حصے ہم سے چھین لئے تھے تو قدرت نے یوسف بن تاشقین کو ہماری مدد کے لئے بھیجا تھا۔ اور اس مردِ مجاہد نے مسلمانوں کو ایک ایسے دشمن سے نجات دلائی تھی جس نے ان پر عرصۂ حیات تنگ کر رکھا تھا اور آج جب ہماری قوم کے غدار دشمن کیلئے ہمارے گھروں کے دروازے کھول چکے تھے۔ جب منافقین کا گروہ ذلت کے چند ٹکڑوں کے عوض ہمیں فرڈیننڈ کی غلامی کی بیڑیاں پہنا چکا تھا۔ بدر بن مغیرہ ہمارے لئے فرشتہ رحمت بن کر آیا۔

کل کا آفتاب تمہارے چہروں پر مایوسی کی گھٹائیں دیکھ رہا تھا اور آج کا آفتاب تمہارے ہونٹوں پر مسرت کی مسکراہٹیں دیکھ رہا ہے۔ سرحد کے مجاہدین نے تمہیں ایک بھولا ہوا سبق یاد دلایا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی طاقت کا راز اس کی تعداد میں نہیں۔ اس کے ایمان میں ہے۔

تاریخ اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ مسلمانوں نے اگر کبھی شکست کھائی ہے تو اپنوں کی غداری کے باعث دشمن کی طاقت کی وجہ سے نہیں ہماری آج کی فتح اس بات کا ثبوت ہے کہ ہم اس گئی گزری حالت میں بھی دشمن کی بڑی سے بڑی قوت کو کچل سکتے ہیں۔ ہم نے آج تک جو کچھ کھویا ہے۔ اپنی غلطیوں کے باعث کھویا ہے۔ تم نے غداروں کا کہا مانا۔ تم نے منافقین کا ساتھ دیا۔ تم نے خدا کا آسرا چھوڑ کر فرڈیننڈ کا سہارا لیا۔ اور تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ بسطلہ المیریہ اور مالقہ میں تمہارے اعمال کی سزا تمہارے بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کو مل رہی ہے۔ تم اس وقت میدان میں آئے۔ جب تم نے یہ دیکھا کہ اب لڑنے کے سوا کوئی چارہ باقی نہیں رہا۔ تمہیں آگ بجھانے کی فکر اس وقت ہوئی جب تمہارے گھر قریباً جل چکے تھے۔

میں اس خوشی کے موقع پر ماضی کی تلخیوں کو یاد نہیں کرنا چاہتا۔ لیکن یاد
رکھو! کہ ہم نے ایک لڑائی جیتی ہے لیکن اگلی جنگ باقی ہے۔ ایک طویل اور
صبر آزما جنگ جس سے عہدہ برآ ہوئے بغیر ہم اس ملک میں آزادی کا سانس
نہیں لے سکتے۔ اور اس جنگ میں آخری فتح حاصل کرنے کے لئے ہمیں اپنی ان تمام
بیماریوں کا علاج کرنا پڑے گا۔ جن کے باعث ابوالحسن اور الزغل کی شاندار
فتوحات شکستوں میں تبدیل ہو گئیں۔ ہمیں قوم کے ان غداروں سے نجات
حاصل کرنا پڑے گی، جو ہماری عزت اور آزادی چند کوڑیوں کے عوض دشمن
کے پاس فروخت کر چکے ہیں، اور صرف یہ غدار اور منافق ہی نہیں، بلکہ ہمیں غرناطہ
کو ان بزدلوں اور شکست خوردہ ذہنیت کے آدمیوں کے وجود سے بھی پاک
کرنا پڑے گا۔ جن پر دشمن کی قوت کا رعب چھایا ہوا ہے۔ ہمیں ان شرپسندوں
سے باخبر رہنا چاہیئے۔ جو غرناطہ میں ہسپانوی، بربری اور عربی کی نزاع پیدا کرنا
چاہتے ہیں۔

میں جانتا ہوں کہ الحمراء ابھی تک منافقین کے وجود سے پاک نہیں ہوا
اور تم میں بعض شاید یہ بھی سمجھتے ہوں کہ ابوعبداللہ کے ناراض ہو جانے کے خوف
سے میں قوم کے ان مجرموں پر ہاتھ نہیں ڈالوں گا جو ابھی تک فرڈیننڈ کے آلۂ
کار ہیں۔ لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر مجھے ابوعبداللہ کی نیت پر بھی
شک ہوا تو میں اس کا دامن پکڑ کر تمہارے سامنے لے آؤں گا اور تم سے یہ
کہوں گا کہ اس نے توبہ کے بعد بھی قوم کو دھوکا دیا ہے۔ اب اس پر رحم کرنا
گناہ ہے۔ ابوعبداللہ نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے، کہ وہ قوم کے کسی غدار
کی سفارش نہیں کرے گا۔ میں تمہارے سامنے اعلان کرتا ہوں کہ میں ہر اس
معاملہ میں جس کا غرناطہ کی حفاظت کے ساتھ تعلق ہوگا ابوعبداللہ کی مداخلت

برداشت نہیں کرونگا۔ اور مجھے تم سے بھی یہ امید ہے کہ اگر خدانخواستہ مجھ سے بھی کسی قومی گناہ کا ارتکاب ہو جائے۔ تو تم مجھے معاف نہیں کروگے "

غرناطہ کے ایک بوڑھے سردار نے اٹھ کر کہا "ہم سب کی یہ خواہش ہے کہ ہمارے سرحدی بھائی غرناطہ سے ہو کر جائیں۔ لوگ بدر بن مغیرہ کو دیکھنے کیلئے بیتاب ہونگے "

موسیٰ نے بدر بن مغیرہ کی طرف دیکھا لیکن اس نے سر ہلا دیا۔ موسیٰ نے بوڑھے سردار سے مخاطب ہو کر کہا "تھوڑی دیر پہلے میری بھی یہ خواہش تھی کہ میں اپنے محسن کو کم از کم ایک دن کے لئے غرناطہ لے جاؤں لیکن بدر بن مغیرہ سے تبادلہ خیالات کے بعد میں اس نتیجہ پر پہونچا ہوں کہ ہمیں خود بھی ابھی غرناطہ نہیں جانا چاہیئے۔ ہم اپنی پیش قدمی جاری رکھیں گے۔ اہل غرناطہ کے بجائے ان شہروں کے لوگ زیادہ بے قراری سے راہ دیکھ رہے ہیں جن پر ابھی تک ہمارے دشمن کا قبضہ ہے "

لوشہ کا نیا حاکم

(۱)

لوشہ کا گورنر ابوداؤد اپنے محل کے ایک کمرے میں بیٹھا سرکاری کاغذات دیکھ رہا تھا۔ اس کا دربان کمرے میں داخل ہوا اور کچھ دیر خاموش کھڑا رہا جب چند منٹ تک ابوداؤد اس کی طرف متوجہ نہ ہوا تو دربان نے جھجکتے ہوئے کہا "ملاقات کے کمرے میں جان ماہیکل آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ اگر حکم ہو تو انہیں یہاں لے آؤں؟ "

"کون جان ماہیکل!" ابوداؤد نے اٹھتے ہوئے کہا "نہیں میں انہیں وہیں ملوں گا۔ انہیں آئے ہوئے زیادہ دیر تو نہیں ہوئی؟ "

"وہ ابھی آئے ہیں"

"ابوداؤد باہر نکل کر چند قدیم برآمدے میں سے گزرنے کے بعد ایک کشادہ کمرے میں داخل ہوا۔ ایک ادھیڑ عمر لیکن تنومند ہیکل آدمی اسے دیکھ کر کرسی سے اٹھا۔ اور ابوداؤد اس کے ساتھ مصافحہ کرنے کے بعد اس کے سامنے دوسری کرسی پر بیٹھ گیا۔

ابوداؤد نے جان ماہیکل کی طرف غور سے دیکھنے کے بعد کہا اگر میں غلطی پر نہیں تو آپ محاذ پر تھے!"

جان ماہیکل نے جواب دیا "ہاں لیکن اب میں قسطلہ سے آ رہا ہوں مجھے بادشاہ سلامت نے بعض امور کے متعلق مشورہ کرنے کے لئے بلا لیا تھا۔"

"تو لوشہ میں میرے قائم مقام آپ ہوں گے؟"

جان ماہیکل نے ایک مراسلہ ابوداؤد کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا "یہ بادشاہ سلامت کا فرمان ہے۔ میں حکم کی تعمیل میں یہاں آ گیا ہوں۔ ورنہ ایسے نازک وقت میں ایک سپاہی کا میدان جنگ سے دور رہنا اس کے لئے بہت تکلیف دہ ہے"

ابوداؤد نے مراسلہ کھول کر اس پر سرسری نظر ڈالنے کے بعد کہا "میں خوش ہوں کہ انہوں نے آپ جیسے تجربہ کار آدمی کو یہاں بھیجا ہے۔ میں کل ہی قسطلہ روانہ ہو جاؤں گا"

"لیکن میں نے آپ سے بہت سی ہدایات لینا تھیں!"

"ابوداؤد نے کہا "میری پہلی اور آخری ہدایت یہ ہے کہ لوشہ کو ہر قیمت پر دشمن سے بچایا جائے"

"اس کے لئے آپ مجھ پر بھروسہ کر سکتے ہیں۔ کل تک یہاں پانچ ہزار مزید

سپاہی پہنچ جائیں گے۔"

"اس کے بعد میں صرف یہ کہوں گا کہ دشمن کی تازہ فتوحات نے مقامی مسلمانوں میں کسی حد تک جوش پیدا کر دیا ہے۔ میں نے خطرناک آدمی گرفتار کر لئے ہیں اب بغاوت کا کوئی اندیشہ نہیں۔ مسلمانوں کا جوش ٹھنڈا کرنے کے لئے ان کے اکابر کا ایک گروہ کام کر رہا ہے۔ آپ ان کے ساتھ تعاون کریں اور ان کے راستے میں مالی مشکلات حائل نہ ہونے دیں۔ میں جانے سے پہلے آپ کے ساتھ ان لوگوں کی ملاقات کرا دوں گا۔"

جان ماہیکل نے کہا۔ "آپ کتنا عرصہ باہر رہیں گے؟"

"یہ حالات پر منحصر ہے اگر میرے جانے تک تمام علماء جنہیں قسطلہ پہنچنے کی دعوت دی جا چکی ہے۔ وہاں پہنچ گئے تو میں جلد ہی آ جاؤں گا۔ ورنہ مجھے شاید دیر لگ جائے۔"

"میرے خیال میں قرطبہ، اشبیلیہ اور دوسرے شہروں سے پانچ سو کے قریب علماء وہاں پہنچ گئے ہیں۔"

"تو قسطلہ میں میرا کام جلد ختم ہو جائے گا لیکن اس کے بعد مجھے دوسرے شہروں میں جانا پڑے گا۔ اچھا یہ بتائیے اب جنگ کی کیا حالت ہے؟"

"جنگ کی حالت روز بروز تشویش ناک ہو رہی ہے۔ اہل غرناطہ ہم سے بہت سا علاقہ واپس لے چکے ہیں۔ غرناطہ کی شکست کے بعد ہم کہیں بھی پاؤں جما کر نہیں لڑ سکے۔"

"ابو داؤد نے کہا۔ "یہ ڈوبتے ہوئے سورج کی آخری جھلک ہے۔"

"لیکن اہل غرناطہ اسے طلوع آفتاب کی ابتدائی روشنی خیال کرتے ہیں ایک افواہ سے ہماری افواج بہت پریشان ہیں۔"

"وہ کیا؟"

"لوگوں کا خیال ہے کہ سرحدی عقاب کوئی نیا آدمی نہیں۔ بلکہ وہی بدر بن مغیرہ ہے۔ ہماری فوج کے بعض قیدیوں نے جو فرار ہو کر آئے ہیں۔ اس بات کی تصدیق کی ہے۔ بادشاہ کا بھی یہ خیال ہے کہ ممکن ہے، ابوعبداللہ نے اسے قتل نہ کیا ہو۔"

ابوداؤد نے کہا، "اگر ابوعبداللہ بیوقوف نہ ہوتا تو یہ ممکن تھا۔"

"کچھ عرصہ پہلے ابوعبداللہ کے متعلق میری بھی رائے تھی کہ وہ ایک مخبوط الحکومت ہے۔ لیکن اس کی تازہ فتوحات نے مجھے اپنی رائے بدلنے پر مجبور کر دیا ہے۔"

ابوداؤد نے کہا، "میں صرف یہ جانتا ہوں کہ اس کے ہاتھوں غرناطہ کی تباہی مقدر ہو چکی ہے جنوں کی مختلف کیفیتیں ہوتی ہیں۔ کبھی اس کے جنون کی یہ کیفیت تھی کہ اس نے اپنے باپ اور چچا کے خلاف بغاوت کر کے ہمارے لئے غرناطہ کی چاردیواری تک کا راستہ صاف کر دیا تھا۔ اب اسکے جنون کی کیفیت میں ایک تبدیلی آئی ہے کچھ عرصہ تک یہ کیفیت جاتی رہے گی۔ اب چند ماہ تک غرناطہ کے متعلق عجیب وغریب خبریں سنیں گے۔"

جان ہاہیکل نے کہا، "بادشاہ سلامت چند ہفتوں تک غرناطہ پر اپنی پوری قوت سے حملہ کرنے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ اگر آپ کی تدبیر کامیاب ہوئی، تو غرناطہ کا محاصرہ زیادہ طول نہیں کھینچ گا۔ میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ نے کیا تدبیر سوچی ہے؟ کیا آپ غرناطہ میں اندلس کے علماء کا کوئی وفد بھیجنا چاہتے ہیں؟ ابوعبداللہ کے ساتھ مصالحت کے بات چیت کا تو کوئی ارادہ نہیں؟"

"میں آپ کو صرف اتنا بتا سکتا ہوں کہ الحمراء پر شہنشاہ فرڈیننڈ کی فتح کا پرچم

لہرانا میری زندگی کا سب سے بڑا مقصد ہے۔ اس سے قبل ہم بہت سی غلطیاں کر چکے ہیں۔ اب کوئی غلطی نہیں ہوگی۔ آندھی صرف ان دیواروں کو گراتی ہے جن کی بنیادیں پانی سے کھوکھلی ہو چکی ہوں۔ غرناطہ کے لئے جو مہم میں تیار کر رہا ہوں۔ اسکی کامیابی کے بعد اہل غرناطہ کی قوت مدافعت اس قدر کمزور ہو جائیگی۔ کہ آپ کی فوج کو کسی پریشانی کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ تاہم ابھی آپ مجھ سے تفصیلات نہ پوچھیں تو بہتر رہے گا۔ اب میرا سب سے پہلا کام یہ ہے کہ آپ کے قیام کا بندوبست کیا جائے اور آپ کو لوگوں کے ساتھ متعارف کیا جائے۔ جو میری غیر حاضری میں آپکو مفید مشورے دے سکیں گے۔ محل کا ایک حصہ بالکل خالی پڑا ہے۔ میرے بال بچے یہیں رہیں گے۔ تاہم اگر آپ کو ضرورت ہو تو چند اور کمرے بھی خالی کئے جا سکتے ہیں۔"

جان ہائیکل نے کہا۔" میں ایک سپاہی ہوں۔ اس کے علاوہ میں اکیلا ہوں میری ضروریات بہت مختصر ہیں۔ ایک نہایت مختصر سا مکان میری ضروریات کیلئے کافی ہوگا۔ میں آپکے بچوں کو تکلیف دینا مناسب نہیں سمجھتا۔"

ابو داؤد نے کہا۔" محل کا بایاں حصہ بالکل خالی ہے۔ آپ دیکھ لیجئے۔ میرے خیال میں وہ آپ کے لئے کافی ہوگا۔"

(۳)

رات کے وقت جان ہائیکل نے ابو داؤد کے یہاں کھانا کھایا۔ اس دعوت میں شہر کے چند امراء کے علاوہ اونچے طبقہ کی خواتین بھی شریک ہوئیں۔ ربیعہ علالت کا بہانہ کر کے غیر حاضر رہی۔ انجلا نے بھی سر درد کا بہانہ کیا۔ ماں کے سامنے اس کی پیش نہ گئی۔ غرناطہ چھوڑنے کے بعد انجلا کے مزاج میں بہت تبدیلی آ چکی تھی۔ وہ اپنی سوتیلی بہن ربیعہ کی طرح کسی مجلس میں شریک ہونا پسند نہ کرتی۔ یہ سوتیلی بہن

ایک دوسرے کی رازدار اور غمخوار تھیں۔ انہیں تنہائی میں ایک دوسرے سے باتیں کرنے کیلئے موقع کی تلاش رہتی۔ میریا کو یہ احساس تھا، کہ اس کی بیٹی ربیعہ کی عادات اور خیالات سے بہت متاثر ہے۔ اسے یہ شکایت تھی کہ اینجلا اتوار کے دن بھی عبادت کے لئے گرجے میں جانے کے بجائے گھر میں ربیعہ کے پاس رہنا زیادہ پسند کرتی ہے۔ ربیعہ کی طرح وہ کسی سے ملنا جلنا پسند نہیں کرتی۔ جب میریا کو زیادہ غصہ آتا۔ وہ ربیعہ کو بھی بھر کر کوستی اور اینجلا کو اس سے دور رہنے کا حکم دیتی۔ لیکن اینجلا مامتا کی کمزوریوں سے واقف تھی۔ وہ علالت کا بہانہ کر کے لیٹ جاتی۔ اور کھانے پینے سے انکار کر دیتی۔ میریا اسے منانے کی ناکام کوشش کے بعد چلا اٹھتی، ربیعہ! ربیعہ! میں جانتی ہوں جب تک تم نہ کہو گی۔ وہ کھانے کو ہاتھ نہیں لگائے گی۔ تم نے اس پر جادو کر دیا ہے۔ وہ کھائے بغیر سو جائیگی۔ وہ پہلے ہی سوکھ کر کانٹا ہو چکی ہے۔ وہ سمجھتی ہے کہ میں اس کی دشمن ہوں۔ ربیعہ! آخر میں نے کیا کہا تمہیں؟ کیا سوتیلی ماں کو اتنا بھی حق نہیں؟"

میریا ہار مان کر اپنے کمرے میں چلی جاتی، اور تھوڑی دیر کے بعد خادمہ اسے آکر بتاتی کہ "وہ دونوں کھا رہی ہیں"۔

اس قسم کے واقعات کے بعد چند دن خیریت سے گزر جاتے۔ بارہا میریا نے دروازوں کی آڑ میں کھڑی ہو کر ربیعہ اور اینجلا کی کانا پھوسی سننے کی کوشش کی لیکن اینجلا اپنی سوتیلی بہن سے عربی بولنا سیکھ چکی تھی، اور یہ وہ زبان تھی جسے اندلس کی عیسائی حکومت خلاف قانون قرار دے چکی تھی۔ وہ ابوداؤد سے شکایت کرتی۔ لیکن وہ اسے یہ کہہ کر ٹال دیتا کہ اینجلا عربی زبان سیکھنے کے بعد سلطنت کی نہایت اہم خدمات سرانجام دے سکے گی۔ اگر کوئی نازک وقت آیا تو ہمیں دشمنوں کی صفوں میں انتشار ڈالنے کیلئے ایسی لڑکیوں سے کام لینا پڑے گا۔"

آج جب میریانے انیجلا کو دعوت میں شریک ہونے کیلئے کہا۔ تو وہ کوئی جواب دیئے بغیر ربیعہ کے پاس گئی۔ اور اس سے کہنے لگی" ربیعہ! میں وہاں نہیں جانا چاہتی۔ انکی باتیں میرے لئے ناقابل برداشت ہوں گی"۔

ربیعہ نے کہا" انیجلا یہ ایک مجبوری ہے۔ ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ہر کام اپنی مرضی سے کر سکیں۔ تم وہاں جاؤ، شاید ان کے متعلق کوئی نئی بات معلوم ہو جائے"۔

جب انیجلا ربیعہ کے کمرے سے باہر نکلی تو میریا دروازے پر کھڑی تھی۔ اس نے کہا" انیجلا خدا کے لئے مجھے پریشان نہ کرو۔ جان مائیکل بہت بڑا آدمی ہے ہسپانیہ کی معزز ترین خواتین اس کے ساتھ بات کرنا اپنے لئے باعث فخر سمجھتی ہیں۔ تم اب جوان ہو مجھے تمہارے مستقبل کی فکر ہے ایسا موقع بار بار ہاتھ نہیں آتا۔ جان مائیکل کی بیوی مر چکی ہے۔ تم آج دیکھو گی کہ لوشہ کی خواتین اسے اپنی طرف متوجہ کرنیکے لئے کس قدر بے قرار ہیں"۔

انیجلا نے برہم ہو کر کہا" امی جان اگر آپ ایسی باتیں کریں گی۔ تو میں ہرگز اس کے سامنے نہیں جاؤں گی"۔

میریا نے پر امید ہو کر کہا" انیجلا! تم سمجھ دار ہو۔ میں تمہیں کسی فیصلے پر مجبور نہیں کروں گی۔ لیکن ایک مہمان کی عزت افزائی تمہارا فرض ہے۔ وہ بادشاہ کا نائٹ اور صلیب کا محافظ ہے"۔

" امی جان! میں آپکے حکم کی تعمیل میں وہاں جاؤں گی۔ ورنہ مجھے اسکے ساتھ کوئی دلچسپی نہیں۔ مجھے ان وحشیوں سے نفرت ہے۔ جن کے دامن معصوم لڑکیوں کی عصمت کے خون سے داغدار ہیں"۔

" تمہیں ربیعہ نے اپنے مذہب سے بدظن کر دیا ہے"۔

انیجلا نے جواب دیا" اگر کوئی مذہب معصوم بچوں کو موت کے گھاٹ اتارنے

بے گناہوں کو قتل کرنے اور سر بازار عورتوں کی بے حرمتی کی اجازت دیتا ہے۔ تو مجھے اس مذہب سے بھی نفرت ہے!"

میریا نے قدرے نادم ہو کر کہا:" انجلا! جان ماہیکل تمہارے باپ کی غیر حاضری میں اس شہر کا گورنر ہوگا۔ میرے خیال میں ہم اس کے ساتھ مانوس ہو کر اسے زیادہ متاثر کر سکتی ہیں۔ اب تم تیاری کرو۔ مہمان آنے والے ہیں!"

(۲۲)

کھانا کھانے کے بعد جب مہمان رخصت ہو رہے تھے۔ انجلا آنکھ بچا کر کمرے سے نکلی اور تیزی سے قدم اٹھاتی ہوئی ربیعہ کے کمرے میں داخل ہوئی۔ اس نے دروازہ بند کر کے سہمی ہوئی آواز میں کہا:" ربیعہ! میں اس سے ڈرتی ہوں۔ وہ بھوکے بھیڑیے کی طرح میری طرف دیکھ رہا تھا۔ مجھے اپنی مرضی کے خلاف اس کے قریب بیٹھنا پڑا۔ وہ شراب میں غرق تھا، اور اب وہ اس محل میں رہے گا۔ ربیعہ! ربیعہ! میں ڈرتی ہوں۔ وہ کہتا تھا کہ غرناطہ کی فوج یہاں سے تیس میل کے فاصلہ پر ایک قلعے پر قبضہ کر چکی ہے۔ کاش! ہم وہاں جا سکتیں!"

ربیعہ نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا:" انجلا! خدا کو ہماری بے بسی کا علم ہے وہ ہماری مدد کرے گا۔!"

کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ انجلا نے بدحواس ہو کر دروازہ کھولا۔ میریا نے جلدی سے اندر داخل ہو کر کہا:" انجلا! ہمیں شرمسار نہ کرو۔ ہمیں مہمانوں کو رخصت کرنے سے پہلے نہیں بھاگنا چاہیے تھا۔ مجھے یہ بہانہ کرنا پڑا کہ تم دردِ سر کی وجہ سے وہاں نہیں ٹھہر سکیں۔ باقی مہمان چلے گئے ہیں۔ لیکن جان ماہیکل تمہاری تیمارداری کرنے پر مصر ہے اب خدا کیلئے اپنے کمرے میں جاؤ۔ میں اسے وہاں لاتی ہوں!"

انجلا نے جواب دیا:" وہ شراب میں مدہوش ہے۔ میں اس سے نہیں ملوں گی!"

"وہ اسے اپنی بے عزتی خیال کرے گا۔"

"لیکن مجھے اپنی عزت زیادہ عزیز ہے۔"

کچھ دیر ماں اور بیٹی کی بحث جاری رہی۔ اتنے میں ابوداؤد کمرے میں داخل ہوا۔

میریا نے اپنے شوہر کی طرف دیکھ کر کہا۔ "اینجلا، ربیعہ کے سوا کسی کا کہا نہیں مانے گی۔"

ابوداؤد، میریا کی طرف توجہ دیئے بغیر کرسی پر بیٹھ گیا۔ میریا نے پھر کہا۔ "اینجلا اپنے کمرے میں جانے کیلئے تیار نہیں۔ وہ یہ سمجھے گا کہ اس نے جان بوجھ کر اس کی توہین کی ہے۔"

ابوداؤد نے مغموم لہجے میں کہا۔ "ایک شرابی کو اس قدر ذکی الحس نہیں ہونا چاہیئے۔ میں اسے اس کے کمرے میں چھوڑ آیا ہوں۔ میریا! شاید میں نے اسے اس محل میں ٹھہرنے کی اجازت دیکر غلطی کی ہے۔ کاش! میں تمہیں اپنے ساتھ لے جا سکتا۔ وہ میری غیر حاضری میں تمہارے ساتھ کسی بدسلوکی کی جرأت نہیں کر سکتا لیکن تمہارا یہی یہ فرض ہے کہ تم لڑکیوں کو اس کی نگاہوں سے دور رکھو۔ نشے کی حالت میں مجھے وہ اس آدمی سے مختلف نظر آتا ہے جس کو میں اپنے مکان کے ایک حصے میں ٹھہرنے کی اجازت دے چکا ہوں۔"

میریا نے کہا۔ "میں شہنشاہ فرڈیننڈ کے نائٹ کو اس قدر ذلیل نہیں سمجھتی کہ وہ۔۔۔"

ابوداؤد نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "تاہم محتاط رہنے میں کیا نقصان ہے؟"

میریا نے لاجواب سی ہو کر کہا۔ "آپ جانتے ہیں کہ اینجلا ربیعہ کی اجازت کے

کے بغیر کسی سے بات تک نہیں کرتی۔ اور ربیعہ کسی عیسائی کے ساتھ خواہ وہ وزیر ہی کیوں نہ ہو، انجلا کو ملنے کی اجازت نہیں دے گی۔ اس لئے آپ کا مجھ سے کوئی بات کہنا بے سود ہے۔ آپ جو کچھ کہنا چاہتے ہیں ربیعہ سے کہیں۔

ربیعہ نے کہا: "امی! میں ابا جان کے بغیر اپنا فرض پورا کردوں گی۔"

"تو تمہارے خیال میں میں انجلا کی دشمن ہوں؟"

"میں نے یہ نہیں کہا۔"

"تم انجلا کو اس کے ہم مذہبوں سے دور رکھنا چاہتی ہو؟"

"میں اسے بری نگاہوں سے دور رکھنا چاہتی ہوں۔ انجلا میری بہن ہے۔"

"تم نے اس پر جادو کر رکھا ہے۔ تم اسے اپنے مذہب کی تعلیم دیتی ہو۔ تم نے عربی میں باتیں کرنا سکھایا ہے۔ تم نے میری بھولی بھالی لڑکی کے دل میں میرے خلاف نفرت کا بیج بویا ہے۔ تم میری دشمن ہو۔ تم۔"

انجلا نے چلا کر کہا: "امی خدا کے لئے۔ تمہیں مریم کی قسم ایسی باتیں نہ کرو اگر تمہاری باتوں سے ربیعہ کو میرے ساتھ نفرت ہو گئی تو میں زندہ نہیں رہ سکوں گی۔ میں اس محل کے سب سے اونچے برج پر چڑھ کر چھلانگ لگا دوں گی۔"

انجلا امتا کی دکھتی ہوئی رگ کو چھیڑ چکی تھی۔ میریا نے مرعوب ہو کر اپنی بیٹی کی طرف دیکھا۔ وہ رو رہی تھی۔ بیٹی کی آنکھوں میں چمکتے ہوئے آنسوؤں نے میریا کے ہونٹ سی دیئے۔ اور وہ کوئی بات کہے بغیر باہر نکل گئی۔

ابو داؤد نے اٹھتے ہوئے کہا: "ربیعہ! میں انجلا کو تمہیں سونپ کر جا رہا ہوں۔ میریا کی باتوں سے متاثر نہ ہونا۔"

(۴)

قسطلہ کے شاہی محل کے ایک وسیع کمرے میں اندلس نے دعا کا برادر علمائے

دین جمع تھے، جو ابو داؤد کی دعوت پر دور دراز کے شہروں سے آئے تھے۔ اس اجلاس سے قبل ابو داؤد ان میں سے اکثر کے ساتھ علیٰحدہ علیٰحدہ مل چکا تھا۔ ابو داؤد نے اس اجتماع کے سامنے تقریر کرتے ہوئے کہا:-

"بزرگان دین! آج آپ کو جن مسائل پر غور کرنے کیلئے بلایا گیا ہے۔ وہ اسپین میں مسلمانوں کے مستقبل سے تعلق رکھتے ہیں۔ غرناطہ کی چپہ بھر زمین اور تھوڑے سے پہاڑی علاقہ کے سوا باقی تمام اندلس کے مسلمان شہنشاہ فرڈیننڈ کی رعایا بن چکے ہیں اور جب تک غرناطہ کے ساتھ ہماری جنگ شروع نہیں ہوئی تھی، اندلس کے مسلمان اپنے عادل اور رحم دل بادشاہ کے سائے میں آرام کے دن گزار رہے تھے۔ حکمران قوم کی اکثریت ہم پر مہربان تھی۔ لیکن اب آپ کو شکایت ہے کہ عیسائی حکومت آپ کے ساتھ پہلی سی فیاضی کے ساتھ پیش نہیں آتی۔ آپ میں سے بعض یہ سمجھتے ہیں کہ اندلس کے مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ ہو رہا ہے۔ مسلمانوں کو غرناطہ کے جاسوس ہونیکے جرم میں گرفتار کیا جا رہا ہے۔ عیسائی اپنی حکومت کے ساتھ ان کی وفاداری پر شبہ کرتے ہیں۔ یہ واقعات بہت افسوسناک ہیں۔ لیکن اگر آپ ٹھنڈے دل سے غور کریں تو آپ یہ محسوس کریں گے کہ کچھ کوتاہی ہم سے بھی ہوئی ہے۔ عوام ہمیشہ کوتاہ نظر ہوتے ہیں۔ لیکن ہماری سب سے بڑی بدقسمتی یہ ہے کہ ابھی تک ہمارے علماء نے بھی وقت کے سیلاب کا رخ نہیں پہچانا۔ ہم میں سے کون ہے جو یہ نہیں جانتا کہ غرناطہ اور قسطلہ کی جنگ چیونٹی اور ہاتھی کا مقابلہ ہے۔ اہل غرناطہ جس راستے پر گامزن ہوتے ہیں، وہ صرف تباہی کا راستہ ہے۔ وہ چند ہفتوں یا چند مہینوں کیلئے اپنی تباہی کی تاریخ ملتوی کر سکتے ہیں۔ اپنی تقدیر نہیں بدل سکتے۔

"اگر یہ مسئلہ صرف غرناطہ اور قسطلہ کی افواج تک محدود ہوتا تو ہم اس قدر پریشان نہ ہوتے اور میں آپ کو یہاں جمع ہونے کی تکلیف نہ دیتا۔ لیکن یہ ایک تلخ حقیقت

ہے کہ اس جنگ کا ہمارے حال اور مستقبل کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ اندلس کے لاکھوں مسلمان عیسائیوں کی اکثریت اور ان کی حکومت کے رحم و کرم پر ہیں۔ قسطلہ، اور غرناطہ کی جنگ اب اسلام اور عیسائیت کی جنگ بن چکی ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں اندلس کے مسلمان عیسائیوں سے کسی اچھے سلوک کی توقع نہیں رکھ سکتے۔ غرناطہ کی جنگوں میں اندلس کے جو عیسائی مارے جاتے ہیں۔ انکے عزیز ہم سے ان کا انتقام لیتے ہیں۔ اور یہ جنگ جس قدر طول پکڑے گی اسی قدر ہمارے خلاف عیسائیوں کا جذبہ انتقام شدید ہوتا جائے گا مجھے اہل غرناطہ کے متعلق کوئی پریشانی نہیں۔ انہوں نے ایک طاقتور ہمسائے کے ساتھ جنگ مول لینے کی حماقت کی ہے اور انہیں اس کی سزا ملے گی۔ لیکن ہم اندلس میں لاکھوں مسلمانوں کی مستقبل سے بے اعتنائی نہیں برت سکتے۔ ہمارے بچاؤ کی اب صرف ایک صورت ہے اور وہ یہ کہ غرناطہ کی جنگ جلد ختم ہو جائے جب تک یہ جنگ جاری رہے گی، اندلس کی حکومت کو ہماری وفاداری پہ شک رہے گا۔ اور ہمارے ساتھ ان کا سلوک بد سے بدتر ہوتا جائے گا۔

آپ مجھ سے یہ سوال کریں گے کہ اندلس کے علمائے اسلام اور بزرگان قوم اس جنگ کو جلد ختم کرنے کیلئے کیا کر سکتے ہیں لیکن پیشتر اسکے کہ میں آپکو اس سوال کا جواب دوں۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں۔ کیا آپ اس بات کی ضرورت محسوس کرتے ہیں کہ یہ جنگ فوراً ختم ہو جائے ؟"

ایک شخص نے جواب دیا۔" اندلس کا ہر مسلمان اس بات کی ضرورت محسوس کرتا ہے"

دوسرے نے اٹھ کر کہا۔" ہم سب آپ کے ساتھ متفق ہیں"

ابوداؤد کو ان لوگوں سے اختلاف کی توقع بھی نہ تھی۔ یہ سب شاہی مہمان تھے اور ابوداؤد اس اجتماع سے پہلے فرداً فرداً یہ بتا چکا تھا کہ انہیں کس مقصد کے لئے

یہاں بلایا گیا ہے۔ ان علماء کے ہر گروہ کے لیڈر نے یکے بعد دیگرے اٹھ کر ابو داؤد کے خیالات کی تائید کی اور اس نے مطمئن ہو کر اپنی تقریر دوبارہ شروع کی :۔

"حضرات! میں نے عیسائیوں کو مطمئن کرنے کیلئے لوشہ اور دوسرے شہروں کے مسلمانوں کو بادشاہ سلامت کی فوج میں رضا کارانہ طور پر شامل ہونیکی ترغیب دی۔ لیکن بد قسمتی سے ان میں سے اکثر جذبات میں آکر غرناطہ کی فوج سے جا ملے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں پر عیسائیوں کا رہا سہا اعتماد جاتا رہا اور مختلف شہروں میں جو افسوسناک واقعات ہوئے، وہ اسی بات کا نتیجہ تھے۔

مجھ سے یہ غلطی ہوئی کہ میں نے ایسے کوتاہ اندیش لوگوں پر اعتماد کیا جو وہ بات کی رو میں بہہ گئے۔ اب میں آپ حضرات کو ایک بڑی مہم سونپ رہا ہوں، آپ کو اور اس کے بیناہ گزینوں کی حیثیت میں غرناطہ جانا پڑے گا۔ وہاں پہنچ کر آپ غرناطہ کے حکام اور ان سے زیادہ وہاں کے عوام کو یہ سمجھائیں کہ یہ جنگ ایک سعی لاحاصل ہے۔ تمہاری غلطی کی سزا باقی اندلس کے مسلمانوں کو مل رہی ہے۔ ان پر عرصۂ حیات تنگ ہو رہا ہے۔ حضرات! اگر آپ نے اہل غرناطہ کو ہتھیار ڈالنے پر آمادہ کر لیا تو آپ نہ صرف فرڈیننڈ کی مملکت کی مسلم رعیت بلکہ اہل غرناطہ کو بھی عیسائیوں کے انتقام سے بچا سکیں گے اور یہ ایک بہت بڑا کام ہے۔

اس مہم کی تکمیل کے لئے آپ کو حکومت کی طرف سے تمام سہولتیں مہیا کی جائیں گی آپ کو اس مہم کی باقی تفصیلات سے آگاہ کرنے کیلئے، کل پھر اسی جگہ اجتماع ہوگا۔ اس اجلاس کو برخاست کرنے سے پہلے میں یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ اگر آپ میں سے کسی کو میری باتوں سے اتفاق نہ ہو تو اسے اپنے خیالات کے اظہار کا موقع دیا جائے"

حاضرین ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ ایک کونے سے قرطبہ کا ایک سفید ریش عالم اٹھا اور اس نے بلند آواز میں کہا۔

"حضرات! میں آج ہی یہاں پہنچا ہوں۔ میں اپنے عیسائی حکمران سے کچھ کہنے کا ارادہ لے کر آیا تھا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ شاہ فرڈیننڈ سے براہ راست ہمکلام نہیں ہو سکوں گا تاہم میں اس مجلس کے صدر کا شکرگزار ہوں۔ کہ انہوں نے مجھے بادشاہ کے دارالحکومت میں اپنی آزادانہ رائے کے اظہار کا موقع دیا ہے۔ یہ سوچنا صدر مجلس کا کام تھا کہ یہ مقام ایک مسلمان کی آزادانہ رائے کے اظہار کے لئے موزوں ہے یا نہیں بہرحال اس دعوت کے بعد انہوں نے مجھ پر ایک فرض عائد کر دیا ہے اور میں یہ فرض پورا کروں گا۔ میں اپنے انفرادی جذبات کے اظہار کی بجائے علمائے اسلام کے اجتماعی احساسات کی ترجمانی کروں گا۔"

"حضرات اندلس کے بیشتر حصہ میں ہمارے اقتدار کا خاتمہ ایک بہت بڑا نقصان تھا۔ اس کے بعد دوسرا نقصان یہ تھا کہ ہماری قوم کا ایک بڑا حصہ ذلت کی زندگی پر مطمئن ہو گیا۔ لیکن یہ نقصانات ناقابل تلافی نہ تھے۔ اُمید مظلوموں، ناداروں اور بیکسوں کو زندہ رکھتی ہے۔ جب ہماری محفل کے تمام چراغ بجھ گئے تو ہمیں غرناطہ میں ایک مشعل دکھائی دی۔ ایک طوفان مدت سے غرناطہ کی ایک مشعل کو بجھانے کی فکر میں ہے اور کئی ناکامیوں کے بعد یہ طوفان ہم سے مطالبہ کر رہا ہے کہ ہم اپنے ہاتھوں سے اس مشعل کو بجھا دیں۔ آج قوم کا جنازہ اٹھانے کیلئے ان علمائے دین کو منتخب کیا گیا ہے جو مردہ قوم کے کانوں میں صور اسرافیل پھونکا کرتے تھے۔"

ابو داؤد قیامت کے دن تم میرے گواہ ہو۔ یہ سب اکابر اور علماء جو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں میرے گواہ ہیں کہ میں نے اپنی تمام کمزوریوں کے باوجود ان لوگوں کا ساتھ دینے سے انکار کیا تھا، جو حق کی جنگ سے منہ پھیر کر باطل کی فتح کے انعامات میں حصہ دار بننا چاہتے تھے۔

"ابوداؤد تم نے مجھے اپنی آزادانہ رائے کے اظہار کی دعوت دی ہے تو

شاید قسطلہ میں حق کی یہ آخری آواز نہ ہو جس دن غرناطہ پر عیسائیوں کی فتح کا پرچم لہرائے گا۔ اندلس کے ہر مسلمان کے مکان پر موت کا پہرہ ہوگا۔ تم کہتے ہو کہ غرناطہ کے لوگوں کی مدافعانہ جنگ کے باعث عیسائی ہم سے بدظن ہو گئے ہیں۔ لیکن میں پوچھتا ہوں کہ جب فرڈیننڈ کی غرناطہ کے ساتھ جنگ نہ تھی، اس وقت ہمارے ساتھ کیا ہوتا تھا۔ کیا اس وقت بے گناہوں کو قتل نہیں کیا گیا؟ کیا اس وقت ہماری بہو بیٹیوں کی بے عزتی نہیں ہوئی۔ کیا غرناطہ کے ساتھ دوستی کے باوجود اندلس کے عیسائی حکمرانوں نے لاکھوں مسلمانوں کو ملک بدر نہیں کیا۔ کیا انہیں زبردستی عیسائی نہیں بنایا گیا؟ کیا ہماری مساجد کو گرجوں میں تبدیل نہیں کیا گیا ہمارے لئے عربی زبان بولنا ایک جرم قرار نہیں دیا گیا۔ دنیا میں وہ کونسا ظلم تھا جو ہم پر روا نہ رکھا گیا؟

"ابو داؤد! ہر قوم کی عزت کی محافظ اس کی قوت مدافعت ہوا کرتی ہے تجھے معلوم ہے، جب ابوالحسن کی افواج لوشہ کا رخ کر رہی تھیں، ہمارے عیسائی حکمرانوں نے یہ اعلان کیا تھا کہ اندلس کے مسلمان کے ساتھ برا سلوک کرنے والے افسروں کو بدترین سزائیں دی جائیں گی۔ اس کے بعد جب ابوعبداللہ نے غداری، اور ہماری حکومت کی نظر میں غرناطہ کا خطرہ کم ہوا تو ہمیں بدترین سلوک کا مستحق سمجھا گیا۔

"غرناطہ اندلس کے مسلمانوں کا آخری حصار ہے اگر یہ حصار ٹوٹ گیا تو یاد رکھیے۔ اندلس میں مسلمانوں کیلئے زندگی کے دن موت سے زیادہ المناک ہوں گے۔"

"صدر مجلس نے یہ کہا ہے کہ چونکہ غرناطہ کے مسلمانوں کی موت یقینی ہے۔ اس لئے ہم دشمن کو خوش کرنے کیلئے اپنے ہاتھوں سے ان کا گلا کیوں نہ گھونٹ ڈالیں۔ لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ جب ہمارے ہاتھ ان کی شہ رگ تک پہونچیں گے تو ہماری اپنی شہ رگ خود بخود کٹ جائے گی؟

سامعین کی طرف سے احتجاج کے نعرے بلند ہو رہے تھے۔ لیکن ان کی توقع کے خلاف ابو داؤد انتہائی اطمینان کے ساتھ اس کی تقریر سنتا رہا۔ تقریر کے دوران میں چند بار لوگوں نے شور مچانے کی کوشش کی۔ لیکن ابو داؤد نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں خاموش کر دیا۔ جب بوڑھا عالم خاموش ہو گیا، تو ابو داؤد نے اطمینان سے کہا "میرے بزرگ! آپ کچھ اور کہنا چاہتے ہیں؟"

"نہیں" اس نے بیٹھتے ہوئے جواب دیا۔

ابو داؤد نے کہا "حضرات! میں ان کی صاف گوئی کی داد دیتا ہوں لیکن مجھے افسوس ہے کہ میری تقریر سے ان کے دل میں چند غلط فہمیاں پیدا ہو گئی ہیں میں ان کے ساتھ الگ بیٹھ کر گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ اگر ان کی تقریر کے بعد کسی اور بزرگ کے دل میں شکوک پیدا ہو گئے ہوں۔ تو میں ان کے ساتھ بھی تبادلۂ خیالات کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اگر آپ میں سے کوئی ان خیالات کی تائید کرتا ہے تو مجھے بتائیے"

شبیلیہ کے چار علماء اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

ابو داؤد نے کہا "اس مجلس میں سے صرف پانچ حضرات میرے ساتھ متفق نہیں۔ مجھے امید ہے کہ ہم ایک آزادانہ بحث کے بعد کسی نتیجہ پر پہونچ جائیں گے میں آپ کو شام کے بعد اپنے پاس بلا لوں گا۔ یہ جلسہ برخاست کرنے سے پہلے میں حاضرین سے یہ درخواست کر دوں گا کہ وہ کسی سے اس جلسے کی کارروائی کا ذکر نہ کریں"

رات کے وقت ابو داؤد کا ایک خادم ان پانچ علماء کو اپنے ساتھ لے گیا۔ اور اس کے بعد کسی کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کہاں گئے ہیں۔ اگلے دن ان کے بعض ساتھیوں کا خیال تھا کہ وہ کسی اور ہی دنیا میں پہونچ چکے ہیں"

قریباً دو ہفتوں میں نام نہاد علماء اور اکابر کا گروہ ابو داؤد سے تربیت حاصل کرنے کے بعد غرناطہ کی طرف روانہ ہوا۔ اس کے بعد ابو داؤد نے فرڈیننڈ سے ہر صوبہ کے گورنر کے لئے احکام حاصل کر لئے اور نئے رضاکار بھرتی کرنے کے لئے دوسرے شہروں کا دورہ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ ہر شہر میں اپنے ہم خیال لوگوں کی ایک جماعت بنانے کے بعد اس نے اشبیلیہ کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنا لیا۔ دوسرے شہروں کے گورنر قابل اعتماد لوگوں کو بھرتی کر کے اس کے پاس بھیج دیتے اور وہ انہیں تربیت دینے کے بعد غرناطہ روانہ کر دیتا۔

عیسائیوں کی مظالم کی وجہ سے اندلس کے مسلمان اپنے شہر اور بستیاں چھوڑ کر غرناطہ کا رخ کر رہے تھے۔ ابو داؤد کے جاسوس ان پناہ گزینوں کے قافلوں میں شامل ہو جاتے اور کسی وقت کے بغیر غرناطہ جا پہنچتے۔ غرناطہ کی حکومت کیلئے پناہ گزینوں کا مسئلہ بہت سی مشکلات پیدا کر رہا تھا۔ لیکن عوام نے اپنے ایثار اور غرض کے باعث حکومت کو پریشان نہ ہونے دیا۔ وہ پناہ گزینوں کو اپنے گھروں میں جگہ دیتے، اور اپنی روٹی کے ہر نوالے میں انہیں برابر کا حصہ دار سمجھتے۔ البیکسرا کا تمام زرخیز علاقہ آزاد ہو چکا تھا۔ اور وہاں مہاجرین کے بہت سے خاندان آباد ہو چکے تھے۔

غرناطہ اور گردو نواح کی بستیوں میں قریباً دس لاکھ پناہ گزین آ چکے تھے اور ان میں قریباً دو ہزار کے قریب وہ با اثر لوگ تھے جن کا پیر و مرشد اشبیلیہ سے انہیں ہدایات بھیج رہا تھا۔ یہ لوگ اہل غرناطہ کے سامنے اندلس کے مسلمانوں کی زبوں حالی کے قصے بیان کر کے انہیں اپنی طرف متوجہ کرتے، اور پھر ان کے ذہن میں اس قسم کے خیالات ٹھونسنے کی کوشش کرتے "یہ جنگ کب ختم ہو گی؟ اس کا انجام کیا ہو گا؟ افسوس افریقہ سے مسلمان کو کوئی مدد ملنے کی امید نہیں عیسائی تعداد میں مسلمانوں سے کئی گنا زیادہ ہیں۔ لیکن کاش ہمارا مقابلہ صرف اندلس کے

عیسائیوں کے ساتھ ہوتا۔ اب نہ صرف اہل ہسپانیہ بلکہ یورپ کے دوسرے عیسائی بھی غرناطہ میں ہماری چھوٹی سی سلطنت کا نام و نشان مٹانے کا عہد کر چکے ہیں مسلمانوں کے دل ٹوٹ چکے ہیں۔ مسلمان بزدل نہیں۔ وہ مرنا اور مارنا جانتا ہے۔ آج بھی اگر فرڈیننڈ اپنی مملکت کے تمام عیسائی سپاہی لیکر میدان میں آجاتے تو ہم انہیں چند دن میں کچل کر رکھ دیں۔ لیکن اب تمام یورپ کے عیسائی اس کی مدد کے لئے جمع ہو رہے ہیں۔ اس کے برعکس افریقہ میں ہمارے بھائی ہمارے حال سے بے خبر ہیں ہم کب تک لڑیں گے؟ اس جنگ کا کیا نتیجہ ہو گا؟"

صبح کے وقت غرناطہ کی مساجد میں اس قسم کے اشتہار دیواروں کیساتھ چسپاں ہوتے۔ "کیا فرماتے ہیں علمائے دین؟ کیا ایسی جنگ جاری رکھنا جائز ہے جس کا انجام ہلاکت کے سوا کچھ نہ ہو؟"

منافقین کی ان کوششوں سے غرناطہ میں شکست خوردہ ذہنیت کے لوگوں کی تعداد بڑھنے لگی۔ اندلس کے اطراف سے غرناطہ کے اکابر بھی متاثر ہونے لگے۔ ان زہریلے اثرات سے فوج ابھی تک محفوظ تھی لیکن ابوداؤد کے آدمی فوج میں بھی بھرتی ہو رہے تھے۔ اشبیلیہ سے بعض یہودی تاجر بھی پناہ گزینوں کے بھیس میں آ گئے تھے اور فرڈیننڈ کے سونے اور چاندی سے با اثر امراء کے ضمیر خرید رہے تھے۔

(۵)

لوشہ کا قائم مقام گورنر جان ماہیکل تدبیر کی بجائے طاقت سے کام لینے کا قائل تھا۔ ابوداؤد کی موجودگی میں بھی لوشہ کے مسلمان اپنے آپ کو عیسائیوں کے ظلم و استبداد سے محفوظ نہیں سمجھتے تھے۔ تاہم ابوداؤد کی حکمت عملی سے مسلمانوں کے خلاف ان کا جذبہ انتقام کسی حد تک دبا رہا۔ لیکن ابوداؤد کے جاتے ہی مسلمان یہ محسوس کرنے لگے کہ لوشہ میں ان پر عرصۂ حیات تنگ ہو رہا ہے۔

وہ پانچ ہزار سپاہی جو لوشہ کی حفاظت کے لئے آئے تھے، شراب سے بدمست ہو کر شہر کی گلیوں میں حلکہ لگاتے۔ مساجد میں گھس کر نماز پڑھنے والوں کو زدوکوب کرتے رات کے وقت مسلمانوں کے گھروں کے دروازے توڑ کر اندر گھس جاتے اور ان کی عورتوں کو زبردستی گھسیٹ کر فوجی مستقر میں لے جاتے۔

ایک دن ایک نوجوان نے غیرت میں آکر اپنے پڑوسی کے گھر پر حملہ کرنیوالے سپاہیوں میں سے تین کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد جان ماہیکل نے شہر پر فوجی حکومت مسلط کر دی۔ شہر کے ایک نیک طینت راہب کی قیادت میں سرکردہ عیسائیوں کا ایک وفد گورنر سے ملا۔ اور انہوں نے گورنر سے درخواست کی کہ فوج کے شہر میں داخل ہونے پر پابندی عائد کی جائے۔ شراب سے بدمست سپاہی نہ صرف مسلمانوں بلکہ کبھی کبھی عیسائیوں کے گھروں میں جا گھستے ہیں۔ گورنر نے یہ حکم صادر کر دیا کہ عیسائی اپنے گھروں کے دروازوں پر صلیب کے نشان لگا دیں تاکہ سپاہیوں کو غلط فہمی نہ ہو۔

لوشہ کا ایک متمول عیسائی تاجر جان مائیکل کا دوست بن چکا تھا جان مائیکل رات کے وقت اکثر اس کے یہاں چلا جاتا۔ ہر رات سپاہی اس تاجر کے مکان پر کوئی نہ کوئی بدنصیب لڑکی پکڑ کر لے آتے۔

ایک رات جان مائیکل شراب کے نشے میں غرق تھا۔ اس نے اپنے میزبان سے کہا "میں نے اب شادی کرنے کا فیصلہ کیا ہے"

تاجر نے قہقہہ لگایا "شادی! تم شادی کرو گے؟"

جان مائیکل نے گرج کر کہا "خاموش! تم سمجھتے ہو کہ میں نشے کی حالت میں بک رہا ہوں لیکن میں نے شادی کا فیصلہ کیا ہے۔ میں اندلس کی سب سے خوبصورت لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ اور وہ لوشہ میں ہے۔ جانتے ہو وہ کون ہے؟"

"میں جانتا ہوں"

"اچھا بتاؤ وہ کون ہے؟"

"وہ ابوداؤد کی لڑکی ہے"

"اس کا نام جانتے ہو؟"

"اس کا نام ربیعہ ہے"

گورنر نے شراب کا جام اٹھاتے ہوئے کہا: "تم کچھ نہیں جانتے۔ اس کا نام انجیلا ہے"

تاجر نے کہا: "میں نے انجیلا کو دیکھا ہے۔ لیکن میں نے سنا ہے۔ کہ ربیعہ اس سے بھی زیادہ خوبصورت ہے"

جان مائیکل نے گرج کر کہا: "یہ ربیعہ کون ہے؟"

"وہ انجیلا کی سوتیلی بہن ہے۔ وہ مردوں کے سامنے نہیں آتی۔ وہ گرجے میں بھی نہیں آتی۔ میں نے سنا ہے کہ اس کی ماں مسلمان تھی"

"تم بکتے ہو۔ اندلس میں انجیلا سے زیادہ کوئی خوبصورت نہیں۔ میں اس کی توہین برداشت نہیں کر سکتا۔ اگر تم نے دوسری مرتبہ یہ کہا کہ کوئی لڑکی انجیلا سے زیادہ خوبصورت ہے تو تمہاری جان کی خیر نہیں"

"تو آپ انجیلا کے ساتھ شادی کرنے کا فیصلہ کر چکے ہیں؟"

"ہاں۔ میرا فیصلہ اٹل ہے۔ لیکن وہ مجھ سے نفرت کرتی ہے"

"آپ سے نفرت؟"

"ہاں مجھ سے وہ نفرت کرتی ہے"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ فرڈیننڈ کے نائٹ سے ایک لڑکی کیسے نفرت کر سکتی ہے اس کی ماں عیسائی ہے، اور وہ یقیناً اسے اپنی عزت افزائی سمجھے گی۔ اگر اجازت ہو تو میں بشپ کو اس کے ساتھ بات کرنے کے لئے کہوں؟"

"میں خود اس کی ماں کے ساتھ بات کر چکا ہوں، اور اسے کوئی اعتراض نہیں لیکن لڑکی کو مجھ سے نفرت ہے۔ پرسوں میں نے انہیں دعوت دی تھی۔ اس کی ماں آئی۔ لیکن اس نے سردرد کا بہانہ کیا۔ جانتے ہو خوبصورت لڑکیاں کس وقت سر درد کا بہانہ کرتی ہیں؟۔ تم نہیں جانتے۔ تم بیوقوف ہو۔ جب وہ کسی کو دیکھنا پسند نہیں کرتیں تو سر درد کا بہانہ کرتی ہیں۔ میں نے اپنی خادمہ کے ہاتھ اسے پھول بھجوائے تھے۔ جانتے ہو اس نے کیا کیا؟۔ تم نہیں جانتے ٹھہرو..... میں بتاتا ہوں"

جان مائیکل نے اٹھ کر میز پر رکھے ہوئے پھولدان سے گلدستہ نکال کر تاجر کے سر پر دے مارا۔ اور بلند قہقہہ لگاتے ہوئے کہا؛ اس نے پھولوں کا گلدستہ میری خادمہ کے سر پر دے مارا اور اسے کہا۔ اگر تم دوبارہ کوئی چیز لے کر آئیں تو تمہاری جان کی خیر نہیں"

تاجر نے کہا؛ لیکن آپ کو مایوس نہیں ہونا چاہیئے"

جان مائیکل نے شراب کا ایک جام حلق سے اتارتے ہوئے کہا؛ مایوس، اور میں؟... تم مجھے نہیں جانتے۔ میرے اور اس کے درمیان صرف چند قدم کا فاصلہ ہے۔ لیکن اگر ہمارے درمیان سات سمندر حائل ہوتے۔ تو بھی میں مایوس نہ ہوتا۔ وہ میری ہے۔ اینجلا میری ہے۔ میری بننے کے سوا اس کے لئے کوئی راستہ نہیں۔ جانتے ہو میں کون ہوں؟ تم نہیں جانتے۔ تم ایک بے وقوف تاجر ہو"

(۱۸)

عام حالات میں شاید میریا، اینجلا کی مرضی کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھاتی لیکن ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے اسے اینجلا کے مستقبل کے متعلق فوراً کوئی

فیصلہ کرنے پر مجبور کر دیا۔
میریا دیر تک سونے کی عادی تھی۔ لیکن ایک رات خرابی صحت کے باعث اسے نیند نہ آئی۔ اینجلا کا کمرہ اس کے ساتھ تھا۔ پچھلے پہر اس نے پیاس محسوس کی پانی کی صراحی برآمدے میں تھی میریا نے خادمہ کو آواز دینے کے بجائے خود اٹھ کر پانی پیا۔ واپس جاتے ہوئے اسے کوئی خیال آیا اور وہ اینجلا کے کمرے کی طرف چل دی۔ دروازہ کھلا تھا لیکن اینجلا کا بستر خالی تھا۔
اس سے آگے ربیعہ کا کمرہ تھا، اور اندر سے بولنے کی آواز آرہی تھی۔ میریا دبے پاؤں دروازے کے قریب پہنچ کر کھڑی ہو گئی۔ اس نے آہستہ سے دروازے کو ڈھکیلا اور تھوڑی سی دراڑ بنا کر اندر جھانکنے لگی۔ اندر شمع جل رہی تھی۔ اینجلا کتاب ہاتھ میں لئے ربیعہ کے سامنے قالین پر بیٹھی آہستہ آہستہ پڑھ رہی تھی۔ وہ کسی لفظ پر رک جاتی تو ربیعہ اسے بتا دیتی، یہ وہ کتاب تھی جسے میریا نے اکثر ربیعہ کو انتہائی سوز و گداز کے ساتھ پڑھتے ہوئے دیکھا تھا۔ یہ قرآن تھا۔
میریا کچھ دیر مبہوت سی ہو کر کھڑی رہی۔ اینجلا اس کے نزدیک بدترین گناہ کی مرتکب ہو چکی تھی۔ اس نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا لیا۔ اس کا جی چاہتا تھا کہ بھاگ کر اپنی بیٹی کے ہاتھ سے قرآن چھین لے۔ لیکن اس کے پاؤں زمین سے پیوست ہو کر رہ گئے۔ اس کی قوت فیصلہ جواب دے چکی تھی۔
اینجلا نے قرآن بند کیا۔ اور اسے مخمل کے غلاف میں لپیٹ کر الماری میں رکھ دیا اس کے بعد وہ دونوں نماز کی نیت باندھ کر کھڑی ہو گئیں۔
میریا انتہائی رنج و کرب کی حالت میں اپنے کمرے کی طرف لوٹ آئی۔ بار بار اس کے جی میں آئی کہ وہ اینجلا کو بالوں سے پکڑ کر کھسیٹتی ہوئی اپنے کمرے میں لے آئے لیکن اس نے محسوس کیا کہ یہ معاملہ خطرناک حد تک آگے جا چکا ہے" اور اسکی

جلد بازی اینجلا کو کھلی بغاوت پر آمادہ کر دے گی۔ دیر تک وہ بے حس و حرکت بیٹھی رہی اچانک اسے خیال آیا اور وہ اٹھ کر باہر نکل گئی۔ بیرونی دروازے سے گزرنے کے بعد اس کا رخ بشپ کی قیام گاہ کی طرف تھا۔ اس سے قبل اسے محل کے کسی ملازم یا سپاہی نے پیدل باہر جاتے نہیں دیکھا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ نوشہ کے بشپ سے کہہ رہی تھی "مقدس باپ! میں چاہتی ہوں کہ اینجلا کی شادی کر دی جائے۔ لیکن وہ بہت سرکش ہے۔ وہ میرا کہا نہیں مانتی"۔

بشپ نے سوال کیا "کیا وہ راہبہ بننا چاہتی ہے؟"

"نہیں مقدس باپ۔ اسے کوئی رشتہ پسند نہیں"۔

"میں اس بارے میں خود تم سے ملنے والا تھا۔ جان مائیکل نے مجھ سے کئی بار یہ کہا ہے کہ اسے تمہاری لڑکی پسند ہے"۔

"مقدس باپ! میں اسے اپنی عزت افزائی سمجھتی ہوں۔ لیکن اینجلا بہت ضدی ہے۔ آپ اسے سمجھائیں"۔

بشپ نے کچھ سوچ کر کہا "میرے خیال میں اگر تم جان کو اپنی بیٹی سے ملاقات کا موقع دیتیں تو شاید یہ مشکل خود بخود حل ہو جاتی"۔

میریا نے جواب دیا "مقدس باپ! اگر یہ معاملہ اس قدر آسان ہوتا۔ تو میں آپکو تکلیف نہ دیتی۔ اینجلا پر میری سوتیلی بیٹی نے جادو کر رکھا ہے۔ وہ مسلمان ہے اور اس نے اینجلا کے دل میں ہمارے تمام مذہبوں کے خلاف سخت نفرت پیدا کر دی ہے مجھے ڈر ہے کہ وہ گمراہ نہ ہو جائے۔ اس لئے میں فوراً اس کی شادی کر دینا چاہتی ہوں۔ میں اسے ربیعہ سے دور رکھنا چاہتی ہوں"۔

بشپ نے کہا "اگر یہ بات ہے تو ہمیں سستی نہیں کرنی چاہیئے۔ لیکن میں یہ

پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر اینجلا کو اس کی مرضی کے خلاف شادی پر مجبور کیا جائے تو تمہارا خاوند رضامند ہوگا؟"

میریا نے جواب دیا: "وہ اس بات کا مخالف نہیں کہ اینجلا کی شادی کسی معزز عیسائی خاندان میں کر دی جائے۔ لیکن مجھے ڈر ہے کہ اگر اینجلا نے انکار کر دیا۔ تو وہ اس کی طرفداری کرے گا۔"

"کیا اینجلا صرف مائیکل سے شادی کرنے کے خلاف ہے یا ہر عیسائی سے نفرت کرتی ہے؟"

میریا نے گھبرا کر جواب دیا: "مقدس باپ! وہ شراب پینے والوں سے نفرت کرتی ہے۔ اور یہ اس کی سوتیلی بہن کی صحبت کا اثر ہے۔ جان مائیکل جب پہلے دن ہمارے گھر آیا تھا، وہ شراب میں بدہوش تھا اور شاید اسی وجہ سے اینجلا کو اس کے ساتھ نفرت ہو گئی ہے۔"

بشپ نے کہا: "میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ تمہارے گھر کا ماحول عام عیسائیوں کے ماحول سے مختلف رہا ہے۔ تمہیں اس قدر پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ یہ معاملہ ٹھیک ہو جائیگا۔ آج شام میں تمہارے یہاں آؤنگا۔ تم جان مائیکل کی دعوت کا انتظام کرو۔ سردست کسی اور کو بلانے کی ضرورت نہیں۔"

میریا نے کہا: "مقدس باپ مجھے ڈر ہے کہ جان مائیکل کا نام سنتے ہی وہ علالت کا بہانہ کر کے لیٹ جائے گی۔"

"تو اس کے سامنے جان مائیکل کا ذکر کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ وہ اس وقت آئے گا جب ہم کھانے کی میز پر بیٹھ چکے ہوں گے۔"

(۷)

لوشنہ کے بشپ سے ملنے کے بعد میریا باقی سارا دن ربیعہ اور اینجلا کیساتھ

بیٹھی رہی۔ اینجلا کو اس بات کا افسوس تھا کہ وہ اپنی ماں کی موجودگی میں ربیعہ کے ساتھ نماز میں شریک نہ ہو سکی۔ تاہم اسے اس بات کی خوشی بھی تھی کہ اس کی سوتیلی بہن کے ساتھ اس کی ماں کے طرزِ عمل میں اچانک ایک غیر متوقع تبدیلی آ چکی تھی۔

آج میریا ربیعہ پر بہت مہربان تھی۔ وہ اس کے بال سنوارنے اور اس کا لباس تبدیل کرانے پر مصر تھی۔ وہ کہہ رہی تھی "ربیعہ! تم لباس کے معاملے میں بہت بے پرواہ ہو۔ دیکھنے والے کہتے ہونگے کہ تمہاری سوتیلی ماں کو تمہارے ساتھ کوئی دلچسپی نہیں۔ تم سارا دن مغموم بیٹھی رہتی ہو۔ دیکھو تمہارا رنگ کیسا زرد ہو رہا ہے۔ تمہارا باپ تمہیں اگر دیکھے گا تو شاید یہ خیال کرے گا، کہ میں تمہیں تنگ کرتی رہی ہوں۔ خدا کے لئے اپنی صحت کا خیال رکھا کرو۔"

ربیعہ کے لئے اپنی ماں کے دل میں اتنی بڑی تبدیلی دیکھ کر اینجلا اسقدر متاثر ہوئی کہ رات کے وقت جب میریا نے اس سے بشپ کے ساتھ کھانا کھانے کا مطالبہ کیا تو وہ انکار نہ کر سکی۔

کھانے کی میز پر اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے کے بعد بشپ نے جان مائیکل کا ذکر چھیڑ دیا۔ اینجلا بے توجہی سے اس کے بہادرانہ کارناموں کی داستانیں سنتی رہی۔ بشپ نے اس کے مختلف معرکوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا "جان مائیکل کے متعلق مجھے صرف اس بات کا افسوس ہے کہ شراب پینے کے معاملے میں احتیاط سے کام نہیں لیتا۔ ورنہ اسپین کا کوئی نائٹ اس کا ہم پلہ نہیں۔ تاہم وہ لوگ جو اس کی اس کمزوری کی وجوہات جانتے ہیں۔ اسے قابل معافی سمجھتے ہیں۔ اسے اپنی بیوی کے ساتھ بے حد محبت تھی۔ اس کی موت کے بعد سے وہ شراب میں غرق رہتا ہے، اسے کوئی ایسی رفیقۂ حیات نہیں ملی جو اس کی زندگی کی تلخیوں کو کم کر سکتی۔ اندلس کے معزز

ترین گھرانے اس کے ساتھ رشتہ کرنا اپنے لئے باعث عزت سمجھتے ہیں لیکن اسے کوئی
لڑکی پسند نہیں آتی، یہاں تک کہ شاہی گھرانے کی لڑکیاں بھی اس کے معیار پر
پوری نہیں اترتیں۔ اب مجھے اسکے ایک دوست نے بتایا ہے کہ وہ ایک نہایت معمولی لڑکی
کے ساتھ شادی کرنا چاہتا ہے۔ اگر وہ لڑکی ذہین ہے، تو مجھے یقین ہے کہ وہ
جلیو بائیکل کی تمام عادات میں تبدیلی لا سکے گی، اور یہ کلیسا کی بہت بڑی خدمت
ہوگی۔ کلیسا کے فرزند اس وقت دشمن کے ساتھ لڑ رہے ہیں۔ اور کلیسا کی بیٹیوں کا
فرض ہے کہ وہ ان کی تسکین کا سامان مہیا کریں۔ جان بائیکل کی شراب نوشی
پر نکتہ چینی کرنے کی بجائے ہمیں ان تمام وجوہات پر غور کرنا چاہئیے جن کے باعث
وہ ہمیشہ شراب میں غرق رہنا پسند کرتا ہے۔ اسے اپنی بیوی کی موت کا صدمہ ہے
اسکے علاوہ اس نے وحشی مسلمانوں کے خلاف جنگ میں اپنے بہترین دوستوں کو مرتے
ہوئے دیکھا ہے۔ اگر قوم کی بیٹیاں اس کی حالت پر رحم کرنے کے بجائے اس سے نفرت
کریں تو یہ قابل افسوس ہوگا۔"

اینجلا کا اضطراب بڑھ رہا تھا۔ وہ یہ محسوس کر رہی تھی کہ اس کے لئے کوئی جال
بچھایا جا رہا ہے۔ اس نے اپنی ماں اور بشپ کی طرف دیکھا۔ وہ کچھ کہنا چاہتی
تھی۔ لیکن خادمہ نے آکر میریا کے کان میں کچھ کہا۔ اور میریا نے قدرے برہم ہو کر
اسے جواب دیا "تم نے انہیں ملاقات کے کمرے میں کیوں بٹھا رکھا ہے۔ انہیں
یہاں لے آؤ۔"

خادمہ متذبذب سی ہو کر میریا کی طرف دیکھنے لگی۔ میریا اس کے تذبذب کی
وجہ نہ سمجھ سکی۔ وہ برہم ہو کر بولی "جاتی کیوں نہیں۔ میری طرف کیا دیکھ رہی ہو؟"
لیکن خادمہ نے جھک کر میریا کے کان میں کچھ کہا اور میریا کے چہرے پر اچانک
زردی چھا گئی۔ بشپ اور اینجلا میریا کی طرف جواب طلب نگاہوں سے دیکھ رہے تھے

بشپ نے پریشان سا ہو کر سوال کیا "کیا بات ہے؟"
میریا نے اٹھتے ہوئے جواب دیا "کچھ نہیں ابھی آتی ہوں"
لیکن برآمدے میں کسی کے پاؤں کی آہٹ سن کر میریا رک گئی اور اس کے ساتھ ہی اسے اپنا حبشی غلام یہ کہتا ہوا سنائی دیا "میں آپ کو کسی حالت میں اندر نہیں جانے دوں گا۔"

اس کے جواب میں شراب کے نشے میں ڈوبی ہوئی آواز سنائی دی "تم میرا راستہ نہیں روک سکتے۔ میں اس شہر کا گورنر ہوں۔ ہٹ جاؤ۔ ورنہ تمہیں پھانسی پر لٹکا دوں گا۔"

میریا کے پاؤں زمین کے ساتھ پیوست ہو کر رہ گئے۔ ایک ثانیہ کے بعد جان مائیکل دروازے میں کھڑا تھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں سونے کی صراحی اور دوسرے ہاتھ میں پیالہ تھا۔ اس کی آنکھوں سے وحشت برس رہی تھی۔ میریا، اینجلا اور بشپ مبہوت ہو کر اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔

میریا نے بھی بھرائی آواز میں کہا "اینجلا! تم عقب کے کمرے میں چلی جاؤ۔"
لیکن اینجلا کی غیرت نے ماں کو تنہا چھوڑ کر بھاگنا گوارا نہ کیا۔ بشپ اس غیر متوقع صورت حال کا سامنا کرنے کے لئے تیار نہ تھا۔ وہ کبھی غصے اور ندامت کے ساتھ جان مائیکل اور کبھی معذرت طلب نگاہوں سے میریا کی طرف دیکھ رہا تھا۔
جان مائیکل نے دروازے میں کھڑے کھڑے صراحی سے ایک جام بھر کر پیا اور لڑکھڑاتا ہوا آگے بڑھا۔ وہ صراحی اور پیالہ میز پر رکھ کر بشپ کے قریب کھڑی ہو گئی۔
جان مائیکل نے کہا "آپ کھڑے کیوں ہیں بیٹھ جائیے۔ آپ کے نوکر بہت بدتمیز ہیں۔ لوشنہ کا ہر آدمی مجھے جانتا ہے۔ لیکن آپ کے نوکروں کو یہ معلوم نہیں کہ میں اس شہر کا گورنر ہوں۔ مقدس باپ میں آج اس بات کا فیصلہ کر کے جاؤں گا۔

لیکن یہ کھڑی کیوں ہیں، کیا میں بھوت ہوں۔ اینجلا! تم مجھ سے خوفزدہ ہو۔ خدا کے لئے بیٹھ جاؤ۔ میں تمہارا دشمن نہیں ہوں، اور اپنی ماں کی طرف دیکھو! اس نے مجھے یہاں آنے کی دعوت دی تھی، اور اب یہ میری صورت دیکھ کر کانپ رہی ہے!"

بشپ نے کہا "میریا! بیٹھ جاؤ۔ اینجلا بیٹی! ڈرو نہیں، مائیکل ایک نائٹ ہے کلیسا کی بیٹی کو اس سے خوف کھانے کی ضرورت نہیں۔"

مائیکل نے کہا "مقدس باپ! ان کا احترام میرا فرض ہے لیکن کوئی نائٹ یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ کوئی گھر میں بلا کر اس کی بے عزتی کرے۔ کیا انہوں نے تمہیں یہاں آنے کی دعوت نہیں دی؟"

اینجلا نے حقارت کے ساتھ اپنی ماں کی طرف دیکھا۔ بشپ نے کہا "تمہیں یہ بتا رہا تھا کہ موجودہ حالات ایسے ہیں جن کے باعث ہمارے بہترین سپاہی بہت زیادہ شراب پینے کے عادی ہو چکے ہیں۔ جب حالات بدلیں گے یہ عادات بھی بدل جائیں گی۔ میریا! اینجلا! بیٹھ جاؤ۔ جان مائیکل کے دل میں تمہاری توہین کا خیال بھی نہیں آسکتا۔۔۔"

میریا ایک لمحہ جھجکنے کے بعد کرسی پر بیٹھ گئی۔ لیکن اینجلا کھڑی رہی۔

مائیکل نے اپنا لہجہ تبدیل کرتے ہوئے کہا "مقدس باپ! میں نے آپ کے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ میں آج سے شراب پینے میں احتیاط برتوں گا لیکن مجھے افسوس ہے یہ میرے بس کی بات نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ اینجلا شراب سے نفرت کرتی ہے مقدس باپ! میں اسے چھوڑ دوں گا۔ اینجلا کیلئے میں سب کچھ کر سکتا ہوں، اینجلا خدا کے لئے بیٹھ جاؤ! تم نہیں بیٹھو گی؟ تمہیں بیٹھنا پڑے گا۔ میں تمہارے گھر آکر اپنی توہین گوارا نہیں کر سکتا۔" جان مائیکل نے لرزتے ہوئے ہاتھوں سے ایک اور جام بھر کر منہ کو لگا لیا۔

میری نے اینجلا کا ہاتھ پکڑتے ہوئے آہستہ سے کہا: "اینجلا یہ ایک شرابی کی ضد
ہے۔ خدا کے لئے بیٹھ جاؤ۔"

اینجلا اپنی ماں کے الفاظ سے زیادہ اس کی ملتجی نگاہوں سے متاثر ہو کر بیٹھ
گئی۔ مائیکل کے متعلق اس کا خوف نفرت میں تبدیل ہو چکا تھا۔ چند لمحات قبل حیا
ء کا تقاضا یہ تھا کہ وہ وہاں سے بھاگ جائے اور اب غیرت کا تقاضا یہ تھا کہ وہ
صورت حال کا مقابلہ کرے۔

جان مائیکل کچھ دیر خاموشی سے اینجلا کی طرف دیکھنے کے بعد بولا: "تم نے کھانا
کیوں چھوڑ دیا۔ کھاؤ! میری فکر نہ کرو۔ میں اس وقت کھانا نہیں کھایا کرتا میں صرف
پیا کرتا ہوں۔ مقدس باپ اگر آپ میرے ساتھ شرکت کرنا چاہیں تو یہ صراحی
حاضر ہے۔ اس دن مجھے جو شراب ملی تھی وہ بہت ہلکی قسم کی تھی۔ اس لئے آج میں اپنی
اچھی اٹھا لایا ہوں۔ اینجلا کی طرح شاید آپ بھی شراب سے نفرت کرتے ہیں لیکن
اگر آپ میری جگہ ہوتے تو بہت زیادہ پیتے۔ مجھ سے بھی زیادہ۔ آپ ہمیشہ مدہوش
رہتے۔ ہوش میں انسان کو طرح طرح کے خیالات ستاتے ہیں۔ میرے متعلق آپ
یہ خیال نہ کریں کہ ہمیشہ اسی طرح شراب پیتا تھا۔ نہیں کسی زمانے میں شراب سے
میری نفرت کا یہ عالم تھا کہ میں مذہبی رسومات میں بھی اسے ہاتھ نہیں لگاتا تھا۔
لیکن اب میں سب سے زیادہ پیتا ہوں۔ اینجلا کو میری یہ عادت پسند نہیں۔ اسے شاید
میری یہ عادت بھی پسند نہ ہو کہ میں رات کے وقت لوگوں کے گھروں میں چلا جاتا ہوں۔
اینجلا شاید مجھے ظالم کہے گی۔"

بشپ نے مائیکل کو ٹوکنے کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے کہا: "میں اینجلا کی
زبانی سن چکا ہوں کہ آپ اپنی بیوی کی وفات کے بعد شراب کے عادی ہو گئے ہیں۔"
مائیکل نے جواب دیا: "یہ غلط ہے۔ یہ بالکل غلط ہے۔ میں جانتا ہوں کہ میری

بیوی کی موت کا باعث میری شراب نوشی تھی۔ صرف شراب نوشی ہی نہیں اسے
میری بہت سی عادتوں سے نفرت تھی۔ الجمتہ کی فتح کے بعد جو کچھ ہوا۔ اس کے لئے وہ
وہ کہا کرتی تھی کہ تم وحشی ہو۔ لیکن یہ میرا قصور نہ تھا۔ الجمتہ کی فتح سے پہلے میں بہت
کم شراب پیا کرتا تھا۔ لیکن اس دن فتح کی خوشی میں میں نے کئی صراحیاں خالی
کر دیں اور اس کے بعد وہ واقعہ پیش آیا۔ نشے کی حالت میں مجھے معلوم نہ تھا کہ
میں کیا کر رہا ہوں۔ وہ بہت خوبصورت تھی۔ میں نے اسکے ساتھ وعدہ بھی کیا
کہ میں تمہاری جان بچاؤں گا۔ اس کا جرم معمولی نہ تھا۔ اس نے ہمارے دو سپاہی
قتل کئے تھے۔ اسکے چار بھائی جنگ میں مارے گئے تھے۔ شہر والے ہتھیار ڈال چکے تھے اور
فرض تھا کہ ہمارے لئے اپنے گھروں کے دروازے کھول دیتے۔ لیکن اس خوبصورت
لڑکی کا دروازہ بند تھا۔ میں نے دروازہ توڑنے کا حکم دیا۔ میں شاید ایسا نہ کرتا
لیکن فتح کی خوشی میں بہت زیادہ پیئے ہوئے تھا۔ جب میرے سپاہی دروازہ توڑ
رہے تھے مکان کی چھت سے چند تیر آئے۔ میرے آٹھ سپاہی زخمی ہوئے اور دو
وہیں ڈھیر ہو گئے۔ ہم مکان میں داخل ہوئے تو وہاں صرف ایک لڑکی تھی۔ اس
نے مجھ پر خنجر کے ساتھ حملہ کیا۔ لیکن میں نے اس کے ہاتھ سے خنجر چھین لیا۔ اگر میں
منع نہ کرتا تو سپاہی اس کی بوٹیاں نوچ ڈالتے۔ سپاہی چلے گئے۔ لیکن میں وہیں رہا
میں نے اور شراب منگوائی۔ میں نے اسے ایک پیالہ پیش کیا۔ میں نے کہا۔ میں تمہاری
جان بچانے کا وعدہ کرتا ہوں۔ میں تمہیں شہر سے باہر چھوڑ آؤں گا۔ لیکن وہ بہت
ضدی تھی، بالکل اینجلا کی طرح۔ اس نے شراب کا پیالہ میرے منہ پر دے مارا۔ اس
نے میرا منہ نوچ ڈالا۔ اس کی گالیاں میرے لئے ناقابلِ برداشت تھیں۔ اسکے
بعد مجھے ہوش نہ رہا۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ میں کیا کر رہا ہوں۔ وہ تڑپتی رہی اور اس
کے گلے پر میرے ہاتھوں کی گرفت سخت ہوتی گئی۔ صبح کے وقت جب مجھے ہوش آیا۔

تو اس کی لاش میرے قریب پڑی تھی! اس کی خوبصورت گردن پر میری انگلیوں کے نشان تھے۔ میں یہ سمجھ رہا تھا کہ وہ سو رہی ہے۔ اس کی صورت دیکھ کر مجھے یقین نہیں آتا تھا کہ میں نے اسے اپنے ہاتھوں سے ہلاک کیا ہے۔ میں اسے جگانے کی کوشش کر رہا تھا۔

اس کے بعد میں سارا دن شراب پیتا رہا۔ اسکے بعد سے میں ہمیشہ شراب میں غرق رہتا ہوں لیکن یہ ایک ایسی تشنگی ہے جو کبھی دور نہ ہوگی۔ میں نے پہلی بار اینجلا کو دیکھا تو مجھے وہ لڑکی یاد آگئی۔ آج تک میں نے جو کچھ کیا ہے اس کی ذمہ دار وہ لڑکی ہے، اور اب آئندہ جو کچھ کروں گا اس کی ذمہ دار اینجلا ہوگی۔ میں آج اس بات کا فیصلہ کرنے آیا ہوں۔ اینجلا! تمہیں اس بات کا جواب دینا پڑیگا کہ میرے ساتھ شادی کرنا منظور ہے یا نہیں ؟"

اینجلا کے آنکھوں میں آنسو آچکے تھے۔ وہ تصور میں اس بیکس لڑکی کی جگہ دل دوز چیخیں سن رہی تھی۔ جان ہائیکل کے سوال پر وہ چونک اٹھی "تمہیں میرا جواب معلوم ہے!" اینجلا اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔

ہائیکل نے گرجتے ہوئے کہا "اگر یہ وہی جواب ہے جو مجھے اس لڑکی نے دیا تھا تو سنو! تم پھول کی مہک میرے لئے نہیں میں اسے اپنے ہاتھوں سے مسلنے کا عادی ہو چکا ہوں "

اینجلا نے جواب دیا "اس لڑکی کے ساتھ تم اپنا منہ کالا کرنا چاہتے تھے اور مجھے تم نے شادی کا پیام دیا ہے۔ فرڈینینڈ کے نائٹ، اور کلیسا کے بہادر! میرا جواب یہ ہے کہ میری نگاہ میں تمہاری بہ نسبت لوشہ کا ایک سبکاری زیادہ قابل عزت ہے اس بیکس لڑکی کیلئے تم ایک بھیڑ کے بچے تھے لیکن میرے سامنے تم ایک پاگل کتے ہو۔ تم اس وقت بھی قابلِ نفرت تھے اور اب بھی قابل نفرت ہو۔!"

"انجلا! انجلا!" بشپ اور میریا نے ایک زبان ہو کر کہا۔ لیکن وہ انکی طرف متوجہ نہ ہوئی۔ وہ کہہ رہی تھی "تم انسانیت کے نام پر ایک بدنما داغ ہو۔ تم مجھے دھمکیاں دیتے ہو۔ لیکن جب تک مجھ پر خدا کا ہاتھ ہے تم میرا بال بیکا نہیں کر سکتے۔ تم نے جس زمین پر کلیسا کی شاندار عمارتیں بنائی ہیں اسی زمین پر بے گناہوں کا خون گرایا ہے۔ وہ وقت آئے گا جب یہ عمارتیں پیوند خاک ہو جائیں گی اور آنے والی نسلوں کو انکے کھنڈر بھی نظر نہ آئیں گے۔ لیکن وقت کا ہاتھ تاریخ کے صفحات پر ان بے گناہوں کے خون سے لکھی ہوئی تحریر نہیں مٹا سکے گا۔"

انجلا بشپ کی طرف متوجہ ہوئی "اور تم مریم کے بت بنا کر پوجتے ہو۔ لیکن اپنے سپاہیوں کے ہاتھوں معصوم لڑکیوں کی عصمت دری کروا کر مریم کے بیٹے کے دین کی بہت بڑی خدمت سمجھتے ہو۔ تم اس صلیب کی پوجا کرتے ہو جس پر خدا کے بیٹے کو لٹکایا گیا تھا لیکن میں پوچھتی ہوں۔ اندلس کے ہر شہر میں کتنے بیگناہ ہیں جنہیں تم ہر روز پھانسی دیتے ہو۔"

بشپ نے اٹھتے ہوئے کہا "یہ لڑکی گمراہ ہو چکی ہے۔ اس کی سوتیلی بہن نے اس پر جادو کر دیا ہے۔ اسے معلوم نہیں یہ کیا کہہ رہی ہے۔ ایبکل! چلو چلیں۔"

"نہیں میں فیصلہ کر کے جاؤں گا" ایبکل آخری جام پینے کے بعد اب بیہوشی کی حد تک پہنچ چکا تھا۔ وہ اٹھ کر انجلا کی طرف بڑھا۔ اس کے پاؤں لڑکھڑا رہے تھے۔ انجلا میز پر سے بھاری پھولدان اٹھا کر ایک طرف ہٹ گئی میریا نے اپنے حبشی غلام کو آواز دی۔ وہ بھاگتا ہوا اندر داخل ہوا۔ اتنی دیر میں ایبکل انجلا کے قریب پہنچ چکا تھا۔ انجلا نے پھولدان اس کے سر پر دے مارا۔ ایبکل کو گرنے کے لئے فقط ایک بہانہ چاہیئے تھا۔ پھولدان کی معمولی ضرب سے وہ اپنا توازن قائم نہ رکھ سکا۔

اس کے گرتے ہی بشپ نے آگے بڑھ کر حبشی غلام سے کہا "تم انہیں فوراً اٹھا کر ان کے کمرے میں چھوڑ آؤ۔ ان کے نوکر پوچھیں تو یہ کہہ دینا کہ یہ شراب سے بے ہوش ہیں۔ قوی ہیکل حبشی نے جان مائیکل کو اٹھا کر اپنے کندھے پر لاد لیا اور باہر نکل گیا۔

بشپ نے اینجلا کی طرف دیکھا اور کہا "اینجلا! جان مائیکل کو میں نے یہاں آنے کی دعوت دی تھی۔ تمہاری ماں کا اس میں کوئی قصور نہیں، اور میرا یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ تمہاری سوتیلی بہن نے تمہیں گمراہ کیا ہے۔ اگر یہ باتیں تمہیں اس نے سکھائی ہیں تو تمہیں اس سے بہت کچھ سیکھنا چاہیئے۔ میں مائیکل کو قابل اصلاح سمجھتا تھا لیکن میرا خیال غلط نکلا۔ تمہیں اس سے دور رہنا چاہیئے۔ میں کل اپنے عہدہ سے استعفا دے رہا ہوں۔ مجھے مدت سے اس بات کا احساس تھا کہ ایک بشپ کی حیثیت سے میں کلیسا کی کوئی خدمت نہیں کر سکتا۔ لیکن میرے ضمیر کو ایک ٹھوکر کی ضرورت تھی۔ میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے ایک اونگھتے ہوئے انسان کو جگا دیا ہے۔ اور میریا تم اپنے خاوند کو لکھو کہ اگر وہ فوراً نہیں آ سکتا تو تمہیں اپنے پاس بلا لے۔"

جرم اور اس کی سزا

(۱)

اگلے دن جان مائیکل کی خادمہ میریا کے پاس مائیکل کی طرف سے ایک خط لے کر آئی۔ خط پڑھ کر میریا کو یہ یقین نہیں آتا تھا کہ یہ مائیکل نے لکھا ہے وہ بار بار خادمہ سے پوچھ رہی تھی "کیا یہ واقعی انہوں نے لکھا ہے؟" اور خادمہ کو اسے

یقین دلانے کے لئے مریم کی قسم کھانی پڑی۔

جان مائیکل نے انتہائی عجز وانکسار کے ساتھ معافی مانگی تھی۔ اس نے لکھا تھا کہ مجھے اپنے طرز عمل پر ندامت اور افسوس کے اظہار کے لئے الفاظ نہیں ملتے مجھے امید ہے کہ آپ میری خطا قابل معافی سمجھیں گی۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی شراب پی کر آپ کے گھر میں قدم نہ رکھوں گا، اور انیجلا کے ساتھ میں اسوقت تک ہم کلام ہونے کی جرأت نہیں کروں گا، جب تک وہ خود اپنی زبان سے یہ نہ کہے کہ میرے اخلاق میں ایک بہت بڑی تبدیلی آچکی ہے۔ میں اطمینان سے اس وقت کا انتظار کروں گا۔ جب میرے طرز عمل سے وہ مجھے ایک انسان سمجھنے پر مجبور ہو جائے گی۔ میں جانتا ہوں کہ رات کے واقعہ کے بعد مجھ پر آپ کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ لیکن آپ اطمینان رکھیں۔ جب تک آپ خود نہ بلائیں گی میں یہ دروازہ کھٹکھٹانے کی جرأت نہیں کروں گا۔"

جان مائیکل کی خادمہ کی آمد سے پہلے تھوڑی دیر پہلے میریا اپنے خاوند کے نام ایک طویل خط لکھ چکی تھی۔ لیکن مائیکل کا خط آنے پر اس نے مکتوب قاصد کے سپرد کرنے کا ارادہ تبدیل کر دیا۔

جب وہ جان مائیکل کا جواب سوچ رہی تھی، اس کی خادمہ نے اطلاع دی کہ ملاقات کے کمرے میں بشپ آپ کا انتظار کر رہا ہے۔ میریا نے جان مائیکل کی خادمہ سے کہا "تم جاؤ۔ میں ابھی اس خط کا جواب بھیج دوں گی"!

میریا نیچے اتر کر ملاقات کے کمرے میں داخل ہوئی۔ چند رسمی باتوں کے بعد بشپ نے کہا۔ "مجھے تھوڑی دیر ہوئی جان مائیکل کا خط ملا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ رات کے وقت اسے ہوش نہ تھا اور وہ بہت نادم ہے۔ اس نے مجھ سے یہ درخواست کی ہے کہ میں آپ کے سامنے اسکی طرف سے معذرت پیش کر دوں"

"اس نے میرے پاس بھی یہ خط بھیجا ہے۔ آپ پڑھ لیجئے"، بشپ نے میریڈ کے ہاتھ سے خط لے کر اس پر سرسری نظر دوڑانے کے بعد کہا۔ "مجھے بھی اس نے اسی طرح کی باتیں لکھی ہیں۔ اور میں یہ پوچھنے آیا ہوں کہ آپ نے اپنے شوہر کو رات کے واقعات کی اطلاع بھیج تو نہیں دی؟"

"نہیں۔ میں خط لکھ چکی تھی۔"

"اینجلا نے یہ خط پڑھ لیا ہے؟"

"نہیں۔"

"اسے بلاؤ میں اس سے چند باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

"مجھے آپ کے حکم کی تعمیل سے انکار نہیں۔ لیکن اس وقت شاید وہ جان ہائیکل کے متعلق کوئی بات سننا پسند نہ کرے۔"

"میں جان ہائیکل کا ایلچی بن کر آیا ہوں"

"میں اسے بلاتی ہوں۔"

بشپ نے کہا "یہ خط لے جاؤ۔ بہتر ہے کہ اینجلا میرے پاس آنے سے پہلے اس خط کو پڑھ لے۔"

میریا اینجلا کو بلانے کیلئے اوپر چلی گئی۔

رات کو رخصت کے وقت بشپ نے جو چند باتیں کی تھیں۔ اینجلا ان سے بہت متاثر ہوئی تھی لیکن جب میریا نے اسکے ہاتھ میں باتن ہائیکل کا خط دینے کے بعد اسے یہ بتایا کہ بشپ تمہیں دیکھنا چاہتا ہے تو اس نے فوراً یہ کہا۔ "اگر بشپ اس شرابی کا ایلچی بن کر آیا ہے تو میں اسے ہرگز نہیں ملوں گی، وہ کتنا خوش ہے کہ میں لوشہر کے بشپ کے عہدہ سے مستعفی ہو جاؤنگا اور اب اسے ایک انتہائی قابل نفرت آدمی کی ذلیل ترین خدمت بجا لانے سے عار نہیں۔"

میریا نے جواب دیا۔ "انجلا یہ خط میرے پاس مائیکل کی خادمہ لائی تھی۔ اگر تمہیں یقین نہیں آتا، تو تم اپنی خادمہ سے پوچھ لو۔ بشپ کا اس خط کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔"

"تو آپ نے اس خط کا کیا جواب دیا ہے؟"

"میں نے ابھی تک کوئی جواب نہیں دیا۔ میں نے یہ خط بشپ کو دکھایا ہے وہ کہتے ہیں کہ مائیکل نے انہیں بھی اسی طرح کا ایک خط لکھا ہے۔"

"تو اب وہ ہمارے درمیان مصالحت کروانے کا ارادہ لے کر آئے ہوں گے۔"

"ان سے ملے بغیر تمہیں انکی نیت پر شک نہیں کرنا چاہیئے۔"

"چلیئے!" انجلا نے اٹھتے ہوئے کہا۔

بشپ نے انجلا کو دیکھتے ہی سوال کیا۔ "بیٹی میں نے کل تمہیں بتایا تھا کہ میں اپنے عہدے سے مستعفی ہونے کا ارادہ کر چکا ہوں لیکن آج مجھے جان مائیکل کا ایک خط ملا ہے۔ اس نے اپنے طرز عمل پر سخت ندامت کا اظہار کیا ہے۔ اگر یہ تبدیلی اور ہنگامہ عارضی نہیں تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ مجھے مستعفی ہونے کے متعلق جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہیئے۔ اس کے علاوہ میں یہ بھی سوچتا ہوں کہ جب تک تمہارا باپ غیر حاضر ہے تجھے لوشنہ میں رہنا چاہیئے۔ ابھی تمہاری ماں نے بھی مجھے اس کا ایک خط دکھایا ہے۔"

انجلا نے کہا۔ "میں بھی یہ خط دیکھ چکی ہوں۔"

بشپ نے سوال کیا۔ "اس خط کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟"

انجلا نے جواب دیا۔ "میں صرف اتنا سمجھتی ہوں کہ حالات نے اسے ایک بھیڑیئے کی درندگی کے بجائے ایک لومڑی کی فراست سے کام لینے پر مجبور کر دیا ہے۔ اس

نے اپنا طریق کار بدلا ہے۔ خود نہیں بدلا۔ وہ جس شکار کو اپنے پنجہ سے ہلاک نہیں کر سکا۔ اس کے لئے اب جال بن رہا ہے اور میں پھنکار نے والے اژدہا کی نسبت خاموشی کے ساتھ جالا بننے والی مکڑی کو زیادہ قابل نفرت سمجھتی ہوں"

"ممکن ہے تمہارا خیال صحیح ہو۔ کسی کے دل کا حال خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اس معاملہ میں میری ہمدردی تم لوگوں کے ساتھ ہے۔ میں تمہیں اور تمہاری ماں کو یہ مشورہ دینا چاہتا ہوں کہ اس خط کے بعد آپ کو ایسا جواب دینا چاہیئے جس سے وہ مشتعل نہ ہو۔ میں آپ کو اس کے ساتھ راہ و رسم رکھنے کا مشورہ نہیں دیتا۔ لیکن میں یہ مشورہ بھی نہیں دوں گا کہ آپ اس کے خط کے جواب میں سخت زبان استعمال نہ کریں۔ بعض ٹھوکریں ایسی ہوتی ہیں جو انسان کو سیدھا کر دیتی ہیں ممکن ہے کہ کل کا واقعہ اس کی زندگی بدل ڈالے۔ اگر اسکے طرز عمل میں یہ تبدیلی عارضی اور ہنگامی ہے تو بھی میں یہ چاہتا ہوں کہ جب تک وہ اس شہر کا گورنر ہے، اور تم سے اسقدر قریب رہتا ہے، وہ ایک پرامن ہمسایہ بنا رہے۔ ہماری افواج غرناطہ پر حملہ کرنے والی ہیں، اشبیلیہ میں ابوداؤد کی مصروفیات کچھ ایسی ہیں۔ کہ وہ شاید غرناطہ کی فتح تک واپس نہ آسکے۔ اسکی غیر حاضری میں اگر آپ قدرے تدبر سے کام لیں، تو مجھے امید ہے کہ وہ آپ کو پریشان نہیں کرے گا"

اینجلا نے کہا "اس نے وعدہ کیا ہے کہ وہ آئندہ ہمیں پریشان نہیں کریگا اور جب تک وہ اپنے وعدے پر قائم ہے ہمیں اس کے ساتھ الجھنے کی ضرورت نہیں اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ میری ماں کا جواب اس کی وحشیانہ فطرت بدل سکتا ہے۔ تو آپ لکھوا کر بھجوا دیں۔ لیکن جہاں تک میرا تعلق ہے، خدا گواہ ہے کہ اگر یہ ایک ہزار سال تک عبادت میں مصروف رہے اور میں اپنی آنکھوں سے یہ دیکھوں کہ فرشتے آسمان سے اتر کر اسے سلام کرنے آتے ہیں، تو بھی میں اسے قابل نفرت سمجھونگی"

(۲۱)

اس واقعہ سے ایک ماہ بعد فرڈیننڈ غرناطہ پر حملہ کر چکا تھا۔ ملکہ ازابیلا اور یہ بادشاہ غرناطہ کو فتح کئے بغیر واپس نہ جانے کا حلف اٹھا کر اپنی ساری قوت کیسا تھ میدان میں آچکے تھے۔ ابوداؤد اشبیلیہ چھوڑ کر غرناطہ کی سرحد سے چند میل کے فاصلے پر ایک شہر کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنا چکا تھا، وہ گذشتہ چار ماہ میں سینکڑوں جاسوسوں کو تربیت دیکر غرناطہ بھیج چکا تھا۔ اس نے اپنی بیوی کو یہ خط لکھا تھا کہ غرناطہ ہماری توقع سے پہلے فتح ہو جائیگا۔ اور بادشاہ وسلامنت مجھے غرناطہ میں اپنا نائب الحکومت بنانے کا وعدہ کر چکے ہیں۔

لوشہ میں قریباً ایک ماہ تک جان مائیکل کی طرف سے میریا کو کسی قسم کی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑا۔ آخری ملاقات کے بعد اسکے طرز عمل میں کافی تبدیلی آچکی تھی۔ اس کی خادمہ دن میں ایک بار میریا کے پاس آتی اور یہ پوچھ کر چلی جاتی، کہ آپ کو کوئی تکلیف یا کسی چیز کی ضرورت تو نہیں۔ میریا اس کے جواب میں اس کا شکریہ ادا کرتی بذات خود جان مائیکل ان سے الگ تھلگ رہتا تھا۔ چند ہفتوں کے بعد میریا کو اس بات کا یقین ہو چکا تھا کہ وہ اپنے قول کا پکا ہے، اور وہ بن بلائے ان کے گھر میں نہیں آئے گا۔ کبھی کبھی اسے اس بات پر خوشی ہوتی تھی کہ اس کی اس تبدیلی کا باعث انجلا ہے لیکن جب وہ یہ سوچتی کہ انجلا کسی صورت میں بھی اس کے ساتھ شادی کرنے پر رضامند نہیں ہوگی تو اس کا دل بیٹھ جاتا۔ اسے جان مائیکل پر رحم آتا۔

جان مائیکل اب ساری ساری رات اپنے تاجر دوست کے یہاں گزارتا تھا اور شہر کی بے کس لڑکیوں کے ساتھ اس کا برتاؤ زیادہ وحشیانہ تھا میریا ان باتوں سے بے خبر تھی لیکن شہر میں مسلمانوں کی زبوں حالی کی خبر یں کسی نہ کسی طرح ریتبیعہ اور

اینجلا تک پہونچ جاتی تھیں۔ اور جان مائیکل سے اینجلا کی نفرت زیادہ شدید ہوتی گئی۔

ایک دن بشپ نے میریا کو بتایا کہ جان مائیکل ایک دور دراز تک محاذ جنگ پر جا رہا ہے اور اس کی جگہ قسطلہ سے ایک نیا آدمی آرہا ہے۔ اگلے دن میریا کو شہر کے کوتوال کی بیوی کی طرف سے شام کے وقت جان مائیکل کے اعزاز میں الوداعی ضیافت میں شریک ہونے کی دعوت ملی میریا نے اینجلا اور ربیعہ کو لیجانے کی کوشش کی اور پھر میریا نے اینجلا کو سمجھایا، بیٹی! اب وہ جنگ کے لیئے جا رہا ہے۔ تمہارے دل میں اس کے خلاف کوئی بغض نہیں ہونا چاہیئے۔ شہر کے تمام معززین وہاں جمع ہونگے۔ اگر تم وہاں نہیں جاؤ گی، تو لوگ یہ محسوس کریں گے کہ تمہارے درمیان کوئی ناخوشگوار بات ہو چکی ہے۔"

لیکن اینجلا اپنی ضد پر قائم رہی۔ میریا کو مجبوراً تنہا جانا پڑا۔ شام کے دھندلکے میں جب میریا اپنی بگھی پر سوار ہو کر قلعے سے باہر نکلی، تو اسے دروازے پر جان مائیکل دکھائی دیا۔ وہ فوج کے چند سپاہیوں کے درمیان کھڑا ان سے باتیں کر رہا تھا میریا نے نوکر کو بگھی روکنے کا حکم دیا اور باہر جھانکتے ہوئے ہاتھ کے اشارے سے مائیکل کو اپنی طرف متوجہ کیا۔

جان مائیکل نے اس کے قریب پہونچ کر کہا! "آپ غالباً کوتوال کے یہاں جا رہی ہیں؟"

"ہاں! لیکن مجھے اس بات کا گلہ رہے گا کہ آپ نے مجھے یہ نہیں بتایا، کہ آپ جا رہے ہیں!"

"آپ کو الوداع کہے بغیر میرے لئے لوشہ چھوڑنا آسان بات نہیں لیکن میں یہ عہد کر چکا تھا کہ جب تک اینجلا مجھے نہیں بلائے گی، میں آپکو پریشان نہیں

کروں گا۔ اور ایک نائٹ کو اپنے عہد کا پاس کرنا پڑتا ہے۔"

میریا نے کہا "انجلا اب بدل چکی ہے۔ جب آپ جنگ سے واپس آئیں گے تو اسے شاید آپ کو ملانے پر اعتراض نہیں ہوگا۔ میں شاید وقت سے پہلے جا رہی ہوں۔ آپ وہاں کب پہنچیں گے؟"

"میں چند دوستوں کا انتظار کر رہا ہوں۔ آپ چلیں میں ابھی آتا ہوں لیکن آپ اکیلی ہیں؟"

"ہاں! مجھے افسوس ہے کہ انجلا کی طبیعت ٹھیک نہیں۔ ورنہ وہ میرے ساتھ آنے پر تیار تھی۔"

مائیکل نے کہا "اس کی طبیعت اکثر خراب رہتی ہے۔ اسے علاج کی ضرورت ہے۔ اچھا آپ چلیں۔"

جب میریا کی بگھی کچھ دور چلی گئی تو مائیکل اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوا۔ "اسے ایک طبیب کی ضرورت ہے اور میں کئی مریضوں کا علاج کر چکا ہوں۔"

(۴۴)

ربیعہ اور انجلا اوپر کی منزل کے ایک کمرے میں کھانا کھا رہی تھیں۔ اچانک نیچے انہیں شور سنائی دیا۔ ربیعہ نے چونک کر کہا "شاید احمد کے ساتھ کوئی لڑ رہا ہے۔"

انجلا نے کہا "یہ جیمس ہوگا۔ میں آج اس کی خبر لوں گی۔ کبھی کبھی مجھے احمد پر بھی غصہ آتا ہے۔ وہ ہاتھی کی طرح مضبوط ہے۔ لیکن پھر بھی ہر نوکر سے مار کھا لیتا ہے۔"

ربیعہ نے کہا "یہاں ہر مسلمان ہر عیسائی کو اپنا آقا سمجھتا ہے۔"

انجلا نے خادمہ سے کہا "جاؤ۔ جیمس کو بلا لاؤ۔ آج میں اسکی خبر لیتی ہوں

لیکن اچانک سیڑھیوں پر کسی کے پاؤں کی آہٹ سنائی دی۔ اور انجلا نے کہا، "ٹھہرو! وہ شاید خود ہی آرہا ہے۔ اب وہ احمد کی شکایت کرے گا۔"

ایک ثانیہ کے بعد ربیعہ، انجلا اور خادمہ مبہوت ہو کر دروازے کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ نوکر کی بجائے ان کے سامنے جان مائیکل کھڑا تھا، انجلا اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

"تم!" اس نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔

"ہاں میں! لیکن تمہارا چہرہ زرد کیوں ہو گیا؟ میں تمہاری تیمارداری کے لئے آیا ہوں۔ نہیں تمہارے علاج کے لئے آیا ہوں! تم ہمیشہ بیمار رہتی ہو!"

جان مائیکل ایک قدم آگے بڑھا۔ اور انجلا چار قدم پیچھے ہٹ گئی۔ اس دوران میں ربیعہ بھاگ کر ملحقہ کمرے کے دروازے کے قریب پہنچ گئی۔ خادمہ اپنی جگہ پر کھڑی بری طرح کانپ رہی تھی۔

جان مائیکل نے کہا، "انجلا اچھا گڑیا! شور مچانے سے کوئی فائدہ نہیں اس وقت تمہاری مدد کے لئے کوئی نہیں آسکتا۔ تمہارے نوکر میرے آدمیوں کی حراست میں ہیں۔ تمہاری ماں کوتوال کے یہاں میری الوداعی ضیافت میں شریک ہے جب تک میں وہاں نہیں جاؤں گا وہ یہاں نہیں آسکے گی!"

جان مائیکل چند قدم آگے بڑھا، انجلا بھاگ کر ایک کونے میں جا کھڑی ہوئی۔ وہ چلائی، "تم وحشی ہو۔ تم کمینے ہو۔ تم شراب سے مدہوش ہو!"

جان مائیکل انجلا کو جواب دینے کی بجائے خادمہ کی طرف متوجہ ہوا، "تم کیا دیکھ رہی ہو۔ بھاگو یہاں سے!" خادمہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ گئی۔

مائیکل پھر آگے بڑھا اور انجلا کو گھیر کر کمرے کے دوسرے کونے میں لے آیا پھر وہ ربیعہ کی طرف متوجہ ہوا، "تم اسکی بہن ہو! لوگ غلط نہیں کہتے۔ اندلس کے

حصے کے تمام حسن خدا نے تم دونوں کو عطا کر دیا ہے۔ لیکن اس وقت میں صرف انجلا کے لئے آیا ہوں۔ تم جا سکتی ہو۔"

لیکن ربیعہ اپنی جگہ سے نہ ہلی۔ مائیکل چلایا "جاؤ!"

ربیعہ نے حقارت سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "تم بہادر ہو۔ عورتوں کے مقابلہ میں تم واقعی بہت بہادر ہو۔ ایک لڑکی پہ حملہ کرنے کیلئے تم نے فقط چند آدمیوں کو اپنے ساتھ لانیکی کوشش کی۔ ورنہ اس مہم کیلئے ایک پوری فوج درکار تھی۔ تم اپنا خنجر کیوں نہیں نکالتے۔ انجلا اسے بتاؤ کہ تمہارے ہاتھ غلطی میں فرڈیننڈ کے نائٹ کا وار خالی نہیں جانا چاہیئے۔ ورنہ کلیسا کی تاریخ میں بہادری کا ایک کارنامہ کم ہو جائے گا۔"

مائیکل نے غصے سے کانپتے ہوئے کہا "بد زبان لڑکی! خاموش رہ، تو مجھے نہیں جانتی۔"

ربیعہ نے کہا "میں تمہیں جانتی ہوں۔ تم ایک بہادر نائٹ ہو۔ تم اس شہر کے گورنر ہو۔ کلیسا کو تم پہ ناز ہے۔ کلیسا کو اس پہ ناز ہے کہ تم نے اس کا جھنڈا معصوم لڑکیوں کی عصمت کے خون میں رنگا ہے۔ کلیسا کو اس بات پر ناز ہے کہ تم جیسے بہادروں کی بدولت اسکا سفینہ بیگناہوں کے خون کے سمندر میں تیر رہا ہے۔ میں تمہیں جانتی ہوں۔ تم مردوں کے مقابلے میں بھیڑ اور عورتوں کے مقابلے میں شیر ہو۔"

مائیکل زخمی درندے کی طرح آگے بڑھا اور اس نے ربیعہ کو دونوں بازوؤں سے پکڑ کر جھنجھوڑنیکے بعد عقبی کمرے کی طرف دھکیل دیا۔ ربیعہ منہ کے بل گری۔ اتنی دیر میں انجلا بھاگ کر سیڑھیوں کی طرف کھلنے والے دروازے سے باہر نکل چکی تھی مائیکل اسکی طرف متوجہ ہوا تو ربیعہ نے جلدی سے اٹھ کر دروازے کو بند کر کے کنڈی لگا دی۔ مائیکل انجلا کے پیچھے بھاگا۔ انجلا تیزی کیساتھ نیچے اترتے ہوئے چلا چلا کر

لوگوں کو مدد کیلئے بلا رہی تھی۔ لطف سیڑھیاں اترنے کے بعد اس نے محسوس کیا کہ محل میں اسکی آواز پر لبیک کہنے والا کوئی نہیں۔ اسے ربیعہ کا خیال آیا، اور اسکے پاؤں وہیں رک گئے۔ اچانک اسے نیچے سے چند آدمیوں کے قہقہے سنائی دیئے۔ سیڑھیوں کی شمع جل رہی تھی۔ اس نے جلدی سے ہاتھ مار کر نیچے گرا دی، مائیکل کے آدمی قہقہے لگاتے ہوئے اوپر آ رہے تھے۔ اینجلا کو خیال آیا کہ اگر وہ بالائی منزل کی باہری گیلری تک پہنچ جائے، تو وہاں سے اس کی چیخ و پکار قلعہ کے دروازے کے پہریداروں تک پہنچ سکے گی۔ وہ دبے پاؤں اوپر چڑھی زینے کے آخری موڑ پر اسے ایک خوفناک قہقہہ سنائی دیا۔ وہ مائیکل کے مضبوط بازوؤں کی گرفت میں آ چکی تھی۔ وہ چلا رہی تھی۔ ”ظالم! دغا باز! کمینے! مجھے چھوڑ دو مجھے چھوڑ دو!!

جان مائیکل نے اوپر آنے والے سپاہیوں کو آواز دی! ”تم اب قلعے کے دروازے پر کھڑے رہو۔ جبتک میں اجازت نہ دوں اس طرف کوئی نہ آئے۔

سپاہی لوٹ گئے، اور مائیکل تڑپتی چیختی اور چلاتی ہوئی اینجلا کو اپنے بازوؤں کی آہنی گرفت میں لئے پھر اس کمرے میں داخل ہوا، جہاں تھوڑی دیر پہلے ربیعہ اور اینجلا کھانا کھا رہی تھیں۔ اس نے ایک ہاتھ سے دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔ ”شور مچانے سے میرا کچھ نہیں بگڑے گا۔ تمہاری ہی رسوائی ہوگی۔ میں تمہارے باپ سے نہیں ڈرتا۔ اس نے ہمارے ساتھ ضمیر کا سودا کیا۔ اور ہم اس کی قیمت ادا کر چکے ہیں۔ بادشاہ میرے خلاف اس کی کوئی شکایت نہیں سنے گا۔“

اینجلا نے دونوں ہاتھوں سے اس کا منہ نوچتے ہوئے کہا۔ ”مجھے چھوڑ دو۔ وحشی! ظالم! کتے! مجھے چھوڑ دو!“ وہ اسکے مضبوط ہاتھوں کی گرفت میں تڑپ رہی تھی۔ اچانک جان مائیکل بلبلا اٹھا۔ اسکے ہاتھ کی ایک انگلی اینجلا کے دانتوں میں

آچکی تھی۔ اس نے دوسرے ہاتھ سے اینجلا کا گلا دبا کر اپنی انگلی چھڑائی! اسکے بعد مائیکل پاگل ہو چکا تھا۔ اس نے ایک ہاتھ سے اینجلا کو گلے سے پکڑ رکھا تھا۔ اور دوسرے ہاتھ سے اس کا لباس نوچ رہا تھا۔

اچانک عقب کے کمرے کا دروازہ کھلا۔ ربیعہ ہاتھ میں برچھا لئے دبے پاؤں آگے بڑھی۔ مائیکل کی پیٹھ اسکی طرف تھی لیکن اینجلا اسے دیکھ چکی تھی۔ ربیعہ نے مائیکل کے قریب پہونچ کر اپنی پوری طاقت سے برچھا مارا، اور وہ ایک پلٹا کھانے کے بعد نیچے گر پڑا۔ برچھے کی تیز نوک اس کے سینے کے آر پار ہو چکی تھی وہ تڑپ رہا تھا۔

اینجلا ربیعہ کے ساتھ لپٹ گئی۔ وہ سسکیاں لے رہی تھی۔" ربیعہ! ربیعہ!! میں سمجھ رہی تھی کہ تم مجھے چھوڑ کر بھاگ گئی ہو۔"

وہ کہہ رہی تھی،" مجھے یہ برچھا تلاش کرنے میں دیر لگی۔ مجھے باہر کے کونے کی سیڑھی سے اتر کر احمد کے کمرے میں جانا پڑا۔"

" لیکن تم اسے قتل کر چکی ہو۔ اب کیا ہوگا؟ نہیں نہیں ربیعہ تم نے اسے قتل نہیں کیا، اسے میں نے قتل کیا ہے۔ اور میں بڑی عدالت کے سامنے اس بات کا جواب دے سکوں گی کہ میں نے اسے کیوں قتل کیا ہے۔ ابھی اسکے سپاہی آجائیں گے۔ تم اپنے کمرے میں چلی جاؤ۔ ربیعہ جلدی کرو۔ خدا کے لئے!"

ربیعہ نے اطمینان کے ساتھ جواب دیا،" نہیں اینجلا تم مجھے اس نیکی کے ثواب سے محروم نہ کرو۔"

" نہیں ربیعہ! میں تمہیں ایسا نہیں کرنے دوں گی۔ نہیں نہیں کبھی نہیں!" اینجلا پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔

ربیعہ نے کہا،" اینجلا تمہارا لباس! تمہارا جسم عریاں ہو رہا ہے چلو اپنا

لباس تبدیل کر دو"

اینجلا نے کہا "پہلے یہ وعدہ کرو کہ تم اس معاملے میں خاموش رہو گی"
ربیعہ جواب دینے کے بجائے اسے بازو سے پکڑ کر کھینچتی ہوئی اس کے کمرے کی طرف لے گئی۔ لنگری میں کوئی نہ تھا۔ بائیکل کے آدمی نیچے شور مچا رہے تھے۔
"چھوٹا سا کمرہ جس میں اینجلا کے کپڑے اور آرائش کا دوسرا سامان تھا۔ اسکے سونے کے کمرے کے پیچھے تھا۔ اینجلا نے اس کمرے کا دروازہ کھولا۔ اندر تاریکی تھی، اس لیے ربیعہ نے دوسرے کمرے سے شمع اٹھا کر اندر رکھ دی۔ اور اینجلا سے کہا "تم جلدی سے اندر جا کر لباس تبدیل کرو۔ میں یہاں کھڑی ہوں"
جب اینجلا لباس تبدیل کر رہی تھی، ربیعہ نے اچانک دروازہ بند کر کے باہر سے کنڈی لگا دی۔ اینجلا اندر سے چلا رہی تھی "ربیعہ! ربیعہ! خدا کے لیے دروازہ کھول دو"

ربیعہ نے کہا "اینجلا خدا حافظ!"
اس نے اندر سے کہا "نہیں نہیں! زندگی اور موت میں میرا اور تمہارا ساتھ تھا تم میرے ساتھ دھوکا کر رہی ہو۔ ربیعہ! میری ربیعہ! میری بہن۔!" اینجلا رو رہی تھی۔
ربیعہ نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے کہا "اینجلا! تمہارے دل میں یہ خیال کیونکر پیدا ہوا کہ میں تمہیں اپنے لیے خودکشی کی اجازت دے سکتی ہوں۔ تمہیں یاد ہے تم نے الحمرا میں انکی جان بچائی تھی اس وقت مجھے ان پہ کسی کا احسان گوارا نہ تھا۔ مجھے تمہاری جرأت پہ رشک آتا تھا۔ اینجلا! وہ ایک ایسا انسان تھا جس کا بدل شاید میں اس زندگی میں انہیں دے سکتی۔ میرے متعلق تمہارا ہمیشہ یہ خیال رہا ہے کہ میرا دل کمزور ہے، اور اب بھی تمہیں شاید میری کمزوری پہ ترس آ رہا ہے

لیکن میں اپنا فرض پہچانتی ہوں۔"

اینجلا نے اندر سے کہا "ربیعہ دروازہ کھول دو۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ میں خاموش رہوں گی۔"

"نہیں اینجلا میں جانتی ہوں، جب وہ بھیڑیوں کی طرح میری لونڈیاں نوچیں گے تم سے دیکھا نہیں جائے گا۔ تم خاموش نہیں رہ سکو گی۔"

اینجلا نے کہا "ربیعہ! میری بات سنو! کیا یہ ممکن نہیں کہ ہم یہاں سے فرار ہو جائیں؟"

"تم جانتی ہو کہ اس قسم کی کوئی کوشش کامیاب نہیں ہو سکتی۔ اول تو یہ ممکن نہیں لیکن اگر ہم کسی طرح قلعے سے باہر نکل جائیں تو شہر میں ہمارے لئے کوئی جائے پناہ نہیں۔ صبح تک ہر گھر پر فوج کا پہرہ ہوگا۔ اگر ہم شہر سے نکلنے میں بھی کامیاب ہو جائیں تو صبح تک سارا شہر شکاری کتوں کی طرح ہمارا تعاقب کر رہا ہوگا۔ اینجلا! میں نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ میں موت سے کیوں بھاگوں! میں لوشنہ کی عدالت میں کیوں نہ کہوں کہ میں نے اپنا فرض ادا کیا ہے۔ میں ان سے رحم کی التجا بھی نہیں کروں گی، میرا باپ قوم کا غدار ہے۔ اسے غداری کا صلہ ملنا چاہیئے۔ ممکن ہے کہ میری قربانی کے بعد اس پر توبہ کا دروازہ کھل جائے۔"

ربیعہ کو محل کے دروازے کی طرف آدمیوں کا شور سنائی دیا۔ وہ گیلری کی طرف بھاگی، اور ایک لمحہ نیچے جھانکنے کے بعد واپس آکر بولی۔ "اینجلا! لوگ دروازے پر جمع ہو رہے ہیں۔ شاید کوتوال کے گھر سے کوئی اس کا پتہ کرنے آیا ہو۔ اور ایکیلا کا کوئی آدمی اسے باخبر کرنے کے لئے ادھر آ جائے۔ میں جاتی ہوں ـــــ اینجلا خدا حافظ!"

"نہیں نہیں ربیعہ! میری بات سنو! میں موت کے آغوش تک تمہارا ساتھ

دوں گی۔ ربیعہ ٹھہرو۔ ربیعہ! ربیعہ!!
ربیعہ جا چکی تھی۔

(۴۷)

اینجلا کو خدا حافظ کہنے کے بعد ربیعہ اسکے کمرے میں پہونچی، جہاں مائیکل کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ اس کا خون قالین پر منجمد ہو چکا تھا۔ اسکی شکل سخت ہیبت ناک بن چکی تھی۔ ربیعہ نے دوسرے کمرے سے ایک چادر لاکر اسکے منہ پر ڈال دی اور خود ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔

تھوڑی دیر کے بعد اسے سیڑھی پر کسی کے پاؤں کی آہٹ سنائی دی۔ کسی نے دروازے کے قریب پہونچ کر کہا۔ "آقا بہت دیر ہو گئی، کوتوال کے آدمی آپکے متعلق پوچھ رہے ہیں۔"

ربیعہ اپنے دھڑکتے ہوئے دل پر قابو پاکر اٹھی، اور دروازہ کھول کر باہر جھانکتے ہوئے بولی۔ "ادھر آؤ میرے کمرے میں ایک شرابی کی لاش پڑی ہوئی ہے۔ دیکھو! تم اسے پہچانتے ہو؟"

سپاہی بدحواس ہو کر اندر داخل ہوا۔ ایک ثانیہ کیلئے اس نے ربیعہ کی طرف دیکھا، اور پھر جھک کر کپڑا اٹھایا۔ "جان مائیکل!" وہ بدحواس ہو کر چلایا۔ ربیعہ نے کہا۔ "تم اسے جانتے ہو؟"

سپاہی نے جواب دیا۔ "یہ شہر کا گورنر ہے۔ یہ فرڈینینڈ کا مشہور نائٹ، ملکہ کا رشتہ دار ہے۔ اسے کس نے قتل کیا؟"

ربیعہ نے کہا۔ "تمہیں مجھ سے اس کے متعلق کوئی سوال پوچھنے کا حق نہیں۔ تم جا کر کوتوال کو اطلاع دو۔"

"لیکن اس کے بدلے ہم سب کو پھانسی دی جائے گی۔ ہم جانے سے پہلے

اس کے قاتل کو گرفتار کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔"
"اسے میں نے قتل کیا ہے۔"
سپاہی ایک لمحہ کے لئے مبہوت ہو کر ربیعہ کی طرف دیکھتا رہا۔
ربیعہ نے چلا کر کہا۔ "جانتے کیوں نہیں۔ میری طرف کیا دیکھ رہے ہو۔
کیا تم یہ نہیں جانتے کہ اس شہر کا اصلی حاکم میرا باپ ہے۔ وہ اس شہر کا حاکم ہی نہیں فرڈیننڈ کا دوست بھی ہے۔ تم ایسے شخص کی حفاظت کا ذمہ کیوں لیتے ہو جو شراب پی کر شرفا کے گھروں میں گھس آتا ہے۔ میں پوچھتی ہوں، تم اس وقت کہاں تھے، جب اس کمرے میں ایک بیکس لڑکی چیخیں مار رہی تھی۔ تم نیچے قہقہے لگا رہے تھے۔ میں تمہیں حکم دیتی ہوں جاؤ! ورنہ تمہارے لئے اچھا نہ ہوگا۔ اور جب تک کوتوال نہ آجائے تمہارے کسی ساتھی کو اوپر آنے کی اجازت نہیں۔"
سپاہی پریشانی کی حالت میں یہ فیصلہ نہ کر سکا کہ اسے کیا کرنا چاہیئے۔ وہ ربیعہ کی طرف گھور کر دیکھتا ہوا باہر نکل گیا۔

(۵)

سپاہی کے جانے کے تھوڑی دیر بعد ربیعہ اٹھ کر کمرے سے باہر نکلی۔ اور باہر کی گیلری میں کھڑی ہو کر نیچے جھانکنے لگی۔ اینجلا کے کمرے سے دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز آ رہی تھی۔ ربیعہ اس کے کمرے کی طرف بڑھی۔ لیکن دروازے پر اس کے پاؤں رک گئے۔ اینجلا کی آواز سنائی دی۔ "ربیعہ! ربیعہ!!" ربیعہ کچھ دیر تذبذب کی حالت میں وہاں کھڑی رہی اور پھر دبے پاؤں واپس چلی آئی۔
گیلری کے کونے سے وہ تنگ و تاریک سیڑھیوں پر چڑھتی ہوئی مکان کی چھت پر جا پہنچی۔ چاند کی دلفریب روشنی میں اس نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی۔ اور

پھر آسمان کی طرف دیکھنے لگی۔ چاند کی پیشانی سے نور کے چشمے پھوٹ رہے تھے۔ ستارے مسکرا رہے تھے۔ یہ دنیا اسی طرح قائم تھی، اور اس دنیا میں زندگی کی تمنا بیدار کرنے کیلئے ہزاروں سامان تھے، ربیعہ ان تمام دلچسپیوں کو خیرباد کہہ رہی تھی۔ لیکن ان تمام دلچسپیوں کا مرکز اپنی جگہ پر موجود تھا۔ زندگی کے حادثات ربیعہ کے دل سے بدر بن مغیرہ کی تمنا نہ چھین سکے۔ طوفان گزر چکا تھا، اور اب وہ ٹھنڈے دل سے اپنے مستقبل کے متعلق غور کر رہی تھی۔ اسے قید خانے کی تاریکی کا خوف نہ تھا اسے پھانسی پر لٹکنے یا چتا میں جلنے کا ڈر نہ تھا۔ موت کا چہرہ اس کیلئے بھیانک نہ تھا لیکن اپنے دل میں بدر بن مغیرہ جیسے نوجوان کی تمنا لے کر موت کے دروازے پر دستک دینا اس کیلئے صبر آزما ضرور تھا۔ کاش وہ مرنے سے پہلے اسے دیکھ سکتی۔ کاش! وہ اسے یہ کہہ سکتی کہ میں ایک نئی زندگی میں تمہارا انتظار کروں گی۔ کاش! وہ اس کے لئے زندہ رہ سکتی! کاش! اس کی موت کے بعد یہ چاند، یہ ستارے اسے اسکی یاد دلا سکتے۔ اسے یہ بتا سکتے کہ اس سے جدائی کے بعد اس کی زندگی میں کوئی شام ایسی نہ تھی، جب وہ ان کی یاد سے غافل نہ تھی۔"

ربیعہ نے اپنے دل میں کہا، "لیکن میں کیا سوچ رہی ہوں یہ تو صرف میرے لئے نہیں، وہ قوم کا سپاہی ہے، وہ مجھ جیسی ہزاروں لڑکیوں کی ناموس اور عصمت کی حفاظت کیلئے لڑ رہا ہے۔ میں کس قدر نادان ہوں۔ میں یہ سمجھ رہی ہوں وہ بھی کسی پہاڑی پر کھڑا ہو کر اس چاند اور ان ستاروں کو دیکھ رہا ہوگا۔ اور وہ اس کے دل میں میری یاد تازہ کر رہے ہوں گے۔ میں سوچ رہی ہوں کہ وہ میری آہیں سن رہا ہے میرے آنسو دیکھ رہا ہے لیکن یہ اس کی توہین ہے اسکا تصور میری ذات تک محدود نہیں رہ سکتا۔ وہ اسوقت ہزاروں بیکس لڑکیوں کی چیخیں سن رہا ہوگا۔ اُن کے آنسوؤں اور آہوں کے اس طوفان میں اس کیلئے میری آواز پہچاننا بھی مشکل ہوگا۔

وہ کسی پہاڑ کی چوٹی پر کھڑا چاند سے میرا ذکر کرنے کی بجائے اسے یہ کہہ رہا ہوگا، تم نے میری قوم کا عروج بھی دیکھا ہے۔ آج اسکا زوال بھی دیکھ لو۔ تم نے اس سرزمین میں طارق، اور عبدالرحمٰن کا جاہ و جلال دیکھا ہے۔ آج ابو عبداللہ کی ذلت اور رسوائی بھی دیکھ لو۔ تم نے اندلس کے ساحل پران مجاہدوں کو دیکھا ہے جنہوں نے اپنا سفینہ جلا دیا تھا۔ آج ان ملت فروشوں کو بھی دیکھ لو جو دشمن سے قوم کی عزت اور آزادی کی قیمت وصول کر رہے ہیں۔ تم نے ہمارے شہسواروں کو ہمالیوں کا رخ کرتے دیکھا ہے۔ آج انہیں غرناطہ کی چار دیواری میں سسکتے ہوئے بھی دیکھ لو۔ کیا تم پہچانتے ہو کہ یہ وہی قوم ہے جو شہنشاہوں کے تاج اتار کر غلاموں کے سر پر رکھ دیا کرتی تھی؟ کیا یہ وہی قوم ہے جس کے فرزند اپنی ایک غریب بہن کی عزت کی خاطر بڑی بڑی سلطنتوں کو تاخت و تاراج کر دیا کرتے تھے؟"

تھوڑی دیر کے بعد جب ربیعہ نیچے اتر رہی تھی۔ اس کے دل سے بوجھ اتر چکا تھا۔ وہ کہہ رہی تھی "ربیعہ! اس اجتماعی مصائب کے دور میں تیری زندگی کی کوئی اہمیت نہیں لیکن اگر تو چاہے تو اپنی موت کو اندلس کی تاریخ کا ایک قابل ذکر واقعہ ضرور بنا سکتی ہے۔ اگر موت ناگزیر ہے تو تجھے بہادری سے اس کا سامنا کرنا چاہیئے تجھے یہ ثابت کرنا چاہیئے کہ ظلم کے ہاتھ قابل نفرت ہیں۔ خوفناک نہیں۔ تیرا اور بدر کی زندگی کا مقصد ایک ہے، وہ باطل کے خلاف لڑ رہا ہے اور تو حق کے لئے قربانی دے رہی ہے۔ قیامت کے دن تو اس کا دامن تھام کر کہہ سکے گی، کہ ہم دنیا میں ایک دوسرے کے ساتھی تھے"

(۱۱)

شہر کا کوتوال، فوج کے چند افسر، لشپ اور چند بااثر لوگ، مائیکل کی لاش کے گرد کھڑے تھے۔

کوتوال اس سپاہی کو جواسے اس حادثے کی خبر دینے گیا تھا، ڈانٹ ڈپٹ کر رہا تھا "تم بیوقوف ہو۔ اس مکان سے باہر نکلنے کے کئی راستے ہوں گے۔ وہ یقیناً قلعہ سے نکل چکی ہوگی۔ تم نے اپنے ساتھیوں سے باہر نکلنے دلدوازہ بند کرنے کیلئے بھی نہ کہا۔ میں پوچھتا ہوں تم نے اسے گرفتار کیوں نہ کر لیا؟"

کوتوال فوج اور پولیس کے دوسرے افسروں کی طرف متوجہ ہوا "تم یہاں کیا دیکھ رہے ہو۔ جاؤ شہر کی ناکہ بندی کر دو۔ اور مسلمانوں کے گھروں کی تلاشیاں شروع کر دو کچھ آدمیوں کو اس محل کی تلاشی لینے کے لئے چھوڑ دیا جائے۔

"محل کی تلاشی لینے کی ضرورت نہیں" ربیعہ نے گیلری کی طرف سے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا۔

سب دم بخود ہو کر اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ وہ اطمینان کے ساتھ آگے بڑھی۔ اس کے چہرے پر ایک غیر معمولی وقار تھا۔

کوتوال نے کہا "جان مائیکل کو تم نے قتل کیا ہے؟"

"ہاں! اس آدمی کو جو ہمارے گھر میں شرمناک ارادے لیکر آیا تھا میں نے قتل کیا ہے"

اس قتل میں تمہارے ساتھ کوئی اور بھی شریک تھا؟"

"نہیں"

میریا ہانپتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی "ربیعہ! انیجلا کہاں ہے؟ وہ کہاں گئی؟ اسے کیا ہوا؟ خدا کے لئے بتاؤ؟"

اُس نے جواب دیا "انیجلا یہیں ہے۔ آپ اس کی فکر نہ کریں"

"لیکن وہ کہاں ہے؟"

"اس لاش کو دیکھ کر اسے بہت صدمہ ہوا تھا۔ وہ چیخیں مارتی ادھر ادھر بھاگ

رہی تھی۔ میں نے اسے اس کے سونے کے کمرے کے ساتھ والی کوٹھری میں بند کر دیا ہے۔
لیکن آپ اسے ابھی یہاں نہ لائیں تو اس کے لئے بہتر ہوگا مجھے ڈر ہے کہ یہاں آکر
اسے پھر جنون کا دورہ نہ پڑ جائے۔"

میریا بھاگتی ہوئی انجلا کے کمرے میں پہونچی، اور انجلا انجلا کہتی ہوئی کوٹھری
کے دروازے کی طرف بڑھی۔

انجلا اندر سے چلائی:"ربیعہ کہاں ہے؟ خدا کے لئے میرا دروازہ کھولو۔ اسے
میں نے قتل کیا ہے۔ اسے میں نے قتل کیا ہے۔ ربیعہ بے گناہ ہے۔"

میریا کا ہاتھ کنڈی تک پہونچ کر رک گیا۔ اور اس نے بھاگ کر گیلری کی
طرف کھلنے والا دروازہ بند کر دیا۔

دوسری طرف شہر کا کوتوال عجیب کشمکش میں تھا۔ جان مائیکل کا قتل معمولی
بات نہ تھی لیکن اس کی قاتل ایک ایسے آدمی کی بیٹی تھی جس پر فرڈیننڈ بہت مہربان تھا۔
عدالت کے فیصلے سے پہلے اس کے لئے گورنر کی لڑکی کو گرفتار کر کے عام قیدیوں
کی طرح رکھنا مشکل تھا، اور اس کے ساتھ ہی اُسے اس بات کا ڈر تھا کہ اگر اس نے
تذبذب سے کام لیا۔ تو نہ صرف شہر کے عیسائیوں کی رائے عامہ اس کے خلاف ہو
جائے گی بلکہ اندلس کے تمام نائٹ اس کے دشمن بن جائیں گے۔" شام کے وقت
میریا کو بگھی پر تنہا جاتے دیکھ کر مائیکل نے اسے یہ پیغام بھیج دیا تھا، کہ مجھے شاید ایک
ضروری کام کی وجہ سے دیر ہو جائے لیکن میں میریا سے چند باتیں کرنا چاہتا ہوں۔
اس لئے میری آمد تک اسے ہر ممکن طریقے سے روکنے کی کوشش کرو۔"

اب کوتوال پر یہ بات واضح ہو چکی تھی کہ وہ ضروری کام کیا تھا لیکن وہ ایک
شرابی اور بدچلن ہونے کے باوجود ایک نائٹ تھا، اور ربیعہ ابوداؤد کی بیٹی ہونے کے باوجود
ایک مسلمان لڑکی تھی۔ تاہم اسے اس بات کا اندیشہ تھا کہ ابوداؤد اپنی خدمات کے

عوض اپنی بیٹی کے خلاف بڑی سے بڑی عدالت کا فیصلہ تبدیل کرا سکے گا؟"
کوتوال نے بشپ سے مشورہ کیا تو اس نے کہا، "میرے خیال میں جب تک عدالت کوئی فیصلہ نہیں دیتی، اس لڑکی کو اسی قلعے کے کسی علیحدہ کمرے میں نظر بند رکھا جائے یا کم از کم جب تک نیا گورنر نہیں آتا۔ اس وقت تک اسے عام قیدیوں کے ساتھ نہ رکھا جائے۔ اس دوران میں آپ بادشاہ سلامت سے اس لڑکی کے متعلق ہدایات لے سکیں گے۔

(۷)

ایک ہفتے تک اینجلا شدید بخار میں مبتلا تھی، اسے جب کبھی ہوش آتا، وہ "ربیعہ! ربیعہ!" کہتی ہوئی اٹھ بیٹھتی۔ کبھی کبھی جوش میں وہ اپنے کمرے سے بھاگ کر باہر نکلنے کی کوشش کرتی لیکن چند قدم چلنے کے بعد بیہوش ہو کر گر پڑتی۔ کبھی میریا کو نوکروں کی مدد سے اسے بستر پر زبردستی لٹانا پڑتا۔ وہ بے بسی کی حالت میں چلاتی "مجھے چھوڑ دو۔ مجھے اس کے پاس جانے دو۔ مائیکل کو میں نے قتل کیا ہے ... وہ میری وجہ سے قتل ہوا ہے، وہ میری جان بچانے کے لئے اپنی جان کی قربانی دے رہی ہے!"
میریا گھبرا کر دروازے بند کر لیتی۔ شہر کی خواتین اس کی تیمارداری کے لئے آتیں۔ میریا کو یہ پریشانی بھی تھی کہ کہیں ان دنوں البو داؤد نہ آجائے۔ اسے اس بات کا ڈر تھا کہ وہ اینجلا کے لئے ربیعہ کو قربان نہیں ہونے دے گا۔ اینجلا کی نسبت وہ ربیعہ سے زیادہ پیار کرتا تھا۔ اس لئے میریا نے اس کو حادثہ کی اطلاع نہ بھیجی۔ اسے ربیعہ کی طرف سے بھی خطرہ تھا کہ کہیں عدالت میں وہ اپنے بیانات سے پھر نہ جائے لیکن یہ خطرہ اب ٹل چکا تھا۔ ربیعہ پادریوں کی عدالت میں اپنے جرم کا اقبال کر چکی تھی۔
عدالت کے نام ازابیلا کا یہ حکم آچکا تھا کہ جان مائیکل کے قاتل کو سخت سزا

دی جائے۔ مائیکل کے قتل کے بعد عیسائیوں کے جوش و خروش کا یہ عالم تھا کہ دو سکے جنازے میں شریک ہونے سے پہلے کئی مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار چکے تھے شہر کوتوال اشبیلیہ کے حاکم اعلیٰ کو لکھ چکا تھا۔ اگر اس لڑکی کو فوراً سزا نہ دی گئی تو شہر میں سخت بد امنی کا خطرہ ہے۔ فرڈیننڈ کو میدان جنگ میں اس واقعہ کی اطلاع ملی۔ اگر مقتول کوئی اور ہوتا تو شاید وہ اس معاملے کو دبانے کی کوشش کرتا لیکن مائیکل اس کا نائٹ تھا اور وہ ملکہ کا قریبی رشتہ دار تھا، اور ملکہ یہ سننے کے لئے تیار نہ تھی کہ قاتل کون ہے، اور اس کے باپ کی خدمات کیا ہیں، جان مائیکل بہر حال ایک نائٹ تھا اور اس کی قاتل بہر حال ایک مسلمان لڑکی!،،

چھ ماہ قبل یہ واقعہ رونما ہوتا تو شاید فرڈیننڈ یا ملکہ، ابوداؤد کی دل آزاری سے بچنے کی کوشش کرتے۔ لیکن اب اس سے کام لیا جا چکا ہے۔ اب اس کی انتھک کوششوں کے باعث اندلس کے ہر شہر میں کئی ملت فروش پیدا ہو چکے تھے۔ وہ سردار اور علماء جنہیں اہل غرناطہ میں انتشار ڈالنے کے لئے ابوداؤد نے تربیت دیکر بھیجا تھا۔ اب براہ راست فرڈیننڈ سے تعلق پیدا کر چکے تھے۔ وہ زیادہ انعام حاصل کرنے کے لالچ میں ابوداؤد کی بجائے فرڈیننڈ اور ملکہ کو اپنی کارگزاری سے مطلع کیا کرتے تھے۔ بادشاہ اور ملکہ کو اب یہ اطمینان تھا کہ انکے پاس سینکڑوں آدمی ایسے ہیں جو ابوداؤد کی جگہ لے سکتے ہیں۔ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ غرناطہ کی رہی سہی قوت مدافعت کچلنے کے لئے سپاہیوں کی تلواروں کی ضرورت ہے۔ اگر مائیکل کے قاتل کو سزا نہ دی گئی تو فوج میں بد دلی پھیل جائے گی۔ بڑے بڑے نائٹ مخالف ہو جائیں گے۔

ملکہ نے بادشاہ سے کہا،، آخر ہماری جنگ کا مقصد اس کے سوا اور کیا ہے۔ کہ مسلمانوں سے کلیسا کی عظمت کا لوہا منوایا جائے۔ کیا کلیسا کیلئے یہ بات باعث

رسوائی نہیں کہ ایک مسلمان لڑکی مائیکل جیسے نائٹ کو قتل کرے اور ہم انتقام نہ لے سکیں
البوداؤد نے کلیسا سے وفاداری کا حلف اٹھایا ہے۔ وہ ہمیں کئی بار یہ کہہ چکا ہے کہ
اسے مسلمانوں سے قطعاً کوئی ہمدردی نہیں۔ وہ صرف اس لئے مسلمان ہے کہ
اس لباس میں وہ مسلمانوں کو دھوکا دے کر کلیسا کی بہت بڑی خدمت کر سکتا
ہے۔ اب اس کے امتحان کا وقت آیا ہے۔ اگر وہ ہمیں فریب نہیں دیتا تو اسے اس
لڑکی کے ساتھ کوئی ہمدردی نہیں ہونی چاہیئے جس نے ہمارے بہترین سپاہی کو
قتل کیا ہے۔ وہ لڑکی مسلمان ہے اور اس نے مائیکل کو مذہبی جنون میں قتل کیا
ہے۔ ہم نے البوداؤد کی خدمات کا اسے کوئی کم صلہ نہیں دیا۔ ہم نے اسے لوشہ کا گورنر
بنایا تھا۔ ہم نے اسے یہ اختیار دے رکھا ہے کہ وہ ہمارے خزانے سے جتنا چاہے
خرچ کرے۔ اب وفاداری کا تقاضہ یہ ہے کہ اگر ہم ان کو مقدمہ کا فیصلہ کرنے کا
اختیار دیدیں تو بھی وہ اپنی بیٹی کو سزا دینے سے نہ ہچکچائے۔"

فرڈیننڈ نے کہا: "مجھے ڈر ہے کہ جب وہ میرے پاس آئے گا، میں عدالت
کا فیصلہ تبدیل کرنے پر مجبور ہو جاؤں گا۔"

ملکہ نے برہم ہو کر کہا: "تم بادشاہ ہو۔ اور تمہاری ملکہ یہ برداشت نہیں
کرے گی کہ ایک ذلیل نوکر تمہیں کلیسا کی عدالت کا فیصلہ تبدیل کرنے پر مجبور کر دے۔"

ملکہ کے اصرار پر بادشاہ نے نئے گورنر کو ہدایت بھیجی کہ وہ مجرم کو عدالت
سے سزا دلوانے میں تاخیر سے کام نہ لے۔

(۸)

ربیعہ عدالت کے سامنے کھڑی تھی۔ کمرے کے اندر اور باہر آدمیوں کا ہجوم
تھا۔ ربیعہ اقبال جرم کر چکی تھی۔ کوتوال اور مائیکل کے نوکروں کی شہادت کے بعد عدالت
نے کسی اور گواہی کی ضرورت محسوس نہ کی۔ دو دن قبل ربیعہ نے عدالت کے سامنے جو بیان

دیا تھا۔ اس سے وہ اپنے آپ کو بدترین سزا کی مستحق ثابت کر چکی تھی۔ اس نے اس عدالت کا مذاق اڑایا تھا۔ اس نے کلیسا کی توہین کی تھی۔ اس نے کہا تھا: میں اس عدالت کو تسلیم نہیں کروں گی، جو ایک شرابی اور بدمعاش کو یہ اجازت دیتی ہے کہ وہ لوگوں کے گھروں میں گھس کر من مانی کرے۔ لیکن ایک بیکس لڑکی کو اپنی عزت کی حفاظت کے لئے ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہیں دیتی۔ تم اس وقت کہاں تھے۔ جب تمہارا یہ نائٹ لوگوں کے گھروں کے دروازے توڑا کرتا تھا۔ جب معصوم اور بیکس لڑکیاں چلا چلا کر مدد کے لئے پکارا کرتی تھیں۔ جب وہ کہا کرتی تھیں! عدل وانصاف کے اجارہ دارو! آؤ ہماری عصمت لٹ رہی ہے ہمیں بچاؤ! تمہیں مجھ پر مقدمہ چلانے کی ضرورت نہ تھی۔ تم مقدمہ چلائے بغیر بھی مجھے سزا دے سکتے تھے۔ کلیسا کی عظمت کا لوہا منوانے کیلئے تم مجھ جیسی سینکڑوں لڑکیوں کو مقدمہ چلائے بغیر موت کے گھاٹ اتار چکے ہو۔ تمہارا دامن بیگناہوں کے خون سے تر ہو چکا ہے میرے خون کے چند چھینٹے اس کی بدنمائی میں اضافہ نہیں کر سکتے۔ تم انصاف نہیں کر سکتے اور میں تم سے رحم کی بھیک مانگنا انسانیت کی توہین سمجھتی ہوں۔ تم نے ابتک مجھ سے یہ نہیں پوچھا کہ میں نے اسے کیوں قتل کیا۔ تم نے مجھ سے یہ نہیں پوچھا کہ وہ کس ارادے سے میرے کمرے میں داخل ہوا تھا۔ تمہارے لئے یہ فقط جاننا کافی ہے کہ میں نے اسے قتل کیا ہے۔ ایک مسلمان لڑکی نے اپنی عصمت کی حفاظت کیلئے تمہارے ایک نائٹ کو قتل کیا ہے۔ تم یہ سمجھتے ہو کہ اس درندے کی موت کے بعد تمہارے کلیسا کا ایک ستون گر چکا ہے۔ تم مجبور ہو کہ مجھے سزا دو، میرے ساتھ انصاف کرنا تمہارے بس کی بات نہیں۔ تم اندلس میں کلیسا کی نئی عمارت کے معمار ہو تم نے اسکی بنیاد بیگناہوں کے خون اور ہڈیوں پر رکھی ہے۔ میری موت کا فتویٰ دینے کے لئے تم صرف یہ جاننا کافی سمجھتے ہو کہ میں بے گناہ ہوں۔ میں نے اپنی عزت

بچانیکی کوشش کی ہے۔ میں ایک مسلمان ہوں اس لئے میرا خون، اور میری ہڈیاں کلیسا کی عمارت کی تعمیر کے کام میں لائی جا سکتی ہیں۔ میں نے صرف ایک جان مائیکل کو قتل کیا ہے لیکن تم سب جان مائیکل ہو۔ وہ شراب میں بدمست ہو کر بے بس ہیکلانوں کو موت کے گھاٹ اتارتا تھا اور تم انصاف کی کرسیوں پر بیٹھ کر بیگناہوں کی موت کے فتوے دیتے ہو۔ وہ انسانیت کا منہ نوچتا تھا۔ تم حق وصداقت کی آواز کا گلا گھونٹتے ہو۔"

یہ بیان دینے کے بعد آج ربیعہ اپنے مقدمے کا فیصلہ سننے کیلئے عدالت میں کھڑی تھی۔ لوشہ کا لشپ جان لوقس اس مقدمے کے بڑے جج کی حیثیت میں نئے گورنر ڈان لوئی کا وہ فیصلہ پڑھنے کے لئے تیار نہ تھا جس پر باقی پادری متفق ہو چکے تھے۔ اس کا اپنا فیصلہ یہ تھا کہ لڑکی کو جلاوطن کر دیا جائے۔ اس نے جان مائیکل پر بھی جرم عائد کرنے کی کوشش کی تھی۔ گورنر اور پادریوں کا خیال تھا کہ جان لوقس پر ربیعہ نے جادو کر دیا ہے۔ اس لئے فیصلہ کے دن بڑے جج کی کرسی پر ایک اور پادری رونق افروز تھا۔

عدالت کے اندر اور باہر جو لوگ کھڑے تھے، انہیں معلوم تھا کہ اس مقدمے کا فیصلہ کیا ہوگا۔ ربیعہ نے کلیسا کی تضحیک کی تھی۔ وہ کلیسا کی عدالت کی توہین کر چکی تھی۔ اس نے کلیسا کے ایک سپاہی کو قتل کیا تھا۔ بعض لوگوں کو لشپ لوقس کی غیر حاضری کی وجہ معلوم ہو چکی تھی۔ اور وہ ربیعہ کو ایک خطرناک جادوگرنی سمجھتے تھے لوگ ایک دوسرے سے کانا پھوسی کر رہے تھے"۔ اسے پھانسی پر لٹکایا جائے گا۔ اسے آہنی شکنجے میں کسا جائے گا۔ اسے زندہ جلایا جائے گا۔"

لوگوں کو خاموشی کا حکم دینے کے بعد جج نے اپنا فیصلہ پڑھ کر سنایا۔ حاضرین ربیعہ کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اس کی موت کا حکم صادر ہو چکا تھا۔ لیکن وہ خاموش

کھڑی تھی۔ جب جج یہ کہہ رہا تھا کہ ملزمہ کلیسا اور عدالت کی توہین کے بعد سخت سزا کی مستحق تھی۔ لیکن اس کے باپ کی خدمات کا لحاظ رکھتے ہوئے عدالت اُسے زندہ جلانے کی سزا دینے کی بجائے اس کے قتل کا حکم صادر کرتی ہے۔ ایک نوجوان لڑکی ہجوم کو چیرتی ہوئی آگے بڑھی، اور ربیعہ کے قریب پہونچ کر چلائی ــــ" ٹھہرو! انصاف اور انسانیت کا خون نہ کرو۔ جان مائیکل کو میں نے قتل کیا ہے "

عدالت میں سناٹا چھا گیا۔

ربیعہ نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ یہ اینجلا تھی: جج، پادری اور حاضرین عدالت تھوڑی دیر کے لئے سناٹے میں آگئے۔ اینجلا اپنی بغل میں ایک چھوٹی سی گٹھری دبائے ہوئے تھی۔"

ربیعہ نے جج سے مخاطب ہو کر کہا:" آپ پریشان نہ ہوں۔ یہ میری سوتیلی بہن ہے اس کے دماغ پر ان واقعات کا بہت برا اثر پڑا ہے۔"

اینجلا نے ایک قدم آگے بڑھتے ہوئے کہا:" یہ غلط ہے۔ یہ جھوٹ ہے ربیعہ نے میری جان بچانے کے لئے یہ سب کچھ کیا ہے۔ یہ بے قصور ہے۔ مائیکل کو میں نے قتل کیا ہے اور اس کو قتل کرنا میرا فرض تھا۔"

جج نے سوال کیا:" تم آج تک کہاں تھیں؟ "

اینجلا نے جواب دیا:" مائیکل کے قتل کے بعد ربیعہ نے مجھے ایک کمرے میں بند کر دیا تھا۔ اس کے بعد میں چند دن بیہوش رہی۔ میری ماں نے میرے کمرے پر پہرا بٹھا رکھا تھا۔ میری بہن کی طرح وہ بھی میری جان بچانا چاہتی تھی۔"

جج نے کہا:" لیکن تم اب بھی بیمار نظر آتی ہو۔ تمہارا بیان لینے سے پہلے عدالت کے لئے تمہاری دماغی حالت کا امتحان لینا ضروری ہے۔"

اینجلا نے کہا "میرے دماغ پر صرف یہ بوجھ تھا کہ میری بے گناہ بہن میرے لئے اپنی زندگی کی قربانی دے رہی ہے۔ یہ بوجھ اتر چکا ہے"

"عدالت کو ثبوت کی ضرورت ہے"

"ثبوت یہ ہے یہ دیکھئے! اینجلا نے آگے بڑھ کر کپڑے کی چھوٹی سی گٹھڑی جج کی میز پر رکھتے ہوئے کہا "اسے غور سے دیکھو۔ یہ وہ لباس ہے جو میں اس رات پہنے ہوئی تھی۔ جسے تمہارے بہادر نائٹ نے تار تار کیا تھا۔ یہ لباس اس رات کی گواہی دے گا، کہ اس رات قتل ہونے سے پہلے کلیسا کے بہادر سپاہی نے کسی کے دامن پہ ہاتھ اٹھایا تھا"

عدالت میں پھر ایک بار سناٹا چھا گیا۔

میریا ہانپتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی، اور آگے بڑھ کر اینجلا کے ساتھ لپٹ گئی "اینجلا! اینجلا! میری بیٹی تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں۔ چلو گھر۔" میریا یہ کہتے ہوئے اسے بازو سے پکڑ کر باہر کی طرف کھینچنے کی کوشش کر رہی تھی۔

جج نے کہا "ٹھہرو! ہم چند سوالات پوچھنا چاہتے ہیں"

اینجلا نے اپنی ماں کا ہاتھ جھٹک دیا۔ میریا ملتجی نگاہوں سے جج کی طرف دیکھتے ہوئے بولی "میری بیٹی کا اس قتل کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ یہ بیمار ہے اس کے حواس ٹھیک نہیں"

جج نے گٹھڑی کھول کر میریا کو پھٹے ہوئے کپڑے دکھاتے ہوئے کہا "تم پہچانتی ہو یہ کس کا لباس ہے؟"

میریا جواب دینے کی بجائے اینجلا کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اینجلا نے کہا "امی! خاموش کیوں ہو، تم نے خود میرے لئے یہ لباس خریدا تھا۔ تمہیں سب واقعات کا علم ہے۔ تم جانتی ہو کہ وہ میرے لئے آیا تھا۔ اور یہ اس کا دوسرا حملہ تھا۔ پہلی

بار تم نے اسے دعوت دی تھی۔ اس نے تمہارے سامنے میری بے عزتی کرنے کی کوشش کی تھی۔ قسطلہ کا بشپ اس بات کا گواہ ہے کہ میں نے اس کے سر پہ پھول دان مار کر اپنی جان چھڑائی تھی۔ تمہارے پاس وہ خط ہے جس میں اس نے اس حرکت پر ندامت کا اظہار کیا تھا۔ اس کے بعد اس رات اس نے اپنے ذلیل مقاصد کی تکمیل کے لئے تمہیں بڑی ہوشیاری کے ساتھ گھر سے دور رکھنے کی کوشش کی تھی۔ تم گھر آنا چاہتی تھیں۔ لیکن کوتوال نے تمہیں روک کے رکھا"

اینجلا نے جج کی طرف متوجہ ہو کر کہا "میری ماں کی محبت اسے شاید حق گوئی کی اجازت نہ دے۔ لیکن بشپ لوقس اس بات کی گواہی دیگا۔ کہ میں نے اس کیساتھ شادی کرنے سے انکار کیا تھا۔ اور وہ مجھ سے اپنی توہین کا بدلہ لینے کے لئے موقع کی تلاش میں تھا"

میریا نے انتہائی بے بسی کی حالت میں جج کی طرف دیکھا۔ اور کہا "مقدس باپ! میری لڑکی بے قصور ہے، اس پر ربیعہ کے جادو کا اثر ہے۔ اس نے میری بیٹی کو مذہب سے گمراہ کیا ہے ربیعہ کے جادو کا اثر ہے کہ میری بیٹی چھپ چھپ کر قرآن اور نماز پڑھتی ہے۔ میں مائیکل کے ساتھ اس کی شادی کرنا چاہتی تھی لیکن ربیعہ نے بہکا دیا۔ ربیعہ اپنے جادو کے زور سے اس سے جو چاہتی ہے کرواتی ہے اینجلا معصوم ہے۔ اسے معلوم نہیں کہ کیا کہہ رہی ہے۔ یہ سب ربیعہ کے جادو کا اثر ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ بشپ لوقس پر بھی کہیں ربیعہ کے جادو کا اثر نہ ہو۔ جس دن سے مائیکل قتل ہوا ہے میری بیٹی جنون کے مرض میں مبتلا ہے۔ یہ دروازے توڑ کر بھاگنے کی کوشش کرتی ہے۔ یہ لباس جو آپ دیکھ رہے ہیں اس نے جنون کی حالت میں تار تار کیا ہے"

اینجلا نے حقارت کے ساتھ اپنی ماں کی طرف دیکھا اور پھر جج کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگی "میری بہن میرا جرم اپنے سر لے چکی ہے۔ میرے متعلق اگر اس کی نیت بری

ہوتی تو ایسا نہ کرتی۔ لیکن میری ماں اس کے ایثار سے متاثر ہونے کی بجائے صرف میری جان بچانے کیلئے حقیقت کا چہرہ مسخ کرنے کی کوشش کر رہی ہے میری ماں کا خیال ہے کہ ربیعہ چونکہ مسلمان ہے۔ اس لئے عدالت اس کے متعلق ہر غلط بات مان لے گی اسے یقین ہے کہ ایک مسلمان لڑکی پر اگر کوئی اور جرم عائد نہ ہوتا ہو تو اُسے جادوگرنی ثابت کرنا بہت آسان ہے لیکن میں اس عدالت میں اعلان کرتی ہوں کہ اپنی سوتیلی بہن کی طرح میں بھی ایک مسلمان ہوں اگر اسلام ایک جادو ہے تو مجھ پر اسکا اثر ہو چکا ہے اور دنیا کی کوئی طاقت اس جادو کا اثر زائل نہیں کر سکتی مجھے اگر کوئی افسوس ہے تو اس بات کا کہ میں نے اس سے قبل چھپ چھپ کر نمازیں پڑھی تھیں یہ میری بزدلی تھی۔ لیکن میں زندگی اور موت کی مفہوم سے آشنا ہو چکی ہوں۔ اب مجھے کسی کا ڈر نہیں اگر مسلمان ہونے کی کوئی سزا ہے تو میں اس کے لئے تیار ہوں جہاں تک مائیکل کے قتل کا سوال ہے۔ یہ کوئی جرم نہیں۔ وہ ایک وحشی تھا۔ وہ ایک بدمعاش تھا یہ عدالت اس کے متعلق اس لئے پریشان ہے، کہ وہ ملکہ کا رشتہ دار ہے۔ کاش! ملکہ کو یہ معلوم ہوتا کہ دنیا کی ہر عورت بالخصوص وہ عورت جو کلمۂ توحید پڑھ چکی ہو۔ اپنی عصمت کو جان سے عزیز سمجھتی ہے۔ کلیسا کی عدالت کو اس بات کا افسوس ہے کہ لوگوں کی دلوں پہ کلیسا کی ہیبت بٹھانے والا ہاتھ کٹ گیا ہے لیکن کاش وہ ہاتھ جنہوں نے میرا لباس تار تار کیا تھا۔ کلیسا کے علمبرداروں کی بہو بیٹیوں کی طرف اٹھتے۔"

جج، پادریوں اور حاضرین عدالت کی قوت برداشت جواب دے چکی تھی۔ جج نے گرج کر کہا، "گستاخ لڑکی! خاموش رہو!"

لیکن انجلا کی آواز بلند ہوتی گئی۔ بخار کی حالت میں اسے یہ معلوم نہ تھا کہ وہ کیا کہہ رہی ہے۔ شہر کا گورنر ڈان لوئی جسے اس مقدمے میں ایک نئی پیچیدگی کی اطلاع مل چکی تھی عدالت کے دروازے میں کھڑا انجلا کی تقریر سن رہا تھا۔ انجلا کلیسا کے عدل و

انصاف کا مذاق اڑا رہی تھی۔ وہ مسلمانوں پر ان کے وحشیانہ مظالم کا ذکر کر رہی تھی۔ وہ یہاں تک کہہ چکی تھی کہ تم غریبوں، ناداروں اور نہتوں پر ظلم کرتے ہو لیکن طاقتوروں کے سامنے بھیڑیں بن جاتے ہو۔ تمہیں آٹھ سو برس کی غلامی کے بعد حکومت کا موقع ملا ہے لیکن تم نے یہ ثابت کر دکھایا ہے کہ تم اس کے اہل نہیں۔

ڈان لوئی نے آگے بڑھ کر کہا: "میں عدالت کی یہ توہین برداشت نہیں کر سکتا۔ یہ لڑکی اپنے آپ کو بدترین سزا کی مستحق ثابت کر چکی ہے۔ یہ کلیسا کو بدنام کر رہی ہے۔ یہ سلطنت کی غدار ہے۔ ہمیں یہ جاننے کی ضرورت نہیں کہ مائیکل کے ساتھ اس کا کیا تعلق ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ ان دونوں لڑکیوں کے مقدمہ پر نئے سرے سے غور کیا جائے۔"

اینجلا نے ڈان لوئی کی طرف متوجہ ہو کر کہا: "اگر تمہارا کلیسا تمہارے وحشیانہ کارناموں سے بدنام نہیں ہوتا تو اسے میرے الفاظ سے پریشان نہیں ہونا چاہیئے۔ اگر تمہاری حکومت ظالموں کی پشت پناہی کرتی ہے، اور مظلوموں کو فریاد کرنے کا حق نہیں دیتی تو میں ایک باغی ہوں۔ اب اس عدالت کی توہین کے معنی حق بجانب ہوں جو ایک پاگل کتے کو میری بوٹیاں نوچنے کی اجازت دیتی ہے لیکن مجھ کو اسکی کھوپڑی توڑنے کی اجازت نہیں دیتی۔"

گورنر کے اشارے سے سپاہی اینجلا کو دھکیلتے ہوئے باہر لے گئے۔ وہ بدستور چلا رہی تھی "تم ظالم ہو۔ تم وحشی ہو، تم وہ بزدل ہو جو آئینے میں اپنی صورت دیکھنا پسند نہیں کرتے۔" میریا بیہوش ہو کر گر پڑی۔ گورنر کے اشارے سے سپاہی اسے اٹھا کر باہر لے گئے۔ ربیعہ ابھی تک عدالت میں کھڑی تھی۔ گورنر نے آگے بڑھ کر جج کے کان میں کچھ کہا اور وہ سر ہلانے کے بعد ربیعہ کی طرف متوجہ ہوا۔

"کیا تم یہ تسلیم کرتی ہو کہ اینجلا نے جان مائیکل کو قتل کیا ہے؟"

ربیعہ نے جواب دیا "میں اپنا بیان ختم کر چکی ہوں، میرے متعلق عدالت اپنا فیصلہ دے چکی ہے۔ اس لئے میں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں سمجھتی۔ اینجلا نے جو کچھ کہا، عدالت کی حالت میں کہا ہے۔ مائیکل کے قتل کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں۔"

جج نے سوال کیا "کیا یہ درست ہے کہ اینجلا اپنے مذہب سے گمراہ ہو چکی ہے۔

"نہیں اینجلا گمراہ نہیں ہوئی وہ ایک سچا دین اختیار کر چکی ہے۔"

گورنر نے پھر آگے بڑھ کر جج کے کان میں کچھ کہا۔ اور وہ سر ہلانے کے بعد بولا "اس مقدمے کی نوعیت میں ایک غیر متوقع تبدیلی کے پیش نظر عدالت ملزمہ ربیعہ کے متعلق اپنا فیصلہ واپس لیتی ہے۔ ملزمہ کی سوتیلی بہن کا بیان سننے کے بعد عدالت کی رائے ہے کہ یہ دونوں بہنیں جان مائیکل کے قتل کی سازش میں شریک ہیں۔ اس کے علاوہ عدالت ربیعہ اور اس کی سوتیلی بہن اینجلا پر حکومت کے خلاف بغاوت اور کلیسا کے خلاف نفرت پھیلانے کے سنگین الزامات عائد کرتی ہے۔ پولیس کو تحقیقات کا موقع دینے کے لئے عدالت مقدمہ کی کارروائی کل پر ملتوی کرتی ہے۔"

(۹)

شام تک میریا بیہوشی کی حالت میں چلاتی رہی۔ جب اسے ہوش آیا۔ تو وہ اپنے کمرے کی بجائے ایک چھوٹے سے کمرے میں لیٹی ہوئی تھی۔ اسکی خادمہ اسکے قریب ایک کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ ایک ثانیہ کے لئے وہ کمرے کی بوسیدہ چھت کی طرف دیکھتی رہی۔ پھر اچانک اٹھ کر بیٹھتے ہوئے بولی "اینجلا کہاں ہے۔ میں کہاں ہوں؟"

خادمہ نے آنکھوں میں آنسو بھرتے ہوئے کہا: "اینجلا ربیعہ کے ساتھ قید میں ہے"۔

میریا کو عدالت کے تمام واقعات یاد آ گئے، اور وہ بستر سے اتر کر کھڑی ہو گئی۔ "میں گورنر کے پاس جاتی ہوں، وہ میری بیٹی کے ساتھ یہ سلوک نہیں کر سکتے"۔

خادمہ نے اٹھ کر اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا: "آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں، آپ باہر نکلنے کے قابل نہیں ہیں"۔

میریا نے کہا: "نہیں میں بالکل ٹھیک ہوں۔ لیکن میں ہوں کہاں؟ عدالت میں میں شاید بے ہوش۔ یہ کس کا مکان ہے؟"

خادمہ کے جواب کا انتظار کیے بغیر میریا دروازے سے باہر جھانکنے لگی، اور پھر خادمہ کی طرف متوجہ ہو کر بولی: "یہاں کوئی بھی نہیں۔ مجھے اس ٹوٹے ہوئے مکان میں کون لے آیا۔ کیا میں خواب دیکھ رہی ہوں۔ میرے گھر کا سامان اس مکان کے صحن میں کیسے آ گیا؟"

خادمہ جواب دینے کے بجائے پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔

بشپ لوقس صحن میں داخل ہوا اور میریا اسے دیکھ کر باہر نکل آئی اس نے سہمی ہوئی آواز میں کہا: "مقدس باپ! یہ کیا معاملہ ہے۔ میں کہاں ہوں۔ میرے گھر کا سامان یہاں بکھرا پڑا ہے۔ خادمہ مجھے کوئی جواب نہیں دیتی۔"

بشپ نے سرد مہری سے جواب دیا: "یہ سب تمہارے اعمال کی سزا ہے"۔

میریا ششدر سی ہو کر ایک قدم پیچھے ہٹی، اور انتہائی بے بسی کی حالت میں بشپ کی طرف دیکھنے لگی۔ ایک ثانیہ کے بعد وہ بھاگ کر باہر کے دروازے کی طرف بڑھی۔ اور باہر جھانکنے کے بعد پھر بشپ کی طرف متوجہ ہوئی: "مقدس باپ! مجھ پر رحم کرو۔ مجھے بتاؤ یہ کیا معاملہ ہے۔ میں یہاں کیسے آئی۔ اینجلا کا کیا ہو گا؟"

میری بیٹی کو بچاؤ۔"

"تمہاری بیٹی کو بچانا اب کسی کے بس کی بات نہیں۔ تم نے اپنی سوتیلی بیٹی کے ایثار کی قدر نہ کی۔ تم نے اس پر جادوگرنی ہونے کا الزام لگایا۔ بیوقوف عورت! تمہارا یہ خیال تھا کہ اگر تم ایک مسلمان لڑکی پر بہتان لگاؤ گی، تو عدالت کی نگاہ میں انجلا کا جرم چھپ جائے گا۔ کاش! تم پہلے دن ہی انجلا کو عدالت میں جانے سے نہ روکتیں۔ اس وقت کسی کو یہ معلوم نہ تھا کہ وہ مسلمان ہو چکی ہے۔ تمہارے پاس اس بات کے کافی ثبوت تھے، کہ مائیکل انجلا کے متعلق بری نیت لے کر تمہارے گھر میں داخل ہوا تھا۔ اگر تم یہ حماقت نہ کرتیں۔ تو اس مقدمے کی نوعیت بالکل مختلف ہوتی۔ لوگوں کو یہ ہی محسوس ہوتا کہ انجلا ایک عیسائی لڑکی ہے، اور بادشاہ اور ملکہ کو یہ کہنے کی جرأت نہ پڑتی کہ اپنی عزت بچانے کیلئے اس نے جو کچھ کیا ہے، وہ قابلِ سزا ہے۔ اب وہ دونوں قید میں ہیں۔ اور تمہیں اس حماقت کا صلہ ملا ہے کہ گورنر نے تمہیں بیہوشی کی حالت میں محل سے نکال کر اس کٹیا میں بھجوا دیا ہے۔"

میریا کی پتھرائی ہوئی آنکھوں میں آنسو جمع ہو رہے تھے اس نے آگے بڑھ کر لشپ کے پاؤں پر گرتے ہوئے کہا مقدس باپ! مجھ پر رحم کیجئے۔ انجلا کو بچائیے! خدا کے لئے انجلا کو بچائیے۔ مجھے یقین نہیں آتا کہ اس نے مائیکل کو قتل کیا ہے۔ لیکن اگر اس نے واقعی کیا ہے تو بھی وہ بے گناہ ہے۔ انجلا نے جو کچھ کیا ہے اپنی عصمت کی حفاظت کے لئے کیا ہے۔؟"

لوتس میریا کے آنسوؤں سے متاثر نہ ہوا۔ وہ ایک قدم پیچھے ہٹ کر بولا۔
"بیوقوف عورت! اب رونے سے کیا فائدہ۔ انجلا کو اس قتل کے باوجود بیگناہ ثابت کیا جا سکتا تھا۔ لیکن اب تمہاری حماقت سے اس پر قتل سے زیادہ

سنگین الزامات عائد ہو چکے ہیں۔ کلیسا کی توہین، اپنے مذہب سے نفرت اور حکومت کے خلاف بغاوت۔ یہ معمولی الزامات نہیں۔ اب اسکی جان بچانا میرے بس کی بات نہیں۔"

میریا نے اٹھ کر لوقس کا دامن پکڑتے ہوئے کہا۔ "نہیں نہیں۔ آپ بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ آپ لوشہ کے بشپ ہیں۔"

آج سے میں لوشہ کا بشپ نہیں ہوں۔ میں نے کل عدالت میں گورنر کی خواہش کے مطابق بیان دینے سے انکار کر دیا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی میں نے لارڈ بشپ کو اپنا استعفا بھیج دیا ہے۔ تاہم ایجلا اور ربیعہ کے متعلق میں اپنا فرض ادا کر چکا ہوں۔ میں نے عدالت کو اپنا تحریری بیان بھیج دیا ہے۔ میں نے یہ لکھ دیا ہے کہ ایجلا کے متعلق جان مائیکل کے ارادے کس قدر خطرناک تھے اپنے بیان میں میں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ایجلا مائیکل کو قتل کرنے میں حق بجانب تھی لیکن میرا بیان چونکہ گورنر کی مرضی کے مطابق نہیں۔ اس لئے مجھے یقین ہے کہ عدالت اسے دبائے گی میں ابو داؤد کے پاس جا رہا ہوں ممکن ہے کہ وہ بادشاہ اور ملکہ سے رحم کی درخواست کر سکے اگرچہ حسن نعقد کے لئے بادشاہ نے اسے اس قدر اہمیت دی تھی۔ وہ بہت حد تک پورا ہو چکا ہے۔ فرڈیننڈ غرناطہ کا محاصرہ کر چکا ہے۔ ابو داؤد کی کوششوں سے اہل غرناطہ کا اکثر طبقہ جنگ کا مخالف ہو چکا ہے۔ اور بادشاہ کو یہ یقین ہے کہ غرناطہ کی فتح کوئی دن کی بات ہے۔ ابو داؤد کی جماعت میں اب کئی لوگ اس کے رقیب بن چکے ہیں۔ ان حالات میں مجھے یہ یقین نہیں کہ بادشاہ رحم کے لئے اس کی درخواست پر غور کرنے کیلئے تیار ہوگا لیکن ہو سکتا ہے کہ اس کے تدبر کے ترکش میں ابھی تک کوئی تیر باقی ہو اور بادشاہ اسے کار آمد سمجھ کر

اس درخواست پر غور کرنے کیلئے تیار ہو جائے۔ اب میں تم سے جو ضروری بات کہنے آیا تھا۔ وہ یہ ہے کہ تم کل عدالت میں جا کر یہ کہو کہ جب تک میں گواہی نہیں دیتا اس وقت تک عدالت اس مقدمے کا فیصلہ نہیں کر سکتی۔ لیکن اگر عدالت تمہارا یہ اعتراض رد کر دے۔ اور مقدمے کا فیصلہ دینے میں جلد بازی سے کام تو تم اس کے فیصلے کے خلاف بادشاہ سے اپیل کرنے کی مہلت مانگو۔ ممکن ہے کہ عدالت تمہیں اپیل کے لئے مہلت نہ دے۔ لیکن تمہارے اس مطالبہ کے بعد عدالت اپنے فیصلہ پر بادشاہ کی تصدیق حاصل کرنے پر مجبور ہو جائیگی۔ اتنی دیر میں تمہارے خاوند کو دوڑ دھوپ کرنے کا موقع مل جائے گا۔"

میریا نے سراپا التجا بن کر کہا۔ "مقدس باپ! آپ بہت رحم دل ہیں۔ میں آپ کا احسان نہیں بھولوں گی۔ آپ کب جا رہے ہیں؟"

"میں آج رات ہی روانہ ہو جاؤں گا۔"

انجلا اور ربیعہ کا باپ

(۱)

ماہ اپریل ۱۴۹۱ء فرڈینینڈ نے غرناطہ پر اپنی پوری فوجی طاقت کے ساتھ حملہ کیا۔ اور ملکہ کی طرح اندلس کے تمام نائٹ یہ حلف اٹھا کر آئے تھے کہ وہ غرناطہ فتح کئے بغیر واپس نہیں جائیں گے۔ شاہین کی وادی اور البکسرا کے مجاہدین کو اپنے علاقوں میں مصروف رہنے کے لئے وہ سواروں کی ایک فوج روانہ کر چکا تھا۔ غرناطہ کی فوج کی قیادت موسیٰ کے ہاتھ میں تھی۔ اگرچہ غرناطہ میں منافقین اور غداروں کی ایک بہت بڑی جماعت کام کر رہی تھی۔ تاہم عوام کی اکثریت موسیٰ کے

اشاروں پر جان دینے کے لئے تیار تھی۔

فرڈیننڈ اپنی گزشتہ ناکامیوں سے سبق سیکھ چکا تھا۔ اس نے اپنی فوجی قوت کی برتری کے باوجود شہر پر براہ راست حملہ کرنے کی بجائے شہر سے کچھ دور پڑاؤ ڈال کر قرب وجوار کی بستیوں میں مار دھاڑ شروع کر دی۔ وہ تین اطراف سے غرناطہ کا محاصرہ کر چکا تھا۔ لیکن اس کی فوج شہر پر حملہ کرنے کی بجائے شہر سے باہر باغات جلانے اور فصلیں تباہ کرنے میں مصروف تھی۔ فرڈیننڈ کو یہ یقین تھا کہ ایک طویل محاصرے کے بعد اہل غرناطہ فاقہ کشی سے تنگ آکر ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ اس لئے وہ باہر کے کسانوں کی بستیاں جلانے کے بعد انہیں غرناطہ میں پناہ لینے پر مجبور کر رہا تھا۔ دو ماہ میں وہ غرناطہ کے تین اطراف کئی میلوں تک سرسبز و شاداب علاقہ ویران کر چکا تھا۔ صرف جبل البشارات کی طرف سے غرناطہ کیلئے باہر کی رسد کے راستے کھلے تھے۔ اس راستے میں میرانو یلا کی زرخیز وادیوں سے ایک محدود مقدار میں اناج، سبزیاں اور پھل غرناطہ پہنچ رہا تھا۔ لیکن یہ غرناطہ کے لاکھوں انسانوں کیلئے کافی نہ تھا۔ روز بروز اہل غرناطہ کی حالت نازک ہو رہی تھی۔ موسیٰ کے لئے شہر سے باہر نکل کر کھلے میدان میں فرڈیننڈ کی ٹڈی دل فوج کا مقابلہ کرنا آسان نہ تھا۔ اسکے سواروں کے چھوٹے چھوٹے دستے شہر سے باہر نکلتے اور فرڈیننڈ کی فوج کو کافی نقصان پہنچانے کے بعد واپس آجاتے۔ موسیٰ کا خیال تھا۔ آئے دن اپنی فوج کے نقصانات میں اضافہ دیکھ کر فرڈیننڈ شہر پر حملہ کرنے کیلئے مجبور ہو جائے گا۔ لیکن فرڈیننڈ پر ان نقصانات کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اس کی فوج شہر کے گرد خندقیں کھودنے اور مورچے بنانے میں مصروف رہی۔

محاصرے کے زمانے سے متعلق غرناطہ کے شہسواروں کی انفرادی شجاعت کی بے شمار داستانیں مشہور ہیں۔ ایک سوار اپنا گھوڑا اچھالتا ہوا شہر سے باہر

نکلتا اور دور سے بلند آواز میں فرڈیننڈ کے کسی نائٹ کا نام لیکر اسے مقابلے کی دعوت دیتا۔ ایک نائٹ کیلئے مقابلے کی دعوت پر لبیک نہ کہنا باعث عار تھا اسے مجبوراً میدان میں آنا پڑتا۔ ایسے معرکوں میں عام طور پر غرناطہ کے شہسواروں کا پلہ بھاری رہتا۔ ایک نائٹ سے نپٹنے کے بعد غرناطہ کا شہسوار کسی دوسرے نائٹ کو مقابلے کے لئے پکارتا ان انفرادی معرکوں میں فرڈیننڈ کے کئی نائٹ مارے جا چکے تھے۔ ایک دن غرناطہ کا ایک سوار میدان میں آیا۔ اس کی زرہ چمک رہی تھی۔ اور آنکھوں کے سوا اس کا تمام چہرہ خود میں چھپا ہوا تھا۔ اس کا گھوڑا نہایت خوبصورت تھا اس نے فرڈیننڈ کی اگلی صف سے کچھ دور اپنا گھوڑا روکا اور بلند آواز میں کہا، کوئی ہے جسے موت کی تمنا ہے ؟ ، جب دشمن کی طرف سے تھوڑی دیر کیلئے کسی نے جواب نہ دیا تو اس نے کہا ، میرا گھوڑا دیکھو، ایسے گھوڑے کی سواری تمہارے بادشاہ کو بھی نصیب نہیں ہوئی۔ اور میری تلوار میں دو ہیرے جڑے ہوئے ہیں۔ جو تمہارے بادشاہ کے تاج میں بھی نہیں ، تم میں کوئی ہے جسے اس تلوار اور اس گھوڑے کی خواہش ہے ؟ "

کاؤنٹ ٹنڈیلا نے اپنا گھوڑا آگے بڑھاتے ہوئے جواب دیا، میرے دل میں اس گھوڑے اور تلوار سے زیادہ اس گستاخ کی زبان کھینچنے کی خواہش ہے۔ لیکن ایک ثانیہ کے بعد فرڈیننڈ کے بہترین نائٹ کی لاش خاک و خون میں تڑپ رہی تھی، مارکوئس آف قادس میدان میں آیا۔ لیکن اسکا بھی وہی حشر ہوا اس کے بعد غرناطہ کا شہسوار فرڈیننڈ کی فوج کے ساتھ بہترین نائٹ یکے بعد دیگرے موت کے گھاٹ اتار چکا تھا۔ غرناطہ کی فصیل پر سے تماشائی خوشی کے نعرے بلند کر رہے تھے شہسوار نے تھوڑی دیر کے لئے نئے مقابل کا انتظار کیا۔ اور پھر بولا، تمہارا بادشاہ کہاں ہے۔ ان بہادروں کی ارواح دوسری دنیا میں کب تک اس کا انتظار کریں گی ؟

اے۔ دیکھو، ایک مرد کی تلوار اس کے خون کا رنگ دیکھنا چاہتی ہے!"
ایک نائٹ کو جوش آیا لیکن فرڈیننڈ نے اس کے گھوڑے کی باگ پکڑلی اور کہا
"نہیں! تمہیں اس مقابلے پر جانے کی اجازت نہیں!"
غرناطہ کے شہسوار نے شہر کے دروازے کے قریب پہنچ کر اپنا خود اتار دیا،
پہریدار نے اس کی تعظیم میں سر جھکا دیئے۔ یہ موسیٰ بن ابی غسان تھا۔ غرناطہ کے
مسلمانوں کی آخری تلوار۔

(۳)

ابوداؤد فرڈیننڈ کے سامنے کھڑا تھا۔ وہ انتہائی بے بسی کی حالت میں بادشاہ
کے چہرے پر اپنی التجاؤں کا اثر دیکھ رہا تھا۔ بادشاہ لوشہ کی مذہبی عدالت کے فیصلہ
کے خلاف اس کی اپیل رد کر چکا تھا۔ انصاف سے مایوس ہو کر ابوداؤد نے رحم کی
درخواست کی تھی۔ بادشاہ کی خاموشی اس کیلئے صبر آزما تھی۔ وہ محسوس کر رہا تھا کہ
اس کے مقدر کا ستارہ گردش میں آچکا ہے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ وہ فرڈیننڈ کے سامنے
کرسی پر بیٹھنے کی بجائے کھڑا تھا۔ جب وہ اس خیمے میں داخل ہوا تو اسے یقین تھا کہ
فرڈیننڈ حسب معمول آگے بڑھ کر اس کے ساتھ مصافحہ کرے گا۔ اسے کرسی پر بٹھائے گا
اور اس کی آمد کی وجہ معلوم کرنے کے بعد یہ کہے گا۔ کہ لوشہ کے پادری پاگل ہو گئے
ہیں لیکن جب فرڈیننڈ نے اسے دیکھتے ہی کہا "ابوداؤد! مجھے تمہارے ساتھ ہمدردی
ہے۔ لیکن یہ کلیسا کی عدالت کا فیصلہ ہے۔ عدالت نے یہ فیصلہ میرے پاس تصدیق
کے لئے بھیجا ہے۔ میں مجبور ہوں۔ تمہاری لڑکیوں سے مجھے یہ توقع نہ تھی" ابوداؤد کو
اپنے کانوں پر یقین نہ آیا۔ وہ دیر تک بادشاہ کی طرف دیکھتا رہا بالآخر اس نے ٹوٹے
پھوٹے الفاظ کے ساتھ اپنی تقریر شروع کی چند فقروں کے بعد اس کی تقریر میں
روانی آچکی تھی۔ اس نے رابعہ اور انجیلا کو بے گناہ ثابت کرنے کیلئے کئی دلائل دیئے

لیکن فرڈینینڈ نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا: "تم مجھے قائل نہیں کر سکتے۔ تمہاری لڑکیوں نے اپنے جرم کا اقبال کیا ہے۔ یہ ممکن تھا کہ میں مائیکل کے قتل کا جرم معاف کر دیتا۔ لیکن کلیسا کی توہین اور حکومت کے خلاف بغاوت ایسے جرائم ہیں جو کسی حالت میں بھی قابل معافی نہیں۔ تمہاری ایک لڑکی کے متعلق عدالت یہ یقین کرنے میں حق بجانب ہے کہ وہ جادوگرنی ہے۔ دوسرے کے متعلق میں یہ ماننے کے لیے تیار ہوں کہ اس نے جو کچھ کیا یا کہا ہے اس کی وجہ تمہاری دوسری لڑکی کا جادو ہے لیکن حکومت کلیسا، اور عدالت کے متعلق اس کے الفاظ میرے لئے بھی ناقابل برداشت ہیں۔ اگر لارڈ بشپ کی صاحبزادی بھی یہ الفاظ کہتی تو اس کا انجام بھی تمہاری بیٹی سے مختلف نہ ہوتا۔"

ابوداؤد کی آواز بیٹھ گئی تاہم اس نے دوبارہ ہمت سے کام لیتے ہوئے رحم کی درخواست کی۔ اس نے اپنی خدمات کا واسطہ دیا۔ اس نے کہا: "عالیجاہ! میں نے یہ بال آپ کی خدمت میں سفید کئے ہیں۔ اور یہ لڑکیاں میرا آخری سہارا ہیں مجھ پر رحم کیجئے!"

ان التجاؤں کے جواب میں فرڈینینڈ کچھ دیر خاموش رہا۔ بالآخر اس نے کہا "میرا رحم کلیسا کی عدالت کا فیصلہ رد نہیں کر سکتا۔ ابوداؤد مجھے افسوس ہے۔ اب تم صبر سے کام لو۔ یہ تمہاری وفاداری کے امتحان کا وقت ہے!"

اس نے کہا "عالیجاہ! میری وفاداری میں کوئی فرق نہیں آیا۔ لیکن وہ میری بیٹیاں ہیں، وہ آپ کے اس وفادار کی بیٹیاں ہیں۔ جس کی کوششوں کے باعث آپ کی افواج غرناطہ کی دیوار کے سامنے کھڑی ہیں۔ یہ اس شخص کی بیٹیاں ہیں جو آپ کیلئے غرناطہ کے راستے سے ابوالحسن اور الزغل جیسی چٹانیں ہٹا چکا ہے۔ جو آپ کے لئے الحمراء کے دروازے کھولنے کے انتظامات مکمل کر چکا ہے۔ میرے آقا! میں

نے ان انعامات کیلئے ابھی تک دامن نہیں پھیلایا جن کا آپ میرے ساتھ وعدہ کر چکے ہیں۔ میں تو ایک چھوٹی سے التجا لے کر آیا تھا مجھے آپ غرناطہ میں اپنا نائب بنانے کا وعدہ کر چکے ہیں۔ کیا میری لڑکیاں اتنا بھی حق نہیں رکھتیں، کہ وہ میری غیر حاضری میں اپنی عصمت کی حفاظت کر سکیں؟"

"لیکن انہوں نے مائیکل کو قتل کیا ہے، اور وہ ملکہ کا عزیز ہے ہمیں تمہاری خدمات کا اعتراف ہے لیکن یہ یاد رکھو! ہم مائیکل کی خدمات کو فراموش نہیں کر سکتے"۔

ملکہ ازابیلا جو پردے کے پیچھے یہ باتیں سن رہی تھی، کمرے میں داخل ہوئی ابوداؤد نے سراپا التجا بن کر کہا "ملکہ عالیہ! مجھ پر رحم کیجئے"۔

ملکہ کوئی جواب دیئے بغیر بادشاہ کے قریب بیٹھ گئی فرڈیننڈ نے کہا "ابوداؤد! اگر ہم کلیسا کی عزت کی حفاظت نہیں کر سکتے تو ہماری فتوحات کا کیا فائدہ؟"

ابوداؤد نے کہا "عالیجاہ! ان فتوحات میں میرا بھی حصہ ہے اور آپ کی آخری فتح کے لئے مجھے ابھی بہت کچھ کرنا ہے"۔

ملکہ نے کہا "اگر تم ہمیں اس بات سے ڈرانا چاہتے ہو کہ تمہارے بغیر ہم غرناطہ فتح نہیں کر سکتے تو یہ تمہاری بھول ہے ہم نے تمہاری وساطت سے فقط چند آدمیوں کے ضمیر کا سودا کیا ہے لیکن اگر تم نہ بھی ہوتے تو بھی ہم یہ کام کر سکتے تھے۔ تم نے فقط سودا چکایا ہے۔ لیکن قیمت ہمارے خزانے سے ادا ہوئی ہے اب اگر تم یہ دھمکی دیتے ہو کہ تم ہمیں چھوڑ کر چلے جاؤ گے، تو سلو غرناطہ میں ایسے لوگ موجود ہیں جو تم سے زیادہ ہوشیار اور زیادہ کارآمد ہیں"۔

ابوداؤد نے کچھ سوچ کر بادشاہ کی طرف دیکھا اور کہا "عالیجاہ! شاید میں آپ کی تمام توقعات پوری نہیں کر سکا۔ ممکن ہے کہ غرناطہ کی فتح کیلئے اب آپ میری

ضرورت محسوس نہ کریں لیکن ابھی ایک محاذ ایسا ہے جہاں آپکو میری ضرورت ہے
سرحدی عقابوں کے پیروں میں ابھی تک جان ہے۔ بدر بن مغیرہ کی موت کے بعد بھی
ان کی تندی اور تیزی میں کوئی فرق نہیں آیا۔"

فرڈیننڈ نے چونک کر ابوداؤد کی طرف دیکھا اور کہا: "تم جانتے ہو کہ بدر بن
مغیرہ زندہ ہے۔ تم نے ہمیں دھوکا دیا تھا۔"

ابوداؤد نے جواب دیا: "جہاں تک مجھے معلوم ہے وہ مر چکا ہے۔ میں نے
اسے گرفتار کروادیا تھا۔ ابوعبداللہ نے اسے جلاد کے حوالے کیا۔ لیکن اگر قدرت
کا کوئی معجزہ اسے بچا چکا ہے تو میں اس بات کا ذمہ لیتا ہوں کہ اسے زندہ آپکے
سامنے پیش کردوں گا۔ اس مقصد کے لئے مجھے بہت بڑا خطرہ مول لینا پڑیگا لیکن
اگر آپ میری لڑکیوں کی جان بچانیکا وعدہ کریں تو میں اس مہم پر جانے کے لئے
تیار ہوں اگر بدر بن مغیرہ زندہ ہے تو میں اسے آپکے پاس لے آؤنگا۔ اگر وہ زندہ
نہیں تو میں اس کے جانشین کو قتل کرکے اس کی جماعت کا انتشار ڈالنے کا ذمہ
لیتا ہوں۔"

فرڈیننڈ نے کہا: "غرناطہ کی فوج کے چند قیدیوں نے ہمیں بتایا ہے کہ وہ زندہ
ہے۔ لیکن تم اسے ایک بار دھوکا دے چکے ہو۔ ہم تمہارے ساتھ کوئی وعدہ
کرنے سے پہلے یہ جاننا چاہتے ہیں کہ اس مہم میں تمہاری کامیابی کے امکانات
کیا ہیں؟"

"عالیجاہ! میں گستاخی کے لئے معافی چاہتا ہوں لیکن یہ ایک سودا ہے۔
مجھے یقین ہے کہ میری کامیابی کے امکانات بہت روشن ہیں، لیکن میں اسوقت
آپ کو کچھ نہیں بتاؤں گا، جب تک آپ میری لڑکیوں کی جان بخشی کا وعدہ نہیں کریں گے۔"
فرڈیننڈ نے ملکہ کی طرف دیکھا اور پھر تھوڑی دیر سوچنے کے بعد کہا: "ابوداؤد

بیٹھ جاؤ، سنو اگر تمہاری لڑکیوں پر کلیسا کی توہین کا جرم عائد نہ ہوتا تو ہمارے لیے جان مائیکل کا قتل بھول جانا مشکل نہ تھا۔ تاہم تمہاری اس مہم کی کامیابی کے بعد ہم لارڈ بشپ سے تمہاری لڑکیوں کی سزا معاف کرا سکیں گے۔"

"عالیجاہ! آپ کو اس غلام کے ساتھ وعدہ کرنا ہوگا!"

"ہم وعدہ کرتے ہیں کہ تمہاری لڑکیوں کی سزا معاف کر دی جائے گی لیکن اگر تم شرط پوری نہ کرسکے تو دوبارہ ہمارے سامنے ان کا ذکر نہ کرنا!"

البوداؤد نے کہا: "عالیجاہ! میں ایک مہینے کی مہلت چاہتا ہوں۔ آج قمری مہینے کی پانچ تاریخ ہے۔ آپ عدالت کو حکم دیں کہ وہ اگلے مہینے کی چار تاریخ تک ان کی سزا ملتوی رکھے اگر میں اس مدت کے اندر اندر کامیابی کے ساتھ واپس نہ آؤں تو عدالت کو یہ حق ہے کہ میری لڑکیوں کو اگلے مہینے کی چار تاریخ کو غروب آفتاب کے وقت سزا دے دے۔ میری غیر حاضری کا مطلب یہ ہوگا کہ میں زندہ نہیں ہوں" اور دوسری دنیا میں اپنی بیٹیوں کا انتظار کر رہا ہوں!"

فرڈیننڈ نے کہا: "میں آج ہی اپنی ہدایات لوشہ کے گورنر کو بھیج دوں گا۔ لیکن اس سے پیشتر تمہیں یہ بتانا ہوگا کہ تمہاری کامیابی کے امکانات کیا ہیں؟"

البوداؤد نے جواب دیا: "بدر بن مغیرہ میری بڑی لڑکی ربیعہ کے ساتھ شادی کرنا چاہتا ہے اگر وہ زندہ ہے اور میں اسے یہ یقین دلانے میں کامیاب ہوگیا کہ بادشاہ سلامت تمہاری گذشتہ خطائیں معاف کر دیں گے تو ربیعہ کی خاطر وہ میرے ساتھ آنے پر تیار ہو جائے گا۔

ملکہ اور بادشاہ اس بات پر یقین کرنے کیلئے تیار نہ تھے۔ لیکن البوداؤد نے سرحدی قلعہ میں اپنے قیام اور اس کے بعد الحمراء میں بدر بن مغیرہ کی آمد کے واقعات ضروری رد و بدل کے ساتھ بیان کئے تو انہیں کسی حد تک یقین آگیا۔

"بادشاہ نے کہا۔ اگر وہ زندہ نہ ہوا تو۔"

ابوداؤد نے جواب دیا "اگر زندہ نہ ہوا تو آپ یہ سنیں گے کہ اس کا جانشین مارا جا چکا ہے۔ اور یا آپ یہ دیکھیں گے کہ ان کا با اثر گروہ آپ کی طرف صلح کا ہاتھ بڑھا رہا ہے"

فرڈیننڈ نے کہا "میں دونوں صورتوں میں تمہاری لڑکیوں کی جان بچانے کا وعدہ کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ میں تمہیں اپنی طرف سے بڑے سے بڑے انعام کا مستحق سمجھوں گا لیکن اگر تم اس مہم میں کامیاب نہ ہوئے تو لڑکیوں کو یقیناً سزا دی جائے گی تمہیں چاند کی تاریخ سے کم از کم دو دن پہلے میرے پاس پہنچ جانا چاہیئے تاکہ میں بر وقت لوشہ کے حاکم کو عدالت کے حکم کی تعمیل سے منع کر سکوں"

ابوداؤد نے جواب دیا "ممکن ہے کہ میں دو ہفتوں کے اندر ہی اندر پہنچ جاؤں۔ اگر میں کسی وجہ سے رک بھی گیا تو بھی اس مہینے کے اختتام پر پہلے آپ کو اپنی کارگزاری سے مطلع کروں گا۔ اگر ضرورت ہوئی تو میں شاید مزید مہلت مانگوں مجھے یقین ہے کہ جہاں پناہ ایسی صورت میں مجھے چند دنوں کی مہلت ضرور دیں گے لیکن اگر اس مہینے کی آخری تاریخ تک حضور کی خدمت میں میری طرف سے کوئی پیغام نہ آئے تو حضور سمجھ لیں کہ یہ غلام آپ پر نثار ہو چکا ہے۔

فرڈیننڈ نے کہا "تمہاری درخواست آنے پر ہم چند دن کی اور مہلت دے سکیں گے"

ابوداؤد آگے بڑھا اور دوزانو ہو کر فرڈیننڈ کے دامن کو بوسہ دینے کے بعد بولا "عالیجاہ! میری کامیابی کے لئے دعا کریں" پھر وہ ملکہ کی طرف متوجہ ہوا۔ ملکہ نے اس کی طرف ہاتھ بڑھا دیا۔ اس نے پھر ایک بار گھٹنے ٹیکتے ہوئے ملکہ کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ اور اٹھتے ہوئے بولا "ملکہ عالیہ! میں جانتا ہوں کہ ابوعبد اللہ آپ کا عزیز ہے

مجھے اس کی موت کا افسوس ہے امید ہے کہ آپ کا غلام یہ خدمت سرانجام دینے کے بعد پھر اپنے کو اسی نظر کرم کا مستحق ثابت کر سکے گا!

ملکہ نے کہا! میں اس مہم میں تمہاری کامیابی کو رائیکل کے قتل کی تلافی سمجھوں گی۔ عقب سے قبائلیوں کے اکا دکا حملے ہمیں بہت پریشان کر رہے ہیں!

تھوڑی دیر کے بعد ابوداؤد ایک تیز رفتار گھوڑے پر عقاب کی وادی کا رخ کر رہا تھا۔ اسے ایک طرف الحمراء کی شاندار عمارتیں، اور دوسری طرف فرڈیننڈ کی فوج کے خیموں کی قطاریں دکھائی دے رہی تھیں۔ ایک ٹیلے پر چڑھ کر دیکھتا رہا پھر بولا الحمراء تیری چار دیواری سے بڑے بڑے بادشاہوں کے جنازے نکلے ہیں۔ میری طرف دیکھ۔ میں کسی کی امنگوں کا جنازہ ہوں میری بے بسی کسی کے حسین سپنوں کی تعبیر ہے۔ ابوداؤد نے فرڈیننڈ کی افواج کے خیموں کی طرف دیکھا، اور اپنے دل میں کہا۔ مورخ یہ کہیں گے کہ غرناطہ کی افواج فرڈیننڈ نے فتح کیا تھا۔ تاریخ میں یہ لکھا جائے گا کہ فرڈیننڈ کی افواج غرناطہ کی افواج سے طاقتور تھیں۔ کاش! میں جانے سے پہلے الحمراء کے ہر پتھر پر یہ لکھ سکتا، کہ اگر ابوداؤد نہ ہوتا۔ تو مورخ فرڈیننڈ کو غرناطہ کے فاتح کی حیثیت سے یاد نہیں کرتے غرناطہ کا آسمان تو گواہ ہے کہ کسی قوم کو دشمن کے فرڈیننڈ تباہ نہیں کرتے بلکہ اسکے اپنے ابوداؤد اسے موت کے گھاٹ اتارتے ہیں۔ الحمراء خدا حافظ! غرناطہ الوداع!!

(۳۱)

عشاء کی نماز سے تھوڑی دیر بعد بدر بن مغیرہ اپنے پہاڑی قلعے کے ایک کمرے میں بشیر بن حسن، منصور بن احمد اور چند چیدہ چیدہ سالاروں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ ایک دن قبل اس کی فوج سرحد پر کامیاب حملہ کرنے کے بعد واپس آئی تھی، اور ایک تازہ حملے کی تفصیلات طے ہو رہی تھیں۔

ایک سپاہی نے کمرے میں داخل ہو کر ادب سے سلام کرنے کے بعد کہا۔
" سرحد سے چار سپاہی ایک آدمی کو گرفتار کر کے لائے ہیں ان کا خیال ہے کہ وہ کوئی جاسوس ہے۔ سپاہی یہ کہتے ہیں کہ سرحد کے سالار کے سامنے اس نے بیان دینے سے انکار کر دیا تھا۔ اس کا مطالبہ ہے کہ سالار اعظم کے سامنے پیش کیا جائے۔"

بدر بن مغیرہ نے کہا "اسے سردست قید میں رکھو اور صبح میرے سامنے پیش کر دو۔"

سپاہی نے کہا "لیکن وہ ابھی آپ سے ملنے پر مصر ہے۔ وہ یہ کہتا ہے کہ میں ایک اہم خبر لے کر آیا ہوں۔"

"اس کا نام کیا ہے؟"

"وہ اپنا نام بتانے سے بھی انکار کرتا ہے۔ وہ یہ کہتا ہے اگر سالار اعظم مجھ سے نہ مل سکیں، تو مجھے بشیر بن حسن کے سامنے پیش کیا جائے۔"

بدر بن مغیرہ نے کچھ سوچ کر کہا "وہ کون ہو سکتا ہے بلاؤ اسے۔"

تھوڑی دیر کے بعد سپاہی ابوداؤد کو کمرے میں لے آئے۔ بدر اور اسکے ساتھی تھوڑی دیر کے لئے غصے کی بجائے حیرت اور پریشانی کی حالت میں اسکی طرف دیکھتے رہے۔ ابوداؤد کو اب تک یہ یقین نہ تھا کہ بدر بن مغیرہ واقعی زندہ ہے وہ سہمی ہوئی نگاہوں سے اس کی طرف چند بار دیکھنے کے بعد بولا "آپ مجھے یہاں دیکھ کر حیران ہونگے لیکن مجھے آنا پڑا۔"

بدر بن مغیرہ نے کہا "کیا تم نے اپنی جرأت کا مظاہرہ کرنے میں زیادتی سے کام نہیں لیا؟"

"میں جانتا ہوں کہ میں بدترین سزا کا مستحق ہوں۔ لیکن جو سزا میں نے خود

اپنے لئے تجویز کی ہے۔ وہ شاید آپ بھی میرے لئے تجویز نہ کریں لیکن اس سے پہلے میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"

"تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ فرڈیننڈ کی فوج بہت زیادہ ہے اس لئے ہم ہتھیار ڈال دیں۔"

"نہیں میں آپ کو یہ بتانے آیا ہوں کہ لوشہ کی عدالت ربیعہ اور انجلا کو زندہ جلانے کی سزا دے چکی ہے۔ اور آپ اگر چاہیں تو انہیں بچا سکتے ہیں۔"

بدر بن مغیرہ اور بشیر بن حسن کبھی ایک دوسرے کی طرف اور کبھی البوداؤد کی طرف دیکھ رہے تھے۔ انکی نگاہیں یہ کہہ رہی تھیں کہ ابوداؤد جھوٹ کہتا ہے۔ اس کیا کوئی نیا ہتھکنڈا لیکر آیا ہے لیکن ان کے دلوں کی دھڑکنیں یہ کہہ رہی تھیں کہ اگر یہ خبر درست ہوئی تو؟۔ البوداؤد انکی نگاہ میں دنیا کا ایک ذلیل ترین انسان تھا لیکن اس یقین کے باوجود کہ یہ سب جھوٹ ہوگا۔ ربیعہ اور انجلا کے زندہ جلائے جانے کا تصور اضطراب اور پریشانی کی انتہا تک پہونچا دینے کے لئے کافی تھا۔

البوداؤد نے پھر کہا "میں جانتا ہوں کہ آپ کو مجھ پر یقین نہیں آئیگا۔ آپ مجھے جھوٹا، فریبی، دغاباز اور منافق سمجھتے ہیں حق بجانب ہیں۔ لیکن آپ اور بشیر جس قدر مجھے جانتے ہیں، اس سے کہیں زیادہ ربیعہ اور انجلا کو جانتے ہیں۔ ربیعہ مسلمان ہے اور انجلا مسلمان ہو چکی ہے۔ آپ یہ جانتے ہیں کہ ان کے دلوں میں نسوانی حیا اور غیرت ہے میں آپ کو یہ بتانے آیا ہوں کہ فرڈیننڈ کے ایک نائٹ نے ان کی عزت پر حملہ کیا تھا اور انھوں نے اس نائٹ کو قتل کر دیا ہے۔ عدالت نے قتل کے جرم میں ربیعہ پر مقدمہ چلایا تھا اور اسے موت کی سزا دی گئی لیکن فیصلے کے دن انجلا نے اچانک عدالت میں پہونچ کر یہ بیان دیدیا کہ فرڈیننڈ کے

نائٹ کے قتل کی اصلی مجرم وہ ہے۔ اس نے اپنے بیان میں یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ وہ مسلمان ہو چکی ہے۔ اس کے علاوہ اس نے عدالت اور کلیسا کی توہین کی ہے اور حکومت کے متعلق اسکی تقریر نہایت باغیانہ تھی۔ عدالت نے ربیعہ کو جادوگرنی اور حکومت اور کلیسا کی دشمن قرار دیا ہے اور انجیلا پر حکومت کے خلاف بغاوت، اور اپنے مذہب سے گمراہی اور کلیسا اور عدالت کی توہین کے جرائم عائد کئے ہیں اور رفرڈینڈ کے نائٹ جان بائیکل کے قتل کا جرم بھی ان دونوں پر عائد کیا ہے اب انہیں زندہ جلانے کی سزا دی جا چکی ہے۔

بدر بن مغیرہ نے سوال کیا "کب؟"

ابوداؤد نے پریشان سا ہو کر جواب دیا "اس سوال کا جواب دینے کے لئے میں مناسب موقع کا منتظر تھا"۔

بدر بن مغیرہ نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "بشیر اور منصور کے سوا باقی سب جا سکتے ہیں"۔

جب وہ کمرے سے باہر نکل گئے۔ تو بدر نے کہا "ابوداؤد! ایک مومن کو ایک ہی ڈنک سے دوبارہ نہیں ڈسا جا سکتا۔ اگر لوشتہ کا شہر آسمان پر نہیں تو میری بات پر یقین کرو کہ میرے آدمی ایک ہفتہ کے اندر اندر اس واقعہ کی چھان بین کر لیں گے۔ اور یہ میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ اگر تم مجھے دھوکا دینے کی نیت سے آئے ہو تو تمہیں اپنے انجام سے بے پرواہ نہیں ہونا چاہیئے"۔

ابوداؤد نے جواب دیا "میں آپ کو یہ مشورہ نہیں دونگا کہ آپ کو کیا کرنا چاہیئے میرے گزشتہ اعمال نامے کے پیش نظر آپ میری ہر بات پر شک کرنے میں حق بجانب ہیں۔ آپ یہ سوچ رہے ہوں گے کہ اس دفعہ میں نے الحمراء کے بجائے آپ کے لئے لوشتہ میں ایک پھندا تیار کیا ہے۔ لیکن میں طلوع آفتاب سے پہلے یہ

ثابت کر سکوں گا، کہ ربیعہ اور انجلا کے متعلق میں نے جو کچھ کہا ہے، وہ صحیح ہے،
مجھے آپ صبح تک اپنی قید میں رکھیں۔ صبح تک میں اپنا تحریری بیان آپ کے سامنے
پیش کر دوں گا۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ مجھے قید میں لکھنے کی اجازت دی جائے!
بشیر نے کہا! تم ہمارے لئے ایک معمہ بننے کی کوشش نہ کرو۔ اگر تمہاری زبان
کا جادو ٹوٹ چکا ہے، تو تمہاری تحریر بھی ہمیں بیوقوف نہیں بنا سکے گی۔ ہم لوشہ
سے تمہاری ہر بات کی تصدیق کریں گے۔ تم نے بدر کے سوال کا جواب نہیں دیا۔
انہیں کب سزا دی جائے گی؟"

"انہیں اگلے چاند کی چار تاریخ کو غروب آفتاب کے وقت زندہ جلایا
جائے گا۔"

منصور نے کہا! تم یہ چاہتے ہو کہ ہم اس دن لوشہ پر حملہ کریں ہم فرڈیننڈ
کی یہ خواہش بھی پوری کر دیتے لیکن افسوس یہ ہے کہ لوشہ ہم سے ذرا دور ہے
تم لوگوں نے فوجی معاملات میں ہماری ذہانت کا غلط اندازہ لگایا ہے اگر سرحد کے
آس پاس کسی شہر میں فریب کا جال بچھایا تو ممکن تھا کہ ہم اس کی خواہش
کا احترام کرنے پر مجبور ہو جاتے۔ اب اگر ہم دھوکا کھانے کے لئے تیار نہیں
تو تمہیں اس شخص کی حماقت کا ماتم کرنا چاہئیے جس نے جال بچھاتے وقت
یہ نہیں سوچا کہ یہ شاہین جنہیں وہ پھانسنا چاہتا ہے بینائی سے محروم
نہیں ہیں!"

بدر نے کہا! ابو داؤد! اگر میں یہ فرض بھی کر لوں کہ عدالت ربیعہ اور انجلا
کو سزا دے چکی ہے تو تمہیں جانتے ہوئے میں اس بات پر کیونکر یقین کر سکتا ہوں
کہ ہمیں لوشہ پر حملہ کرنے کیلئے ترغیب دینے کیلئے جو سازش کی گئی ہے۔ اسمیں تم
نے عدالت اور حکومت کیساتھ تعاون نہیں کیا۔ میں یہ کیوں نہ سوچوں یہ سب

ایک کھیل ہے۔ حکومت نے تمہاری مرضی سے انہیں گرفتار کیا ہے۔ اور عدالت نے تمہاری مرضی سے ان پر مقدمہ چلایا ہے اور لوشہ میں اگلے چاند کی چار تاریخ تک ہماری راہ دیکھی جائے گی۔ ہو سکتا ہے کہ اس دن ایک فرضی چتا بھی تیار کی جائے اور تم اپنی لڑکیوں کو چتا کے سامنے کھڑا کرتے ہوئے بھی شرم محسوس نہ کرو۔ لیکن ہماری آمد سے مایوس ہو کر تم فریب کا یہ جال سمیٹنے پر مجبور ہو جاؤ گے۔ کاش! تم میں تھوڑی بہت انسانیت ہوتی۔ اور تم ذلت کے چند ٹکڑوں کے لئے اپنی لڑکیوں کو لوشہ کے باشندوں کے سامنے سامان تضحیک نہ بناتے یاد رکھو! اگلے چاند کی چار تاریخ کو میرے آدمی لوشہ میں موجود ہوں گے وہ اس کھیل کے اختتام تک وہاں رہیں گے۔ اور جب مجھے یہ اطلاع ملے گی۔ کہ ربیعہ اور انیجلا کو دکھاوے کی چتا سے نکال کر گھر پہونچا دی گئی ہیں، تو تمہیں پھانسی دی جائے گی۔ اس وقت تک تم میری قید میں ہو۔ تم اس نئے جرم کے بغیر بھی بدترین سزا کے مستحق ہو لیکن میں تمہیں اس شرط پر چھوڑنے کے لئے تیار ہوں کہ تم مجھے اس سازش کی تمام تفصیلات بتا دو مجھے یہ گوارہ نہیں کہ لوشہ کے عوام تمہاری لڑکیوں کا تماشہ دیکھیں۔"

ابو داؤد نے جواب دیا۔ "موجودہ حالات میں میں اپنی جان کی کوئی قیمت سمجھتا تو یہاں نہ آتا۔ میں نے اپنی تحریر پیش کرنے کیلئے صبح تک مہلت مانگی ہے سردست میں جو کچھ کہہ چکا ہوں اسے کافی سمجھتا ہوں۔"

بدر نے کہا۔ "میں تمہاری درخواست رد نہیں کرتا مجھے یقین ہے کہ تمہاری تحریر تمہاری زبان سے زیادہ موثر نہیں ہوگی۔"

بدر بن مغیرہ نے تالی بجائی۔ ایک سپاہی اندر داخل ہوا۔ بدر نے کہا۔

"اسے لے جاؤ۔ اور کسی محفوظ کمرے میں اس کے قیام کا انتظام کرو۔ اسکے کھانے پینے اور آرام کا خیال رکھو۔ اسے لکھنے کی سہولت مہیا کی جائے۔ لیکن اس کی نگرانی میں کوئی کوتاہی نہ ہو۔"

یہ کہہ کر بدر، ابوداؤد کی طرف متوجہ ہوا اور بولا، "تمہیں بھی میں یہ ہدایت کرتا ہوں کہ یہاں سے بھاگنے کی کوشش بے سود ہوگی۔"

ابوداؤد کوئی جواب دیئے بغیر سپاہی کے ساتھ باہر نکل گیا دروازے پر چار سپاہی جو ننگی تلواریں لئے کھڑے تھے ان کے ساتھ ہو لئے۔

تھوڑی دیر کے لئے بدر، بشیر اور منصور خاموشی کے ساتھ ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے۔ بدر اضطراب کی حالت میں اٹھا اور دریچے کے سامنے کھڑا ہو کر باہر جھانکنے لگا، کیا یہ ممکن ہے؟ کیا یہ ہو سکتا ہے؟ وہ اپنے دل سے پوچھ رہا تھا اپنے ضمیر کو ہزاروں تسلیاں دینے کے باوجود جاتی ہوئی چتا میں ربیعہ کے تصور سے کپکپا اٹھا اس کے دل کی دھڑکنیں یہ کہہ رہی تھیں ربیعہ سے یہ بعید نہیں ربیعہ اپنی عصمت کی حفاظت کیلئے جان پر کھیل سکتی ہے۔ اس سے یہ بعید نہیں کہ اس نے کسی نائٹ کو قتل کر دیا ہو۔ اسے اسلام سے محبت ہے وہ اپنے دل میں بڑی سے بڑی عدالت کے سامنے حق کی آواز بلند کرنے کی جرأت رکھتی ہے لیکن نہیں نہیں ابوداؤد مکار ہے۔ یہ سب فریب ہے۔"

منصور اٹھ کر بدر کے قریب پہنچا اور اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا، "اگر یہ خبر درست ہے تو تمہیں اس بات کا یقین ہونا چاہیئے کہ لوشہ کی کوئی دیوار ہمارا راستہ نہیں روک سکے گی۔"

بدر بن مغیرہ نے اچانک مڑ کر اس کی طرف دیکھا اور کہا، "لوشہ میں دو لڑکیوں کی جان غرناطہ کی لاکھوں لڑکیوں سے زیادہ قیمتی ہیں۔ ان مجاہدوں

نے ساری قوم کا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھایا ہے میں اپنے حصہ کا بوجھ ان پر نہیں ڈالونگا۔ یہ معاملہ فقط میری اور بشیر کی ذات تک محدود رہے گا۔"

دونوں نے بشیر کی طرف دیکھا۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے تاثرات کا اندازہ کرنا مشکل تھا اس کے چہرے پر اس طوفان کا کوئی اثر نہ تھا جو اس کے دل کی اتھاہ گہرائیوں میں کروٹیں لے رہے تھے بظاہر وہ ایک چٹان کیطرح کھڑا رہا۔ اور پھر یہ کہنے کے بعد باہر نکل گیا کہ "میں زخمیوں کو دیکھنے جا رہا ہوں۔"

کچھ دیر خلیفہ کی طرف دیکھنے کے بعد منصور نے کہا۔ "اگر ابو داؤد نے آپ کو اس بات کا قائل کر دیا ہے کہ اس کی اطلاع صحیح ہے تو میں آپ کو یہ تسلیم کرنے پر مجبور کر سکتا ہوں کہ لوشنہ پر ہمارا حملہ نہایت اہم نتائج پیدا کرے گا۔ اسوقت بھی ہمارے سامنے یہی مسئلہ ہے کہ فرڈیننڈ کی توجہ دو محاذوں پر مبذول کی جائے۔

(۴)

اگلی صبح بدر، بشیر، منصور اور چند اور افسر ناشتہ کر رہے تھے۔ کہ ایک سپاہی گھبرایا ہوا کمرے میں داخل ہوا اور اس نے اطلاع دی کہ ابو داؤد اپنے بستر کی بجائے فرش پر بیہوش پڑا ہے۔ یہ لوگ بھاگتے ہوئے اسکے کمرے میں داخل ہوئے۔

ابو داؤد منہ کے بل فرش پر پڑا ہوا تھا۔ بشیر بن حسن نے اس کی نبض پر ہاتھ رکھنے کے بعد اسے جلدی سے پیٹھ کے بل لٹا دیا اور اسکی آنکھیں کھول کر دیکھتے ہوئے کہا۔ "یہ مر چکا ہے۔ میرے خیال میں یہ زہر کھا چکا ہے۔"

کمرے کے ایک کونے میں چھوٹی سی میز پر قلم دوات اور چند کاغذات پڑے ہوئے تھے۔ بدر بن مغیرہ نے اوپر کے چند اوراق جن پر ابو داؤد کی تحریر تھی، اٹھا لئے۔ سپاہیوں نے بشیر کے اشارے سے ابو داؤد کو اٹھا کر بستر پر لٹا دیا۔

بشیر بن حسن نے اس کی تلاشی لینے کے بعد اس کی جیب سے چاندی کی ایک

چھوٹی سی ڈبیا برآمد کی۔ اور اسے کھول کر دیکھنے کے بعد کہا ”اس نے وہ زہر کھایا ہے جس کا تریاق آج تک معلوم نہ ہو سکا۔

قلعے کے باقی سپاہی بھی جوق در جوق اس کمرے کے دروازے پر جمع ہو رہے تھے۔ بدر نے بشیر اور منصور کے سوا سب کو کمرے سے نکلنے کا حکم دے کر دروازہ بند کرتے ہوئے کہا ”بشیر ہم غلطی پر تھے۔ یہ اس کا خط ہے پڑھو!“

بشیر نے بے پروائی کے ساتھ کاغذ کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ لیکن چند فقرے پڑھنے کے بعد اس کی ساری توجہ اس تحریر پر مرکوز ہو چکی تھی۔

بدر نے کہا ”بشیر اونچی آواز میں پڑھو میں نے صرف چند سطریں دیکھی ہیں۔“ بشیر نے چونک کر اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا اور بلند آواز میں پڑھنا شروع کر دیا۔ بدر بن مغیرہ کے نام ابوداؤد کے آخری مکتوب کا مضمون یہ تھا:۔

”میرا مکتوب آپکو اس وقت ملے گا جب میں اس دنیا میں نہیں ہونگا اس دلیل موت کے بغیر میرے لئے آپ کو یہ یقین دلانا مشکل تھا کہ ربیعہ اور اینجلا کے متعلق میری اطلاع صحیح ہے اور میں اس کے لئے تیار ہو کر آیا تھا۔ میری موت کے ساتھ وہ ذلیل خواہشات اور ناپاک ارادے ختم ہو جائیں گے جن کے باعث میں آپ کی نگاہ میں ایک ملت فروش اور ایک غدار تھا حقیقت یہ ہے کہ ابوداؤد جس نے غرناطہ کی حکمرانی کا خواب دیکھا تھا جس نے اپنی قوم کی لاشوں پر اپنے لئے محل تعمیر کرنے کی خواہش کی تھی۔ آج سے چند دن پہلے مر چکا تھا وہ اس وقت اپنا گلا گھونٹنے پر مجبور ہو گیا تھا، جب فرڈیننڈ نے اس کی لڑکیوں کیلئے رحم کی درخواست ٹھکرا دی تھی اور وہ ابوداؤد جس کی لاش آپکے سامنے پڑی ہوئی ہے۔ گزشتہ شب صرف ایک باپ کی حیثیت میں آپکے سامنے پیش ہوا تھا۔ اس کے سامنے اپنی دو لڑکیوں کی جان بچانے کا مسئلہ تھا اسلئے میری

دوسری موت ایک باپ کی موت ہے اور مرنے سے پہلے جو کچھ لکھ رہا ہوں، ربیعہ اور انیجلا کے باپ کی حیثیت میں لکھ رہا ہوں میں اپنے سامنے زہر کی ڈبیا رکھ کر یہ خط لکھ رہا ہوں، اور اس صورت میں جب کہ مجھے جھوٹ کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ میں سچ کہنے میں ایک تسکین محسوس کرتا ہوں۔

تم میرے متعلق صرف یہ جانتے ہو کہ میں نے تمہیں الحمراء میں بلا کر قتل کروانے کی سازش کی، اور میں نے ابوعبداللہ کو غداری پر آمادہ کیا۔ لیکن میرے جرائم بہت زیادہ ہیں۔ میں تمہارے باپ کا قاتل ہوں۔ اسے میں نے خط لکھ کر طلیطلہ میں آنے کی دعوت دی تھی۔ پہلی بار جب میں تمہارے پاس ایک مہمان کی حیثیت میں آیا تھا۔ میں فرڈیننڈ کا جاسوس تھا اور رات کے وقت تمہارے قلعے پر دشمن کا حملہ میری ترغیب پر تھا۔ الحمراء میں موسیٰ کو میں نے گرفتار کروا یا تھا۔ ابوعبداللہ کو ملت فروشی پر میں نے آمادہ کیا تھا۔ غرناطہ میں جہاد کے خلاف تبلیغ کرنے کے لئے اندلس کے جن مسلمان جاسوسوں کو بھیجا گیا ہے۔ ان کی تربیت میں نے کی ہے۔ تم نے مجھ سے سوال کیا تھا کہ انیجلا اور ربیعہ کو کب سزا دی جائے گی، اور میں یہ بتا چکا ہوں کہ انہیں اگلے چاند کی چار تاریخ کو زندہ جلایا جائے گا۔ تم اس بات پر حیران ہو گے کہ عدالت نے انہیں اتنی مہلت کیوں دی ہے۔ رات کے وقت اگر میں آپ کے سامنے اس کی وجہ بیان کرتا تو میرے متعلق آپ کے شکوک اور زیادہ ہو جاتے۔ مجھے ایک ماہ کی مہلت حاصل کرنے کیلئے فرڈیننڈ کے ساتھ یہ وعدہ کرنا پڑا کہ اگر بدر بن مغیرہ زندہ ہے تو میں اس عرصہ میں کسی نہ کسی بہانے سے اسے آپ کے سامنے پیش کر دونگا۔ میں نے اس سے مجاہدین کی صف میں انتشار ڈالنے کا وعدہ بھی کیا۔ اس کے عوض فرڈیننڈ نے میرے ساتھ ربیعہ اور انیجلا کی جان بچانے کا وعدہ کیا تھا۔

سیاست داں ابوداؤد شاید کسی حالت میں بھی اپنے ان جرائم کا اقبال نہ کرتا لیکن انجیلا اور ربیعہ کے باپ کو اپنی بیٹیوں کی بھلائی اس بات میں نظر آتی ہے کہ وہ مرنے سے پہلے اپنے چہرے کے تمام نقاب الٹ دے۔ میرے بعد اگر آپ کی کسی تدبیر سے ان لڑکیوں کی جان بچ جائے تو میں ربیعہ بہیں اور انجیلا بشیر بن حسن کو سونپتا ہوں میں ایک مدت سے جانتا تھا کہ وہ تم دونوں کو اپنے رفیق اور محافظ منتخب کر چکی ہیں۔ لیکن میری زندگی کے مقاصد میں ان کی خواہشات کے احترام کی گنجائش نہ تھی۔ میں نے ایک باپ کی نظر سے انہیں صرف اس وقت دیکھا جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ میری غیر حاضری میں لوشہ کی عدالت انہیں موت کی سزا دے چکی ہے میں انکی جان بچانے کیلئے آپ سے التجا کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ تم جانتے ہو، کہ میرے ساتھ ربیعہ اور انجیلا کا رشتہ صرف خون کا رشتہ تھا، اور میری موت کے بعد یہ رشتہ ختم ہو جائے گا۔ میں ان کا انجام نہیں دیکھوں گا۔ چنانچہ ان کی چیخیں میرے کانوں تک نہیں پہونچ سکیں گی۔ اگر میں زندہ بھی رہتا تو بھی انہیں مرتے وقت اس بات کا ملال نہ ہوتا کہ وہ اپنے باپ سے جدا ہو رہی ہیں۔ انہیں میری دنیا سے کوئی دلچسپی نہیں۔ انہیں صرف اس دنیا سے دلچسپی ہے جس میں تم اور بشیر سانس لیتے ہو۔ انہیں میرے ہوائی قلعوں سے کوئی انس نہیں۔ انہیں لوشہ کے گورنر کے محل کو ہمیشہ کیلئے خیرباد کہنے کا کوئی افسوس نہ ہوگا۔ جلتی ہوئی چتا کے سامنے کھڑی ہو کر صرف اس وادی کا تصور کریں گی جس میں انہوں نے اپنی بھٹکی ہوئی ارواح کیلئے گوشۂ عافیت تلاش کیا تھا۔ وہ افق کی طرف دیکھ کر یہ کہیں گی، بدر! اور بشیر! تم کہاں ہو؟۔

تم نے زندگی کے جس سمندر کی گہرائیوں میں ایک دوسرے کو تلاش کیا

ہے میری نگاہ اس کی تہہ تک نہیں پہونچ سکتی۔ میں صرف یہ جانتا ہوں کہ انہوں نے فقط تمہاری وجہ سے اس سمندر میں غوطہ لگایا ہے اب اگر ان کی زندگی کے چراغ بجھنے والے ہیں۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ تم نے ان میں طوفان کے ساتھ کھیلنے کی خواہش پیدا کی وہ غیرت جس نے ربیعہ یا انجلا کو جان مائیکل کے قتل پر آمادہ کیا۔ دراصل تمہاری اور بشیر کی عطا کردہ تھی۔ وہ حوصلہ جس نے ایک لڑکی کے کمزور ہاتھوں کو مہر خنجر کا استعمال سکھا دیا، تم نے دیا تھا۔ وہ زبان جس نے عدالت میں باغیانہ تقریر کی تمہارے خیالات کی، ترجمانی ہے میں ربیعہ اور انجلا کو قید میں نہیں دیکھ سکا لیکن ایک شخص جس نے انہیں دیکھا ہے۔ مجھے یہ بتا چکا ہے۔ کہ انہیں اپنے کیے کا ذرا بھی ملال نہیں ان کا ایمان یہ ہے کہ خدا کو اگر ان کا زندہ رہنا منظور ہے۔ تو وہ چتا کی آگ کو گلزار بنانے پر قادر ہے۔ بیدار اور بشیر! تم مجھ سے بہتر جانتے ہو کہ انکے دلوں میں یہ ایمان کس نے پیدا کیا۔؟

اگر تم ان سب باتوں کی ذمہ داری اپنے سر لینے سے انکار نہیں کرتے تو میں یہ کہوں گا کہ ربیعہ اور انجلا کا معاملہ تمہارا اور بشیر کا معاملہ ہے اور مجھے ان کے متعلق پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ تم پر انکی جان بچانے کا فرض عائد کر کے میں اپنے فرض سے سبکدوش ہوتا ہوں۔ میں تمہیں یہ نہیں بتا سکتا کہ تم کس طریقے سے ان کی جان بچا سکتے ہو یہ سوچنا تمہارا کام ہے۔

میں سپین کے مستقبل کے متعلق کچھ کہنا چاہتا۔ وقت نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ میں آج تک جو کچھ کیا ہے اور جو کچھ سوچا ہے وہ غلط تھا میں نے اپنے لئے پھول منتخب کئے، اور اپنی قوم کیلئے کانٹے بچھائے لیکن میرے حصے کے پھول فرڈیننڈ کے دامن کی زینت بن گئے۔ میرے ہاتھ اور پاؤں کانٹوں سے زخمی

ہیں اور قوم کا انجام مجھے معلوم نہیں ، میری سیاست ختم ہو چکی ہے میں ذلت اور نامرادی کی موت مر رہا ہوں۔ آپ میری خودکشی کو قابل نفرت سمجھیں گے۔ لیکن میں آج اس حقیقت کو سمجھا ہوں کہ دنیا میں عزت کی موت صرف ان لوگوں کے لئے ہے جو عزت کی زندگی کا راستہ منتخب کرتے ہیں۔

اپنی بیوی کے متعلق میں نے کچھ نہیں کہا۔ میں اسے قابل ذکر نہیں سمجھتا اس نے انجلا کو بچانے کیلئے ربیعہ کے خلاف شہادت دی تھی۔ اگر وہ عدالت کا فیصلہ سننے کے بعد زہر نہ کھا لیتی، تو میں اپنے ہاتھوں سے اس کا گلا گھونٹ ڈالتا۔

اس خط کے اختتام کے ساتھ میں اپنی کتاب زندگی کی آخری سطر لکھ چکا ہوں۔

ابوداؤد

"انجلا اور ربیعہ کا باپ"

آنسو اور مسکراہٹیں

(۱)

غروب آفتاب سے کچھ دیر پہلے لوشہ سے باہر ایک کھلے میدان میں انجلا اور ربیعہ کی چتا کے گرد ہزاروں مرد اور عورتیں جمع ہو رہے تھے، وہ ایک دوسرے کے قریب لکڑی کے کھمبوں سے بندھی ہوئی تھیں۔ چتا کے قریب راہبوں کا ایک گروہ مریم مقدس کی حمد و ثنا کے گیت گا رہا تھا۔ لوگ بیقراری کیساتھ غروب آفتاب کا انتظار کر رہے تھے۔ لوشہ کا گورنر ڈان لوئی اور نیا لشپ بار بار

افق مغرب کی طرف دیکھ رہے تھے۔ لوگوں کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ غروب آفتاب تک فرڈینینڈ کے آخری حکم کا انتظار کیا جائے گا۔ اگر بادشاہ کا ایلچی کوئی نیا حکم لیکر نہ آیا تو چتا کو آگ لگا دی جائے گی۔ دو سپاہی چتا کے قریب جلتی ہوئی مشعلیں لئے ہوئے کھڑے تھے۔

ربیعہ اور اینجلا کو اپنے انجام کے متعلق کوئی شبہ نہ تھا۔ انہیں چتا کو آگ لگانے میں تاخیر کی وجہ معلوم نہ تھی۔

اینجلا نے کہا "ربیعہ! میں موت سے بہت ڈرتی تھی لیکن اب میں یہ محسوس کر رہی ہوں کہ موت اتنی بھیانک شے نہیں۔ لیکن انتظار میرے لئے بہت صبر آزما ہے۔ یہ لوگ کس بات کا انتظار کر رہے ہیں؟"

"میں خود حیران ہوں اینجلا۔ سورج غروب ہو رہا ہے شاید . . .

"شاید کیا؟"

"کچھ نہیں اینجلا میں سوچ رہی تھی کہ شاید قدرت نوشتہ کی عدالت کا فیصلہ رد کر چکی ہو۔ دیکھو سورج ڈوب رہا ہے۔"

اینجلا نے کہا "ربیعہ یہ موہوم امیدوں کا سہارا لینے کا وقت نہیں۔"

ربیعہ نے جواب دیا "میں صرف یہ کہہ رہی تھی کہ خدا انسان کا ہر فیصلہ بدلنے پر قادر ہے اور جب آگ کے شعلے میرے قریب آ چکے ہوں گے تو بھی یہی کہوں گی۔"

"ربیعہ! میرا بھی ایمان ہے لیکن اب جنت کے دروازے تک صرف چند قدم باقی ہیں۔ دعا کرو کہ میرے قدم ڈگمگا نہ جائیں۔"

ربیعہ نے کہا "تمہارے قدم نہیں ڈگمگائیں گے اینجلا۔ مجھے تم پر فخر ہے۔ اسلام کی ہر بیٹی تم پر یہ فخر کرے گی۔"

"دعا کرو ربیعہ مجھے سہارا دو"

ربیعہ نے آسمان کی طرف دیکھا اور دعاء کی" اے جزا اور سزا کے مالک! ہمیں استقامت دے۔ تو ہماری بے بسی دیکھ رہا ہے۔ تو ہماری کمزوریوں سے واقف ہے لیکن دوسروں پہ ہماری کمزوری اور بے بسی ظاہر نہ ہو۔ ہماری مظلومیت فقط تیری رحمت کا دروازہ کھٹکھٹائے۔ یہ لوگ ہماری چیخیں نہ سنیں۔"

ربیعہ ابھی دعا کر رہی تھی کہ میدان کے ایک طرف سے پانچ سوار نمودار ہوئے۔ اور لوگ شور مچانے لگے "وہ آگئے!"

لوگوں نے سواروں کے گرد گھیرا ڈال لیا۔ اب چِتا کی طرف کسی کی توجہ نہ تھی سوار قسطلہ کے سپاہیوں کا لباس پہنے ہوئے تھے۔ لوگ ان سے پوچھ رہے تھے "بادشاہ سلامت نے کیا حکم دیا ہے؟ آپ نے اتنی دیر کیوں لگائی؟" لوشنہ کا گورنر اور بشپ ہجوم کو چیرتے ہوئے آگے بڑھے۔ گانے والے راہب بھی اِدھر اُدھر منتشر ہو کر سواروں کے قریب پہنچنے کی کوشش کر رہے تھے۔ لیکن ان میں سے ایک راہب بدستور گاتا ہوا چِتا کے قریب جا کھڑا ہوا۔ دوسرے راہبوں کی طرح اس کا سارا جسم ایک سفید قبا میں چھپا ہوا تھا۔ اسکی آواز سنکر انجیلا اور ربیعہ اس کی طرف متوجہ ہوئیں۔ گاتے گاتے اس نے ربیعہ اور انجیلا کے ذرا اور قریب آتے ہوئے اپنے سر سے بھاری کپڑا کھسکا دیا۔ ایک لمحہ کے لئے ربیعہ اور انجیلا کو اپنی آنکھوں میں یقین نہ آیا۔ وہ مبہوت سی ہو کر اسکی طرف دیکھ رہی تھیں۔ یہ بدر بن مغیرہ تھا۔ اچانک ایک اور راہب اسکے قریب آکھڑا ہوا۔ اس کی آواز سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ زندگی میں پہلی بار گانے کی مشق کر رہا ہے۔ وہ اپنے ساتھی کے سر کے ساتھ سر ملانے کی کوشش کر رہا تھا لیکن کوشش

کے باوجود اس کی آواز کبھی بہت دھیمی اور کبھی بہت بلند ہو رہی تھی۔ یہ بشیر بن حسن تھا۔

سورج کی آخری کرن کے ساتھ ربیعہ اور انجلا اپنے مقدر کے آسمان پر امید کے دو روشن ستارے دیکھ رہی تھیں۔ دل کی دھڑکنیں ذرا کم ہوئیں تو ربیعہ نے ادھر اُدھر دیکھنے کے بعد دبی زبان میں کہا، "تم ہمارے لئے خودکشی نہ کرو خدا کے لئے جاؤ۔"

بدر نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھتے ہوئے اُسے خاموشی کی تلقین کی، اور بشیر کا بازو پکڑ کر اسی طرح گاتا ہوا ہجوم کی طرف چل دیا۔

ڈان لوئی نے سواروں کے گرد شور مچانے والے لوگوں کو بڑی مشکل سے خاموش کرایا، اور سواروں سے مخاطب ہو کر کہا، "تم بہت دیر سے آئے ہم چتا کو آگ لگانے والے تھے۔ کیا حکم لائے ہو۔؟"

ایک سوار نے کہا، "ہم گورنر سے بات کرنا چاہتے ہیں۔"

ڈان لوئی نے برہم ہو کر کہا، "میں گورنر ہوں۔"

سوار نے اطمینان سے کہا، "بادشاہ سلامت نے تمہیں معزول کر دیا ہے تھوڑی دیر میں کاؤنٹ انٹونیو شاہی فرمان لیکر یہاں پہنچ جائے گا۔ ہمیں اس نے حکم دیا ہے کہ ابوداؤد کی لڑکیوں کی سزا ملتوی کی جائے۔ ہم یلغار کر کے یہاں پہنچے ہیں۔ کاؤنٹ انٹونیو تھوڑی دیر میں آجائیں گے۔ اور آپکو بادشاہ کا آخری حکم سنا دیں گے۔"

ڈان لوئی سکتے کے عالم میں کھڑا تھا۔ لوگ مایوسی کی حالت میں کبھی گورنر کبھی بشپ اور کبھی ان سواروں کی طرف دیکھ رہے تھے۔

بالآخر بشپ نے کہا، "بادشاہ کا تحریری حکم ہمارے پاس موجود ہے اور

وہ یہ ہے کہ اگر بادشاہ سلامت نے لوشہ کی عدالت کے فیصلے میں کسی تبدیلی کی ضرورت محسوس کی تو آج کے دن غروب آفتاب سے پہلے ان کا دوسرا تحریری حکم پہونچ جائے گا۔ اور اگر ان کا ایلچی غروب آفتاب سے پہلے نہ پہونچے تو یہ سمجھ لیا جائے کہ بادشاہ سلامت عدالت کے فیصلے کے ساتھ متفق ہیں۔ اب سورج غروب ہو چکا ہے۔ بادشاہ کا ایلچی ہمارے پاس ابھی تک ان کا حکم لے کر نہیں پہونچا۔ اس لئے ڈان لوئی اگر آپ چتا میں آگ لگانے کا حکم دے دے تو وہ اپنا فرض پورا کرے گا۔ اگر تم ایلچی ہو تو بادشاہ سلامت کی تحریر پیش کرو۔ ورنہ کوئی بات ہم سننے کے لئے تیار نہیں۔"

سوار نے جواب دیا "لیکن ایلچی کے ساتھ آئے ہیں۔ اور یہ گورنر معزول ہو چکا ہے۔"

لشپ نے کہا "لیکن جب تک بادشاہ کا حکم انہیں نہیں ملتا۔ انکے اختیارات میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اگر بادشاہ سلامت نے کونٹ انٹونیو کو واقعی کوئی حکم دیکر بھیجا ہے۔ اور وہ یہاں بروقت نہیں پہنچ سکا۔ تو اس کی ذمہ داری اس پر عائد ہو گئی۔ ڈان لوئی اس کے لئے جواب دہ نہیں۔ ڈان لوئی کو فقط شام تک انتظار کرنے کی ہدایت تھی اور اب شام ہو چکی ہے۔

سوار نے جواب دیا "ہمیں اس لئے بھیجا گیا ہے کہ ان لڑکیوں کی حفاظت کریں اور ہم اپنی جان پر کھیل کر بھی یہ فرض پورا کریں گے۔

لشپ اور گورنر پریشان ہو کر عوام کی طرف دیکھ رہے تھے۔ لوگ ان زرہ پوش سپاہیوں کی مداخلت پر خوش نہ تھے۔ بعض آدمیوں نے عوام کو اشتعال دلانے کی کوشش کی۔ لیکن کوئی فرڈیننڈ کے سپاہیوں پر ہاتھ اٹھانے کیلئے تیار نہ ہوا عوام کی اکثریت کو مرعوب پا کر ڈان لوئی نے اپنے ساتھ ہمکلام ہونے والے

سپاہی سے کہا، "میں نہیں جانتا کہ تم کون ہو۔ اور تمہاری اطلاع کہاں تک صحیح ہے۔ میں تھوڑی دیر انتظار کر دوں گا۔ لیکن اگر تمہاری اطلاع غلط ثابت ہوئی۔ تو تمہیں بدترین سزا کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ کونٹ انٹونیو قرطبہ کا گورنر ہے میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اسے یہاں کیسے بھیجا جا رہا ہے۔ اور میں نے وہ کون سی غلطی کی ہے جس کے باعث میں معزول کیا جا رہا ہوں"!

سوار نے جواب دیا، "ممکن ہے کہ بادشاہ سلامت سے ابوداؤد نے آپکی شکایت کی ہو۔ لیکن تھوڑی دیر میں یہ معاملہ صاف ہو جائے گا۔ کونٹ انٹونیو آ ہی رہا ہو گا۔ اتنی دیر ہم چتا کے گرد پہرا دیتے ہیں۔ کونٹ انٹونیو نے یہ خدشہ ظاہر کیا تھا۔ کہ لوگ کہیں اشتعال کی حالت میں قیدیوں کے ساتھ بدسلوکی نہ کریں"!

ڈان لوئی نے جواب دیا، "چتا کے گرد پہرا دینے کے لئے میرے سپاہی کافی ہیں"!

سوار نے کہا، "نہیں چتا کے گرد اتنا بڑا ہجوم دیکھ کر کونٹ انٹونیو ہم پر خفا ہو گا۔ یہ بہتر ہو گا کہ لوگوں کو ذرا دور ہٹا دیا جائے"!

ڈان لوئی بہت تند مزاج آدمی تھا۔ لیکن اپنی معزولی کی اطلاع کے بعد اس میں وہ پہلا سا جوش و خروش نام کا نہ تھا۔ وہ اپنے دل سے بار بار یہی سوال پوچھ رہا تھا کہ اسے معزول کیوں کیا گیا ہے۔ اس سے کیا خطا سرزد ہوئی ہے اسے اپنی شاندار خدمات کا یہ صلہ کیوں دیا جا رہا ہے۔ اس کے خیال میں ملکہ ازابیلا کی سفارش ابوداؤد کے جادو کا توڑ ہو سکتی ہے وہ اڑ کر ملکہ کے پاس پہنچنا چاہتا تھا۔ جب سوار نیزے دکھا دکھا کر عوام کو چتا سے پرے ہٹانے لگے تو گورنر نے مزاحمت نہ کی۔ اور گورنر کے طرزِ عمل میں یہ تبدیلی دیکھ کر بشپ کا غصہ بھی بہت

حد تک ٹھنڈا ہو گیا اب وہ اپنے الفاظ پر نادم تھا۔ اور سپاہیوں کے آگے پیچھے پھر رہا تھا۔ اور ہر ایک سے باری باری یہ کہہ رہا تھا "دیکھئے اگر آپ کونٹ انٹونیو کا تحریری حکم لے آتے تو اتنی باتیں نہ ہوتیں۔ بہر حال اب وہ آتے ہی رہے ہوں گے۔ آپ انہیں کتنی دور چھوڑ آئے تھے۔ کافی دیر ہو گئی۔ اب تو چاند بھی غروب ہو رہا ہے۔ وہ کہیں راستہ نہ بھول گئے ہوں "۔

ادھر ڈان لوئی اب خود ڈانٹ ڈپٹ کر کے لوگوں کو پیچھے ہٹا رہا تھا۔

چوتھی رات کا چاند اپنی منزل کا مختصر سا فاصلہ ختم کر رہا تھا، اور رات کی تاریکی بڑھ رہی تھی، بدر بن مغیرہ اور بشیر بن حسن راہبوں کے لباس میں چتا کے ارد گرد چکر لگا رہے تھے۔ شہر کا کوتوال بھی بڑی ہوشیاری کے ساتھ چتا کے گرد چکر لگا رہا تھا۔ بدر نے بشیر سے کہا "تم اس کی توجہ اپنی طرف مبذول کرو۔ یہ ہوشیار آدمی معلوم ہوتا ہے "۔

بشیر نے آگے بڑھ کر کوتوال سے کہا "یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ آجتک کلیسا کی کسی عدالت کے احکام کی اتنی توہین نہیں ہوئی "۔

مشعل بردار وں کو سوار چتا سے کافی دور ہٹا چکے تھے۔ اس لئے کوتوال اپنے مخاطب کو اچھی طرح دیکھ نہ سکا۔ اس نے سوال کیا "آپ کون ہیں "۔

بشیر نے سنبھل کر جواب دیا "میں طلیطلہ کی خانقاہ کا راہب ہوں "۔

"آپ یہاں کیسے آئے ؟ "

"میں اشبیلیہ جا رہا تھا۔ یہ تماشا دیکھ کر یہاں رک گیا۔ میں طبیب بھی ہوں اشبیلیہ کے بشپ نے مجھے علاج کیلئے بلایا ہے۔ میں آپ سے یہ پوچھتا تھا کہ اگر بادشاہ نے حکم دیا تو اتنے سنگین جرم کے متعلق کلیسا کی عدالت اپنا فیصلہ واپس لے لے گی ؟ "

کوتوال نے جواب دیا " کلیسا کو اپنا فیصلہ واپس لینے کی ضرورت نہیں بادشاہ اپنے حکم سے یہ فیصلہ منسوخ کر دے گا "

" یہ کلیسا کی توہین ہوگی "

" بادشاہ کلیسا کے مفاد کو ہم سے بہتر سمجھتا ہے "

(۲)

جب بشیر بن حسن کوتوال کے ساتھ باتیں کر رہا تھا، بدر بن مغیرہ نے عقب سے ربیعہ کے قریب پہنچ کر اس کے ہاتھوں اور پاؤں کی رسیاں کاٹتے ہوئے آہستہ سے کہا " ربیعہ! گھوڑے پر سواری کر سکو گی ؟ "

ربیعہ رسیوں سے آزاد ہوتے ہی جواب دینے کی بجائے اس کی طرف مڑ کر دیکھنے لگی۔

بدر نے کہا " ابھی نہیں ربیعہ، تھوڑی دیر اسی طرح کھڑی رہو "

ربیعہ اسی طرح کھمبے کے ساتھ لگ کر کھڑی ہو گئی۔

بدر نے پھر کہا " تمہیں آج ساری رات سفر کرنا پڑے گا۔ تم گھوڑے پر سواری کر سکو گی نا ؟ "

ربیعہ نے دھڑکتے ہوئے دل کو قابو میں لانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

" آپ کے ساتھ ؟ "

" ہاں میرے ساتھ "

" آپ کے ساتھ سفر کرتے ہوئے میں راستے کی طوالت کی شکایت نہیں کروں گی "

" انجلا بھی گھوڑے کی سواری جانتی ہے نا ؟ "

" انجلا مجھ سے بہتر سوار ہے "

" بہت اچھا تم تیار رہو "

اس کے بعد بدر نے انجلا کے قریب پہونچ کر اس کی رسیاں کاٹ ڈالیں
اور ایک سوار کے قریب پہونچ کر اس نے کہا ''جلدی کرو۔ مجھے اپنی کمند اتار دو''
سوار نے زین کے ساتھ بندھی ہوئی کمند اتار کر بدر کے ہاتھ میں دیدی۔
اتنی دیر میں کچھ فاصلے پر گھوڑوں کی ٹاپ سنائی دی۔ اور لوگوں کی ساری
توجہ دوسری طرف مبذول ہو گئی۔ بشیر بن حسن نے ادھر ادھر کی باتوں سے کوتوال
کی توجہ ابھی تک اپنی طرف مبذول کر رکھی تھی۔ لیکن گھوڑوں کی ٹاپ سننے کے
بعد کوتوال نے کہا ''مقدس باپ شاید وہ آرہے ہیں۔ مجھے معاف کیجئے لیکن کل جانے
سے پہلے مجھے ضرور ملئے''
بشیر کے جواب کا انتظار کئے بغیر کوتوال بھاگتا ہوا آگے بڑھا بشپ اور
گورنر دونوں ایک سوار سے باتیں کر رہے تھے۔ گورنر کہہ رہا تھا ''مجھے تو ایسا
معلوم ہوتا ہے کہ کونٹ انٹونیو کے ساتھ کوئی فوج آرہی ہے''
سوار نے جواب دیا ''اس کے ساتھ کوئی پچاس آدمی ہوں گے''
بشپ نے کہا ''میں اتنے آدمی ساتھ میں لانے کی وجہ نہیں سمجھا''
بدر بن مغیرہ نے آگے بڑھ کر کہا ''اس کی وجہ میں آپ کو سمجھاتا ہوں آیئے۔
میرے ساتھ!''
بشپ نے پریشان ہو کر کہا ''تم کون ہو؟''
بدر نے کہا ''آپ مجھے نہیں پہچانتے ہو''
بشپ نے کہا ''تاریکی میں میں تمہیں اچھی طرح دیکھ نہیں سکتا اور تمہاری
آواز بھی میرے لئے اجنبی ہے''
بدر نے کہا ''مقدس باپ! پہلے میں آپ سے ایک ضروری بات کر لوں۔
پھر آپ کو کوئی سوال پوچھنے کی ضرورت نہیں رہے گی''

بشپ نے کہا: "لیکن وہ کون سی بات ہے۔ جو تم گورنر ڈان لوئی کیساتھ نہیں کرنا چاہتے"

بدر نے جواب دیا: "ان سے میں بعد میں معذرت کر لوں گا۔ آپ آئیں میں علیحدگی میں آپ کے ساتھ بہت ضروری بات کرنا چاہتا ہوں"

بدر نے بشپ کا بازو پکڑ لیا۔ اور وہ تذبذب اور پریشانی کی حالت میں اس کے ساتھ چل دیا بشیر چند قدم کے فاصلے پر کھڑا تھا۔ بدر کو دیکھ کر وہ قریب آگیا بشپ نے کہا: "وہ لوگ آرہے ہیں۔ جلدی کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔ اور میرا بازو چھوڑ دو!"

بدر نے اس کا بازو اپنے ہاتھ کی آہنی گرفت میں بھینچتے ہوئے کہا۔ "خاموش رہو"

ایک لمحہ کے لئے بشپ کے اوسان خطا ہو گئے۔ بدر نے بشیر سے کہا۔ "اسے لے جاؤ۔ یہ رسی بھی لو۔ اس میں آدھی گورنر کے لئے رکھ لینا۔ میں اسے ابھی لاتا ہوں"

بشپ نے شور مچانے کی کوشش کی لیکن بشیر کا خنجر اپنی شاہ رگ کے قریب دیکھ کر اس کی آواز منہ سے باہر نہ نکل سکی وہ اسکے آگے آگے چل دیا۔

گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز قریب آچکی تھی۔ ڈان لوئی اس طرف جانے کا ارادہ کر رہا تھا۔ کہ بدر بن مغیرہ نے آگے بڑھ کر اس کا بازو پکڑ لیا۔ اور اس کی پسلی پر خنجر کی نوک رکھتے ہوئے کہا: "میرے ساتھ چلو۔ اگر بولنے کی کوشش کی تو" بدر بن مغیرہ نے اپنا فقرہ پورا کرنے کی بجائے خنجر کو ذرا دبا دیا۔ بدر کے خنجر کے دباؤ اور ہاتھ کی گرفت سے بے بس ہو کر ڈان لوئی اس کے ساتھ ساتھ چل دیا۔

سرادراب کوتوال کے سپاہیوں کو بھی جتا سے کافی دور رکھنے کی کوشش

کر رہے تھے۔ وہ چیتا گرد زیادہ تیزی کے ساتھ چکر لگا رہے تھے، اور کوتوال کے سپاہی بھاگتے ہوئے گھوڑوں کی زد سے بچنے کے لئے پیچھے ہٹ رہے تھے۔

بدر نے ربیعہ کو ایک طرف ہٹاتے ہوئے اسکی جگہ گورنر کو لکڑی کے کھمبے کے ساتھ جکڑ دیا۔ اتنی دیر میں بشیر بن حسن لشپ کو انجلا کی جگہ باندھ چکا تھا دوسری طرف پچاس سواروں نے ہجوم کے قریب پہونچتے ہی نعرۂ تکبیر بلند کیا اور ہجوم کو اپنے نیزوں کے الٹے سروں سے ہانکنا شروع کر دیا۔ لوگ انتہائی بدحواسی میں چیختے چلاتے ایک دوسرے پر گرنے لگے۔ لوشہ کی پولیس کے سپاہی اب چیتا کا خیال چھوڑ کر ادھر ادھر بھاگنے والوں کا ساتھ دے رہے تھے۔

چیتا کے گرد پہرہ دینے والے سواروں میں سے چار اپنے گھوڑوں سے اتر پڑے۔ بدر بن مغیرہ راہب کا چولا اتار کر چیتا میں پھینکنے کے بعد ایک گھوڑے پر کود پڑا۔ باقی تین گھوڑوں پر بشیر ربیعہ اور انجلا سوار ہو گئے۔

بدر نے کہا، بشیر تم ربیعہ اور انجلا کے ساتھ وہاں پہونچکر ہمارا انتظار کرو۔ ہم تھوڑی دیر میں پہونچ جائیں گے۔ جلدی کرو۔

بشیر نے گھوڑے کی باگ موڑ لی۔ بدر نے پانچویں سوار کی طرف متوجہ ہو کر کہا، تم بھی ان کے ساتھ جاؤ۔

بشیر اور یہ سپاہی ربیعہ اور انجلا کو ساتھ لیکر ایک طرف نکل گئے۔ بدر بن مغیرہ نے گھوڑے کو ایڑ لگائی، اور آگے بڑھ کر ایک سپاہی کے ہاتھ سے جلتی ہوئی مشعل چھین کر چیتا میں پھینک دی چیتا میں لکڑیوں کو آگ دینے کیلئے سوکھی گھاس ڈالی گئی تھی۔ اسے فوراً آگ لگ گئی۔ گورنر اور لشپ بری طرح چلا رہے تھے۔ لیکن اس ہنگامے میں ان کی آواز سننے والا کوئی نہ تھا۔ میدان میں ایک قیامت کا سماں تھا۔ حملہ آور سوار لوگوں کو فقط اپنے نیزوں کی الٹی نوک

سے ہانکنے کی کوشش کر رہے تھے۔ لیکن لوگ ایک دوسرے سے ٹکرا ٹکرا کر بری طرح زخمی ہو رہے تھے تاریکی میں لوشہ کے باشندے سمجھ رہے تھے۔ کہ ہزاروں پیادہ اور سوار ان پر حملہ کر چکے ہیں کوتوال اور اسکے سپاہیوں کا پتہ نہ تھا۔ بعض لوگوں نے آگ کے شعلوں کے سامنے اپنے گورنر اور بشپ کی صورتیں پہچان لیں۔ لیکن کسی نے انکی مدد کے لئے پہنچنے کی ضرورت محسوس نہ کی۔

تھوڑی دیر میں میدان خالی ہو گیا۔ بدر بن مغیرہ نے سواروں کو منتظم کرنیکے بعد کہا۔ "ہمارا کام ختم ہو چکا ہے لیکن واپس جانے کیلئے ہمیں تازہ دم گھوڑوں کی ضرورت ہے اور لوشہ میں گھوڑوں کی کمی نہیں۔ ہمیں ایک ساعت کے اندر اندر واپس جانا ہے۔ کیا تم تیار ہو؟"

منصور بن احمد کی آواز سنائی دی۔ "ہم تیار ہیں۔"

"چلو۔"

(۳)

کوئی ڈیڑھ کوس چلنے کے بعد بشیر اور اس کے ساتھی ایک خانقاہ کی چار دیواری کے پھاٹک پر رکے۔ دو راہب دروازے پر کھڑے انکا انتظار کر رہے تھے۔ انہوں نے بشیر بن حسن کو پہچانتے ہی کسی کو اندر سے دروازہ کھولنے کے لئے آواز دی پہریدار نے اندر سے دروازہ کھول دیا۔

خانقاہ کے صحن میں تین اور راہب کھڑے تھے۔ انہوں نے انکے گھوڑوں کی باگیں پکڑ لیں۔ انجلا اور ربیعہ، بشیر کے ساتھ خانقاہ کے ایک کمرے میں داخل ہوئیں۔ یہ کمرہ بیش قیمت سامان سے آراستہ تھا۔ دیواروں کے ساتھ چاندی کے شمعدان لگے ہوئے تھے۔ سنگ مرمر کے فرش پر ایک میز کے گرد کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔ میز کے درمیان ایک سنہری شمعدان میں آٹھ شمعیں

جل رہی تھیں۔

بشیر نے کہا: "فی الحال یہ ہمارا گھر ہے۔ آپ تھوڑی دیر کے لئے یہاں آرام کر سکتی ہیں۔"

انجلا نے گھبرا کر کہا: "لیکن اس خانقاہ میں ۔۔۔؟"

بشیر نے مسکراتے ہوئے اپنا چولا اتار کر ایک طرف پھینک دیا اور کہا۔ "خانقاہ گذشتہ تین دن سے ہمارے قبضہ میں ہے۔ یہ راہب جو آپ نے دیکھے ہیں ہمارے آدمی ہیں اور اس خانقاہ کے مکین بالائی منزل کے تین کمروں میں بند ہیں۔ آپ کو بھوک لگی ہو گی؟"

انجلا نے ربیعہ کی طرف دیکھا۔ اور پھر بشیر کی طرف متوجہ ہو کر کہا: "اگر یہ آپ کا گھر ہے اور یہاں بے تکلفی خلاف تہذیب نہیں سمجھی جاتی تو مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ بھوک سے میری بہن کا برا حال ہو رہا ہے۔"

ربیعہ نے جواب دیا: "میری بھائی اندلس کا سب سے بڑا طبیب ہے۔ وہ پہچاننے میں غلطی نہیں کرے گا کہ ہم دونوں میں کس کو زیادہ بھوک ہے؟"

"میرے دونوں مہمان بھوک سے پریشان ہیں۔" بشیر نے یہ کہتے ہوئے تالی بجائی۔ ایک راہب اندر داخل ہوا۔

بشیر نے کہا: "ان کے لئے کھانا لاؤ۔ اور یہ چولا اتار دو اب اسکی ضرورت نہیں۔"

تھوڑی دیر میں وہی آدمی اپنے سپاہیانہ لباس میں ایک بڑا طشت اٹھائے ہوئے کمرے میں داخل ہوا۔ طشت میں روٹی کے علاوہ بھنے ہوئے بکرے کی ایک سالم ران تھی۔ اس کے بعد ایک اور سپاہی آیا۔ اور اس نے سیب اور انگور سے بھری ہوئی طشتری میز پر رکھ دی۔

بشیر نے اٹھتے ہوئے کہا، آپ اطمینان سے کھائیں۔ میں دوسرے کمرے میں جاتا ہوں۔"

ربیعہ نے کہا، آپ نہیں کھائیں گے؟"

بشیر نے جواب دیا، میں باقی آدمیوں کے ساتھ کھاؤں گا۔"

باہر نکل کر برآمدے میں سے گزرنے کے بعد بشیر ایک اور کمرے میں داخل ہوا۔ وہاں چار آدمی بیٹھے ہوئے تھے بشیر کو دیکھ کر وہ کھڑے ہو گئے بشیر نے سوال کیا، تم سب کھانا کھا چکے ہو؟"

ان میں سے ایک نے جواب دیا، ہاں لیکن ابوالحسن نے نہیں کھایا۔"

بشیر نے کہا، وہ اوپر بڑے راہب کے ساتھ بحث کر رہا ہو گا۔"

سپاہی ہنس پڑے۔ بشیر نے کہا، اچھا اسے بلاؤ اور ہمارا کھانا لے آؤ۔"

آدھی رات کے قریب بدر بن مغیرہ کے سوار اس خانقاہ میں داخل ہوئے اس مختصر سے عرصہ میں وہ فوجی مستقر سے اپنے لئے بہترین گھوڑے حاصل کرنے کے علاوہ مستقر کے تمام خیموں اور مکانوں کو آگ لگا چکے تھے۔ شہر میں انھوں نے سرکاری خزانے پر قبضہ کرنے اور گورنر کے محل کو آگ لگانے پر اکتفا کیا تھا۔

ربیعہ اور اینجلا اور خانقاہ میں باقی آدمی جن کی تعداد چودہ کے لگ بھگ تھی، ان کی آمد سے پہلے ہی تیار کھڑے تھے۔

کوچ کا حکم دینے سے پہلے بدر نے ابوالحسن سے کہا، ابوالحسن لوشہ میں ہمارا کام ختم ہو چکا ہے۔ کہو تمہیں کامیابی ہوئی یا نہیں؟" اس پر منصور بن احمد ہنس پڑا۔ اور ابوالحسن نے قدرے کھسیانا ہو کر کہا، "خدا کی قسم، وہ بالکل گدھا ہے آپ مجھے خواہ مخواہ یہاں چھوڑ گئے۔ اس نے خود مجھے بلا کر کہا کہ میں کچھ کچھ اسلام کی

صداقت کا قائل ہوتا جارہا ہوں۔ آج آپ جارہے ہیں۔ اسلئے مجھے کچھ تبلیغ کرتے جائیں اور ایک پہر سر کھپانے کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ وہ کمبخت شراب پی کر میرے ساتھ دل لگی کر رہا ہے۔"

بدر نے کہا، "اس کا گلا تو نہیں گھونٹ ڈالا تم نے؟"

"اگر آپ کا حکم نہ ہوتا تو میں شاید یہ بھی کر ڈالتا۔"

بدر نے کہا، "اچھا اب چلو۔"

اپنے محفوظ علاقہ میں داخل ہونے سے پہلے بدر نے راستے میں تین منازل طے کیں۔ وہ رات کے وقت سفر اور دن کے وقت شہروں اور بستیوں کے دوران (ہوں) خانقاہوں میں قیام کرتا رہا جن پر راہبوں کے لباس میں اس کے سپاہی چند دن پیشتر قبضہ جما چکے تھے ان خانقاہوں کے مکین لوشہ کی خانقاہ کے راہبوں کی طرح قید میں تھے۔ بدر بن مغیرہ جس خانقاہ میں داخل ہوتا، وہاں اس کے آدمی اس کے ساتھیوں کیلئے کھانا اور گھوڑوں کے لئے چارہ وغیرہ تیار رکھتے، ہر منزل سے اس کے آدمیوں کی تعداد میں اضافہ ہو گیا۔ اپنی منزل پر قیام کرنے کے بعد جب وہ فرڈیننڈ کی مملکت کی سرحد عبور کر رہا تھا اس کے ساتھیوں کی تعداد ڈیڑھ سو ہو چکی تھی۔

(۴)

بدر بن مغیرہ پہاڑی قلعے کے ایک کمرے میں بے قراری کے ساتھ ٹہل رہا تھا۔ اس کے چہرے پر مایوسی، پریشانی اور ملال کے آثار تھے، ربیعہ کمرے میں داخل ہوئی۔ بدر کسی گہری سوچ میں تھا۔ جب وہ تھوڑی دیر بعد اسکی طرف متوجہ ہوا تو ربیعہ نے ایک قدم آگے بڑھ کر کہا۔ "آپ نے مجھے بلایا تھا؟" بدر نے چونک کر اسکی طرف دیکھا "ہاں ربیعہ میں تم سے ایک ضروری بات کہنا چاہتا تھا۔ بیٹھ جاؤ۔"

اس کا لہجہ اس قدر مغموم تھا، کہ ربیعہ سہم کر رہ گئی۔ وہ کرسی کے قریب پہونچی لیکن تذبذب کی حالت میں کھڑی رہی۔ بدر نے پھر کہا۔ "بیٹھ جاؤ ربیعہ!"
ربیعہ نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "آپ بہت پریشان ہیں خیر تو ہے؟"
کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد بدر نے جواب دیا۔ "ربیعہ! میں تمہارے متعلق سوچ رہا تھا۔ نصرانیوں کے خلاف ہماری جنگ ایک فیصلہ کن دور میں داخل ہو چکی ہے۔ میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ اب تمہارا یہاں رہنا ٹھیک نہیں۔"
ربیعہ اچانک اٹھ کر کھڑی ہو گئی وہ کچھ کہنا چاہتی تھی، لیکن اس کی آواز بیٹھ گئی۔ وہ سراپا التجا بن کر اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

بدر نے کہا۔ "بیٹھ جاؤ ربیعہ! میں نے اپنی بات ابھی تک ختم نہیں کی۔"
ربیعہ بیٹھ گئی اور بدر نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد کہا۔ "تمہیں معلوم ہے کہ فرڈیننڈ کے طویل محاصرہ کے باعث غرناطہ کے حالات مخدوش ہو چکے ہیں میرا خیال ہے کہ راستے رسد کا جو تھوڑا بہت سامان ہماری کوششوں سے وہاں پہونچ رہا ہے۔ لاکھوں انسانوں کی ضرورت پورا نہیں کر سکتا۔ لوگ فاقہ کشی سے تنگ آ چکے ہیں۔ اب سردیاں آنے والی ہیں۔ موسیٰ نے میرے ساتھ یہ فیصلہ کیا تھا کہ وہ غرناطہ کی فوج کے ساتھ اگلے مہینے کی پہلی تاریخ کو حملہ کرے گا اور میں نے اس دن اپنی ساری قوت کے ساتھ عقب سے حملہ کرنیکا وعدہ کیا تھا ہمیں اپنی فتح پر یقین تھا لیکن آج مجھے موسیٰ کا خط ملا ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ ابو عبد اللہ کے وزیر نے فرڈیننڈ کے ساتھ صلح کی بات چیت شروع کر دی ہے۔ سرکردہ امراء کی اکثریت صلح کے حق میں ہو چکی ہے اور غداروں کی کوششوں سے عوام میں بھی ایسا عنصر پیدا ہو چکا ہے جو صلح کے لئے بیتاب ہے۔ چونکہ اس بات کا اندیشہ تھا کہ حملے کے دن ابو عبد اللہ اور اسکے امراء کی نیت بدل نہ جائے۔ اس لئے

موسیٰ نے یہ حملہ ملتوی کر دیا ہے۔ اس نے لکھا ہے، کہ وہ حملے کا کوئی اور دن معین کر کے مجھے اطلاع دے گا موسیٰ مایوس ہونے والے انسانوں میں سے نہیں لیکن اس کا خط پڑھ کر میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ غرناطہ کے حالات بہت مخدوش ہیں۔ ربیعہ تم یہ سمجھ سکتی ہو اگر خدانخواستہ غرناطہ ہمارے ہاتھ سے نکل گیا۔ تو قسطلہ کا سیلاب ہمارے خلاف امڈ آئے گا۔ اس لئے میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ایسا وقت آنے سے پہلے پہلے تمہیں مراکش بھیجد یا جائے سلطان میرے والد کے دوست ہیں۔ منصور اور شبیر کے خاندان کے بہت سے لوگ وہاں موجود ہیں وہاں تمہیں کوئی تکلیف نہ ہو گی۔"

بدر اب ربیعہ کی طرف دیکھنے کی بجائے باہر کی طرف کھلنے والے دریچے کی طرف دیکھ رہا تھا۔

ربیعہ کا دل بیٹھ گیا۔ وہ کچھ دیر خاموش بیٹھی رہی۔ بالآخر اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "تو آپ مجھے مراکش بھیجنے کا فیصلہ کر چکے ہیں؟"

"نہیں۔ تمہیں میرے متعلق غلط فہمی نہیں ہونی چاہیئے۔ میں نے صرف مشورہ دیا ہے اور مجھے امید ہے کہ تم میرا مشورہ قبول کرو گی۔"

"آپکا مشورہ؟" ربیعہ نے آبدیدہ ہو کر کہا۔ "آپ یہ کیوں نہیں کہتے کہ ربیعہ تمہارا دل کمزور ہے۔ تم ایک شاہین کی قوت پرواز کا ساتھ نہیں دے سکتیں اس لئے میرا حکم ہے کہ تم یہاں سے چلی جاؤ۔ یہاں تمہاری ضرورت نہیں۔"

بدر نے کہا۔ "میری دنیا میں کانٹوں کے سوا کچھ نہیں۔ اور قدرت نے تمہیں کانٹوں پر چلنے کے لئے نہیں بنایا۔"

ربیعہ نے جواب دیا۔ "قدرت نے مجھے آگ کی چتا میں ڈالا تھا۔ اور جلنے کے بجائے میں نے ان کانٹوں پر چلنے کی خواہش کی تھی۔ آپ کی راہ کے کانٹے

مجھے پھولوں سے زیادہ عزیز ہیں۔ آپ کے ساتھ چلتے ہوئے میرے پاؤں نہیں ڈگمگائیں گے اور آپ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ آپکی طرح میں بھی ایک مقصد کیلئے زندہ ہوں۔ قدرت نے میری زندگی کا راستہ اس شاہراہ سے ملا دیا ہے جس پر آپ گامزن ہیں، آپنے وعدہ کیا تھا کہ غرناطہ کا محاصرہ اٹھ جانے کے بعد ۔۔ لیکن ۔۔۔ ربیعہ آگے کچھ کہہ نہ سکی، اس نے اپنے چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا لیا اور ہچکیاں لینے لگی۔

بدر نے متاثر ہو کر کہا "ربیعہ! مجھے غلط نہ سمجھو! تمہارا رفیق حیات بننا میرے لئے باعث فخر ہے میرے لئے تم وہ سرسبز درخت ہو جس کی چھاؤں میں ایک تھکا ہوا مسافر پناہ لیتا ہے۔ اس دن جب میں نے تم سے شادی کی درخواست کی تھی میں سمجھتا تھا کہ غرناطہ کی جنگ سے فارغ ہو کر تمہارے ساتھ زندگی کے چند لمحات گذارنا میری گذشتہ تلخیوں اور صعوبتوں کیلئے بہت بڑا انعام ہوگا۔ لیکن اب میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ میرے صحرا میں ایک آندھی کے بعد دوسری آندھی ہے میں جس سمندر میں اپنی کشتی ڈال چکا ہوں، اس کا ساحل دن بدن دور ہوتا جائے گا میرے سامنے ایک بھنور کے بعد دوسرا بھنور ہوگا۔ ربیعہ تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ تم مراکش چلی جاؤ"۔

بدر نے بڑے دکھی سے کہا۔ مجھے اپنی بے بسی اور کمتری کا احساس ہے میں آپکو کسی گذشتہ فیصلے کی پابندی پر مجبور نہیں کروں گی۔ میں اس قابل نہیں کہ آپ کی رفیقۂ حیات بن سکوں۔ لیکن آپ مجھے اپنی رفیقۂ کار بننے کی سعادت سے محروم نہ کیجئے۔ میں میدان میں تیر اندازی اور تیغ زنی کے جوہر نہیں دکھا سکتی۔ لیکن زخمیوں کی مرہم پٹی کر سکتی ہوں مجھے مراکش نہ بھیجئے۔ مجھے اپنی موت سے پہلے ہی زندگی کو خیرباد کہہ دینے پر مجبور نہ کیجئے!"

بدر بن مغیرہ کچھ دیر تک ایثار و وفا کے اس پیکر کی طرف دیکھتا رہا۔ اچانک اس کے بھینچے ہوئے ہونٹوں پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی، لیکن اس نے منہ پھیر لیا۔ اور سر جھکا کر آہستہ آہستہ کمرے میں ٹہلنے لگا۔ دو تین چکر لگانے کے بعد وہ ربیعہ کے قریب رُکا۔ ربیعہ اسکے چہرے پر اپنی قسمت کا فیصلہ دیکھ رہی تھی اس کا دل دھڑک رہا تھا۔

بدر نے کہا "ربیعہ! میں تمہیں اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کرنے کا موقع دینا چاہتا تھا۔ یہ میرا فرض تھا اور اگر اس کے بعد بھی تم نے مخمل کے فرش کی بجائے زندگی کی سنگلاخ چٹانوں میں میرے ساتھ چلنے کا فیصلہ کیا ہے تو میں تمہارا شکر گذار ہوں اگر تم اس تلخ حقیقت سے آنکھیں بند کرنے کے لئے تیار ہو کہ میری زندگی صرف چند برس، چند مہینے، یا چند دن ہے تو میں آج ہی تمہارے ساتھ شادی کرنے کیلئے تیار ہوں۔ جواب دو ربیعہ! کیا تم اس کے لئے تیار ہو؟"

ربیعہ کے چہرے پر حیا کی سرخی چھا گئی۔ اس نے گردن جھکالی۔ اسکی زبان گنگ تھی۔ لیکن اس کے دل کی دھڑکنیں بدر بن مغیرہ کے سوال کا جواب دے رہی تھیں۔

تھوڑی دیر کے بعد بدر بن مغیرہ نے کہا "ربیعہ! میں نے تمہارے ساتھ اپنا بھی اطمینان چاہتا ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ کسی دن میرا گھوڑا واپس آئے اور تم یہ محسوس کرو کہ اس وادی میں تمہیں جاننے اور سمجھنے والا کوئی نہیں۔"

ربیعہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اس نے کہا "اگر یہ آپ کا حکم ہے تو مجھے سرتابی کی مجال نہیں۔ لیکن اگر یہ آپ کا حکم نہیں تو مجھے اپنے متعلق فیصلہ کرنیکی اجازت دیجئے۔"

بدر نے کہا "میں نے اپنی بات ختم نہیں کی۔ میں تمہیں یہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ

اگر اہل غرناطہ نے ہتھیار ڈال دیئے تو یہ وادی بھی آگ اور خون کے طوفان سے محفوظ نہیں رہے گی اور ہم سب پہ ایک دور ایسا بھی آسکتا ہے۔ جب کہ ہمارے سامنے عزت کی موت کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہ ہو۔

ربیعہ نے کہا۔ تو کیا عزت کی موت میں بھی آپ کا ساتھ نہیں دے سکتی؟

بدر بن مغیرہ نے کہا۔ ربیعہ اب مجھے تمہارے متعلق کوئی غلط فہمی نہیں۔ میں نے تمہیں چیتا کے سامنے مسکراتے دیکھا ہے۔ لیکن مجھے یہ حق نہیں کہ میں چند دن کی مسرت کے لئے تمہیں اپنی زندگی کے پُر خطر راستوں پہ لے جاؤں۔ میری رفاقت میں تمہارے لئے مصائب کے سوا کچھ نہیں۔ ربیعہ میں ہر روز موت کے دروازے پہ دستک دیتا ہوں۔ میری زندگی میں صرف آج ہے کل نہیں!

ربیعہ نے کہا۔ بدر! خدا شاہد ہے کہ میں تمہاری رفاقت میں چند اوقات کو ہزار برس کی زندگی پر ترجیح دونگی۔ اگر زندگی بے مقصد ہو تو اس کی ساحل پر چھوڑ آنا چاہتے ہیں لیکن اگر زندگی کا انجام موت کے سوا کچھ نہیں تو میں کنارے پر بیٹھ کر بھنور کا انتظار کرنے کے بجائے بھنور میں آپ کا ساتھ کیوں نہ دوں؟ اگر آپکو میرا خیال ہے تو خدا کیلئے مجھے مراکش جانے کا مشورہ نہ دیجئے۔ لیکن اگر آپ کو اپنا خیال ہے تو میری بات پر یقین کیجئے کہ میں نے آپ کو اس زمین کے بجائے ہمیشہ اپنے تخیل کے شادی کی درخواست کی ہے۔ جواب دو؟

ربیعہ نے گردن اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ الفاظ اس کے کانپتے ہوئے ہونٹوں تک آ کر رک گئے۔ شکر اور احسانمندی کے جذبات نے جھجکتی ہوئی نگاہوں کا سہارا لیا۔ بدر بن مغیرہ اس کی آنکھوں میں وہ آنسو دیکھ رہا تھا جن میں الفاظ کی ایک دنیا تھی۔ اس نے حیرت زدہ ہو کر کہا۔ ربیعہ! اگر میں نے تمہارا دل دکھایا ہے تو میں معذرت کیلئے تیار ہوں۔ ربیعہ! تم رو رہی ہو؟

ربیعہ نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے اس کی طرف دیکھا، اور ملتجیانہ لہجے میں کہا: "ان آنسوؤں کے لئے میری معذرت قبول کیجئے۔ مجھے یہ توقع نہ تھی کہ اس تمہید کے بعد ہماری گفتگو یہاں پر ختم ہوگی۔ یہ آنسو ایک بے بس عورت کا اظہار تشکر ہے۔"

"تو تمہیں آج میرے ساتھ شادی کرنے پر کوئی اعتراض نہیں۔" وہ سنجیدہ ہو کر بولی آپ مذاق کر رہے ہیں!"

وہ بولا، "میں مذاق نہیں کرتا۔ آج اگر کوئی حادثہ نہ آیا تو ڈوبتے ہوئے سورج کی آخری نگاہ بدر بن مغیرہ اور ربیعہ بنت ابوداؤد کو شوہر اور بیوی کی حیثیت میں دیکھے گی۔"

"لیکن آج؟ اتنی جلدی؟"

بدر نے جواب دیا۔ "ہاں اگر تمہیں اعتراض نہ ہو تو!"

ربیعہ نے بدر بن مغیرہ کی طرف دیکھا اور کچھ کہے بغیر تیزی سے قدم اٹھاتی ہوئی باہر نکل گئی۔

(۵)

ربیعہ کے پاؤں ڈگمگا رہے تھے۔ دل کی دھڑکنوں کے ساتھ اسکی رفتار کبھی تیز اور کبھی سست ہو رہی تھی۔ وہ اینجلا اینجلا کہتی ہوئی اپنے کمرے میں داخل ہوئی۔ اینجلا دریچے کے سامنے کھڑی باہر جھانک رہی تھی۔ اس نے مڑ کر ربیعہ کی طرف دیکھا۔ ربیعہ اپنے خیال کے مطابق اس کے لئے ایک بہت بڑی خبر لے کر آئی تھی لیکن اینجلا کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر اس نے کہا: "اینجلا کیا ہوا! تم رو رہی ہو!"

ربیعہ انتہائی پریشانی کی حالت میں اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اینجلا نے اپنے آنسو پونچھنے کے بعد اسکی طرف دیکھا اور سوال کیا، "ہم کب جا رہے ہیں؟"

ربیعہ نے سوال کیا: "کہاں ؟"
"ربیعہ! تمہیں مجھ سے کوئی بات چھپانے کی ضرورت نہیں۔ وہ مجھے کچھ بتا گئے ہیں۔"
"کون بشیر بن حسن ؟"
"ہاں وہ ابھی آئے تھے۔"
"اس نے تمہیں یہ بتایا ہو گا کہ ہم مراکش جا رہی ہیں ؟"
"ہاں۔"
"لیکن ہم مراکش نہیں جائیں گی۔ انجلا میری بات پر یقین کرو ہم یہیں رہیں گی۔"
انجلا نے کہا: "ربیعہ اب دل کو فریب دینے سے کوئی فائدہ نہیں۔ ہمارے مقدر میں یہ ہی کچھ تھا۔"
"تم نے بشیر کو کیا جواب دیا ؟"
"میں انہیں کیا جواب دے سکتی تھی۔ وہ آئے اور مجھ سے یہ کہہ کر چلے گئے کہ تم ربیعہ کے ساتھ مراکش جا رہی ہو۔ وہ بہت مغموم تھے۔ ربیعہ! میں جانتی ہوں کہ یہ انکے دل کی آواز نہ تھی جس سے پیشتر کہ میں ان سے کچھ کہتی اسی وقت گیا انکے ساتھ باہر نکل گئے۔ ربیعہ! مجھے ان سے شکایت نہیں۔ آج بھی انہوں نے میرے ساتھ کوئی وعدہ نہیں کیا تھا لیکن تمہارا اسرحدی انقلاب تو تمہیں کرنا ہو گا۔ اور کیا تھا۔ اس نے تمہارے سامنے ان مجبوریوں کا اظہار کیا اور ربیعہ نے کہا کہ اسے مراکش بھیجا جا رہا ہے مجھے ڈر ہے کہ غرناطہ کے حالات مخدوش ہو گئے۔"
ربیعہ نے کہا: "اگر میں نے اس کے ساتھ خواب میں باتیں نہیں کیں۔ تو آج غروب آفتاب سے پہلے تمہاری بہن ان کی رفیقۂ حیات بن چکی ہو گی۔ انجلا! میری بات پر یقین کرو تم مراکش نہیں جاؤ گی۔ یہ فیصلہ منسوخ ہو چکا ہے۔"

اینجلا بے اختیار آگے بڑھ کر ربیعہ کے ساتھ لپٹ گئی۔ اور ہچکیاں لیتے ہوئے بولی۔" ربیعہ! مجھے فریب نہ دو۔ خدا کیلئے سچ کہو"!

میں جھوٹ نہیں کہتی اینجلا! میری بات پر یقین کرو۔ میں تمہیں سب کچھ بتاتی ہوں بیٹھ جاؤ"!

اینجلا کرسی پر بیٹھ گئی اور ربیعہ نے اس کے قریب دوسری کرسی پر بیٹھتے ہوئے بدر بن مغیرہ کے ساتھ اپنی ملاقات کی داستان شروع کر دی۔

(۱۸)

قلعے کے دوسرے سرے پر ایک وسیع کمرے میں بشیر بن حسن اور باقی طبیب اور جراح مریضوں اور زخمیوں کی دیکھ بھال میں مصروف تھے، بدر بن مغیرہ اس کمرے میں داخل ہوا۔ بشیر ایک زخمی کو پٹی باندھ رہا تھا۔ اپنے ایک ساتھی کا اشارہ پاکر بشیر نے پیچھے مڑ کر دیکھا، اور پٹی کو آخری گرہ دینے کے بعد اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

بدر نے کہا۔" آپ کو یہاں کتنی دیر لگے گی"؟

بشیر نے جواب دیا۔" میرا کام قریباً ختم ہو چکا ہے"!

" میں تم سے ایک ضروری بات کہنا چاہتا ہوں"!

اگر آپ کو جلدی نہیں، تو مجھے صرف ایک مریض کو دیکھنا ہے۔ وہ میرے سوا کسی کو اپنے قریب نہیں آنے دیتا"!

" نہیں مجھے کوئی جلدی نہیں۔ تم فارغ ہو کر سیدھے میرے کمرے میں آؤ"

تھوڑی دیر کے بعد بشیر، بدر کے کمرے میں داخل ہوا اور اس نے کہا۔

" آپ بہت پریشان نظر آتے ہیں۔ غرناطہ سے کوئی نئی خبر نہیں آئی"؟

نہیں۔ میں ربیعہ اور اینجلا کے متعلق کچھ کہنا چاہتا تھا"!

اینجلا کو میں نے کہہ دیا ہے۔ آپ کو اس بات کی کوئی خبر ملی ہے۔ کہ مراکش کا جہاز کب پہونچے گا اور کس جگہ لنگر انداز ہوگا؟"

"ابھی تک اس کی کوئی اطلاع نہیں آئی۔ ایک یا دو دن میں ضرور پہونچ جائیں گے اور وہ غالباً امیریا کے شمال میں اسی مقام پر لنگر انداز ہونگے جہاں وہ پچھلے مہینے لنگر انداز ہوئے تھے"

تو میرے خیال میں ربیعہ اور اینجلا کو بہت جلد ساحل پر پہونچ جانا چاہیئے۔" اسی مسئلہ پر میں تمہارے ساتھ گفتگو کرنا چاہتا تھا"

"میرے خیال میں یہ فیصلہ ہوچکا ہے"

بدر بن مغیرہ نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد کہا "بشیر! اس مسئلے کے متعلق ربیعہ کے ساتھ گفتگو کے بعد میں اپنے مراکش بھیجنے کے متعلق اپنی رائے بدل چکا ہوں"

بشیر کے پژمردہ چہرے پر اچانک تازگی آگئی۔ اور اس نے کہا "میرا خواب صحیح نکلا"

ہاں اور اس خواب کی تعبیر کا آخری حصہ سن کر تم حیران رہ جاؤ گے"

بشیر نے مسکراتے ہوئے کہا "مجھے اس خواب کی تعبیر کا آخری حصہ بھی معلوم ہے"

"اچھا بتاؤ"

آپ ربیعہ کے ساتھ شادی کر رہے ہیں"

"بھلا کب؟"

"آج"

"لیکن تمہیں یہ سب باتیں کیسے معلوم ہوئیں۔ تمہیں اینجلا نے بتایا ہوگا۔ اور وہ ربیعہ سے سن چکی ہوگی"

"نہیں بدر! تمہارا چہرہ میرے لئے ایک کتاب ہے۔ تم ساری دنیا کے لئے

ایک معمہ ہو۔ میرے لئے نہیں۔ اب بتاؤں مجھے یہ باتیں کیسے معلوم ہوئیں؟"

"بتاؤ!"

ربیعہ سے ملاقات کے بعد آپ پریشانی کی حالت میں میرے پاس آتے تو میں نے سمجھ لیا کہ آپ اپنا فیصلہ بدل چکے ہیں۔ آپ نے یہ بتا کر میرے خیال کی تائید کر دی کہ آپ کی پریشانی کا باعث غرناطہ کے متعلق کوئی خبر نہیں۔ اس کے علاوہ اگر کوئی فوجی یا سیاسی پریشانی ہوتی۔ تو آپ مجھے تلاش کرنیکے بجائے منصور کو بلاتے یا مجلس شوریٰ طلب کرتے اس کے بعد جب آپ نے خود ہی یہ کہہ دیا کہ ربیعہ یہاں رہے گی۔ تو میں سمجھ گیا کہ ہمارے عقاب کو اپنے نشیمن میں تنہا رہنا پسند نہیں۔"

"لیکن تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ میں آج ہی شادی کر رہا ہوں؟"

آپ کے چہرے پر یہ لکھا ہوا ہے کہ آپ ایک اہم فیصلہ کر چکے ہیں۔ اور آپکے اہم ترین فیصلے فوری ہوا کرتے ہیں۔"

"تو تمہارا مطلب ہے کہ میں جلد باز ہوں؟"

نہیں میں ایک سپاہی کی اہم ترین خصوصیت کی تعریف کر رہا ہوں۔ عام پرندے جتنی دیر میں اڑنے کا ارادہ کرتے ہیں "شاہین" اتنی دیر میں آسمان کی بلندیوں میں چکر لگا کر واپس آجاتا ہے۔ جب آپ ربیعہ کے متعلق یہ فیصلہ کر چکے ہیں کہ وہ یہاں رہیگی تو شادی کل پر ملتوی کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

بدر نے کہا۔ "اچھا فرض کرو یہ صحیح ہے کہ میں آج ہی شادی کر رہا ہوں؟"

بشیر نے ہنستے ہوئے کہا۔ "مجھے فرض کرنے کی ضرورت نہیں میں جانتا ہوں!"

"اچھا اب میں اندلس کے ارسطو سے پوچھتا ہوں کہ اسکا کیا ارادہ ہے؟"

بشیر نے جواب دیا۔ "مجھ پر ایک لڑکی سے معذرت کرنے اور اپنا غلط فیصلہ واپس لینے کا فرض عائد ہوتا ہے اور یہ فرض بہت زیادہ خوشگوار نہیں۔ ایسے مراحل

میں ارسطو کی عقل کام نہیں دیتی "

بدر نے سنجیدہ ہو کر کہا "بشیر! میں یہ چاہتا ہوں کہ تمہاری بھی آج ہی ہو جائے۔"

بشیر نے جواب دیا "بدر! تمہیں یہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ اس سے جدائی کا تصور میرے لئے صبر آزما تھا۔ میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم انہیں مراکش بھیجنے کا فیصلہ بدل چکے ہو اور اگر وہ چلی جاتی تو تم میری ظاہرداری کے باوجود یہ محسوس کرتے کہ تمہارا رفیق اپنے سرمایہ حیات میں سے بہت کچھ کھو چکا ہے۔ تم میرے کھوکھلے قہقہوں کے باوجود یہ محسوس کرتے کہ تم سے کوئی بات چھپا رہا ہوں "

بدر نے کہا "بشیر! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ انجیلا کی طرح تم بھی اسے چاہتے ہو تو میں انہیں مراکش بھیجنے کا مسئلہ نہ چھیڑتا۔ میں نے صبح جب یہ کہا تھا کہ انہیں اب مراکش بھیج دینا بہتر ہوگا تو تمہارا چہرہ یہ بتاتا تھا کہ تم میرے فیصلے سے ذرہ بھر پریشان نہیں ہوتے "

بشیر نے جواب دیا "اس وقت میرے سامنے اپنا مسئلہ نہ تھا۔ مجھے ان مجبوریوں کا احساس تھا جنہوں نے بدر بن مغیرہ جیسے مجاہد کو اپنی زندگی کی عزیز ترین خواہشات کو خیرباد کہہ دینے پر مجبور کر دیا تھا۔ میں دیکھ رہا تھا کہ وہ مجاہد جس کی تلوار ایک قوم کو پناہ دے رہی ہے اس لڑکی کو رخصت کر رہا ہے جو اس کی رفیقہ حیات بننے والی تھی۔ تم میرے سامنے ایک چٹان کی طرح کھڑے تھے۔ تمہاری عظمت مجھے مرعوب کر رہی تھی۔ تم قوم کی غلامی کی زنجیریں کاٹنے کے لئے زندگی کے تمام ناطے توڑ رہے تھے اور تمہارا ایک رفیق یہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ مجھے محبت کے سنہری تاروں نے کسی کے دامن کے ساتھ باندھ رکھا ہے۔ مجھے ربیعہ کا بھی افسوس تھا۔ میں جانتا تھا کہ وہ مراکش میں زندہ رہنے کی بجائے آپ کے ساتھ مرنا پسند کرے گی "

بدر نے کہا "بشیر! یہ میری زندگی میں پہلا فیصلہ تھا جسے میں بدلنے پر مجبور ہوا ہوں۔ مجھے ربیعہ کا دل توڑنا گوارا نہ تھا۔ میں نے اپنے مستقبل کے تمام خدشات سے آگاہ کر دیا ہے اس نے ساحل کے بجائے میرے ساتھ بھنور منتخب کئے ہیں۔ اب یہ خدا بہتر جانتا ہے۔ کہ یہ فیصلہ صحیح ہے یا غلط اپنے متعلق میں تمہیں یہ اطمینان دلانا چاہتا ہوں کہ میرے عزائم میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی۔ دشمن کے لئے میری تلوار کی تیزی میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ مجھے ڈر تھا کہ ربیعہ کے متعلق اتنی جلدی فیصلہ بدلنے پر تم میرا مذاق اڑاؤ گے۔ لیکن میں تمہارا احسان مند ہوں کہ تمہیں میرے متعلق کوئی غلط فہمی نہیں ہوئی۔ اب تم اینجلا کے پاس جا کر اسے تسلی دو۔"

شام کے وقت سرحدی عقاب کی وادی میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک نقاروں کی آواز گونج رہی تھی۔ بدر بن مغیرہ اور ربیعہ بشیر بن حسن اور اینجلا کی شادی ہو چکی تھی۔

الحمرا کا آخری محافظ

(۱)

غرناطہ کے محاصرہ کو ساتواں مہینہ شروع ہو چکا تھا شہر کی حالت نازک ہو رہی تھی عوام بھوک سے تنگ آ چکے تھے۔ غرناطہ کے اکابر الحمراء کے ایک کشادہ کمرے میں جمع تھے۔ شیر غرناطہ موسیٰ بن ابی غسان غضب آلود نگاہوں سے ابو عبداللہ اور اس کے درباریوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔

فرڈیننڈ کی طرف سے صلح کا ایلچی کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے پایہ تخت کے سامنے

جھک کر سلام کیا۔ اور پھر چند قدم پیچھے ہٹ کر ادب کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ اسکے دائیں ہاتھ میں فرڈیننڈ کا مراسلہ تھا۔ ابو عبداللہ اور حاضرین دربار کو اپنی طرف متوجہ دیکھ کر اس نے مراسلہ کھولا اور پڑھنا شروع کیا۔

شہنشاہ والاتبار فرڈیننڈ اعظم غرناطہ کے بادشاہ ابو عبداللہ کو ایک بار پھر مشورہ دیتے ہیں کہ وہ اس بے فائدہ جنگ کو طول دیکر اپنی رعایا کی مشکلات میں اضافہ نہ کریں۔ شاہ غرناطہ کو اب تک اس بات کا یقین ہو گا۔ کہ جبتک غرناطہ فتح نہیں ہو گا قسطلہ کی فوج واپس نہیں جائے گی۔ اس بات کا کوئی امکان نہیں کہ افریقہ کے سلاطین جو خانہ جنگی میں مبتلا ہیں، اہل غرناطہ کی مدد کیلئے کوئی فوج روانہ کریں گے۔ فرڈیننڈ اعظم کو یقین ہے کہ ان کی فوت اہل غرناطہ اور ان کے معاون پہاڑی قبائل کی قوت مدافعت کچلنے کے لئے کافی ہے اس کے باوجود بادشاہ اور ملکہ ابو عبداللہ اور اس کی رعایا کی طرف صلح کا ہاتھ بڑھاتے ہیں۔ اگر ابو عبداللہ کو اپنی رعایا کی بد حالی میں مزید اضافہ کرنا مقصود نہیں۔ تو یہ ضروری ہے کہ وہ فوراً ہتھیار ڈال دے اور صلح کی شرائط طے کرنے کے لئے بادشاہ سلامت کے دربار میں اپنا ایلچی بھیجے شاہ فرڈیننڈ یہ یقین دلاتے ہیں کہ ان کا سلوک نہایت فیاضانہ ہو گا۔ بصورت دیگر شاہ عبداللہ پر غرناطہ کی عبرتناک تباہی کی ذمہ داری عائد ہو گی!!

اہل دربار خاموشی سے ابو عبداللہ ابو القاسم اور موسیٰ کی طرف دیکھ رہے تھے ایلچی نے مراسلہ لپیٹ کر ابو عبداللہ کو پیش کیا۔ ابو عبداللہ نے اپنے دائیں بائیں وزیر اور سپہ سالار کی طرف دیکھا۔

ابو القاسم عبدالملک نے ایلچی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا، آپ کو کل تک

ہمارا جواب مل جائے گا۔

ایلچی نے بادشاہ کو جھک کر سلام کرنے کے بعد کمرے سے نکل گیا۔ دروازے پر دو پہریدار اس کے ساتھ ہوئے اور اسے شاہی مہمان خانے کی طرف لے گئے۔

ابوعبداللہ مراسلہ کھول کر ایک نظر دیکھنے کے بعد موسیٰ کی طرف متوجہ ہوا اور مغموم لہجے میں بولا۔ "موسیٰ تمہاری کیا رائے ہے؟"

موسیٰ اٹھا اور ایک لمحہ کیلئے خاموشی کے ساتھ حاضرین دربار کیطرف دیکھنے کے بعد بولا۔ "ہمیں یہ بتایا گیا تھا کہ فرڈیننڈ کا ایلچی صلح کا پیغام لے کر آرہا ہے۔ لیکن مصالحت کے لئے پہلی شرط جو آپ سن چکے ہیں، یہ ہے کہ ہم ہتھیار ڈال دیں۔ اس کے بعد ہمارے لئے دوسری شرائط طے کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوگا۔ اس مکتوب کا مفہوم یہ ہے کہ ہم پہلے فرڈیننڈ کی طاقت کے سامنے گھٹنے ٹیک دیں اور پھر اس کے رحم و کرم پر بھروسہ کریں۔ ابوالقاسم عبدالملک نے ہمیں یہ بتایا تھا کہ فرڈیننڈ ہمارے ساتھ ایک باعزت سمجھوتہ کے لئے تیار ہے۔ اس لئے ہمیں کھلے میدان میں فیصلہ کن جنگ لڑنے کا ارادہ ترک کردینا چاہیئے۔ تم نے میری بات نہ سنی تم خود فریبی میں مبتلا ہونا چاہتے تھے، اور آج تم اس کا نتیجہ دیکھ رہے ہو۔ سلطان معظم، وزیراعظم اور بزرگان قوم! میری رائے تمہیں معلوم ہے۔ تلوار نے ہمیشہ قلم کے فیصلے منسوخ کئے ہیں قلم نے آج تک تلوار کا فیصلہ منسوخ نہیں کیا۔ فرڈیننڈ کا خیال ہے کہ غرناطہ کی لاش قبر میں اتاری جاچکی ہے، اور اب اس پر صرف مٹی ڈالنے کا کام باقی ہے۔ اس کا ایلچی تمہارے پاس یہ پیغام لایا ہے کہ اگر تم لحد میں کودنے کے لئے تیار ہو تو تمہارا قبرستان تمہاری خواہش کے مطابق بنایا جائے گا۔ تم اپنا گلا اپنے ہاتھوں سے

گھونٹنے کے لئے تیار ہو جاؤ تو تمہاری لاشوں کی بے حرمتی نہیں کی جائے گی۔"

سلطان معظم! اگر آپ مجھ سے فرڈیننڈ کے مکتوب کا جواب پوچھتے ہیں تو اہل غرناطہ کی طرف سے ایک تلوار اس کے پاس بھیج دیجئے۔ باعزت معاہدوں کی تحریر قلم سے نہیں نوک شمشیر سے لکھی جاتی ہے۔"

موسیٰ بیٹھ گیا۔ دربار پر تھوڑی دیر کے لئے خاموشی طاری رہی۔ ابو عبداللہ نے اپنے وزیر کی طرف دیکھا اور کہا۔ "ابوالقاسم! تم کچھ کہنا چاہتے ہو؟"

ابوالقاسم نے اٹھ کر جواب دیا۔ "سلطان معظم! میں موسیٰ بن ابی غسان کا مخالف نہیں۔ میں انکے جذبات کا احترام کرتا ہوں لیکن اگر انہیں میری نیک نیتی پر شبہ ہے تو میں اسی وقت مستعفی ہونے کے لئے تیار ہوں۔ میرا جرم یہ ہے کہ میں نے شہر سے نکل کر کھلے میدان میں فیصلہ کن لڑائی کی مخالفت کی تھی لیکن موسیٰ بن ابی غسان کو معلوم ہے کہ میری مخالفت بزدلی کی وجہ سے نہ تھی۔ میں نے صرف رائے دی تھی کہ اگر جنگ کا نتیجہ ہمارے حق میں نہ نکلا تو ہمیں المناک حادثات سے دوچار ہونا پڑے گا۔

فوج کی جو حالت تھی وہ مجھ سے زیادہ موسیٰ کو معلوم ہے۔ عوام کی حالت کسی کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں۔ موسیٰ یقیناً مجھے یہ الزام نہیں دیگا کہ اس دن الحمراء کے دروازے پر عوام نے صلح کے حق میں جو مظاہرہ کیا تھا۔ وہ میری کسی سازش کا نتیجہ تھا۔ اور اس کے بعد سلطان معظم کے سامنے فوج کے جن سالاروں اور شہر کے جن اکابر نے کھلے میدان میں فیصلہ کن جنگ کی مخالفت کی تھی ان سب کو میں نے سکھایا تھا۔ آج فرڈیننڈ کے ایلچی کی آمد پر شہر کے جو لوگ خوشیاں منا رہے ہیں انہیں میں نے خفیہ ہدایات دی ہیں۔

اکابر غرناطہ! اگر تم موسیٰ کے اس فیصلہ سے اتفاق کرتے ہو کہ ہمارے لئے

آخری دم تک لڑنے کے سوا کوئی چارہ نہیں تو میں تمہارے ساتھ ہوں۔ دشمن کو تمہارے فیصلہ سے آگاہ کر دیا جائے گا۔"

ایک سردار نے اٹھ کر کہا۔ "ہماری رائے یہ ہے کہ فیصلہ کن جنگ کیلئے تیار ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اگر دشمن کے ساتھ کسی باعزت سمجھوتے کا امکان ہو۔ تو گفت و شنید کا دروازہ بند نہ کیا جائے۔"

دوسرے سردار نے اٹھ کر کہا۔ "جذبات کی رو میں بہہ کر ہمیں تلخ حقائق کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے۔ اہل شہر بھوکوں مر رہے ہیں۔ اگر یہ محاصرہ سردیوں تک جاری رہا۔ تو ہماری حالت اور بھی نازک ہو جائے گی۔ بدر بن مغیرہ کی مٹھی بھر جماعت کے علاوہ ہمیں کسی اور سے مدد کی امید نہیں۔ ہماری فوج فاقہ کشی اور جنگ کی دوہری مار سے تنگ آ چکی ہے۔"

ایک عالم دین اٹھ کر بولا۔ "اگر ہم یہ فرض بھی کر لیں کہ ہم چند ماہ رہ کر یا کھلے میدان میں لڑ کر فرڈیننڈ کو محاصرہ اٹھانے پر مجبور کر دیں گے کون کہہ سکتا ہے کہ یہ جنگ ختم ہو جائے گی اور فرڈیننڈ زیادہ تیاری کے ساتھ دوسرا حملہ نہیں کرے گا۔ آخر ہم کب تک لڑتے رہیں گے۔ ہمیں یہ بھی نہیں بھولنا چاہیئے کہ اس کی طوالت باقی اسپین میں ہمارے ان بیکس بھائیوں کی مشکلات میں اضافہ کر رہی ہے۔ جو وہاں کی عیسائی اکثریت اور عیسائی حکومت کے رحم و کرم پر ہیں۔"

موسیٰ نے اٹھ کر کہا۔ "اگر آج کے دن ہم غرناطہ میں محصور ہونیکے بجائے قسطلہ کی چار دیواری کے سامنے کھڑے ہوتے تو اسپین میں ہمارے بھائیوں کی یہ حالت نہ ہوتی۔ ان پر مصائب کے پہاڑ اس وقت ٹوٹے ہیں جب کہ عیسائیوں کو ہماری بے حسی کا احساس ہو چکا ہے۔"

ایک شخص نے اٹھ کر کہا: غرناطہ کے بعض علماء کا خیال ہے کہ فرڈیننڈ کے ساتھ ہماری یہ بے نتیجہ جنگ جہاد نہیں۔ ہماری قوم کا ایک بڑا عنصر عیسائیوں کا محکوم ہو چکا ہے اور اس جنگ کا نتیجہ ہماری اور ہمارے بھائیوں کی مشکلات میں اضافہ کرنے کے سوا اور کچھ نہ ہوگا۔"

موسیٰ دانتوں سے ہونٹ کاٹتا ہوا اٹھا اس نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔ ہماری جنگ ظلم استبداد کے خلاف انسانیت کی جنگ ہے۔ ہماری فتح انسانیت کی فتح اور ہماری شکست انسانیت کی شکست ہوگی۔ میں اس مجلس میں کسی ایسے احمق کو عالم کے نام سے یاد کرنے کی اجازت نہیں دونگا جو اسے جہاد نہیں سمجھتا۔ اہل غرناطہ تم یہ کیوں نہیں سوچتے کہ ہم اس زمین کیلئے لڑ رہے ہیں جس پر ہم کھڑے ہیں۔ اگر ہم سے یہ چھن گئی تو ہم کہیں کے نہ رہیں گے۔ اگر غرناطہ ہمارے ہاتھ سے چلا گیا تو اندلس میں اسلام کا ٹمٹماتا ہوا چراغ ہمیشہ کے لئے بجھ جائے گا۔"

اس کے بعد اہل دربار نے باری باری اس بحث میں حصہ لیا۔ آدھی رات کے وقت یہ بحث ختم ہوئی۔ موسیٰ اور اس کے چند ساتھیوں کے سوا باقی سب کا یہ فیصلہ تھا کہ فرڈیننڈ کے جواب میں ابوالقاسم عبدالملک کو اس کے پاس بھیجا جائے، اور ابوالقاسم فرڈیننڈ سے صلح کیلئے جو شرائط لیکر واپس آئے ان پر بحث کی جائے اگر یہ شرائط قابل قبول ہوں تو بہتر، ورنہ فیصلہ کن جنگ کی تجاویز پر غور کیا جائے۔

موسیٰ کو یہ یقین تھا کہ فرڈیننڈ کی صلح کی شرائط اس قدر ذلیل ہوں گی کہ اہل غرناطہ اسے قبول نہ کریں گے۔ اس لئے جب اس کی مرضی کیخلاف ابوالقاسم فرڈیننڈ کے ساتھ بات چیت کیلئے روانہ ہوا۔ اس نے فوج کو فیصلہ کن حملہ کیلئے تیار رہنے کا حکم دیدیا۔ بدر بن مغیرہ اور اسکے ساتھیوں کو بھی اس نے تیار رہنے کیلئے ہدایت بھیجدیں۔ ابوالقاسم عبدالملک تین دن تک فرڈیننڈ کے ساتھ سمجھوتے کی شرائط

پر بات چیت کرتا رہا۔ اور اس دوران میں غرناطہ کی مساجد میں موسیٰ کی روح پرور تقریریں اہل شہر میں ایک نئی زندگی پیدا کر چکی تھیں۔ عوام کے جوش و خروش کے باعث جنگ کے مخالفین کا عنصر بہت حد تک دب چکا تھا۔

(۴)

تین دن کی طویل ملاقاتوں کے بعد ابوالقاسم عبدالملک فرڈیننڈ سے صلح کی جو شرائط طے کرنے میں کامیاب ہوا وہ یہ تھیں:-

(۱) فریقین ستر دن تک جنگ ملتوی رکھیں گے۔ اور اس عرصہ میں حسب ذیل شرائط پر غرناطہ کی حکومت فرڈیننڈ کو سپرد کی جائے گی۔

(۲) فریقین جنگی قیدیوں کو رہا کر دیں گے۔

(۳) غرناطہ کی عیسائی حکومت مسلمانوں کی جان و مال اور عزت کی حفاظت کا ذمہ لے گی۔ مسلمانوں کی مساجد اور اوقاف اور انکی عبادات میں عیسائی کوئی مداخلت نہیں کریں گے۔ انہیں نماز پڑھنے روزہ رکھنے اور اذان دینے کی پوری آزادی ہوگی۔ مسلمانوں کے گھروں اور ان کی مساجد میں کسی عیسائی کو داخل ہونے کی اجازت نہیں ہوگی۔ مسلمانوں کے مقدمات کا فیصلہ قانون شریعت کے مطابق ہوگا اور اس مقصد کے لئے مسلمان قاضی مقرر کئے جائیں گے۔ کوئی عیسائی یا یہودی ایسے مقدمات کا فیصلہ کرنے کا مجاز نہ ہوگا۔

(۴) اگر مسلمان چاہیں تو انہیں افریقہ کو ہجرت کرنے کی اجازت ہوگی۔ اور عیسائی حکومت انہیں اپنے جہاز مہیا کرے گی۔

(۵) مسلمانوں کو ان کا دین تبدیل کرنے پر مجبور نہیں کیا جائیگا جو عیسائی مسلمان ہو گئے ہیں، انہیں بھی اسلام ترک کرنے پر مجبور نہیں کیا جائیگا۔ مسلمانوں کے گھروں پر عیسائی سپاہ متعین نہیں کی جائے گی اور نہ ہی ان پر کسی نئے ٹیکس کا

بوجھ ڈالا جائے گا۔"

(۶) غرناطہ چھوڑنے کے بعد سلطان ابو عبداللہ محمد کے سپرد البشارات کی حکومت کی جائے گی۔

(۷) ستر روز کے اندر شہر غرناطہ، قلعہ الحمراء اور تمام سامان جنگ عیسائیوں کے حوالے کر دیا جائے گا۔

(۸) عیسائیوں کی طرف سے فرڈیننڈ کے علاوہ روما کا پاپائے اعظم اس معاہدہ پر دستخط کرے گا اور اس کی تعمیل کا ذمہ دار ہوگا۔

ابوالقاسم نے ابو عبداللہ کے دربار میں معاہدے کی شرائط پڑھ کر سنانے سے پہلے حاضرین سے یہ وعدہ لیا کہ ان شرائط کے متعلق شاہی دربار میں جو باتیں ہوں گی وہ غرناطہ کے عوام پر ظاہر نہیں ہوں گی۔"

دربار میں امراء اور علماء کی اکثریت کے خیال میں فرڈیننڈ کی پیشکش نہایت فیاضانہ تھی۔ لیکن موسیٰ اس معاہدے کی مخالفت میں اپنی ساری قوت بیان سے کام لے رہا تھا۔ چار دن تک بحث ہوتی رہی۔ امراء کی اکثریت اس معاہدے کے حق میں اپنے خیالات کا اظہار کر چکی تھی۔ آج بحث کا آخری دن تھا۔

الحمراء میں شیر غرناطہ کی آخری گرج سنائی دے رہی تھی۔ حاضرین دربار دم بخود ہو کر اس کی طرف دیکھ رہے تھے موسیٰ بن ابی غسان کہہ رہا تھا۔ حاضرین دربار "اہل غرناطہ! میں تمہارے مرجھائے ہوئے چہروں پر اس قوم کی تقدیر کا فیصلہ پڑھ رہا ہوں۔ جس نے اس ملک پر آٹھ سو سال حکومت کی ہے میں جانتا ہوں کہ میری چیخ و پکار تم پر کوئی اثر نہیں کرے گی۔ تمہاری رگوں میں وہ خون خشک ہو چکا ہے جسے الفاظ جوش میں نہیں لا سکتے ہیں۔ یہ جاننے کے باوجود کہ میری آواز پھر ایک بار اس ایوان کی دیواروں سے ٹکرا کر فضا میں گم ہو جائے گی میں تم سے کچھ کہنے پر مجبور ہوں۔

الفاظ مردوں کے لئے آب حیات کا کام نہیں دے سکتے۔ لیکن اگر تم میں زندگی کی کوئی رمق باقی ہے تو میری بات سنو۔ قیامت کے دن الحمراء کی دیواروں کے یہ بے جان پتھر اس بات کی گواہی دیں گے۔ کہ جب تم اپنے ہاتھوں سے اپنا گلا گھونٹ رہے تھے۔ کسی نے تمہیں منع کیا تھا۔ جب تم اموات کی نیند سو رہے تھے کسی نے تمہیں جھنجھوڑ کر جگایا تھا، اور جب تم اپنے اور اپنی قوم کیلئے ذلت کی زندگی کا راستہ اختیار کر رہے تھے کسی نے تمہیں عزت کی موت کا راستہ دکھایا تھا۔ تم اپنی ہمت اور خدا کی رحمت سے مایوس ہو تم یہ سمجھتے ہو کہ دشمن کے سامنے ہتھیار ڈال کر تم اپنی زندگی کے باقی دن اطمینان سے گزار سکو گے۔ لیکن تم یہ نہیں جانتے کہ غلامی کی زندگی کا ہر لمحہ تمہارے لئے موت سے بدتر ہو گا۔ اگر تمہیں اس بات کی شرم نہیں کہ قیامت کے دن تمہیں اپنے ان اسلاف کو منہ دکھانا ہے جن کی ہڈیاں غرناطہ کی خاک میں دفن ہیں تو خدا کے لئے یہی سوچو کہ تمہاری آنے والی نسلیں تمہیں کیا کہیں گی، تمہیں اپنے اسلاف سے وراثت میں حکومت ملی تھی؟ اور تم اپنی آنے والی نسلوں کے لئے کیا چھوڑ کے جا رہے ہو؟ ــــ غلامی ــــ ذلت ــــ اور رسوائی!"

اگر تم نے ہتھیار ڈال دیئے تو نہ صرف ہماری گزشتہ چند برس کی قربانیاں رائیگاں جائیں گی، بلکہ وہ تمام خون رائیگاں جائے گا جو طارق بن زیاد کے زمانے سے لے کر آج تک ہم اس سرزمین پر بہا چکے ہیں آج تمہیں قوم کے شہیدوں کی ارواح دیکھ رہی ہیں۔ انکے خون کی توہین نہ کرو۔ میرا آج بھی ایمان ہے کہ ہم یہ جنگ جیت سکتے ہیں تم یہ کہتے ہو کہ اہل غرناطہ بھوک اور فاقہ کشی سے تنگ آ چکے ہیں، لیکن کیا بھوک جو بزدل کو بہادر

بنادیتی ہے۔ بہادروں کو بزدل بنا چکی ہے۔ اگر تم ہمت نہ ہارو تو قوم آج بھی لڑنے کے لئے تیار ہے ہم چالیس ہزار مجاہدین کے ساتھ دشمن کو لوشہ کی جنگ میں شکست دے چکے ہیں۔ کیا ایک لاکھ سپاہی غرناطہ کی حفاظت نہیں کر سکتے؟ اب تک ہم نے غرناطہ کی چاردیواری کی آڑلی ہے لیکن اب ہم سر پہ کفن باندھ کر میدان میں آئیں گے۔ اگر ہم زندہ رہے تو ہماری آزادی محفوظ رہے گی اور اگر شہید ہوئے تو بھی ہماری عزت پر دھبہ نہیں آئے گا۔ یہ زمین جس کے ہر ذرے پر ہمارے اسلاف کی عزت کی داستانیں نقش ہیں۔ ہماری رسوائی نہیں دیکھے گی۔ یہ آسمان جس نے آٹھ سو برس تک ہمارے بزرگ کی تلواریں دیکھی ہیں۔ ہمارے ہاتھوں میں غلامی کی ہتھکڑیاں نہیں دیکھے گا۔ قیامت کے دن ہمارے دامن خون شہادت سے رنگین ہوں گے ان پر غلامی اور ذلت کی سیاہی کے داغ نہیں ہوں گے۔"

ایک با اثر سردار نے اٹھ کر کہا۔" آپ پھر اسی طرح جذبات کی رو میں بہہ رہے ہیں۔ آپ کی شجاعت میں کلام نہیں۔ لیکن آپ تلخ حقائق کو نظر انداز کر رہے ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ الفاظ سے کوئی مورچہ سر نہیں ہو سکتا۔"

موسیٰ بن ابی غسان نے گرج کر کہا۔" بیٹھ جاؤ۔ تلخ حقائق کو نظر انداز کرنے کا مجرم میں نہیں، تم ہو۔"

لیکن اس کے بیٹھتے ہی ایک عالم اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اور بولا۔" موسیٰ! خود کشی کسی مذہب میں جائز نہیں۔ ہم قضا کے سامنے لاچار اور بے بس ہیں۔ تقدیر کا لکھا کوئی نہیں مٹا سکتا۔"

موسیٰ کا چہرہ غصے سے تمتما اٹھا اس نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔

"تم ذلت اور غلامی کی زندگی، اور شہادت کو خود کشی سمجھتے ہو۔

یہ نئی بات نہیں۔ جب طارق نے اندلس کے ساحل پر اپنا سفینہ جلا کر آگے بڑھنے کا حکم دیا تھا تو تمہارے جیسے دوراندیش اسوقت بھی یہ کہتے تھے کہ یہ خودکشی ہے اور جب سلطان ابوالحسن کی فوج لوشہ کی طرف بڑھ رہی تھی۔ تو بھی تمہارا یہ ہی خیال تھا کہ یہ اقدام خودکشی ہے۔ طارق اور ابوالحسن تو تمہارے جیسے معمولی انسان تھے لیکن میدان بدر میں بھی جب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے تین سو تیرہ سرفروش کھڑے تھے تو منافقین کا ایک گروہ کفار کی تعداد سے مرعوب ہو کر کہہ رہا تھا کہ اسلام کا چراغ ابھی کفر کی آندھیوں کا سامنا کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ یہ نہیں جانتا کہ تم کس خدا کی رضا کے قائل ہو، میں صرف ایک خدا کو جانتا ہوں۔ اسی کے حکم کو مانتا ہوں اور اسی کی رضا کے سامنے سر جھکانا جانتا ہوں میرا خدا وہ ہے جس نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل کیا تھا میرا خدا وہ ہے جس نے نوح علیہ السلام کی کشتی کو طوفان سے بچایا تھا۔ میرا خدا وہ ہے جس نے تین سو تیرہ کو کفار کے لشکر پر فتح دی تھی۔ میرا خدا وہ ہے جس نے قیصر و کسریٰ کے تاج اتار کر صحرانشینان عرب کے پاؤں میں ڈال دیئے تھے۔ اس خدا کے محبوب پیغمبر نے مجھے یہ تعلیم دی تھی کہ مومن اگر زندہ رہے تو غازی اور اگر مر جائے تو وہ شہید ہوتا ہے۔ اس خدا کو ماننے والے تلوار کی دھار پر رقص کرتے ہیں۔ غلامی کی زنجیروں کا بوجھ نہیں اٹھاتے اس خدا کی رضا یہ ہے کہ ہم سر پر کفن باندھ کر میدان میں نکل آئیں اور دنیا کی آخری حدود تک ظلم واستبداد، وحشت اور بربریت

کا تعاقب کریں۔

اہل غرناطہ! میں تمہاری آنکھوں میں آنسو دیکھ رہا ہوں لیکن غرناطہ تمہارے خون کا محتاج ہے۔ اقوام کی عزت اور آزادی کی تاریخ آنسوؤں سے نہیں خون سے لکھی جاتی ہے۔

تم قوم کے راہنما ہو۔ قوم تمہیں اپنے مستقبل کا فیصلہ کرنے کا اختیار دیا ہے اگر تم نے غلطی کی تو تمام قوم کو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ قانون فطرت میں افراد کی غلطیوں کیلئے چشم پوشی کی گنجائش ہے لیکن اجتماعی غلطیاں معاف نہیں ہوتیں۔ تم اگر خود ڈوبنا چاہتے ہو۔ تو خدا کیلئے قوم کو ڈوبنے کا مشورہ نہ دو۔ تمہارے پاس وسائل ہیں۔ تم مصیبت کے وقت غرناطہ چھوڑ کر کہیں اور چلے جاؤ گے لیکن قوم کیلئے ایسے حالات پیدا نہ کرو جن کے باعث وہ کہیں کی نہ رہے۔"

موسیٰ بیٹھ گیا۔ ایوان میں سکوت طاری تھا حامد بن زہرہ کچھ دیر ادھر ادھر دیکھنے کے بعد اٹھا اور بولا۔ بزرگان قوم! غرناطہ کی قسمت کا فیصلہ اب آپ کے ہاتھ میں ہے۔ میں نے آپ کے حکم کے مطابق دشمن کے ساتھ صلح کی بات چیت کی تھی لیکن ان شرائط کو منظور کرنا یا رد کرنا آپ کے اختیار میں ہے اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ ان حالات میں ہم جنگ کر سکتے ہیں۔ تو میں آپ کے فیصلے کا خیر مقدم کروں گا لیکن اگر آپ بددل ہو چکے ہیں تو میں یہ کہوں گا کہ ہمیں صلح کے لئے ان شرائط کو غنیمت سمجھنا چاہیئے۔ اپنی انفرادی حیثیت سے میں موسیٰ کے خیالات کی تائید کرتا ہوں۔ لیکن ایک وزیر کی

حیثیت میں، میں آپ کے فیصلے کا منتظر ہوں۔ اس وقت یہاں
وہ تمام سردار اور علماء جمع ہیں جو غرناطہ کی فوج اور عوام کی
نمائندگی کا حق رکھتے ہیں۔ میں صرف اتنا جانتا ہوں اگر آپ
جنگ جاری رکھنے کا فیصلہ کریں گے تو ان حوصلہ شکن حالات
کے باوجود پھر ایک بار ساری قوم اٹھ کھڑی ہو گی لیکن اگر آپ
صلح کے حق میں ہیں۔ تو فوج یا عوام سے کوئی توقع رکھنا بے سود
ہے۔ میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ فیصلہ کرتے وقت تمہاری
راہنمائی کرے۔"

ایک بربری سردار نے اٹھ کر کہا: "موسیٰ بن ابی غسان کو معلوم ہے کہ ہم نے انتہائی مایوسی کے باوجود بھی جنگ میں اسکا ساتھ دیا ہے۔ لیکن اب حالات ایسے ہیں کہ ان پر پردہ ڈالنا بے سود ہے۔ جنگ جاری رکھنے کے دو ہی نتائج ہو سکتے ہیں یہ مکمل فتح یا مکمل تباہی۔ لیکن صلح کی صورت میں ہمارے لئے مکمل تباہی سے بچنے کا راستہ کھلا رہے گا۔"

دوسرے سردار نے اٹھ کر اس کی تائید کی۔ اس کے بعد علمائے دین نے یکے بعد دیگرے یہ کہنا شروع کر دیا کہ خدا کی مرضی یہ ہی ہے۔ ہم اس کے خلاف نہیں لڑ سکتے۔"

غرناطہ کا ایک مفتی جو دین و اسلام کے متعلق کئی کتابیں لکھ چکا تھا۔ اٹھا اور اس نے کہا: "اس میں شک نہیں کہ نصرانی اس وقت ہمارے دشمن ہیں۔ لیکن صلح کے بعد ہمیں ان کے سامنے پُر امن طریقوں سے اسلام کی تبلیغ کا موقع ملے گا اور نفرت کی دیواریں جو اسوقت ہمارے درمیان ہیں۔ خود بخود نابود ہو جائیں گی۔ میں وہ دن دیکھ رہا ہوں جب مسلمان کے دشمن اسلام کے بہترین سپاہی ہوں گے۔

قرطبہ کے ایک مہاجر نے جو گزشتہ چند ماہ سے اپنی ذہانت کے باعث غرناطہ کے دربار میں کافی اثر اور رسوخ حاصل کر چکا تھا۔ اٹھ کر ان خیالات کی تائید کی۔

(۳۱)

تقریروں کا یہ سلسلہ دوپہر تک جاری رہا۔ غرناطہ کے امراء صلح کے حق میں اپنا فیصلہ دے چکے تھے۔ سب سے آخر میں ابوالقاسم نے اٹھ کر ابوعبداللہ کی طرف دیکھا۔ بدنصیب قوم کا آخری تاجدار سر جھکائے بیٹھا تھا۔ ابوالقاسم نے کہا۔ سلطان معظم! قوم کے راہنماؤں کا فیصلہ یہی ہے کہ صلح کی یہ شرائط منظور کر لی جائیں آپ کا حکم کیا ہے؟"

ابوعبداللہ نے انتہائی بے بسی کی حالت میں اہل دربار کی طرف دیکھا موسیٰ کے سوا سب کے چہروں پر مایوسی ٹپک رہی تھی۔ ابوعبداللہ نے مغموم آواز میں کہا، میرا خیال تھا کہ قوم کے راہنما موسیٰ کی تقریر کے بعد اپنی رائے بدل ڈالیں گے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ تباہی کی اس آگ کا کوئی علاج نہیں جو میں نے اپنے ہاتھوں سے لگائی تھی" عبداللہ کچھ اور کہنا چاہتا تھا لیکن اسکی آواز بیٹھ گئی۔ اور اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔

ابوالقاسم نے موسیٰ کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں سے وحشت برس رہی تھی۔ ابوالقاسم نے کہا، موسیٰ! تم کچھ اور کہنا چاہتے ہو؟"

موسیٰ اس کے جواب میں اٹھ کھڑا ہوا۔ اور ایک ثانیہ توقف کے بعد بولا۔۔

میں تم سے آخری بار کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

اس کے بعد تم میری آواز نہیں سنو گے آج سے ہمارے راستے مختلف ہوں

گے۔ میں عزت کی موت کے لئے تمہارا ساتھ دے سکتا تھا۔ ذلت کی زندگی کے لئے تمہارا ساتھی نہیں بنوں گا۔ تم سمجھتے ہو کہ فرڈینینڈ کی صلح کی شرائط ہیں۔ تمہارے لئے امن، و دوستی کا پیغام ہے۔ تم سمجھتے ہو کہ اپنی آزادی دشمن کے حوالے کرنے کے بعد تم چین سے بیٹھ سکو گے۔ لیکن اپنے آپ کو دھوکا مت دو۔ الفاظ اس کاغذ سے زیادہ بے ثبات ہیں جس پر یہ لکھے گئے ہیں۔ میری روح اس ذلت کے تصور سے لرزتی ہے جو تمہیں فرڈینینڈ کی غلامی میں نصیب ہو گی۔ جب وہ غرناطہ پر قابض ہو گا۔ ان فیاضانہ شرائط کے الفاظ کا مفہوم یکسر بدل جائے گا تم سمجھتے ہو کہ فرڈینینڈ کے پہرے میں آرام کی نیند سو سکو گے تم سمجھتے ہو کہ دنیا میں بے خانماں اور ذلیل ہو جانے کے بعد تم دین اسلام کی تبلیغ کر سکو گے لیکن یاد رکھو! فرڈینینڈ کی حکومت کے ساتھ غرناطہ میں دحشت اور بربریت کا وہ دور آئے گا۔ جو آج تک دنیا کی کسی قوم نے نہیں دیکھا۔ وہ زبان جو خدا اور رسول کا نام لے گی۔ نوچ ڈالی جائے گی تمہاری مساجد کی بے حرمتی کی جائے گی۔ تمہارے گھروں کو لوٹا جائے گا۔ تمہاری بہو بیٹیوں کو سربازار رسوا کیا جائے گا۔ تمہیں نوک شمشیر عیسائی بنایا جائے گا۔ تمہارے لئے یہ کشادہ اور عالیشان محل نہیں، تنگ و تاریک قید خانے ہونگے زمین تمہارے آنسو دیکھے گی، اور آسمان تمہاری آہیں سنے گا۔ میرے لئے آزادی کی موت آسان ہے تمہارے لئے غلامی کی زندگی مشکل ہو گی میں جاتا ہوں، اور اس کے بعد تم مجھے نہیں دیکھو گے۔"

موسیٰ تیزی سے قدم اٹھاتا ہوا باہر نکل گیا۔ وادالاسود کے دروازے سے باہر ابوعبداللہ کی ماں اور اسکی بیوی کھڑی تھیں۔ انکی آنکھوں میں آنسو تھے موسیٰ ایک ثانیہ کے لئے انکی طرف دیکھ کر رکا اور پھر اسی رفتار سے آگے چلدیا۔

تھوڑی دیر کے بعد اس کے محل کے دروازہ پر لوگوں کا ایک ہجوم کھڑا تھا۔ موسیٰ اپنے خوبصورت گھوڑے پر سوار ہو کر محل سے باہر نکلا۔ وہ سر سے پاؤں تک لوہے میں غرق تھا۔ لوگ اسے دیکھ کر ادھر ادھر ہٹ گئے۔ اور اس نے کسی سے بات کئے بغیر گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔ شہر کے دروازے سے باہر نکلنے کے بعد اس کا برق رفتار گھوڑا گویا دیکھے بادلوں میں روپوش ہو گیا۔

آج تک شہر غرناطہ کا انجام کسی کو معلوم نہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ دریائے نیل کے کنارے فرڈیننڈ کے سپاہیوں کے ساتھ لڑتا ہوا شہید ہو گیا[1] اور خود بری طرح زخمی ہونے کے بعد اس نے دریا میں چھلانگ لگا دی۔

---

[1] موسیٰ بن ابی غسان تاریخ کی ان شخصیتوں میں سے ایک تھا جنہیں خوق العادۃ سمجھ کر لوگ ان کی موت پر یقین نہیں کرتے۔ غرناطہ کے مظلوم مسلمان ایک مدت تک یہ خیال کرتے رہے کہ وہ مراکش پہنچ کر ان کی مدد کیلئے ایک فوج تیار کر رہا ہے۔ لیکن اسپین کا ایک عیسائی مورخ نے انٹونیو آگا پیڈا لکھتا ہے کہ ایک شام دریائے نیل کے کنارے فرڈیننڈ کے پندرہ نیزہ بازوں نے ایک مرد شہسوار کو للکارا۔ مرد شہسوار نے انہیں جواب دینے کی بجائے ان پر حملہ کر دیا۔ اور نیزے کے پہلے ہی وار سے فرڈیننڈ کے ایک نائٹ کو مار گرایا۔ اس کے بعد اس نے یکے بعد دیگرے عیسائی دستے کی نصف سے زیادہ سواروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ آخر کار وہ بری طرح گھائل ہوا۔ لیکن اس کے باوجود بھی وہ گھٹنوں کے بل ہو کر خنجر کے ساتھ مقابلہ کرتا رہا۔ جب اس کے ہاتھ پاؤں بالکل جواب دے گئے تو اس نے دم توڑتے وقت بھی دشمن کی قید کی ذلت گوارا نہ کی اور سخت کوشش کے بعد اپنے آپ کو دریا میں ڈال دیا۔ زخموں کی شدت اور اسلحہ کے بوجھ کے باعث وہ تیر نہ سکا اور اسے دریا کی موجوں نے اپنے

الحمراء کے راز غرناطہ کے عوام کی نگاہوں سے دیر تک پوشیدہ نہ رہ سکے شہر کے نوجوان جو موسیٰ کو اپنا نجات دہندہ سمجھتے تھے۔ امراء کے خلاف ہو گئے فوج میں اگرچہ ایسا گروہ پیدا ہو چکا تھا جو صلح کے حق میں تھا۔ لیکن اکثریت ایسے لوگوں کی تھی جو جنگ کئے بغیر اپنی شکست تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ تھا۔

ایک صبح جب لوگ بیدار ہوئے تو غرناطہ کی ہر مسجد کے دروازے پر اس قسم کے اشتہار چسپاں تھے کہ ابو عبداللہ اور اسکے امراء دشمن کے ساتھ قوم کی عزت اور آزادی کا سودا کر چکے ہیں لیکن اگلی صبح صلح پسندوں اور شکست خوردہ ذہنیت کے لوگوں نے جگہ جگہ یہ اشتہار چسپاں کر دیئے کہ فرڈیننڈ کی فیاضانہ شرائط کو رد کرنا کفران نعمت ہے۔ یہ انتشار کی ابتدا تھی۔ چند دن میں نوبت یہاں تک پہونچ گئی کہ ہر گلی۔ ہر محلے اور ہر درس گاہوں میں متصادم خیالات کے علماء کی تقریریں ہونے لگیں۔ ایک شام عوام کی ایک بڑی جماعت نے ابو عبداللہ اور امراء سلطنت کے خلاف سخت مظاہرہ کیا۔ صلح پسندوں کی ایک ٹولی نے انہیں سمجھانے کی کوشش کی۔ لیکن عوام کے جوش و خروش کا یہ عالم تھا کہ وہ ان پر ٹوٹ پڑے انہیں مار بھگانے کے بعد عوام نے شہر میں جلوس نکالا۔ اور چند ایسے امراء اور علماء کے گھروں کو آگ لگا دی جن پر فرڈیننڈ کے جاسوس ہونے کا شبہ تھا۔ شہر میں خانہ جنگی کا خطرہ محسوس کرتے ہوئے ابو عبداللہ نے ستر دن کی مدت ختم ہونے سے پہلے ہی شہر کو فرڈیننڈ کے حوالے کر دینے کا فیصلہ

بقیہ ۴۸۸ کا) اپنے آغوش میں لے لیا۔ عیسائی سوار اس کا گھوڑا پکڑ کر لے گئے۔ اور غرناطہ کے جنگی قیدیوں نے اس بات کی تصدیق کی کہ یہ گھوڑا موسیٰ بن ابی غسان کا ہے۔

کیا۔ چنانچہ ۱۲ ربیع الاول ۸۹۷ھ یعنی ۱۴۹۲ء میں غرناطہ کو دشمن کے قبضہ میں دے دیا گیا۔

ابو عبد اللہ گھوڑے پر سوار ہو کر الحمراء سے نکلا۔ اس کے پیچھے شہر کے پچاس امراء بھی گھوڑوں پر سوار تھے شہر سے باہر فرڈیننڈ، ملکہ ازابیلا، اور انکی فوج قطاریں باندھ کر کھڑی تھی۔ ابو عبد اللہ نصرانی بادشاہ کے قریب پہونچ کر گھوڑے پر سے اتر پڑا۔ ضبط کی انتہائی کوشش کے باوجود اس کی آنکھوں سے آنسو ابل پڑے فرڈیننڈ نے گھوڑے سے اتر کر اسے گلے لگا لیا۔

ابو عبد اللہ نے اسے الحمراء کی کنجیاں پیش کرتے ہوئے کہا "خدا نے تجھے غرناطہ کی حکومت عطا کی ہے۔ میری دعا ہے کہ وہ تجھے رحم، عدل اور انصاف کے قابل بنائے"

ابو عبد اللہ ملکہ ازابیلا کی طرف متوجہ ہوا۔ ملکہ الحمراء کی عظمت کے سامنے غرناطہ کے آخری تاجدار کی بے کسی دیکھ کر متاثر ہوئے بغیر نہ رہی۔ ایک لمحہ کیلئے وہ ایک عورت تھی۔ اس کا دل بھر آیا، اور وہ آبدیدہ ہو کر اپنے شوہر کی طرف دیکھنے لگی۔ ملکہ کا اشارہ پاکر فرڈیننڈ ابو عبد اللہ کو تسلی دینے کیلئے کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن ابو عبد اللہ نے کسی توقف کے بغیر گھوڑے پر سوار ہو کر اسکی باگ موڑ لی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ اس قافلے کے ساتھ جا ملا جو اس کے مال و متاع کے ساتھ اندلس کا رخ کر رہا تھا اس قافلہ میں اس کی والدہ اور بیوی بھی تھیں۔

فرڈیننڈ کی افواج فتح کے نقارے بجاتی ہوئی شہر میں داخل ہوئیں۔

بادشاہ اور ملکہ نے اپنے مذہبی پیشوا سے درخواست کی کہ وہ اپنے مقدس ہاتھوں سے الحمراء کے برج پر نشان صلیب نصب کرے۔

غرناطہ کے مردوں، عورتوں اور بچوں کی نگاہیں الحمراء کے برج پر لگی ہوئی تھیں

یہ شہر جس نے صدیوں تک مجاہدین اسلام کو دور دراز کی فتوحات سے واپس آکر مسرت کے نعرے لگاتے سنا تھا۔ اب دشمن کی فتح کے ترانے سن رہا تھا الحمراء کے برج پر ابھی تک پرچم اسلام لہرا رہا تھا، اہل غرناطہ اپنے مقدر کے اس ستارے کو دیکھ رہے تھے جو ہمیشہ کے لئے غروب ہونے والا تھا۔ جب غرناطہ کا ہلالی پرچم اتار لجا رہا تھا۔ اور اسکی جگہ صلیب کا جھنڈا بلند ہو رہا تھا۔ ایک طرف فرڈیننڈ کی فوج کے سپاہی خوشی کے ترانے گا رہے تھے، اور دوسری طرف اہل غرناطہ کی جگر دوز چیخیں سنائی دے رہی تھیں۔ ایک فاتح قوم کی رگوں میں زندگی کا خون دوڑ رہا تھا اور ایک مفتوح قوم کی نبضیں ڈوب رہی تھیں۔

ابو عبداللہ محمد نے البشارات کی ایک پہاڑی کی چوٹی پر پہونچکر اپنا گھوڑا روکا۔ اس نے آخری بار غرناطہ کی طرف دیکھا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

بہادر ماں نے حقارت آمیز لہجے میں کہا "تم جس سلطنت کی تعمیر کے لئے مردوں کی طرح اپنا خون نہ بہا سکے، اب اس کی بربادی پر عورتوں کی طرح آنسو بہانے سے کیا فائدہ؟"

البشارات کے ایک محدود علاقے میں ابوعبداللہ کی حکومت چند دن سے زیادہ نہ رہی۔ وہاں کی حریت پسند مسلمانوں کے دل میں اس کیلئے نفرت کے سوا کچھ نہ تھا۔ ابوعبداللہ نے عیسائی فوج کی مدد سے ان پر حکومت کرنے کی بجائے مراکش کی طرف ہجرت کی اور وہاں سلطنت کی ایک فوج میں ملازم ہو گیا۔

(۴۲)

موسیٰ بن ابی غسان کے خدشات صحیح ثابت ہوئے۔ یہ معاہدہ جسے اہل غرناطہ اپنے لئے امن اور فارغ البالی کا پیغام سمجھتے تھے۔ ایک دام فریب تھا اور وہ اس میں پھنس چکے تھے، تلوار، قلم کی تحریر منسوخ کر چکی تھی۔ فاتح اپنی خواہش کے مطابق

معاہدے کی شرائط کا مفہوم بدل رہا تھا۔ اور مفتوح کا احتجاج بے معنی تھا فاتح قوم کے مذہبی پیشوا یہ فیصلہ دے چکے تھے کہ مسلمانوں کا دین اسپین کے اتحاد کی راہ میں رکاوٹ ہے مسلمان حکومت کے وفادار نہیں بن سکتے۔ اہل غرناطہ مراکش اور اسلام کے دوسرے مسلمانوں کی مدد کا انتظار کر رہے ہیں۔ وہ جاسوس ہیں اور انکی علیحدہ زبان، علیحدہ لباس اور علیحدہ دین، عیسائی حکومت کیلئے مستقل خطرہ ہے۔ حکومت انکی حفاظت کا صرف اس صورت میں ذمہ لے سکتی ہے جبکہ وہ تبدیلی قلب کا ثبوت دیں، اور تبدیلی قلب کا ثبوت دینے کیلئے ان کے راہنماؤں کے رسمی اعلانات کافی نہیں۔ انہیں امن پسند شہری بننے کیلئے حکومت کا مذہب اختیار کرنا پڑے گا۔ نہ صرف دنیا میں امن اور آزادی کی زندگی بسر کرنے کیلئے بلکہ آخرت کی نجات کے لئے بھی یہ ضروری ہے کہ وہ اسلام ترک کر کے عیسائیت کے دامن میں پناہ لیں۔

مسلمانوں کے لئے ان کی مساجد کے دروازے بند ہو رہے تھے۔ انہیں نماز پڑھنے یا اذان دینے کی اجازت نہ تھی۔ سربازار عربی زبان میں گفتگو کرنا ایک ناقابل معافی جرم تھا غرناطہ کی وہ عظیم الشان درسگاہیں جنہوں نے آٹھ صدیوں تک مغرب کے ممالک کو علم و ہنر کی روشنی دی تھی بسپرد آگ کئے جا رہے تھے، غرناطہ سے باہر زرخیز اراضیات اور باغات پر عیسائی قابض ہو چکے تھے تجارت پیشہ مسلمان اپنی دوکان سے محروم کئے جا رہے تھے، لوٹ مار اور قتل و غارت کا طوفان شروع ہو چکا تھا غرناطہ کے یہودی تاجر کافی متمول تھے۔ لیکن وہ اپنی دولت بچانے کیلئے لوٹ مار کرنے والوں کو دولت مند مسلمانوں کے گھروں کا پتہ دے رہے تھے۔ وہ حکومت کے عمال کے پاس تھوڑے بہت تحائف جاتے اور لوٹ مار کیلئے انکی توجہ مسلمانوں کی طرف مبذول رکھنے پر صرف

انتہا تھی۔

ہر نئی صبح غرناطہ کے مسلمانوں کے لئے ایک نئی مصیبت کا پیغام لیکر آتی تھی۔ اور ہر شام آفتاب کی آخری نگاہیں ان کے چہروں پر مایوسی اور بے بسی میں ایک نیا اضافہ دیکھتی تھیں۔ اہل غرناطہ زبان حال سے یہ کہہ رہے تھے۔

"اب کیا ہوگا؟"

اب ہم کیا کریں؟

اب ہم کیا کر سکتے ہیں؟"

قوم کے ترکش کا آخری تیر

(۱)

جبل شیبر کی ایک وادی میں سرحدی عقاب کی فوج کے علاوہ تمام ان پہاڑی قبائل کے راہنما جمع تھے جو غرناطہ چھن جانے کے بعد عقاب کی وادی کو اپنا آخری حصار سمجھ چکے تھے۔ بدر بن مغیرہ ایک پتھر پر کھڑا ان کے سامنے تقریر کر رہا تھا۔

"میرے عزیزو! میرے بزرگو! اور میرے ساتھیو! دشمن ہم پر چاروں طرف سے یلغار کر رہا ہے۔ وہ ہمیں مغلوب کرنے کیلئے اپنی تمام قوت بروئے کار لا چکا ہے۔ جن حالات کا ہم سامنا کر رہے ہیں وہ تم سے پوشیدہ نہیں۔ میں ان حالات میں تمہارے ساتھ صرف ایک وعدہ کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اگر تم عزت اور آزادی کی زندگی حاصل نہ کر سکے تو بھی عزت کی موت کا دروازہ تمہارے لئے بند نہیں ہوگا۔ اگر تم نے مجھے اپنا راہنما بنایا ہے تو تمہارے لئے

میرا یہ پیغام ہے کہ تمہارے مقدر میں آزادی کی زندگی یا عزت کی موت ہے غلامی کی زندگی، یا ذلت کی موت نہیں۔

یہ قانون فطرت ہے کہ اس دنیا میں جو پیدا ہوتا ہے وہ ایک نہ ایک دن ضرور مرتا ہے۔ اگر دنیا کی زندگی کا انجام موت ہے تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ ہم ایک لمحہ کے لئے زندہ رہے یا ایک صدی تک زندہ رہے۔ مرنے والے کی قبر سے دنیا صرف یہ پوچھا کرتی ہے کہ تم زندہ رہے تو کس شان سے زندہ رہے، اور تم مرے تو کس آن سے مرے مجھے اس بات پر ناز ہے کہ جب میں اس زمین پر اپنے اسلاف کی قبریں دیکھتا ہوں تو مجھے ندامت سے اپنا سر نہیں جھکانا پڑتا ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ انہوں نے کسی وقت بھی عزت کی موت کے راستے سے ٹھوکر ذلت کی زندگی کے دروازے پر کبھی دستک نہیں دی اور اپنے اسلاف کی طرح مجھے بھی یہ گوارا نہیں کہ آنے والی نسلیں میری قبر کو حقارت سے دیکھیں۔ میں قیامت کے دن اس جماعت کے ساتھ اٹھنا چاہتا ہوں جس نے حق اور انسانیت کے لئے لڑ کر جان دی مجھے ان لوگوں کے ساتھ اٹھنا پسند نہیں جنہوں نے چند دن کی ذلیل زندگی کی خاطر حق و صداقت سے منہ پھیر لیا۔ اور اپنی آنے والی نسلوں کیلئے دائمی غلامی کی لعنت چھوڑ گئے۔ مومن حق کے لئے جان دیتا ہے حق سے منہ پھیر کر زندہ رہنا اپنے لئے باعث ننگ و عار سمجھتا ہے۔

ہم تعداد میں بہت تھوڑے ہیں۔ ہمارے ذرائع محدود ہیں۔ لیکن اپنے ماضی کی تاریخ کے اوراق الٹ کر دیکھو اور وہ دن یاد کرو۔ جب کہ حق پرستوں کی تاریخ ایک مٹھی بھر جماعت نے پیٹ پر پتھر باندھ کر قیصر و کسریٰ کی سطوت کے پرچم سرنگوں کر دیئے تھے۔ وہ دن یاد کرو جب طارق بن زیاد

نے اندلس کے ساحل پر پہونچ کر اپنا سفینہ جلا دیا تھا۔ اور اپنے جانبازوں کو یہ پیغام دیا تھا کہ مسلمانوں کے پاؤں آگے بڑھنے کے لئے ہیں پیچھے ہٹنے کے لئے نہیں۔

ہماری جنگ وحشت اور بربریت کے خلاف انسانیت کی بغاوت ہے۔ یہ اصول کی جنگ ہے۔ اگر ہم لڑتے ہوئے ختم ہو جائیں تو بھی ہمارا مقصد زندہ رہے گا۔ انسانیت ہر دور میں وحشت کے خلاف آواز بلند کرتی رہے گی، ہر زمانے میں حق پرستوں کا کوئی نہ کوئی گروہ اس عظیم الشان مقصد کے لئے شمشیر بکف رہے گا۔ جب تک انسانیت زندہ رہے گا۔ اور جب تک یہ مقصد نہ زندہ رہے گا ہم زندہ رہیں گے، اندلس کے مورخ انسانیت کے علمبرداروں کے نام فراموش نہیں کر یں گے، وقت صفحہ ہستی سے وہ تحریر نہیں مٹا سکتا جو شہیدان قوم اپنے خون سے لکھا کرتے ہیں۔

غرناطہ کے متعلق جو اطلاعات آرہی ہیں، وہ بید الم ناک ہیں مسلمانوں کو بہ نوک شمشیر اسلام ترک کرنے پر مجبور کیا جا رہا ہے ظلم، وحشت اور بربریت کے ہاتھ چاروں طرف سے ان کا تعاقب کر رہے ہیں۔ بازاروں میں مسلمانوں کی زندگی محفوظ نہیں اور گھروں میں انکی بہو بیٹیوں کی عزت محفوظ نہیں اب اس معاہدے کے الفاظ کے معنی بدل چکے ہیں۔ جسے اہل غرناطہ اپنی عزت اور آزادی کا ضامن سمجھتے تھے۔ وہ لوگ جنہوں نے ایک صحیح اصول کے لئے تلوار اٹھانے سے انکار کیا تھا، اب دشمن کے غلط فیصلے تسلیم کرنے پر مجبور کئے جا رہے ہیں وہ لوگ جنہوں نے اپنی عزت اور آزادی کے لئے خون بہانے سے دریغ کیا تھا۔ اب بے بسی کے آنسوؤں سے اپنی تاریخ کا آخری باب لکھ رہے ہیں۔ انھوں نے آزادی کے

تاج پر غلامی کی زنجیروں کو ترجیح دی انہوں نے یہ سمجھا تھا کہ وہ غلامی کا نہایت معمولی بوجھ اٹھا کر زندگی کے ہزاروں انعامات حاصل کر سکیں گے۔ لیکن اب ان پر زندگی کی نعمتوں کے دروازے بند ہو چکے ہیں۔ اور غلامی کا بوجھ آئے دن زیادہ ہوتا جا رہا ہے۔ ان کی ہڈیاں اسکے بوجھ کے نیچے پس رہی ہیں لیکن وہ احتجاج نہیں کر سکتے۔ ان میں سے بعض کا یہ خیال تھا کہ وہ عیسائی بن کر ان آلام و مصائب سے نجات حاصل کر لیں۔ لیکن وہ اب یہ محسوس کر رہے ہیں، کہ غلام عیسائی اور حکمران عیسائی میں بہت فرق ہے۔

میرے دوستو! جب تک میں زندہ ہوں۔ اور جب تک آپ میرے ساتھ ہیں۔ میں یہ وعدہ کرتا ہوں کہ۔ اس وادی میں غرناطہ کی تاریخ نہیں دہرائی جائے گی، ہم لڑیں گے ہم آخری وقت تک لڑیں گے۔ اندلس کی خاک ہماری بے بسی کے آنسو دیکھنے کی بجائے ہمارے خون سے سیراب ہو گی۔"

(۱۲)

عیسائیوں کو غرناطہ پر قابض ہوئے سات سال گزر چکے تھے۔ جنوب مشرق میں ایک چھوٹے سے پہاڑی علاقہ کے سوا باقی اسپین پر ان کا تسلط تھا۔

جب اہل غرناطہ اپنی آزادی کی جنگ لڑ رہے تھے۔ قرطبہ، اشبیلیہ، طلیطلہ اور باقی اندلس کے مسلمان یہ سمجھتے تھے کہ وہ غرناطہ کی جنگ کے باعث اپنے عیسائی حکمرانوں کے مظالم کا شکار ہو رہے ہیں ان کا خیال تھا کہ اگر غرناطہ کے مسلمان ہتھیار ڈال دیں تو عیسائی ان پر ظلم نہیں کریں گے اسپین میں امن اور مذہبی

رواداری کا ایک نیا دور شروع ہو گا چنانچہ جب یہ خبر انہیں ملی کہ اہل غرناطہ نے ہتھیار ڈال دیئے ہیں تو انہوں نے فرڈی نینڈ اور ملکہ ازابیلا کو مبارک باد کے پیغامات بھیجے انہوں نے عیسائیوں کو خوش کرنے کیلئے فتح کے جشن میں حصہ لیا اپنے عیسائی حاکموں کے دروازوں پر جمع ہو کر فتح کے نعرے لگائے۔ ان کے مذہبی رہنماؤں نے یہ اعلان کیا کہ غرناطہ کی فتح فقط عیسائیوں کی فتح نہیں ہماری سب کی فتح ہے انہوں نے بدر اور اسکے مجاہدین کے خلاف ملک کے ساتھ غداری کا الزام لگایا جو اب تک پہاڑوں اور جنگلوں میں آزادی کی جنگ لڑ رہے تھے۔

لیکن سات سال کے عرصہ میں انہیں معلوم ہو چکا تھا کہ ظلم کی چکی میں غرناطہ ایک ایسا سخت پتھر تھا جو اسکے دو پاٹوں کے درمیان حد فاصل کا کام دے رہا تھا اور اس پتھر کے پس جانے کے بعد دونوں پاٹ آپس میں مل چکے تھے وحشت اور بربریت کا سیلاب جو ایک مدت سے غرناطہ کے حدود پر رکا رہا۔ اب اپنے راستے کا آخری پتھر ہٹانے کے بعد ہر سمت سے مسلمانوں کا تعاقب کر رہا تھا۔ اندلس کے وہ مسلمان جو فتح کیلئے اہل غرناطہ کا ساتھ نہ دے سکے، اب ذلت رسوائی اور مظلومیت میں ان کے ساتھ برابر کے حصہ دار تھے۔ وحشت کے ہاتھ ہر بستی اور ہر شہر میں انسانیت کا دامن نوچ رہے تھے۔

عیسائی حکومت نے یہ اعلان کیا کہ اسپین کے مسلمانوں کیلئے اب صرف تین راستے ہیں۔ ترک اسلام۔ ترک وطن یا موت۔ جن لوگوں نے عیسائی مذہب قبول کیا وہ عیسائیوں کے ساتھ مساوی درجہ حاصل نہ کر سکے۔ حکمران ان کے ساتھ نفرت سے پیش آتے تھے۔ انکی نیت پر شبہ کیا جاتا تھا۔ ان پر یہ

الزام عائد کئے جاتے تھے کہ وہ در پردہ نماز پڑھتے ہیں گھروں میں عربی بولتے ہیں۔ پہاڑی باغیوں کی فتح کیلئے دعائیں مانگتے ہیں۔ ان الزامات میں گرفتار ہونے والوں کو عام طور پر دروں کی سزا دی جاتی تھی وہ مسلمان جو کلمہ توحید پڑھنے پر مصر تھے۔ بدترین سزاؤں کے مستحق سمجھے جاتے تھے انہیں گرم لوہے سے داغ دیا جاتا تھا۔ انہیں پہیوں پر کھینچا جاتا۔ اور انہیں مساجد کے دروازوں کے سامنے جلایا جاتا ان حالات میں لاکھوں مسلمان مراکش کی طرف ہجرت کر چکے تھے۔ شمال کے قافلے جنوب کی بندرگاہوں کا رخ کرتے جو لوگ راستے میں لوٹ مار سے بچ کر ساحل تک پہنچتے انہیں مراکش پہنچنے کیلئے جہاز والوں کو بھاری اجرت ادا کرنی پڑتی۔ اگرچہ معاہدے کی شرائط کی رو سے عیسائی حکومت اسپین سے ہجرت کرنے والے مسلمانوں کو اپنے خرچ پر افریقہ کے ساحل تک پہنچنے کی ذمہ داری تھی اور فرڈیننڈ بذات خود یہ چاہتا تھا کہ ہجرت کرنے والوں پر سختی نہ کی جائے۔ تاہم حکومت کے افسر معاہدے کی باقی شرائط کی طرح اس شرط کو بھی کوئی اہمیت دینے کے لئے تیار نہ تھے۔ شمالی افریقہ کے مسلمان حکمرانوں نے اپنے تمام جہاز اسپین کے پناہ گزینوں کو نکالنے کے لیے وقف کر دیئے لیکن لاکھوں مسلمانوں کو نکالنے کے لئے ایک مدت درکار تھی۔

اہل غرناطہ نے عیسائی حکومت کے وحشیانہ مظالم سے تنگ آکر بغاوت کی لیکن حکومت نے چند ہی دنوں میں ہزاروں مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اور بغاوت ختم کر دی۔

جنوب مشرق کے پہاڑوں اور جنگلوں میں ابھی تک آزادی کے پرچم

لبرا رہے تھے۔ فرڈیننڈ نے بدر بن مغیرہ کی سرکوبی کیلئے کئی مہمیں روانہ کیں لیکن اسے ہر بار ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ عقاب کی وادی کی مجاہدین کی تعداد آئے دن کم ہو رہی تھی۔ اس کے بہت سے حلیف بددل ہو کر ہجرت کر رہے تھے لیکن اسکے عزم و استقلال میں کوئی فرق نہ آیا۔

(۳)

رات کے تیسرے پہر ربیعہ نے اچانک گہری نیند سے بیدار ہو کر آنکھیں کھولیں اس کے کمرے میں شمع جل رہی تھی اور بدر بن مغیرہ زرہ بکتر میں ملبوس اس کے سرہانے کھڑا غور سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

ربیعہ نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا "آپ کب آئے؟"

"میں ابھی آیا تھا اور ابھی جا رہا ہوں"

ربیعہ جواب طلب نگاہوں سے اپنے شوہر کی طرف دیکھنے لگی۔ بدر بن مغیرہ نے کہا "ربیعہ! شمال کے محاذ پر خدا نے ہمیں فتح دی ہے۔ ہم نے دشمن کو بیس میل پیچھے ہٹا دیا ہے لیکن یہاں پہنچتے ہی مجھے منصور سے اطلاع ملی ہے کہ دشمن کی ایک بہت بڑی فوج نے مغرب کی طرف سے حملہ کر دیا ہے میں اب وہاں جا رہا ہوں انشاء اللہ اس فتح کے بعد کئی راتیں آرام کی نیند سو سکوں گا یوسف کیسا ہے؟"

ربیعہ نے جواب دیا "یوسف اب ٹھیک ہے پرسوں اسکا بخار اتر گیا تھا۔ اگر اجازت ہو تو اسے جگا دوں؟"

"نہیں اسے سونے دو۔ وہ میرے ساتھ جانے پر ضد کریگا۔ زبیدہ کیسی ہے؟"

زبیدہ بالکل ٹھیک ہے۔ وہ اب کہانیاں سننے کے شوق میں یوسف کے کمرے ہی میں سو جاتی ہے۔ بشیر کہاں ہے؟"

بدر بن مغیرہ نے جواب دیا۔" وہ زخمیوں کو یہاں لا رہا ہے۔ امید ہے کل تک یہاں پہنچ جائیگا۔ اس دفعہ جنگ میں ہمارے دو سو آدمی زخمی اور پچاس مجاہد شہید ہوئے ہیں لیکن اس کے بدلے دشمن کے تین ہزار سے زیادہ سپاہی موت کے گھاٹ اتارے جا چکے ہیں۔"

ربیعہ خاموشی سے اپنے شوہر کی طرف دیکھ رہی تھی قلعے سے باہر جمع ہونیوالے سپاہیوں کا شور سنائی دے رہا تھا۔ اچانک ساتھ والے کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک سات برس کا لڑکا آنکھیں ملتا ہوا نمودار ہوا اور بھاگ کر بدر بن مغیرہ کے ساتھ لپٹ گیا۔

بدر بن مغیرہ نے اسے اٹھا کر گلے سے لگا لیا اور اسکی پیشانی پر بوسہ دیتے ہوئے کہا۔" یوسف بیٹا! تم جاگ رہے تھے؟"

یوسف نے جواب دیا۔" مجھے زبیدہ نے جگایا ہے۔ آپ پھر جا رہے ہیں میں آپ کے ساتھ ضرور جاؤں گا۔"

"نہیں بیٹا تم ابھی بہت چھوٹے ہو۔"

"آپ ہمیشہ یہی کہا کرتے ہیں۔ زبیدہ سے پوچھئے میں نے آج اسکی گڑیا ہوا میں اچھال کر اسے تیر کا نشانہ بنایا تھا۔ وہ کہتی تھی۔ اب تم بڑے ہو گئے ہو اب تم جہاد پر جا سکتے ہو۔"

"نہیں بیٹا! ابھی تمہارے ننھے ننھے ہاتھ تلوار اور نیزہ اٹھانے کے قابل نہیں۔ تم ابھی تک ننھی سی کمان کے ساتھ کھیلتے ہو۔ جب تم بھاری کمان سے تیر چلانے کے قابل ہو جاؤ گے میں تمہیں اپنے ساتھ لے جاؤں گا ابھی تمہیں اپنی ماں کے ساتھ رہنا ہے۔"

"لیکن ابا جان جب تک میں بڑا ہوں گا یہ جنگ ختم تو نہیں ہو جائے گی؟"

کفر اور اسلام کی جنگ کبھی ختم نہیں ہو گی بیٹا۔ جب تک، ایک مسلمان بھی باقی ہے یہ جنگ جاری رہے گی۔"

زبیدہ جس کی عمر کوئی چھ برس کی تھی دروازے کے پیچھے کھڑی انکی باتیں سنتی رہی بالآخر وہ جھجکتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی۔ بدر بن مغیرہ نے یوسف کو اتار کر اسے گلے لگالیا۔

زبیدہ نے کہا۔ "میرے ابا جان کیوں نہیں آئے؟"

"بیٹی! وہ کل آجائیں گے۔"

یوسف بدر بن مغیرہ کا بیٹا تھا اور زبیدہ بشیر بن حسن کی بیٹی تھی۔ ان بچوں کے ساتھ تھوڑی دیر باتیں کرنے کے بعد بدر بن مغیرہ انہیں دوسرے کمرے میں چھوڑ آیا۔ اور بادل ناخواستہ اپنے بستر پر لیٹ گیا۔

رخصت کے وقت ربیعہ اور بدر ایک دوسرے کے سامنے کھڑے تھے۔ مجاہد کی بیوی اپنے شوہر کو آنسوؤں اور آہوں کے بغیر رخصت کرنیکی عادی ہو چکی تھی۔

بدر نے خدا حافظ کہا لیکن کسی نے برآمدے کی طرف کھلنے والا دروازہ کھٹکھٹاتے ہوئے آواز دی۔ "ربیعہ! ربیعہ!!"

ربیعہ نے آواز پہچان کر جواب دیا۔ "آؤ انجلا!"

انجلا دروازہ کھول کر کمرے میں داخل ہوئی اور سہمی ہوئی نگاہوں سے ان کی طرف دیکھنے لگی۔

بدر نے کہا۔ "انجلا! بشیر یہاں کل پہونچ جائے گا۔ وہ زخمیوں کو یہاں لا رہا ہے۔"

انجلا نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا۔ "میں نیچے سپاہیوں کا شور سنکر

بیدار ہوئی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ پھر کہیں جا رہے ہیں"

"ہاں میں مغربی محاذ پر جا رہا ہوں۔ بشیر کو میں نے کہہ دیا ہے کہ وہ زخمیوں کی دیکھ بھال کے لئے یہیں رہے"

بدر بن مغیرہ نے ربیعہ کی طرف دیکھا اور خدا حافظ کہہ کر تیزی سے قدم اٹھاتا ہوا باہر نکل گیا۔

تھوڑی دیر بعد ربیعہ اور اینجلا دریچے میں کھڑی باہر جھانک رہی تھیں مجاہدین کی فوج قلعے سے نکل کر جنگل میں روپوش ہو چکی تھی۔ لیکن گھوڑوں کی ٹاپ ابھی تک سنائی دے رہی تھی۔ یہ ٹاپ آہستہ آہستہ مدھم ہوتی گئی، اور بالآخر فضا میں گم ہو کر رہ گئی۔

ربیعہ اور اینجلا باہر جھانکنے کی بجائے ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہی تھیں ساتھ کے کمرے میں ان کے بچے یوسف اور زبیدہ بھی اپنے اپنے بستر سے اٹھ کر دریچے کے سامنے کھڑے تھے سن شعور سے لیکر اب تک ان کے کانوں نے جس آواز کو دلچسپی کے ساتھ سنا تھا۔ وہ قلعے کی طرف آنے والے گھوڑوں کی آواز تھی۔

(۴۴)

قلعے کے چند کمرے زخمیوں سے بھرے ہوئے تھے۔ اینجلا اور ربیعہ، جراحی کا کام سیکھ چکی تھیں۔ طبیبوں اور جراحوں کا ہاتھ بٹا رہی تھیں۔ گذشتہ چند دن انہوں نے نہایت بے آرامی کی حالت میں گذارے تھے مغربی محاذ سے آنے والے زخمیوں میں آئے دن اضافہ ہو رہا تھا۔ اس قلعے کے علاوہ چند میل کے فاصلے پر ایک اور قلعے میں بھی زخمیوں کے علاج کا بندوبست کیا جا چکا تھا۔ اس لئے بشیر بن حسن کو دن میں ایک بار وہاں بھی جانا پڑتا تھا جنگ کے متعلق

آئے دن تشویشناک خبریں آرہی تھیں۔ مجاہدین کئی بار دشمن کو پیچھے ہٹا چکے تھے۔ لیکن ہر شکست کے بعد دشمن تازہ کمک میدان میں لا رہا تھا۔ یہ سرحدی عقاب کی پہلی جنگ تھی جس میں شہیدوں کی تعداد ایک ہزار تک پہونچ چکی تھی۔

ایک دن علی الصباح محاذ جنگ سے آنے والے قاصد نے بشیر بن حسن کو یہ خوشخبری دی کہ مجاہدین فرڈیننڈ کی افواج کو شکست دینے کے بعد اس کا تعاقب کر رہے ہیں قلعے میں فتح کا نقارہ بجایا گیا۔ آس پاس کی بستیوں اور فوجی چوکیوں میں رہنے والے لوگوں کے کان اس نقارے کے مفہوم سے آشنا تھے، اور وہ اس کے جواب میں اپنی اپنی جگہ سے نقارے بجانے لگے۔ آن کی آن میں عقاب کی وادی کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک نقاروں کی گونج سنائی دینے لگی۔ ہر بستی کے بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کی زبان پر اللہ اکبر کا نعرہ تھا۔ وہ لوگ جنہیں آئے دن زخمیوں اور شہیدوں کی تعداد میں اضافے کی خبریں سن کر جنگ کے نتائج کے بارے میں تشویش تھی، بارگاہ ایزدی میں شکر کے آنسو بہا رہے تھے۔

قلعے کے اندر بعض زخمی فتح کی خبر سنتے ہی اپنے اپنے کمروں سے باہر نکل آئے اور وہ زخمی جو چلنے کے قابل نہ تھے اٹھ کر بیٹھ گئے۔ مرجھائے ہوئے چہروں پر زندگی کا خون دوڑ رہا تھا۔ سہمی ہوئی نگاہیں فخر اور غرور کے ساتھ آسمان کی طرف اٹھ رہی تھیں۔ قلعے کے پہریدار زخمی مجاہدوں سے بغل گیر ہو رہے تھے۔ ربیعہ اور اینجلا اپنے کمسن بچوں کے ساتھ بالائی منزل کی گیلری میں کھڑی مجاہدین کے پرجوش نعرے سن رہی تھیں۔

تھوڑی دیر کے بعد آس پاس کے بستیوں کے لوگ فتح کی تفصیلات معلوم کرنے کے لیے اس قلعے کا رخ کر رہے تھے۔ شام تک ان لوگوں کا تانتا بندھا رہا۔ بستیوں کے لوگ دیر تک اپنے محبوب راہنما کا انتظار کرتے رہے لیکن جب رات ہو گئی اور بدر بن مغیرہ کی آمد کے متعلق کوئی اطلاع نہ ملی۔ تو انہوں نے اپنے گھر کا رخ کیا۔

عشا کی نماز کے بعد بشیر بن حسن مسجد سے نکل کر مریضوں کے کمروں کا رخ کر رہا تھا کہ قلعے کے دروازے کے باہر چند گھوڑوں کی ٹاپ سنائی دی۔ بشیر رک کر قلعے کے دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ پہریدار نے دروازہ کھولا۔ اور چار سوار اندر داخل ہوئے۔ ایک سوار اپنا گھوڑا روک کر پہریدار سے مخاطب ہوا۔ بشیر بن حسن کہاں ہے؟"

بشیر بن حسن سوار کی آواز پہچان کر آگے بڑھا۔ اور بولا۔" ابوالحسن! میں یہاں ہوں" ابوالحسن نے کہا۔" میں آپ کو لینے کے لئے آیا ہوں۔ جلدی تیار ہو جائیں بدر زخمی ہے"

بشیر نے گھبرا کر سوال کیا۔" بدر زخمی ہے۔ کہاں ہے وہ؟"

"یہاں سے کوئی آٹھ کوس کے فاصلے پر۔ وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔ اس لئے اسے ہم یہاں نہیں لا سکے۔ وہ ندی کے پل کے پاس بربریوں کی بستی میں ہے۔"

"میں ابھی آتا ہوں" بشیر یہ کہہ کر ادویات کا تھیلا لینے کے لئے بھاگا۔ اور ابوالحسن نے سپاہیوں کو جو اس کے گرد جمع ہو رہے تھے۔ تازہ دم گھوڑوں پر زینیں ڈالنے کے لئے کہا۔

---

(۵۱)

بدر بن مغیرہ بستی کے سردار کے مکان میں بستر پہ پڑا ہوا تھا۔ اسے بستر پہ پڑے پڑے تین بار غش آچکا تھا۔ کمرے میں منصور بن احمد کے علاوہ چند آدمی اس کے بستر کے گرد کھڑے تھے۔ ان میں سے دو وہ طبیب تھے جو میدان جنگ سے بدر کے ساتھ آئے تھے۔

وہ لوگ جنہیں کمرے سے باہر روکا گیا تھا صحن میں رو رو کر اپنے محبوب راہنما کیلئے دعائیں مانگ رہے تھے۔

بدر بن مغیرہ کے جسم پہ سات زخم تھے۔ زخمی ہونیکی حالت میں بھی اس نے کئی کوس تک بھاگتے ہوئے دشمن کا پیچھا کیا تھا، اور اس کا بہت سا خون ضائع ہو چکا تھا۔

لوگ انتہائی بے قراری کے ساتھ بشیر بن حسن کا انتظار کر رہے تھے۔

بدر بن مغیرہ نے چوتھی بار ہوش میں آکر پانی مانگا۔ منصور نے اسے اپنے ہاتھ کا سہارا دے کر پانی پلایا۔ پانی کے چند گھونٹ پینے کے بعد بدر نے نحیف آواز میں کہا "مجھے قرآن سنائیے"

ایک خوش الحان شخص نے قرآن حکیم کی تلاوت شروع کی۔ مجاہد نے سرور میں آکر اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ طبیب نے آگے بڑھ کر اس کی نبض پہ ہاتھ رکھنے کی کوشش کی لیکن بدر بن مغیرہ نے مسکراتے ہوئے کہا "اب میں بیہوش نہیں ہوں۔ یہ آواز مجھے جگایا کرتی ہے، سلایا نہیں کرتی۔"

دور سے گھوڑوں کی ٹاپ سنائی دی اور تھوڑی دیر کے بعد بشیر بن حسن تیزی سے قدم اٹھاتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔ لوگ ادھر ادھر ہٹ گئے۔ بشیر کو دیکھ کر بدر کے مرجھائے ہوئے چہرے پر اچانک بشاشت آگئی۔ بشیر نے آگے بڑھ

کر اسکی نبض پر ہاتھ رکھ دیا۔

بدر نے ایک ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اپنے طبیب کا خیر مقدم کیا اور کچھ دیر دروازے کی طرف دیکھنے کے بعد اسکی متلاشی نگاہیں بشیر کے چہرے پر مرکوز ہو کر رہ گئیں۔

بشیر نے اس کا مطلب سمجھتے ہوئے کہا "وہ ابو محسن کے ساتھ آرہی ہیں تھوڑی دیر میں پہونچ جائیں گی"

بدر نے آنکھیں بند کر لیں۔ بشیر نے منصور اور دو طبیبوں کے علاوہ باقی سب کو کمرے سے باہر جانے کے لئے کہا۔ جب وہ باہر نکل گئے۔ تو اس نے طبیبوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا "یہ پھر بیہوش ہو رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ تم نے خون بند کرنے میں تاخیر سے کام لیا ہے"

ایک طبیب نے جواب دیا "انہوں نے زخم کھانے کے بعد بھی بہت دور تک دشمن کا پیچھا کیا تھا۔ اس لئے ہم بروقت ان کی مرہم پٹی نہ کر سکے"

بشیر نے اپنا تھیلا کھول کر ایک شیشی نکالی۔ اور دوائی پیالی میں ڈالنے کے بعد منصور کی طرف دیکھا۔ منصور نے اپنے ہاتھوں سے بدر کے سر کو سہارا دیا۔ بدر نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول لیں۔ بشیر نے دوائی کی پیالی اس کے منہ سے لگاتے ہوئے کہا "پی لیجئے"

بدر نے دوائی پینے کے بعد پھر آنکھیں بند کر لیں۔ منصور نے آہستہ سے اس کا سر تکیے پر رکھ دیا۔ بشیر کے اشارے سے ایک طبیب نے شمعدان اٹھا کر بدر کے بستر کے قریب رکھ دیا۔ بشیر نے غور سے بدر کا چہرہ دیکھنے کے بعد کہا "یہ کسی زہر آلود ہتھیار سے زخمی ہوئے ہیں۔ میں تمام زخم دیکھنا

چاہتا ہوں۔"

بشیر بن حسن کے ساتھی یکے بعد دیگرے زخموں کی پٹیاں کھول رہے تھے اور وہ ہر زخم پر تازہ پھاہے رکھنے اور نئی پٹیاں باندھنے میں مصروف تھا۔ وہ ابھی اس کام سے فارغ نہیں ہوا تھا کہ بستی سے باہر گھوڑوں کی ٹاپ سنائی دی۔ بشیر نے منصور کی طرف دیکھا اور کہا "شاید ابوالحسن ربیعہ اور اینجلا کے ساتھ پہونچ گیا ہے تم باہر جاؤ۔ اور انہیں دوسرے کمرے میں ٹھہرنے کے لئے کہو۔ میں تھوڑی دیر میں انہیں بلاؤں گا۔"

منصور باہر نکل گیا۔

(۱۳)

مکان کے دوسرے کمرے میں ربیعہ اور اینجلا کھڑی تھیں بستی کی عورتیں اور لڑکیاں، ان کے گرد جمع تھیں۔ سب کی آنکھوں میں آنسو اور لبوں پر دعائیں تھیں۔

تھوڑی دیر کے بعد ساتھ والے کمرے کا دروازہ کھلا، اور بشیر نے اندر جھانکتے ہوئے ربیعہ اور اینجلا کو ہاتھ سے اشارہ کیا۔ اور وہ دوسرے کمرے میں چلی گئیں۔ بشیر نے دوبارہ دروازہ بند کر دیا۔ بدر بن مغیرہ کے کمرے میں اب بشیر، ربیعہ اور اینجلا کے سوا کوئی نہ تھا۔ یہ تینوں بستر کے گرد کھڑے تھے۔

بشیر نے بدر کی نبض پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "میں نے زخموں پر نئی دوائی لگانے کے لئے انہیں خود بے ہوش کیا تھا۔ اب میں انہیں ہوش میں لانے کے لئے دوائی پلا چکا ہوں۔ اس کا اثر

ہو رہا ہے۔"

ربیعہ خاموشی سے اپنے شوہر کی طرف دیکھ رہی تھی۔ وہ ... جس کا صرف دل کے ساتھ تعلق ہے۔ اسے تقدیر کے فیصلے سے آگاہ کر چکی تھی۔ امید دل کا سہارا لینے کے باوجود اس کا دل بیٹھا جا رہا تھا۔

بدر نے چند بار کراہنے کے بعد آنکھیں کھولیں، اور ربیعہ اور انجلا کی طرف دیکھنے کے بعد کہا، "یوسف اور زبیدہ نہیں آئے؟"

ربیعہ نے کہا، "میں نے انہیں اس وقت لانا مناسب نہیں سمجھا۔ خدا آپ کو صحت دے۔ وہ صبح کو پہنچ جائیں گے۔"

بشیر نے اپنے تھیلے سے ایک اور شیشی نکال کر پیالی میں دوائی ڈال رہا تھا۔ بدر نے نحیف آواز میں کہا، "بشیر! اب اس کی ضرورت نہیں۔ میری منزل آ چکی ہے۔"

بشیر نے کہا، "آپ انشاءاللہ ٹھیک ہو جائیں گے۔ لیجئے!"

"میں جانتا ہوں۔ میرا طبیب بہت ضدی ہے،" یہ کہتے ہوئے بدر نے لیٹے لیٹے اپنا منہ کھول دیا۔ بشیر نے اسے دوائی پلانے کے بعد انجلا کو ہاتھ سے اشارہ کیا۔ اور یہ دونوں دوسرے کمرے میں چلے گئے۔

ربیعہ، بدر بن مغیرہ کے اشارے سے اس کے قریب بیٹھ گئی۔ بدر نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا، "ربیعہ! میں نے تمہیں آگ کی چتا کے سامنے مسکراتے ہوئے دیکھا تھا۔ لیکن آج تم مغموم ہو۔ میں نے کوئی ایسی بات نہیں کی جو تمہارے شوہر کی شایان شان نہ تھی۔ میں نے پیٹھ پر کوئی زخم نہیں کھایا۔ قیامت کے دن تمہیں میرے لئے شرمسار نہیں ہونا

پڑے گا۔"

ربیعہ کے کانپتے ہوئے ہونٹوں سے درد کی گہرائیوں میں ڈوبی ہوئی آواز نکلی۔"میرے آقا! یوں نہ کہیئے۔ انجھ آپ پر فخر ہے؟" ان الفاظ کے ساتھ وہ آنسو جنہیں ربیعہ دیر سے روکنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔ بہہ نکلے۔

بدر نے کہا۔"تمہارے مستقبل کے متعلق میں نے منصور کو چند باتیں سمجھا دی ہیں۔ وہ تمہیں مراکش پہونچا دے گا۔ دشمن اس شکست کے بعد دیر تک آرام سے نہیں بیٹھے گا۔ وہ سردیاں گذر جانے کے بعد شاید اپنی ساری قوت کے ساتھ حملہ کر دے اس صورت میں ممکن ہے کہ مجاہدین کو پیچھے ہٹ کر دشوار گذار پہاڑوں میں جنگ جیاول لڑنی پڑے۔ ایسی جنگ میں عورتوں کی اور بچوں کی حفاظت کا مسئلہ بہت نازک ہوتا ہے۔ اس لئے میں نے منصور سے کہا ہے۔ کہ وہ تمام عورتوں اور بچوں کو مراکش پہونچا دے۔

ربیعہ نے کہا۔"نہیں میں ہجرت نہیں کروں گی مجھے یقین ہے کہ خدا آپ کو شفا دے گا۔ لیکن اگر خدا کو یہ منظور نہیں تو مجھے اس زمین کے کانٹے جس پر آپ کا خون گرا ہے، مراکش کے پھولوں سے زیادہ عزیز ہوں گے۔"

بدر نے کراہتے ہوئے تھوڑی دیر کے لئے آنکھیں بند کر لیں۔ اور پھر ربیعہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔"ربیعہ! میں نے ایک مقصد کیلئے اپنے ساتھیوں سے قربانی کا مطالبہ کیا تھا۔ لیکن مجھے اس بات کا احساس ہے کہ میرے بعد ساتھیوں کے سامنے سب سے بڑا مسئلہ میری بیوی اور میرے بیٹے کی

حفاظت کرنا ہوگا۔ وہ پہاڑوں اور جنگلوں میں چیاول کی جنگ لڑنے کی بجائے میرے گھر کے دروازے کے سامنے جانیں دیں گے۔ تمہارے منع کرنے پر بھی وہ یہی کریں گے لیکن تمہارے متعلق مطمئن ہو کر وہ صرف اس مقصد کے لئے جنگ جاری رکھیں گے جس کے لئے میں نے تلوار اٹھائی تھی۔ تم اگر چاہو مراکش پہونچ کر بھی ان کے لئے بہت کچھ کر سکو گی یہاں سے عورتوں اور بچوں کو نکالنے کے لئے مراکش سے زیادہ سے زیادہ جہاز بھجوانے کی ضرورت ہے اس کے علاوہ تم اہل مراکش کے امراء کو مہاجر عورتوں اور بچوں کی مدد پر آمادہ کر سکو گی مجھے امید ہے کہ مراکش کے امراء اور سلاطین تمہاری آواز پر لبیک کہیں گے۔ ربیعہ اگر ان لوگوں کی مدد کے لئے وہاں سے کوئی فوج نہ بھیج سکو تو بھی تمہارے لئے یہی کافی ہے کہ تم میرے ان رفقوں کے یتیم بچوں اور بیواؤں کو اپنے ساتھ کسی محفوظ مقام پر لے جاؤ۔ جو گزشتہ جنگوں میں شہید ہو چکے ہیں۔ تم ان کی پرورش کرو۔ ان یتیم بچوں کو اس قابل بناؤ کہ وہ شہ سے ہو کر جہاد کر سکیں، ممکن ہے کہ ان میں سے کوئی طارق یا عبدالرحمٰن نکل آئے۔"

ربیعہ نے کہا۔ "میں آپ کے حکم کی تعمیل کروں گی۔"

"یہ میری خواہش ہے حکم نہیں۔"

"آپ کی خواہش پوری ہوگی۔"

"یوسف کو اس قابل بنانا کہ میرے اسلاف کا نام روشن کر سکے۔"

ربیعہ نے آبدیدہ ہو کر کہا۔ یوسف آپ کے نام کو دھبہ نہیں لگائے گا لیکن ......"

بدر نے سوال کیا۔ "لیکن کیا؟"

یوسف کو ابھی چند برس اپنے باپ کے سائے کی ضرورت ہے۔ مجھے یقین ہے کہ خدا اسے آپ کے سائے سے محروم نہیں کرے گا آپ تندرست ہو جائیں گے آپ زندہ رہیں گے۔ قوم کو آپ کی ضرورت ہے۔" ربیعہ اب پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔

بشیر بن حسن اور انجیلا کمرے میں داخل ہوئے۔ ربیعہ آنسو پونچھتے ہوئے کھڑی ہو گئی اور بولی۔ "مجھے معاف کیجئے۔" بدر نے ایک مغموم مسکراہٹ کے بعد آنکھیں بند کر لیں۔

صبح تک بدر بن مغیرہ کو کئی بار غش آیا گرد و نواح کی بستیوں کے ہزاروں لوگ اس کے مکان کے گرد گھیرا ڈالے ہوئے تھے۔ سپاہیوں کے قافلے کے ساتھ یوسف اور زبیدہ بھی پہنچ گئے۔

طلوع آفتاب سے تھوڑی دیر بعد بدر بن مغیرہ نے اپنے تیمار داروں پر آخری نگاہ ڈالنے کے بعد آنکھیں بند کر لیں۔ اور نحیف آواز میں کہا۔ "منصور! میں اپنا ادھورا کام تمہیں سونپتا ہوں۔ تم اس وقت تک دشمن کی ساری توجہ اپنی طرف مبذول رکھو جب تک کہ باقی ملک کے سب مسلمان مراکش نہیں پہنچ جاتے اگر تم نے ہتھیار ڈال دیئے تو دشمن چاروں طرف سے مطمئن ہو کر ساری قوت مسلمانوں کو تہ تیغ کرنے میں صرف کر دے گا۔ بشیر! مراکش میں یہاں کے یتیم بچوں اور بیواؤں کے لئے جائے پناہ تلاش کرنے کا کام میں تمہیں سونپتا ہوں۔ تمہاری یہاں بھی ضرورت ہو گی۔

لیکن یہ کام بہت ضروری ہے۔ ابوالحسن! مجھے یقین ہے کہ تمہاری رفاقت میں منصور یہ محسوس نہیں کرے گا کہ میرے بعد وہ اکیلا ہے میرا وقت آچکا ہے۔ میری منزل مجھے دکھائی دے رہی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔"

آخری الفاظ چند بار دہرانے کے بعد بدر بن مغیرہ دیر تک بار بار کلمہ شہادت پڑھتا رہا۔ اس کی آواز خفیف ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ اس کے ہونٹ ہل رہے تھے۔ لیکن آواز نہ تھی۔ تیماردار یہ سمجھ رہے تھے، کہ وہ سو رہا ہے طبیبوں کا خیال تھا کہ وہ بیہوش ہو چکا ہے۔

بشیر بن حسن نے آخری بار اس کی نبض پہ ہاتھ رکھا۔ پھر اس کی آنکھیں کھول کر دیکھیں اور انا للہ وانا الیہ راجعون کہہ کر سر جھکا دیا۔

(۷)

دو ماہ کے بعد چند کشتیاں جن پر عورتیں اور بچے سوار تھے، اندلس کے ساحل سے مراکش کا رخ کر رہی تھیں۔ ایک کشتی پر بشیر بن حسن کے ساتھ ابن ربیعہ، زبیدہ اور یوسف سوار تھے۔

افق مشرق سے آفتاب نمودار ہو رہا تھا۔ یہ وہی آفتاب تھا۔

جس نے تقریباً آٹھ صدیاں پہلے ایک صبح اندلس کے ساحل پہ غازیانِ اسلام کا پہلا سفینہ دیکھا تھا، اور اس کے بعد جس نے فرزندانِ توحید کی فتوحات کے سیلاب کی ان لہروں کو دیکھا تھا جو گزشتہ آٹھ صدیوں میں کئی بار اسپین کی حدود سے گزر کر فرانس کے دروازوں پر دستک دے چکی تھیں یہ وہی آفتاب تھا جس کی نگاہوں نے آٹھ سو برس تک حیرت و استعجاب سے اسلامیانِ اندلس کے عروج کی شاندار منازل دیکھی تھیں۔ یہ وہی آسمان تھا۔ جس کے وسیع سینے پہ طارق اور عبدالرحمٰن کے جانشینوں کی سطوت و اقبال کی داستانیں نقش تھیں بحرۂ روم کی لہریں اُن لہروں سے مختلف نہ تھیں جن کی ہیبت اور سرکشی مجاہدوں کے سمندرِ شوق کے لئے تازیانہ کا کام دیا کرتی تھیں۔ لیکن آج یہ سمندر، یہ آسمان اور یہ سورج اس قوم کی بیٹیوں اور بچوں کی نگاہوں میں بے بسی کے آنسو دیکھ رہے تھے۔ جس کے شہیدوں نے اپنے خون کے چھینٹوں سے اندلس کے خاک کے ذروں کو دلفریبی اور رعنائی عطا کی تھی۔ انقلاباتِ زمانہ کے یہ خاموش تماشائی وقت کا دامن تھام کر یہ پوچھ رہے تھے۔ کیا یہ وہی قوم ہے جس کا خون الحمراء کے سرخ پتھروں میں جھلکتا ہے؟

ربیعہ کشتی کے ایک کونے میں کھڑی اندلس کے ساحل کی آخری جھلک دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں کے سامنے آنسوؤں کے پردے حائل ہو رہے تھے۔

یوسف نے آگے بڑھ کر کہا: "امی زبیدہ کہتی ہے کہ خالو جان ہمیں مراکش پہونچا کر واپس آجائیں گے"!

"ہاں بیٹا!" ربیعہ نے اس کی طرف دیکھے بغیر جواب دیا۔

یوسف تھوڑی دیر سوچنے کے بعد بولا: "امی جان میں ان کے ساتھ واپس آجاؤں گا"؟

ربیعہ نے اپنے بیٹے کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا: "نہیں بیٹا! ابھی تم بہت چھوٹے ہو، جب تم بڑے ہو جاؤ گے۔ میں تمہیں منع نہیں کروں گی"۔

"امی! میں بہت جلد بڑا ہو جاؤں گا۔ میں جہاز راں بنوں گا۔ آپ کہتی تھیں مراکش میں سب مسلمان ہیں۔ میں ان سب کو جہازوں پر سوار کر کے اندلس لے جاؤں گا۔ اور ہم دشمن کو اپنے ملک سے نکال دیں گے۔ امی آپ کہتی ہیں کہ جب طارق یہاں آیا تھا تو اس کے ساتھ زیادہ آدمی نہ تھے۔ پھر بھی انہیں فتح ہوئی جب ایک مسلمان دو کافروں سے لڑ سکتا ہے تو غرناطہ سے ہزاروں مسلمان یہ ملک چھوڑ کر کیوں چلے گئے ہیں۔ وہ اکٹھے ہو کر لڑتے کیوں نہیں"؟

"بیٹا طارق کے ساتھیوں کے پاس ایمان تھا۔ لیکن ان لوگوں کا ایمان کمزور ہے وہ موت کو ایک کھیل سمجھتے تھے، اور یہ موت سے ڈرتے ہیں اس زمانے میں ایک ادنیٰ مسلمان بھی اپنی قوم سے غداری نہیں کرتا تھا اور اب بڑے بڑے لوگ غدار ہیں"!

ربیعہ سے چند قدم دور زبیدہ انجلا سے کہہ رہی تھی: "امی یوسف کہتا ہے کہ میں جہاز کا کپتان بنوں گا۔ اور مراکش سے ایک بہت بڑی فوج لے کر اندلس جاؤں گا۔

"ہاں بیٹی! یوسف درست کہتا ہے۔"

"تو امی جان میں بھی اس کے ساتھ جاؤں گی۔"

"تم اس کے ساتھ جا کر کیا کرو گی بیٹی؟"

"میں زخمیوں کی مرہم پٹی کیا کروں گی۔ امی جان! میں تیر چلانا سیکھ لوں گی۔"

"اچھا بیٹی!"

کشتی کے دوسرے کونے میں اس بیڑے کا مراکشی کپتان بشیر بن حسن سے باتیں کر رہا تھا۔ بدر بن مغیرہ کی آخری فتح اور شہادت کے متعلق چند سوالات پوچھنے کے بعد کپتان نے سوال کیا "آپ یہ جنگ کب تک جاری رکھیں گے؟"

بشیر بن حسن نے جواب دیا "جب تک ہماری رگوں میں خون دوڑتا رہے گا ہمارے دلوں میں شہادت کی تمنا باقی رہے گی۔"

کپتان نے کہا "میں آپ کے جذبات کی قدر کرتا ہوں۔ لیکن کیا آپ یہ نہیں سوچتے کہ آپ کی جنگ اندلس میں رہنے والے مسلمانوں کی مشکلات میں اضافہ کر رہی ہے۔

"نہیں بلکہ ہم یہ سوچتے ہیں کہ جب ہماری تلواریں نیام میں چلی جائیں گی ظلم کے ہاتھ ان پر زیادہ سختی کے ساتھ اٹھیں گے۔"

"لیکن آپ کے مٹھی بھر مجاہدین کی جنگ کا کیا انجام ہوگا؟"

"مجاہدین کی جنگ کے دو ہی انجام ہو سکتے ہیں فتح یا شہادت۔"

"میرے خیال میں آپ کے لئے فتح کی بجائے شہادت کے امکانات زیادہ ہیں۔"

"تو بھی ہم خسارے میں نہیں رہیں گے۔ اندلس میں مسلمانوں کی تاریخ کا جو باب ہمارے خون سے لکھا جائے گا وہ اس باب سے مختلف ہوگا جو اہل غرناطہ اپنی بے کسی کے آنسوؤں سے لکھ رہے ہیں آنے والی نسلیں اسے پڑھ کر شرم سے اپنی گردن نہیں جھکائیں گی۔ ہمارے مقدر میں ذلت اور رسوائی کی زندگی نہیں ہوگی۔"

کپتان نے کہا "اگر قدرت کو ہماری بہتری مقصود ہوتی۔ تو غرناطہ میں موسیٰ جیسے جلیل القدر مجاہد کو ناکامی کا منہ نہ دیکھنا پڑتا اور اس کے مجاہدین کی رہی سہی جماعت بدر بن مغیرہ کی قیادت سے محروم نہ ہوتی۔"

بشیر نے برہم ہوکر کہا "کون کہتا ہے کہ موسیٰ اپنے مقاصد میں ناکام رہا۔ اہل غرناطہ کی شکست موسیٰ کی شکست نہ تھی۔ یہ اُن غداروں اور ملت فروشوں کی شکست تھی جنہوں نے عزت کی موت پر غلامی اور ذلت کی زندگی کو ترجیح دی یہ ابوعبداللہ کی شکست تھی یہ ان امراء اور علماء کی شکست تھی۔ جنہوں نے اس دنیا میں چند دن زندہ رہنے کے لئے دائمی ذلت اور رسوائی قبول کرلی ہے۔ موسیٰ ایک

مومن تھا وہ مومن کی زندگی جیا، اور مومن کی موت مرا، اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ قدرت کو ہماری بہتری مقصود نہیں تو بھی آپ غلطی پر ہیں۔ قدرت نے اندلس کے مسلمانوں کی ایک قلیل تعداد پر صدیوں تک اپنے انعامات کی بارش کی ہم نے دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت کو شکست دی۔ کیا یہ قدرت کا انعام نہیں کہ عقاب کی وادی میں مٹھی بھر مجاہدین برسوں سے وحشت اور بربریت کا سیلاب روکے ہوئے ہیں۔ کیا یہ قدرت کا انعام نہیں کہ اس نے ایک ایسی قوم کو جس کا اجتماعی اخلاق اور کردار فنا ہو چکا تھا۔ ایک بار پھر صراط مستقیم پر گامزن ہونے کا موقع دینے کے لئے بدر اور موسیٰ جیسے راہنما عطا کئے؟ قوم اگر ایسے لوگوں کے ساتھ غداری کرتی ہے تو اس میں قدرت کا کیا قصور ہے؟ قوم میں آج بھی وہ لوگ موجود ہیں جو ہمت ہارنا اور مایوس ہونا نہیں جانتے۔ یہ لوگ اندلس میں قوم کا آخری مورچہ سنبھالے ہوئے ہیں یہ لوگ اندلس کے مسلمانوں کو ہی نہیں بلکہ ساری دنیا کے مسلمانوں کو یہ پیغام دے رہے ہیں۔ کہ آؤ کفر اور اسلام کی اس جنگ میں ہمارے ساتھ شامل ہو جاؤ۔ ان لوگوں کی آواز آخری دم تک مراکش، مصر، ترکستان اور دوسرے ممالک کے مسلمانوں کو جھنجھوڑتی رہے گی یہ لوگ اس امید پر لڑتے رہیں گے کہ کسی دن ان کے بھائی خواب غفلت سے بیدار ہو جائیں گے کسی دن کوئی یوسف یا کوئی عبدالرحمٰن ان کی مدد کے لئے پہنچے گا اگر عالم اسلام کو ہوش نہ آیا تو بھی اندلس میں مسلمانوں کی مکمل تباہی

کی ذمہ داری ان مجاہدین پر عائد نہ ہوگی جو اپنے خون سے تاریخ عالم کے صفحات پر یہ دیکھے جائیں گے کہ جب ساری دنیا کے مسلمان سو رہے تھے اندلس کے ایک گوشے میں یہ چند سر فروش حرم کی پاسبانی کر رہے تھے۔"

کیپٹان نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد کہا "کیا میں آپ کی جماعت میں شریک ہو سکتا ہوں۔ بشیر بن حسن نے جواب دیا "آپ کو میری اجازت کی ضرورت نہیں۔ اپنے دل سے مشورہ کیجئے۔"

"میں اپنے دل سے مشورہ کر چکا ہوں۔"

(۸)

مجاہدین اپنے نئے راہنما منصور بن احمد کی قیادت میں کئی برس تک لڑتے رہے عقاب کی وادی مدت تک انکے خون سے لالہ زار ہوتی رہی بارہا انکی تلواریں وحشت اور بربریت کے سیلاب کے سامنے سد سکندری ثابت ہوئیں کبھی کبھی اس سیلاب کی شدت کے سامنے انہیں پیچھے ہٹنا پڑا۔ اور کبھی سیلاب کی لہریں عزم و ہمت کی ان چٹانوں سے ٹکرا کر پیچھے ہٹ جاتیں لیکن عالم اسلام سو یا رہا مراکش کا مسلمان اپنے ریگزاروں میں خوش تھا۔ مصر کا مسلمان نیل کے ساحل پر سوار تھا ترک قسطنطنیہ کی دیواروں کے نیچے اونگھ رہے تھے عرب اپنے نخلستان میں مست تھے اور ہندوستان کے مسلمان تاجدار اپنے عشرت کدے تعمیر کرنے میں مصروف تھے۔

یہ لوگ برسوں تک شمشیر بکف رہے لیکن مراکش سے کوئی یوسف بن

تاشقین مصر سے کوئی صلاح الدین ایوبی، ترکستان سے کوئی ملک شاہ عرب سے کوئی محمد بن قاسم اور افغانستان سے کوئی محمود غزنوی ان کی مدد کے لئے نہ پہونچا، اندلس کی خاک شہیدوں کے خون سے سیراب ہوتی رہی اور جبل الطارق کی چٹانیں جنوب اور مشرق سے آنے والے سفینوں کا انتظار کرتی رہیں۔ جب تک منصور اور اس کے ساتھی بر سر پیکار رہے، باقی اندلس کے مسلمانوں کیلئے ہجرت کے راستے تھوڑے بہت کھلے رہے۔ مجاہدین کی تعداد میں رفتہ رفتہ کمی ہوتی گئی تاہم انہوں نے تین نسلوں تک جنگ جاری رکھی۔ یہ جنگ اس وقت ہوئی۔ جب مجاہدوں کی رگوں سے خون کا آخری قطرہ بہہ چکا تھا۔ تلوار نے اس وقت اپنی بے بسی کا اعتراف کیا جب اسے اٹھانے والے ہاتھ کٹ چکے تھے اس کے بعد بربریت کا طوفان اپنی تازہ قوتوں، اور نئے ارادوں کے ساتھ اٹھا، اندلس میں باقی مسلمانوں کیلئے آگ، خون، آنسو اور آہوں کے سوا کچھ نہ تھا۔

اندلس کے مسلمانوں پر کیا گزری؟ ان میں سے کتنے لاکھ تھے جنہیں ملک بدر کرنے سے پہلے ان کے نابالغ بچے ان سے چھین لئے گئے؟ کتنے ہزار تھے جنہیں آگ میں زندہ جلا دیا گیا؟ کتنے تھے جنہیں بدترین اذیتیں دیکر موت کے گھاٹ اتارا گیا؟ ان عورتوں کی تعداد کیا تھی جنہیں درے مار مار کر ہلاک کیا گیا؟

ماضی کی تاریخ ہمیں ان تمام سوالات کا جواب دیتی ہے۔ لیکن ہمیں ان المناک واقعات کی تفصیل جاننے کیلئے تاریخ کی ورق گردانی کی ضرورت نہیں ہم حال کے آئینے میں ماضی کا عکس دیکھ سکتے ہیں اندلس میں آٹھ سو برس کی

حکومت کے بعد آج ایک مسلمان بھی دکھائی نہیں دیتا۔ قرطبہ، غرناطہ اور اشبیلیہ کے مسلمان آج بھی وہاں موجود ہیں لیکن وہاں اذان دینے والی زبان ہمیشہ کیلئے خاموش ہو چکی ہے۔

غرناطہ کے اکابر کی غلطی چند افراد تک محدود نہ رہی۔ یہ ایک قوم کا اجتماعی گناہ ثابت ہوا۔ اور آج الحمراء کی دیواریں زبان حال سے یہ کہہ رہی ہیں کہ قدرت کسی قوم کے اجتماعی گناہ معاف نہیں کرتی۔

ختم شد

Do you understand anything, sorry I couldn't, because it is so boring & useless novel.